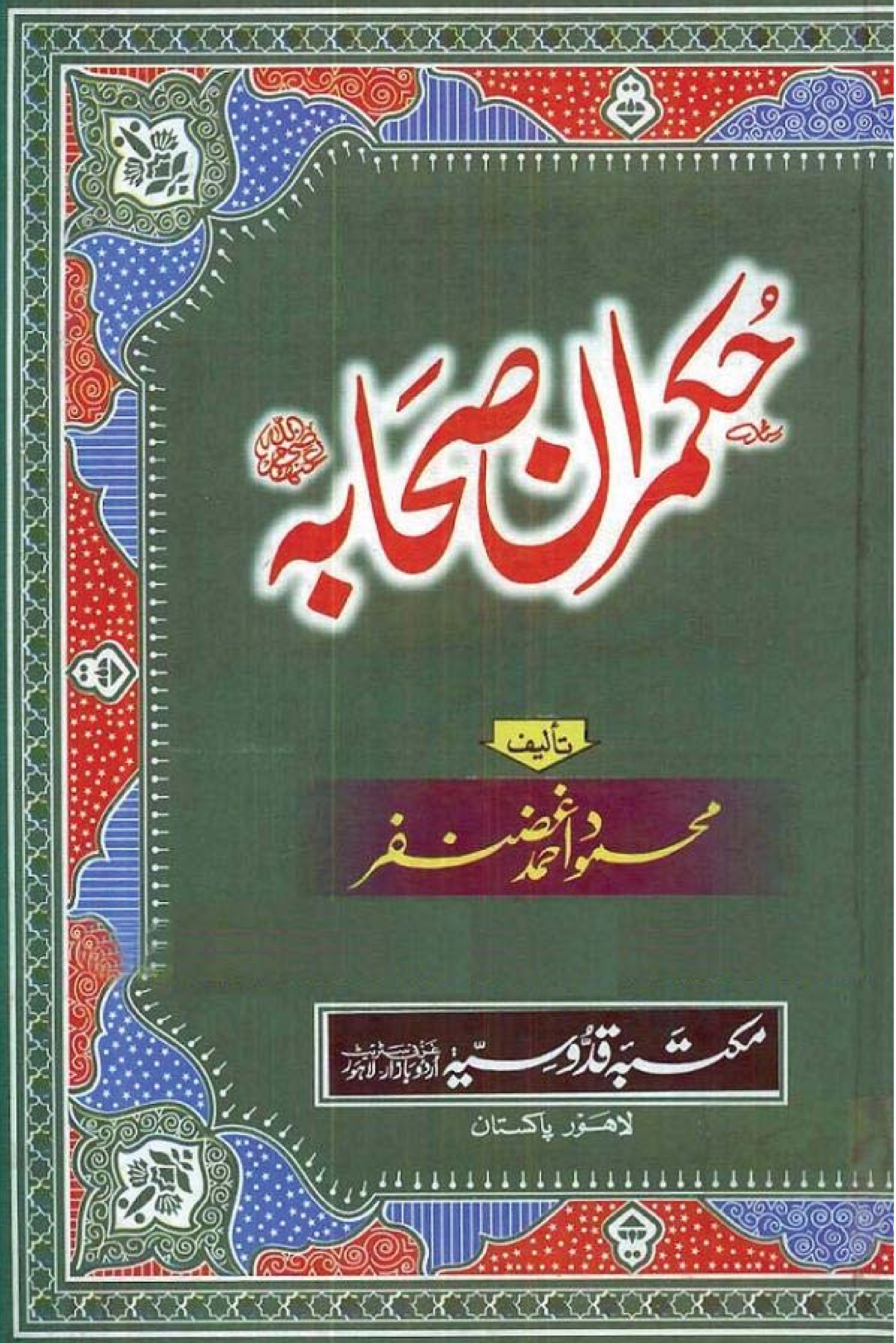

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

تألیف

محمود احمد غضنفر

مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

تالیف

محمود احمد غضنفر

مکتبہ قدوسیہ
لاہور، پاکستان

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت
کی
نشر واشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اشاعت ——— 2007
اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ● غزنی سٹریٹ ● اردو بازار ● لاہور پاکستان
Ph:042-7230585-7351124

مکتبہ قدوسیہ
رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد
Ph:041-2640194

قدوسیہ اسلامک پریس
Out Fal Road
Ph:042-7146761

www.quddusia.com Email: qadusia@brain.net.pk

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند
(اقبال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی! مجھے تیرے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گہری محبت اور عقیدت ہے۔

الٰہی! مجھے قیامت کے دن صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کا ہی ساتھ نصیب کر دینا۔

الٰہی! یہ بات تیرے علم میں ہے کہ میں صحابہ کرامؓ سے خالص تیری رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔

الٰہی! مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کر۔

آمین! یا ارحم الراحمین

محمود احمد غضنفر

فرماں رواصحابہؓ

۱- خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۴۵
۲- امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۱۰۷
۳- امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۱۶۴
۴- امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۲۱۲
۵- امیر المومنین حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ۲۵۷
۶- امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۲۷۹
۷- والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ۳۱۹
۸- والی ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۳۶۹
۹- والی کوفہ و بحرین، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ۳۹۳
۱۰- والی یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۴۰۹
۱۱- والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۴۲۹
۱۲- والی یمن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۴۵۳
۱۳- والی حمص حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ ۴۷۵
۱۴- والی مصر حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ ۴۹۱
۱۵- والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عامر قرشی رضی اللہ عنہ ۵۰۳

۱۶- والی حجاز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۵۱۳
۱۷- والی حمص، حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ ۵۳۱
۱۸- والی مدینہ و بحرین، حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ ۵۴۹
۱۹- والی نجد حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ۵۷۱
۲۰- والی کوفہ حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ ۵۸۳
۲۱- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۵۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين وبعد۔

علم وعمل، امن وآشتی اور عدل وانصاف کے پیامبر محبت ومودت، شفقت ورافت اور نجابت وشرافت کے خوگر، عزم وہمت، جرأت وشجاعت اور جوش وولولہ کے پیکر، عدلیہ انتظامیہ اور قانون سازی کے ماہر، صدق وصفا، جودوسخا اور مہرووفا سے انسانوں کے دل موہ لینے والے۔ عادلانہ، حکیمانہ اور مدبرانہ طرز حکومت اختیار کرنے والے۔ امت مسلمہ کی سیاسی، علمی، اخلاقی، روحانی، عسکری، تمدنی، اجتماعی اور انفرادی زندگی میں نکھار پیدا کرنے والے، گلیم فقیری میں خلعت سلطانی رکھنے والے، مملکت اسلامیہ کے بوریہ نشین تاجدار، جہانگیر وجہانبان، جہاندار وجہاں آراء حکمران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دل آویز، دل پذیر اور دل نشین علمی، ادبی اور تاریخی مرقع پیش خدمت ہے۔ اس میں اکیس عدد ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہو کر امت مسلمہ کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

جن کی طرز حکمرانی سے انسانی معاشرے میں آسودہ حالی کی بہار پیدا ہوئی۔ جنہوں نے اقوام عالم میں حکومت کو عبادت کے روپ میں متعارف کرایا۔ جن کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کے دین کو روئے زمین پر سرفراز وسربلند کرنا تھا۔ ان مثالی حکمرانوں کی پاکیزہ زندگیاں اور میدان سیاست میں ان کے حیرت انگیز کارنامے ہر دور کے مسلم حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہیں ان قدسی نفوس سربراہان مملکت اسلامیہ کے نقش قدم پر چل کر موجودہ مسلم

حکمران سرفرازی و سربلندی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کی روشنی میں ان مثالی حکمرانوں کا تعارف پیش کرنے میں کس قدر کامیابی حاصل کر سکا ہوں اس کا صحیح اندازہ تو قارئین کرام ہی کر سکیں گے۔ میں نے تو صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار اللہ سبحان وتعالیٰ کی عطاء کردہ صلاحیت کے مطابق کیا ہے۔

دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

قارئین کرام کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو اسے میری کم علمی، کم فہمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کرتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے میری راہنمائی کریں۔

اس سے پہلے ''حیات صحابہ کے درخشاں پہلو'' حیات تابعین کے درخشاں پہلو'' ''جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہ'' اور ''صحابیات مبشرات رضی اللہ عنہ'' کے عنوانات سے یاماں افروز اور روح پرور کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں مجھے میرے مرحوم والدین اور اساتذہ کرام کو یاد رکھیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہماری دنیا بھی بہتر بنادے اور آخرت بھی۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی اللہ واصحابہ وسلم۔

محمود احمد غضنفر

۱۶/۲/۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ چند

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين وبعد

انسان کے عالم وجود میں آنے اور آشنائے شعور ہوتے ہی حکمرانی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ابتدا میں قبائلی انداز حکومت تھا' ہر قبیلے کے لوگ اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا سربراہ یا حاکم مقرر کر لیتے تھے۔ اس کے آثار اب بھی مختلف مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ پھر بادشاہت کا دور آیا جو طویل عرصے تک باقی رہا۔ اس انتہائی ترقی یافتہ اور جمہوری عہد میں بھی بعض ملکوں میں بادشاہت قائم ہے۔ بادشاہت کے عہد ہی میں عرب میں اسلام کا ظہور ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ اس وقت خطہ عرب کے ارد گرد دو مضبوط بادشاہتیں قائم تھیں۔ ایک ایرانی بادشاہت' جسے کسریٰ کہا جاتا تھا اور ایک رومی ملوکیت جو عرف عام میں قیصر کے نام سے معروف تھی۔

ان دونوں بادشاہتوں اور سلطنتوں میں لوگوں پر بے حد مظالم ڈھائے جاتے تھے اور وہاں کی رعایا' حکمرانوں کے طرزِ عمل سے نہایت پریشانی کا شکار تھی۔ ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ تھا۔

ان اذیت ناک حالات میں مدینہ منورہ میں اسلام کی اولین حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے سربراہ یا حکمران خود خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تھے۔ یہ انتہائی سکون اور حد

درجہ نہایت اطمینان کا دور تھا۔ اسلام چوں کہ سلامتی اور امن کا مذہب ہے‘ لہٰذا تمام اسلامی مملکت پر امن کا مذہب ہے‘ لہٰذا تمام اسلامی مملکت پر امن و سلامتی کا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ مملکت کے کسی کونے اور کسی حصے میں کہیں اضطراب نہ تھا۔ ہر سو اطمینان اور ہر نفس خوش و خرم۔!

یہ بادشاہت یا ملوکیت نہ تھی۔ نہ اسے قبائلی انداز حکومت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ یہ خالص اسلام کے سانچے میں ڈھلا ہوا اصول زیست تھا۔ جس میں امیر غریب‘ چھوٹے بڑے‘ کالے گورے اور عجمی عربی برابر تھے۔ حاکم محکوم کا کوئی تصور نہ تھا اور بہ حیثیت انسان کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ تھی۔ معیار صرف تقویٰ تھا۔ اسی ترازو میں سب کو تولا اور اسی پیمانے سے سب کو ماپا جاتا تھا۔ اور پھر قرآن کے الفاظ سے فیصلہ کیا جاتا تھا کہ

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

بارگاہ خداوندی میں سب سے زیادہ لائق تکریم وہی ہے جو تقویٰ شعاری میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کے رفقائے عالی مقام کا دور آیا‘ جنہیں صحابہ کرام کے پرعظمت لقب سے پکارا جاتا تھا‘ تاریخ انتہائی فخر اور احترام کے ساتھ اس گروہ کا ذکر کرتی ہے اور فیصلہ دیتی ہے کہ انبیاء کے بعد اس سطح ارض پر اور چرخ نیل گوں کے نیچے آج تک کوئی ایسی جماعت پیدا نہیں ہوئی جو صحابہ کرام کی ہم سری کا دعویٰ کر سکے اور نہ آئندہ قیامت تک پیدا ہوگی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ یہ مقدس جماعت بے شمار خصوصیات کی حامل تھی اور ان میں سے بعض حضرات میں بعض خصوصیات خاص طور سے بے حد نمایاں تھیں۔ جن میں ایک خصوصیت حکمران کی تھی۔ جن حضرات بلند مرتبت میں یہ خصوصیت پائی جاتی تھی۔ انہیں خود نبی ﷺ نے بھی بعض مقامات پر والی اور حاکم مقرر فرمایا اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین کے عہد بابرکت میں بھی ان کی اس خصوصیت و صلاحیت سے فائدہ اٹھایا گیا۔

اس کا تفصیلی تذکرہ ہمارے عزیز دوست محمود احمد غضنفر نے اس کتاب میں کیا ہے جو

حکمران صحابہؓ" کے نام سے معرض تصنیف میں لائی گئی ہے۔ اس موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب ہے بلکہ پہلی کتاب ہے جس میں صحابہ کرام کی اس جماعت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے مختلف مقامات میں دادِ حکمرانی دی۔

یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کس قسم کی حکمرانی کی تلقین کرتا ہے اور مسلمان حکمران کے اصل فرائض کیا ہیں؟

برادر محمود احمد غضنفر کو اللہ تعالیٰ نے ترجمہ و تصنیف کی صلاحیتوں سے خوب نوازا ہے۔ اس سے قبل ان کی جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں جرنیل صحابہ' حیات صحابہ کے درخشاں پہلو' حیات تابعین کے درخشاں پہلو" "صحابیات مبشرات" فضائل قرآن' فضائل اسلام' دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف' حج و عمرہ قرآن و سنت کے آئینے میں' اصول دین' عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت' احادیث قدسیہ وغیرہ متعدد کتابیں شامل ہیں۔ حکمران صحابہ ان تصانیف میں قابل قدر اضافہ ہے۔

اس کتاب میں اکیس صحابہؓ کا تذکرہ کیا گیا ہے' جنہوں نے اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں میں حکومت کی۔ عالم اسلام کے موجودہ حکمران اس کتاب کو مشعل راہ بنا کر دنیا و آخرت میں سعادت بھری زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی حیات طیبہ کو منصۂ شہود پر لانا ان کے کارناموں کو نکھار کر پیش کرنا اور لوگوں کے علم و مطالعہ میں لانا بہت بڑی سعادت اور عظیم خدمت ہے۔ اس قسم کی کتابوں سے مستفید ہونا نہایت ضروری ہے۔

محمد اسحاق بھٹی

۱۴۔ اپریل ۱۹۹۸ء

۱۶۔ ذی الحجہ ۱۴۱۸

مثالی حکومت، مثالی حکمران

اسلامی حکومت کی پالیسی:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب مسلمانوں نے اتفاق رائے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا تو انہوں نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی حکومت کی پالیسی واضح کرتے ہوئے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا!

''لوگو! میرے کندھوں پر حکومت کی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان بہترین آدمی نہ تھا۔ مجھے تمہارے مشورے اور تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر کج رو ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں تمہارے کمزور اور طاقتور افراد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھوں گا۔ تمہارے کمزور کو طاقتور سمجھوں گا اور اسے اس کا حق واپس دلاؤں گا۔ تمہارے طاقتور کو کمزور گردانوں گا اور دوسروں سے چھینا ہوا حق اس سے لے کر حقدار کو دلاؤں گا۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو گوناگوں مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

> ''لوگو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہوں، تم بھی میری اطاعت کرو لیکن جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و قوانین کی نافرمانی کروں، تو میری اطاعت نہ کرو۔''

ایک بار مسلمان حکمران کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ کے احکام وہی شخص نافذ کر سکتا ہے جو نہ تو دوسروں کی نقالی کرے نہ مداہنت سے کام لے اور نہ اہواء واغراض کے پیچھے چلے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم وہی شخص نافذ کر سکے گا جس کی قوت کار میں کبھی اضمحلال نہ پیدا ہو۔ جو فیاض اور وسیع القلب ہو اور جو حق کے معاملے میں اپنی جماعت سے نرمی نہ برتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

> ''اگر تم اپنے رفیق تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص میں پیوند لگایا کرو، تہہ بند اونچا رکھو، اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرو، موزے میں جوڑ لگا لیا کرو، امیدیں کم کرو اور پیٹ بھر کر نہ کھاؤ۔''

سربراہ کے حدود واختیارات:

اسلامی مملکت کے سربراہ کے حدود و اختیارات کیا ہیں۔ اسے ملت کی خدمت کے عوض کس قسم کے حقوق حاصل ہوتے ہیں، نیز اپنے عوام کے ساتھ اس کا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے، اس کا ذکر دوسرے خلیفہ راشد نے اپنی متعدد تقریرون میں کیا۔ ایک مرتبہ فرمایا!

> ''لوگو کسی شخص (کی اطاعت) کا حق اتنا اہم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو، پھر بھی اس کی اطاعت کی جائے۔ مجھے مسلمانوں کے مال کے سلسلے میں تین ہی باتیں مناسب نظر آتی ہیں، اسے حق کے ساتھ وصول کیا جائے، حق کی راہ میں دیا جائے اور باطل پہ صرف ہونے سے روکا جائے۔ میرا حق تمہارے مال میں بس اتنا ہے، جتنا یتیم کے مال میں اس کے سرپرست کا ہوتا ہے۔ اگر میں دولت مند ہوا تو اس مال میں سے کچھ نہ لوں گا اور اگر ضرورت مند ہوا تو صرف بقدر ضرورت کھانے کے لیے لوں گا۔''
>
> ''میں کسی شخص کو کسی پر زیادتی کرنے کا موقع نہ دوں گا۔ ایسا کرنے والے کا ایک گال زمین پر ہو گا اور دوسرا میرے قدموں کے نیچے، یہاں تک کہ وہ حق کے

> آگے سپر انداز ہو جائے۔‘‘
>
> ’’لوگو! مجھ پر تمہارے کچھ حقوق اور ذمہ داریاں ہیں۔ میں انہیں شمار کرتا ہوں تا کہ تم ان کے متعلق میرا احتساب کر سکو۔ میری یہ ذمہ داری ہے کہ تمہارے خراج اور وظیفے کی رقم مقررہ طریقوں سے وصول کروں اور جب اموال میرے ہاتھ آ جائیں تو انہیں ٹھیک مصرف پر صرف کروں۔ میری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں، تمہاری سرحدوں کا تحفظ کروں، تمہیں ہلاکت کے منہ میں نہ دھکیلوں اور سرحدوں پر طویل عرصے تک مامور نہ کیے رکھوں۔‘‘

(اپنے عمال سے خطاب کرتے ہیں) ’’سنو! میں نے تمہیں آمر و جابر بنا کر نہیں، ہادی و رہنما بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگ تم سے ہدایت حاصل کریں۔ تمہیں چاہئے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق فراخدلی کے ساتھ عطا کرو، انہیں مار کر ذلیل و خوار نہ کرو، نہ ان کی تعریفیں کر کے انہیں آزمائش میں ڈالو۔ ان کی طرف سے بے فکر ہو کر اور دروازے بند کر کے نہ بیٹھ رہو کہ طاقتور لوگ کمزوروں کو کھا جائیں۔ ان پر کسی دوسرے کو ترجیح دے کر ظلم نہ کرو۔ ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک نہ کرو اور کفار سے جنگ کرنے میں ان کی قوت اور استعداد کا لحاظ رکھو۔

> ’’لوگو! میں تمہیں شہروں کے گورنروں پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں صرف اس لیے بھیجا ہے کہ عوام کو دین برحق کی تعلیم دیں اور نبی ﷺ کی سنت سکھائیں۔ ان کا مال غنیمت ان کے درمیان تقسیم کریں اور ان کے ساتھ عدل و انصاف برتیں۔‘‘

ایک اور موقع پر فرمایا!

> ’’لوگو ہم تم پر یہ حق رکھتے ہیں کہ ہمارے پیٹھ پیچھے بھی ہماری خیر خواہی کرو اور بھلائی کے کاموں میں ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہو۔ سنو، امام کی بردباری اور نرم روی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی بردباری اور نرم روی عزیز نہیں اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی شے نفع بخش ہے۔ اسی طرح امام کی تند مزاجی اور بے تدبیری

سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی اور تند مزاجی اور بے تدبیری ناپسندیدہ نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی شے نقصان دہ ہے۔ جو اپنے ماحول میں امن و عافیت کی راہ اختیار کرتا ہے اسے اوپر سے بھی امن و عافیت عطا ہوتی ہے۔"

کارکنوں کا معیارِ عمل:

اسلامی حکومت کے گورنروں اور انتظامیہ کے حکام کے لیے عمل کا معیار کیا ہے اور ان کے فرائض کس نوعیت کے ہیں۔ ان کی نشاندہی خلفائے راشدین وقتاً فوقتاً کرتے رہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن سفیان رضی اللہ کو شام کی مہم پر امیر بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحت کی:

"اے یزید! تمہارے قرابت دار ہیں، ہو سکتا ہے کہ تم اپنے منصب کی بدولت انہیں فائدہ پہنچاؤ۔ اقربا پروری کا یہی وہ سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کو مسلمانوں کا حاکم مقرر کیا جاتا ہے اور وہ کسی غیر مستحق آدمی کو (محض نوازنے کے لیے) افسر بنا دیتا ہے، اس پر اللہ اس کا کوئی عذر قبول نہ فرمائے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا۔"

○

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا:

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سعادت مند نگران وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا کو سعادت نصیب ہو اور سب سے بدبخت نگران وہ ہے جس کے ہاتھوں اس کی رعایا تباہ ہو جائے۔ دیکھو تم راہ راست سے نہ ہٹنا، ورنہ تمہارے عمال بھی کج رو ہو جائیں گے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا حال اس جانور کا سا ہو گا جس نے زمین پر کچھ سبزہ دیکھا اور بے صبری سے چرنے لگا تا کہ موٹا ہو جائے" حالانکہ اس موٹاپے میں اس کی موت مضمر ہے۔"

ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں فرمایا:

> ''میں اپنے افسروں کو تمہارے یہاں اس لیے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے منہ پر چپت ماریں یا تمہارا مال و دولت چھین لیں۔ میں تمہارے پاس انہیں اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت سکھائیں۔ جس کسی کے ساتھ دین اور سنت سے ہٹا ہوا سلوک کیا جائے اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کرے' اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں متعلقہ افسر سے اس مظلوم کا بدلہ لے کر رہوں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جو شام میں تھے' ایک مکتوب میں تلقین کی!

> ''میں تمہیں ایک ایسا خط لکھ رہا ہوں جس میں امکانی حد تک میں نے اپنی اور تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ پانچ باتوں پر عمل کرو گے' تو تمہارا دین سلامت رہے گا اور تم بہترین اجر کے سزاوار ہو گے۔

۱۔ جب کسی مقدمے کے دونوں فریق تمہارے پاس آئیں' تو ضروری ہے کہ عادل گواہیوں اور قابل اعتبار اور واضح قسموں کا مطالبہ کرو۔

۲۔ کمزور کو اپنے قریب آنے دو تا کہ اس کو تقویت ہو اور اس کی زبان کھل سکے۔

۳۔ غریب الوطن پردیسیوں کی طرف جلد توجہ کیا کرو' کیونکہ اگر انہیں زیادہ عرصے تک روکے رکھا گیا' تو وہ اپنا کام چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔

۴۔ ان کا کام خراب کرنے کی ذمہ داری اس پر ہے جس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

۵۔ جب تک تم کسی مقدمے میں مناسب فیصلے تک نہ پہنچ سکو' فریقین میں صلح کرنے کی کوشش کرو۔

○

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو ثقیف کے ایک شخص کو عامل مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''دیکھو وہاں جاؤ تو خراج وصول کرنے کے لیے لوگوں کا کوئی جاڑے یا گرمی کا

کو فروخت کرنا' نہ غذائی اشیاء جو ان کی ضرورت ہوں' نہ وہ جانور جن کے سہارے وہ محنت مزدوری کرتے ہوں' نہ ایک درہم کی خاطر کسی کو کوڑا مارنا' نہ کسی کو ایک پاؤں پر کھڑا کرنا' نہ کسی کا سامان نیلام کرنا' کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے صرف ان کی ضروریات سے فاضل اموال وصول کریں۔ اگر تم نے میرے ان احکام کی خلاف ورزی کی تو میرے مواخذے سے پہلے اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا اور میں تمہیں معزول کردوں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کعب بن مالک کو لکھا:

''اپنے کام کسی نائب کے سپرد کردو اور اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر سواد کی ایک ایک بستی کا دورہ کرو۔ وہاں کے باشندوں سے ان کے افسروں کے احوال دریافت کرو اور ان کی سیرت اور کردار کا جائزہ لو۔ اللہ تعالیٰ نے جو امور تمہاری نگرانی میں دیئے ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے انجام دو۔

''جان رکھو کہ یہ دنیا فانی ہے۔ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی آنے والی ہے اور ابن آدم کے اعمال کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے۔ تم جو کچھ کرچکے ہو اس کا بدلہ پاؤ گے اور جو نیکیاں آگے روانہ کردیں' وہ سب تمہارے سامنے آئیں گی' لہٰذا بھلے کام کرو تاکہ بھلا انجام ہو۔''

○

عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد مندرجہ ذیل فرمان اسلامی افواج کے سپہ سالار کے نام جاری کیا۔

''ہر حال میں تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ بہترین سروسامان' موثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے۔ دشمن سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے ڈرو۔ گناہ دشمن کی تدبیروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ہم اپنے دشمنوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے غالب آجاتے ہیں ورنہ ہم نہ تو سازوسامان میں ان کے برابر ہیں نہ تعداد میں۔ اس لحاظ سے ہم ان کا مقابلہ کر

ہی نہیں سکتے۔ پھر اگر ہم اور وہ دونوں معصیت اور خدا سے سرکشی میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے۔ یاد رکھو، اگر ہم ان پر حق کی بدولت فتح نہیں پا سکتے تو اپنی قوت کے بل پر بھی غالب نہ آ سکیں گے۔ کسی کی دشمنی سے زیادہ اپنے گناہوں سے چوکنے رہو۔ سب سے زیادہ فکر گناہوں سے اجتناب ہی کی کرو۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر کچھ محافظ مقرر ہیں جو سفر و حضر میں تمہارے افعال کو جانتے ہیں، ان سے شرم کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے انہیں ایذا نہ پہنچاؤ، خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم راہ خدا میں نکلے ہوئے ہو۔ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ ہمارے دشمن گئے گزرے ہیں اس لیے اگرچہ ہم گناہگار ہیں، لیکن وہ ہم پر غالب نہیں آ سکتے۔ ایسی بہت سے قومیں تھی جن پر ان کے گناہوں کی وجہ سے بدترین لوگوں کو مسلط کر دیا گیا۔ پس جس طرح تم دشمن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو۔ میں بھی اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے دامن سوال پھیلاتا ہوں“

یہ وہ فرمان ہے جو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں کے گورنروں کے نام جاری کیا:

> ”میں نے تمہیں حکومت کا جو کام سپرد کیا ہے اور جو اختیارات تفویض کیے ہیں۔ ان کی انجام دہی میں احتیاط اور خدا خوفی سے کام لو۔ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرو، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع کرو اور اس کے نواہی سے مجتنب رہو۔ غیر ضروری امور میں الجھنے کی بجائے، اپنی ذات، اپنے عمل اور ان امور پر نظر رکھو جو تمہیں اپنے رب تک پہنچائیں۔ رعیت کے معاملات اور اس کے ساتھ اپنے طرز عمل پر بھی ہر وقت نگاہ رکھو۔ تم خوب جانتے ہو کہ تحفظ و نجات کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔ اس یوم موعود کے لیے وہی چیز تیار رکھو جو وہاں کام آنے والی ہو۔ اپنے اور دوسروں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات و احوال میں عبرت کا بے پایاں سامان ہے۔ وہ ہمارے وعظ و نصیحت سے زیادہ موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔“

ایک عامل (حاکم) نے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا:

’’میرا شہر اجڑ رہا ہے‘ اس کی آبادی اور مرمت کے لیے کچھ رقم چاہیے‘‘

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا:

’’اپنے شہر کو عدل وانصاف کے ذریعے مستحکم اور آباد کرو۔ اسے ظلم وستم اور بندگان خدا کی حق تلفی سے پاک رکھو۔ شہر کی آبادی اور مرمت اس طرح ہوگی۔‘‘

ایک مرتبہ اپنے گورنروں اور حکام کے متعلق فرمایا:

جو شخص ہمارا عامل بنے‘ اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں۔

۱۔ لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچائے۔
۲۔ حق وعدل کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہونے لگے تو فوراً ٹوک دے۔
۳۔ حق کے تمام معاملات میں میرے ساتھ تعاون کرے۔
۴۔ امانت و دیانت سے کام لے تاکہ نہ حکومت کے خزانے کو نقصان ہو نہ لوگوں پر زیادتی۔
۵۔ ہمارے سامنے کسی کی چغلی نہ کھائے۔

حکمران عمل کی کسوٹی پر:

خلفائے راشدین مثالی اسلامی حکمران تھے۔ اپنی ذات کا کم سے کم بار مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالتے۔ عام مسلمانوں کی مشکلات ومصائب میں برابر کے شریک ہوتے اور آخرت کی جوابدہی کے احساس سے ہر وقت بے چین اور مضطرب رہتے۔

پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے قریش میں سب سے بڑے تاجر اور دولت مند شمار کیے جاتے تھے۔ عہد اسلام میں بھی یہی مشغلہ جاری رہا۔ خلافت کا بار سر پر آیا‘ تو ان کا سارا وقت مسلمانوں کے معاملات ہی میں صرف ہونے لگا۔ تھوڑی سی فرصت ملتی‘ تو کپڑوں کے تھان اٹھا کر بازار میں پہنچ جاتے۔ آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عام مسلمانوں کو اس فیصلے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا:

قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار، میرے اہل وعیال کی حاجت روائی سے قاصر نہ تھا، لیکن اب جب کہ مسلمانوں کے کام میں دن رات مصروف رہتا ہوں۔ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا خاندان حسب ضرورت ان کے مال سے کھائے گا اور ان کا کام کرے گا۔"

پھر جب تک زندہ رہے بیت المال سے بس اتنا حاصل کرتے رہے جس سے ان کا اور اہل وعیال کے جسم وروح کا رشتہ برقرار رہے اور روزہ مرہ کی ناگزیر ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ حسب کفایت بکری کا گوشت، اہل وعیال کے کپڑے اور کھانا یہ ان کا وظیفہ تھا۔ خود انہیں دو چادریں ملتیں، جب پرانی ہو جاتیں، تو بیت المال کو واپس کر کے دوسری لے لیتے۔ سفر کے وقت سواری بیت المال سے مہیا کی جاتی۔

وفات کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

> "جب سے خلافت کا بار میرے کندھوں پر پڑا ہے، میں نے معمولی سے معمولی غذا اور موٹے جھوٹے کپڑے پر قناعت کی ہے۔ مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس ایک حبشی غلام، ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا جو میرے تن پر ہے اور کچھ نہیں ہے۔ میرے بعد یہ تمام چیزیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (جنہیں جانشین مقرر کر دیا گیا تھا) کو واپس دے کر ان سے بری ہو جانا۔"

اکل حلال:

ورع وتقویٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سب سے درخشاں پہلو تھا۔ اس باب میں آپ زمانہ جاہلیت میں ممتاز تھے۔ ایک بار ایک شخص آپ کو کسی نامعلوم راستے سے لے کر چلا اور بولا: "اس راہ میں آوارہ منش اور بدمعاش رہتے ہیں کہ اس طرف سے گزرنے میں بھی حیا دامن گیر ہوتی ہے۔"

یہ سنتے ہی آپ رک گئے اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے "میرے قدم ایسے شرمناک راستے کی خاک سے آلودہ نہیں ہو سکتے۔"

اسلام لانے کے بعد اس خوبی کو اور جلا ملی۔ ایک مرتبہ ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لا کر پیش کی، تناول فرما چکے تو اس نے کہا: "آپ جانتے ہیں یہ چیز مجھے کہاں سے ملی؟"

فرمایا: ''بتاؤ''

''میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی فال کیا کھولی تھی' یونہی دھوکا دیا تھا۔ آج اس سے ملاقات ہوئی' تو اس نے اس کے صلے میں یہ کھانا دیا۔''

غلام نے کہا:

یہ سنتے ہی آپ نے منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔ فرمایا کرتے تھے جو جسم اکل حرام سے پرورش پاتا ہے' جہنم اس کا بہترین ٹھکانا ہے۔''

ایمان کی امتیازی نشانی:

شرم و حیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف تھا۔ اس قدر شرمیلے تھے کہ خود حضور ﷺ اس حیا کا پاس کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے کی اطلاع ملی تو حضور ﷺ سنبھل کر بیٹھ گئے اور زانوئے مبارک پر کپڑا درست کر لیا۔ اہل محفل نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آمد پر اس اہتمام خاص کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔''

دیانت وامانت:

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کی امانت بیت المال کی جس طرح امانت داری فرمائی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ نارنگیاں آئیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نارنگی اٹھا لی۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دی۔ مال غنیمت تقسیم کرتے تو برابر حصے لگا کر بڑی احتیاط سے قرعہ ڈالتے تھے کہ اگر کچھ کمی رہ گئی ہو' تو خود اس سے بری ہو جائیں۔ ایک مرتبہ اصفہان سے مال آیا۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا۔ ایک بار بیت المال کا تمام اندوختہ تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی کہ وہ قیامت کے روز ان کی امانت و دیانت کی شاہد رہے۔ آپ کی ذات گرامی زہد و ورع کا نمونہ تھی۔ دنیوی شان و شکوہ سے ذرا دلچسپی نہ تھی۔ کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ان عالی شان محلات کو حقارت سے دیکھا' مجھے بھی اس کی حاجت نہیں ہے۔ میدان میرے لیے کافی ہے۔'' موٹا پیوند زدہ لباس اور روکھا پھیکا کھانا ان کے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ ایک مرتبہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دستر خوان پر پوچھا:

''امیر المومنین آپ پرند کا گوشت پسند نہیں فرماتے؟''

فرمایا: ''ابن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں صرف دو پیالوں کا حق ہے۔ ایک خود کھائے اور اہل و عیال کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کرے۔''

بیت المال پر حکمران کا حق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سادہ کھاتے پیتے اور سادہ پہنتے۔ بیت المال سے ضرورت سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہ لیتے تھے۔ مال غنیمت آتا تو عام مسلمانوں کے برابر حصہ لیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا:

''اللہ تعالیٰ کے مال میں سے آپ اپنے لیے کیا جائز سمجھتے ہیں؟''

فرمایا: ''دو جوڑے کپڑے' ایک گرمیوں کے لیے اور دوسرا سردیوں کے لیے۔ حج بیت اللہ اور عمرہ کے لیے ایک احرام' اس کے علاوہ میرے اور میرے گھر کے ہر فرد کے لیے اتنا کھانا جو ایک عام آدمی کے لیے ضروری ہے۔ اس سے نہ کچھ کم نہ کچھ زیادہ۔''

جب کبھی کوئی ہنگامی ضرورت پڑ جاتی تو مسلمانوں کا اجتماع بلاتے اور ان سے اجازت لے کر بیت المال سے کچھ لیتے۔ ایک مرتبہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور دوا کے

لیے شہد کی ضرورت پڑی۔ گھر میں شہد نہ تھا، البتہ بیت المال میں موجود تھا۔ منادی کے ذریعے مسلمانوں کو جمع کیا، منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

> ”مجھے دوا کے لیے شہد کی ضرورت ہے۔ اگر تم اجازت دو تو بیت المال سے لے لوں، ورنہ مجھ پر حرام ہے“

مسلمانوں نے شہد لینے کی اجازت دی تو بیت المال کے شہد کو ہاتھ لگایا۔

رعایا کے دکھ سکھ کی فکر:

جس زمانے میں عرب شدید قحط سے دوچار تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روغن زیتون سے چپڑی ہوئی روٹی آئی۔ آپ نے پوچھا ”آج کل کیا سب لوگوں کو اس قسم کا کھانا میسر ہے؟“ جواب ملا نہیں۔“ آپ نے اسی وقت کھانا واپس کر دیا۔ جب تک قحط دور نہ ہو گیا، نہ گوشت کھایا اور نہ روغن زیتون کو ہاتھ لگایا۔

ذمہ داری اور آخرت کی باز پرس کا اس قدر احساس تھا کہ ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے۔ رات کی تنہائی میں بیٹھ کر رو رو کر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی دعائیں کرتے۔ ایک دن بیوی نے دیکھ لیا۔ وجہ پوچھی۔ آپ نے ٹالنا چاہا، مگر بیوی نے اصرار کیا تو فرمایا:

”میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسپید سارے معاملات کا ذمہ دار ہوں۔ ملک میں پھیلے ہوئے سارے غریب، فقیر، بے نوا اور گم شدہ قیدی میرے سپرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے متعلق مجھ سے سوال کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف سے مدعی ہوں گے۔ میں جب اپنی ذمہ داری اور قیامت کے دن اس کی جواب دہی کا تصور کرتا ہوں، تو مارے خوف کے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنسو نکل آتے ہیں۔ میں اس معاملے پر جس قدر غور کرتا ہوں، اسی قدر میری حالت غیر ہوتی جاتی ہے۔

بعض لوگ آپ کے گریہ وبکا پر افسوس کرتے، آپ جواب دیتے! تم لوگ میرے رونے پر افسوس کرتے ہو، حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس کے بدلے میں پکڑا جائے گا۔“

ذمہ داری کا احساس:

ایک بدو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔

”میرے گھر میں آج کی روٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔“

بدو مایوس ہو کر چلا گیا۔ وہ بلند آواز سے کہتا جا رہا تھا: ”بخدا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ سے میرے متعلق باز پرس کرے گا۔“

امیر المومنین رو پڑے اور اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ پھر بدو کو بلایا اور اپنے غلام کو آواز دی۔

”قنبر میری زرہ لے آؤ“

قنبر زرہ اٹھا لایا۔ امیر المومنین نے زرہ بدو کو دیتے ہوئے کہا: ”دیکھو تمہیں کوئی ٹھگ نہ لے۔ یہ بڑی قیمتی زرہ ہے۔ اس سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر امڈتی ہوئی پریشانیوں کو بارہا دور کیا ہے۔“

”امیر المومنین' بدو کے لیے بیس درہم کافی تھے۔“ قنبر نے عرض کی۔

”قنبر! اگر یہ دنیا میرے لیے سونا اور چاندی بن جائے اور میں سب کی سب اس شخص کو دے دوں' تب بھی مجھے کوئی کوفت نہ ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں جو میرے سامنے کھڑا ہے' باز پرس کی' تو میں کیا جواب دوں گا۔“

دولت کے فتنے سے خوف:

ایران سرنگوں ہو گیا۔ دارالحکومت مدائن سے مال غنیمت سے لدے ہوئے قافلے مدینۃ النبی ﷺ پہنچنے لگے۔ اس چھوٹے سے شہر میں جب رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کر کے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تھی تو اس وقت کون کہہ سکتا؟ کہ یہ مختصر سی ریاست دو عشروں کے اندر دنیا کی دو بڑی طاقتوں کا تختہ الٹ دے گی اور

لوگ جن کے افلاس کی وجہ سے پیٹ سکڑے رہتے تھے اور جن کی تلواروں پر نیام کے بجائے چیتھڑے لپٹے رہتے تھے ایک دن وہ عظیم فاتح بن کر ابھریں گے۔ ان کے قدموں میں قیصر و کسریٰ کی دولت کے ڈھیر ہوں گے اور ان کے پرچم ناقابل تسخیر قلعوں کے برجوں پر لہرا رہے ہوں گے۔ لیکن یہ سب کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حق کے علمبردار ابر باراں بن کر دور دور تک چھا گئے اور اب روم و ایران سے فاتحین مال غنیمت لیے اس چھوٹی سی بستی کی طرف آ رہے تھے جو اب دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مرکز بن چکی تھی۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی۔ قافلہ مدائن سے مال غنیمت لے کر آ پہنچا ہے۔ حکم دیا کہ سارا مال مسجد کے صحن میں ڈھیر کر دیا جائے' پھر خود بھی تشریف لے آئے اور فرمایا: ''جب تک میں اس مال و دولت کو تقسیم نہیں کر دیتا اسے آسمان کی نیلی چھت کے سوا اور کوئی چھت نہیں ڈھانپے گی۔'' گویا دوسرے الفاظ میں اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کو اگر مال کی ضرورت ہو تو اسے بیت المال میں بند کر کے نہیں رکھا جا سکتا۔

ایران سے آنے والی ساری دولت مسجد کی دو صفوں کے درمیان رکھ دی گئی تھی۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں پہرہ دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے مال چادروں سے ڈھانپ دیا اور رات بھر باری باری جاگ کر پہرہ دیتے رہے۔ صبح امیر المومنین تشریف لائے۔ ان کے ساتھ کئی بلند مرتبہ اصحاب رسول تھے۔ حکم دیا: ''چادریں ہٹا دو'' اور پھر ان کی آنکھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا جو پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آیا تھا۔ جواہرات' موتیوں اور سونے کے ڈھیر فرش خاک پر پڑے تھے اور سورج کی شعاعیں ان پر پڑ کر چکا چوند پیدا کر رہی تھیں۔ کوئی دنیا پرست بادشاہ ہوتا تو اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھتا' آنکھیں دمکنے لگتیں اور وہ اپنے پسماندہ دارالحکومت کو ایک عظیم و جدید شہر میں بدل دینے کا منصوبہ بنانے لگتا۔ ایک ایسا عظیم شہر جسے دیکھ کر دنیا دنگ ہو جائے جو ایسی عظیم قوم کے شایان شان ہو جس کی تلواروں نے اپنی عظمت و شوکت خود منوا لی تھی...... لیکن نہیں اس عظیم قوم کے عظیم

سربراہ کا ردعمل بالکل مختلف تھا۔ اس کے چہرے پر اداسی کی پرچھائیں پھیل گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حیرت میں ڈوب گئے۔ ''امیر المومنین'' انہوں نے کہا ''یہ تو شکر کا موقع ہے اور آپ رو رہے ہیں؟''

اور واقعی یہ بات حیرت میں ڈوب جانے والی تھی۔ مگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نگاہیں بہت گہری تھیں۔ انہیں دولت کی اس چکاچوند کے جلو میں آنے والے شب و روز نے لرزا دیا تھا۔ کہنے لگے ''عبدالرحمٰن تم بجا کہتے ہو۔ لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو یہ سب کچھ دیتا ہے اس قوم کے دلوں میں ایک دوسرے سے بغض و عناد کے بیج جڑ پکڑ لیتے ہیں''۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایک لمحے کے لیے خاموش رہتے ہیں۔ ایک نظر مال و دولت کے اس انبار ڈالتے ہیں' ایک لمبی آہ بھرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''اے ابن عوف رضی اللہ عنہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا ہے کہ مجھے اپنی امت کے فقر و افلاس سے کسی فتنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے' ڈر ہے تو اس بات کا کہ اس پر دولت دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ انہیں برباد کر دے گی (اوکما قال)

فارس سے آیا ہوا مال تقسیم ہونے کی خبر دارالخلافہ میں پھیل گئی تھی۔ لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے۔ جو بھی آتا دم بخود کھڑا ہو کر دولت کے اس انبار کو دیکھنے لگتا جس سے سورج کی طرح شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ان سیدھے سادھے لوگوں نے ہیرے' جواہرات اور موتیوں کا نام تو سنا تھا' مگر زندگی میں پہلی بار دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ سونے چاندی کے زیورات انہوں نے اونچے خوشحال گھرانوں میں بے شک دیکھے تھے' لیکن اس طرح ڈھیروں کے ڈھیر چھوٹی بڑی ڈلیوں کی صورت میں ان کی آنکھیں پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ اور دوسرے ساتھیوں سے پوچھا: ''کہیے کیا خیال ہے یہ زر و جواہر کس طرح تقسیم کئے جائیں' ہاتھوں سے یا صاع سے ناپ کر۔''

ہر ایک نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ آخر امیر المومنین نے فیصلہ کیا کہ یہ دولت ہاتھوں ہی

سے تقسیم کی جائے۔ اس وقت تک وظائف وغیرہ کے رجسٹر تیار نہیں ہوئے تھے' چنانچہ لوگ آتے گئے اور امیر المومنین انہیں اپنے ہاتھ سے ان کا حصہ عطا کرتے گئے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے سے پہلے زر و جواہر کا ایک ٹکڑا بھی صحن مسجد میں نہ رہا۔

انقلابی اقدام:

''مروان کے بیٹو! تمہیں عزت و شرف اور مال و منال میں بہرہ وافر مل چکا ہے۔ میرا خیال ہے امت کی آدھی بلکہ دو تہائی دولت تمہارے قبضے میں ہے۔''

صبح کا وقت تھا اور دمشق کا قصر شاہی چھتیس سینتیس سال کا ایک وجیہہ وشکیل نوجوان شاہی خاندان کے مردوں سے مخاطب تھا۔ اس کے چہرے سے عجیب قسم کی اداسی ٹپک رہی تھی۔ اس کا جسم موٹا تازہ تھا اور اس عیش و تنعم کا مظہر جس میں وہ پل کر جوان ہوا تھا اور جو ہفتہ دو ہفتہ پہلے تک اس کی زندگی کا سب سے نمایاں اور شوخ رنگ تھا' لیکن اب اس پر خدا خوفی اور آخرت کی باز پرس کا احساس چھا چکا تھا۔ سننے والوں کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ شاید وہ سمجھ گئے تھے کہ نوجوان کیا کہنا چاہتا ہے' وہ ایک دم پکار اٹھے: ''بخدا جب تک ہماری گردنوں پر سر موجود ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نہ تو اپنے باپ دادا کو ظالم اور غاصب بنائیں گے اور نہ اپنی اولاد کو مفلس و قلاش۔''

نوجوان نے صبر و سکون کے ساتھ ان کا احتجاج سنا اور بولا: ''ناجائز دولت ناجائز ہے۔ رعایا کی املاک پر قبضہ یکسر حرام ہے' اس ناجائز اور حرام کو مٹانے میں میری مدد نہ کرو گے' تو تم لوگ جس عزت و شرف کی بنیاد پر اپنا حق جتا رہے ہو' اس سے میں تمہیں محروم کر دوں گا اور ذلت و رسوائی تمہارا مقدر بن جائے گی۔'' نوجوان کی آواز بلند ہو گئی اور اس کے زیر و بم میں غصہ بجلی کی طرح لہرانے لگا: ''میرے پاس سے چلے جاؤ'' اس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ یہ مجلس کے برخواست ہونے کا اعلان بھی تھا اور اس بات کا نوٹس بھی کہ جن حرام اور ناجائز املاک اور جاگیروں سے تم از خود دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہو تو میں انہیں زبردستی چھین کر ان کے اصل مالکوں کو دے دوں گا۔''

بنو امیہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھے اور چلے گئے۔ ایک بوڑھا اموی تلملاتے ہوئے پکارا۔

عبدالعزیز نے جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی پوتی سے شادی کی تھی، تو میں نے اس وقت کہہ دیا تھا کہ ہمارے خون میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہو چلا ہے اور اس کا ایک روز ہمیں خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس نے سچ کہا تھا۔ نوجوان عمر بن عبدالعزیز عمر بن خطاب رضی اللہ کے صاحبزادے عاصم کی بیٹی ام عاصم بیٹا ہے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مرنے سے پہلے اسے اپنا جانشین نامزد کر گیا تھا۔ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی عمر کی کایا پلٹ گئی۔ وہ سلطنت میں پیدا ہونے والی ایک ایک خرابی کا قلع قمع کرنے پر تلا ہوا تھا اور اس کا آغاز سب سے پہلے شاہی خاندان سے کرنا چاہتا تھا۔

نوجوان خلیفہ قصر شاہی سے اٹھ کر مسجد میں پہنچا۔ عام مسلمان منادی کے ذریعے پہلے ہی جمع ہو چکے تھے وہ منبر پر کھڑا ہوا اور بولا:

''لوگو! بنو امیہ نے ہمیں عطیات اور جاگیریں دیں۔ خدا کی قسم نہ تو انہیں دینے کا کوئی حق تھا اور نہ ہمیں لینے کا۔ اب میں یہ سب ان کے اصلی حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اس کا آغاز اپنی ذات اور خاندان سے کرتا ہوں۔''

لوگوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہیں اپنی سماعت پر یقین نہ آتا تھا، لیکن یقین آیا یا نہیں اپنے عہد کی سب سے بڑی معاشی اصلاح کا اعلان ہو چکا تھا اور پھر ان کی آنکھوں نے جو منظر دیکھا اس سے وہ سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا: ''اسناد شاہی کا خریطہ لے آؤ'' خریطہ پہلے ہی اس کے پاس تھا۔ عمر نے خریطہ مزاحم کے حوالے کیا۔ انہوں نے ایک وثیقہ بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا۔ عمر کے ہاتھ میں قینچی تھی۔ انہوں نے اس سے اس دستاویز کے پرزے پرزے کر دیئے۔ دوسرے وثیقے کا بھی یہی حشر ہوا، پھر تیسرے اور چوتھے کا، یہ سلسلہ صبح شروع ہوا تھا۔ عمر یکے بعد دیگرے زمینوں اور جاگیروں کے وثیقے قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے۔ ناگہاں موذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کر کے اعلان کیا کہ ظہر کا وقت ہو گیا ہے اور عمر نے آخری دستاویز کے بھی پرزے اڑا دیئے۔

خلافت سے پہلے، خلافت کے بعد:

یہی عمر بن عبدالعزیز خلافت سے پہلے بڑی شان وشوکت سے رہتے تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ پورے خاندان میں مجھ سا دلدادہ عیش اور خوش پوش کوئی نہ تھا۔ مزاج کی نفاست کا یہ حال تھا کہ جب ان کے لباس پر ایک مرتبہ کسی کی نظر پڑ جاتی تھی، تو ان کے نزدیک وہ پرانا ہو جاتا تھا، لیکن جب ان پر خلافت کی ذمہ داری آن پڑی، تو ان کے شب و روز بدل گئے۔ اب حال یہ تھا کہ صرف ایک جوڑا بدن پر ہوتا اور وہ بھی پیوند لگا ہوا۔ اسی کو دھودھو کر پہنتے۔ غذا نہایت معمولی اور سادہ ہوتی تھی۔

عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا، تو عالم اسلام میں گویا پھر سے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ انہوں نے ساڑھے تین برس پہلے جب زمام حکومت ہاتھ میں لی، تو ایسا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بنوامیہ تلوار کے زور سے مسلمانوں کی گردن پر مسلط ہوئے تھے۔ غصب ونہب ان کی پالیسی کا بنیادی پتھر تھا، لیکن عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر بیٹھے تو اندھیری رات چھٹ گئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کا دور پلٹ آیا۔ مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ لیکن اب پھر وہی تاریکی تھی اور وہی امت مسلمہ۔ عمر کے انتقال سے مسلمانوں کی روشن امیدیں پھر ختم ہو گئیں۔ یہ غم عمر کے خاندان کا غم نہ تھا، پوری امت کا غم تھا۔ وہ بنوامیہ کے واحد ”بادشاہ“ تھے جن کے انتقال پر مسلمانوں کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بن گیا۔ فقہاء کا ایک وفد غمزدہ امت کی طرف سے تعزیت کا پیغام لے کے ان کے بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اہل اسلام کو جو زبردست صدمہ ہوا تھا، اس کا اظہار کیا اور کہا:

> ”ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتایئے، شریک حیات سے بڑھ کر کسی شخص سے اور کون واقف ہو سکتا ہے۔“

فاطمہ نے گہری ٹھنڈی سانس لی اور کہا

”خدا کی قسم روزے اور نماز میں وہ آپ لوگوں سے بڑھ کر نہ تھے، لیکن میں نے خوف خدا میں کسی انسان کو ان سے بڑھ کر نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے، انہوں نے اپنے جسم وجان کی ساری صلاحیتیں عام انسانوں کے لیے وقف کر دی تھیں۔ عوام کے کاموں کے سلسلے میں دن بھر بیٹھے رہتے حتیٰ کہ شام ہو جاتی۔ پھر بھی کچھ کام باقی

رہتے تو رات کے وقت بیٹھ کر انہیں پورا کرتے۔ ایک روز شام کو لوگوں کے کاموں سے فارغ ہو گئے تو وہ چراغ طلب کیا جو آپ ذاتی خرچ سے جلایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنی ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹیک کر بیٹھ گئے۔ سپیدہ سحر نمودار ہونے تک اسی حالت میں رہے۔ صبح ہوئی تو روزے سے تھے۔ میں نے عرض کی:

''آج رات کوئی خاص بات تھی جو میں یہ حال دیکھ رہی ہوں؟'' آپ نے فرمایا:

''ہاں مجھے خیال آ گیا کہ میں اس پوری امت کے سپید و سیاہ کا ذمہ دار ہوں۔ پھر مجھے زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے غریب الوطن، خستہ حال، بھکاری، محتاج، مفلس مجبور و مظلوم قیدی اور اسی قبیل کے دوسرے لوگ یاد آ گئے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرے گا اور حضور نبی کریم ﷺ ان کے معاملے میں مجھ سے مقدمہ لڑیں گے۔ میں ڈر گیا کہ خدا کے آگے میرا کوئی عذر نہ چلے گا اور حضور نبی کریم ﷺ کو میں کسی دلیل سے بھی قائل نہ کر سکوں گا۔ اس پر میری روح لرز اٹھی اور مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔''

''خدا کی قسم، عمر میرے پاس ہوتے، اچانک انہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی کام یاد آ جاتا تو اس طرح تڑپنے لگتے جس طرح پانی سے نکلنے دلی مچھلی تڑپتی ہے۔ پھر زور زور سے رونے لگتے۔'' پھر فاطمہ نے کہا: خدا کی قسم میری والی تمنا تھی کہ کاش ہمارے اور اس خلافت کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی۔''

گورنر اور حکام:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے۔ بیت المال سے چار ہزار درہم مشاہرہ ملتا تھا، لیکن ایک درہم بھی اپنے اوپر صرف نہ کرتے۔ سب کے سب غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے اور اپنی گزر اوقات کے لیے کھجور کی چٹائیاں بناتے۔ زندگی بھر ذاتی مکان نہ بنایا صرف ایک عبا آپ کے پاس تھی اس کو بچھاتے اور آدھی اوڑھ لیتے۔

گورنر کا سا ٹھاٹھ باٹھ اور خو بو کوئی بات بھی تو ان میں نہ تھی۔ گھر کا سودا سلف بازار سے خود لاتے۔ زندگی اتنی سادہ تھی کہ اجنبی پہچان نہ پاتے کہ شہر کے گورنر یہی ہیں۔ ایک

روز بازار سے آ رہے تھے۔ ایک امیر شخص نے جو آٹے کی بوری خریدنے کے بعد اس انتظار میں تھا کہ کسی غریب کو بیگار میں پکڑے' انہیں موٹا تازہ دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا' بوری ان کے سر پر لاد دی اور گھر کو لے چلا۔ راستے میں واقف کار مل گیا۔ اس نے کہا:

''اے امیر و حاکم شہر' لائیے یہ بوجھ میں اٹھا لوں''۔

ظالم دولت مند نے یہ سنا تو رنگ فق ہو گیا' قدموں پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا کہ بندے سے یہ حرکت نادانستہ ہو گئی۔ مجھے معاف فرمایئے اور بوجھ سر سے اتار ڈالیے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری گٹھڑی گھر تک پہنچاؤں گا۔ مجھے اپنا قول پورا کرنے دو' چنانچہ آپ نے بوری اس کے گھر تک پہنچائی اور اتارنے کے بعد کہا: ''میں نے تو تیرا کام کر دیا اب تو مجھ سے عہد کر کہ آئندہ کسی کو بیگار میں نہیں پکڑے گا۔'' نیز فرمایا: ''اتنا بوجھ اٹھایا کر جو اٹھا سکو اور کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرنی پڑے۔''

ایک دن اپنے خادم کو کسی کام کے لیے کہیں بھیجا اور خود آٹا گوندھنے لگے اتنے میں ایک دوست آ گیا۔ پوچھا: ''خادم کہاں ہے؟'' جواب دیا: ایک کام سے باہر بھیجا ہے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں' چنانچہ ایک کام خود کر رہا ہوں اس میں حرج بھی کیا ہے؟''

○

حمص کے گورنر عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو دار الخلافت مدینہ سے امیر المومنین عمر بن خطابؓ کا فرمان پہنچا: ''مدینہ تشریف لائیے اور اپنی رپورٹ پیش کیجئے۔''

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے شام کی فتوحات میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ وہ بڑے ہی جری اور شجاع سپاہی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک برس قبل انہیں حمص کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ان کا دستور تھا کہ وہ اپنے گورنروں کی کارکردگی اور طرز عمل کا جائزہ لیتے رہتے تھے چنانچہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عمیر رضی اللہ عنہ ان کے اعتماد پر پورے اترے ہیں یا نہیں۔

کئی دن بعد ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ وہ ننگے پاؤں تھا۔ جسم غبار سے اٹا ہوا۔ ایک موٹا سا ڈنڈا ہاتھ میں تھا۔ چند برتن ایک رسی سے بندھے کندھے پر لٹک رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے آگے بڑھے اور گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔

''عمیر رضی اللہ عنہ آ گئے؟ آپ پر سلامتی ہو کہیے کیا حال ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے'' عمیر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا میرا خط مل گیا تھا یا اپنے آپ ہی چلے آئے؟'' امیر المومنین نے دریافت کیا۔

''آپ کا خط ملا تھا۔ پڑھتے ہی اپنا سارا مال و اسباب لے کر چل کھڑا ہوا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بھی نہ تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ اپنا سارا مال و اسباب لے آیا ہوں۔

''کہاں ہے وہ مال و اسباب؟'' انہوں نے پوچھا۔ ان کی آواز میں حیرت کروٹیں لے رہی تھی۔

''کیوں کیا بات ہے؟'' عمیر رضی اللہ نے کہا۔ ''یہ میرا سونٹا ہے۔'' انہوں نے ڈنڈا زمین پر مارتے ہوئے کہا۔ ''سفر کے دوران ضرورت پڑتی ہے' تو میں اس سے اپنا تحفظ کا کام بھی لیتا ہوں اور تھک جاتا ہوں تو اس کے ساتھ ٹیک لگا لیتا ہوں۔'' عمیر رضی اللہ عنہ سانس لینے کے لیے تھوڑی دیر رکے اور پھر کندھے پر لٹکتے ہوئے برتنوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''یہ میرا توشہ دان ہے۔ یہ پانی پینے کا کٹورا ہے۔ یہ ناگزیر چیزیں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی فالتو نہیں ہے۔'' عمیر رضی اللہ عنہ ایک لمبا سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بڑی سادہ' عیش و تکلف سے پاک زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے' لیکن عمیر رضی اللہ عنہ تو ان سے بھی بازی لے گئے تھے۔ ایک شخص حمص ایسے زرخیز اور

خوشحال صوبے کا سال بھر گورنر رہے اور یہ سادگی اور یہ زہد! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ یوں محسوس ہوا جیسے وہ عمیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بڑی پر تکلف زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا جی بھر آیا اور رو پڑے، پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا:

> ''اے اللہ اس سے پہلے کہ میرے اندر تبدیلی پیدا ہو مجھے اپنے ان رفیقوں کے ساتھ ملا دے جو اس حجرے میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اے اللہ مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرنا۔''

پھر عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے'' معاف کرنا بھائی، میرے جذبات قابو میں نہ رہے تھے۔ اچھا اپنی کارکردگی بیان کیجئے۔''

''میں نے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ لیا اور وہ ان لوگوں نے بے چون و چرا بڑی فرمانبرداری سے دیا۔ پھر میں نے اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ امیر المومنین اگر ایک درہم بھی باقی بچتا تو بخدا میں اسے آپ کی خدمت میں لے آتا۔'' عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''اچھا، آپ اب واپس تشریف لے جایئے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کارکردگی کی رپورٹ سن کر کہا۔

''میں چند روز اپنے گھر والوں کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔'' عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک تھیلی روپوں کی دی اور کہا:

''حبیب! عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے۔ تین دن تک ان کے گھر میں رہے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے رہے، کھانا بالکل سادہ تھا۔ جو کی سوکھی روٹیاں، اور پر زیتون کا تھوڑا سا تیل۔ حبیب نے تھیلی عمیر رضی اللہ عنہ کو دے دی اور کہا: امیر المومنین نے مجھے آپ کا حال دیکھنے کے لیے بھیجا تھا۔'' عمیر رضی اللہ عنہ نے تھیلی لے لی۔ اسے کھولا۔ مٹھی بر سکے نکالے اور اپنے ایک غریب پڑوسی کو بھجوا دیئے۔ عمیر رضی اللہ عنہ اس طرح اپنے غریب محلے

داروں کو رقم بھجواتے رہے۔ یہاں تک کہ تھیلی ختم ہو گئی۔

حبیب نے سارا قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آ کر سنایا۔ انہوں نے عمیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ عمیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ تو انہیں کپڑوں کے دو جوڑے اور ایک اونٹ کے بار برابر گیہوں دیا۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے گیہوں لینے سے انکار کر دیا "میرے ہاں سال بھر کے لیے غلہ موجود ہے مجھے گیہوں کی حاجت نہیں ہے۔" عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

چند روز بعد حمص کا گورنر اپنے صوبے کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ اس شان سے کہ پاؤں میں جوتے نہ تھے، ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا اور کندھے پر ایک رسی سے بندھے ہوئے تین برتن لٹک رہے تھے۔

○

تونس کی بندرگاہ سوس میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ یہ لوگ قاضی ابو عمر محمد کو رخصت کرنے آئے تھے۔ قاضی ابو عمر شمالی افریقہ کے چیف جسٹس تھے اور سسلی جا رہے تھے۔ سسلی کی حکومت نے شمالی افریقہ کی حکومت سے ان کی خدمات مستعار لی تھیں۔ یہ ۲۸۹ھ کا ذکر ہے جب شمالی افریقہ پر بنو اغلب حکمران تھے اور سسلی پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔

قاضی ابو عمر نے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے مجمع سے خطاب کیا:

"سوس کے لوگو! دیکھو یہ میرا کمبل ہے، یہ میری قمیص ہے اور اس بڑے سے تھیلے میں میری کتابیں ہیں اور دیکھو یہ میری حبشن لونڈی ہے۔ اس کے پاس ایک چغہ اور کمبل ہے اور میں ان چیزوں کے ساتھ سسلی جا رہا ہوں۔ اب دیکھئے واپسی پر کیا کچھ ساتھ لاتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔"

سسلی میں قاضی ابو عمر محمد کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ انہیں رہنے کے لیے ایک شاندار قصر ملا۔ قاضی نے محل پر نگاہ حقارت ڈالی اور کہا "اتنا بڑا محل میں کیا کروں گا؟ یہ تو بڑے لوگوں کے رہنے کا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک حقیر اور عاجز بندہ ہوں۔" یہ کہہ کر ایک چھوٹا سا مکان اپنے لیے پسند کیا اور حبشن سمیت اس میں فروکش ہو گئے۔

جلد ہی ملک بھر میں قاضی ابو عمر کے زہد و تقویٰ، علم و فضل، فراست و بصیرت اور بے

لاگ عدل وانصاف کا چرچا ہو گیا۔ قاضی ایک حبہ تنخواہ بھی نہ لیتے۔ وہ خود اور ان کی لونڈی سوت کات کات کر گزر بسر کرتے۔ ایک روز وہ عدالت سے غیر حاضر رہے۔ لوگ انہیں دیکھنے ان کے گھر پہنچے اور ششدر رہ گئے۔ قاضی صاحب چھوٹے سے حجرے میں کھردری چٹائی پر دراز تھے۔ بھدا سا تکیہ سر کے نیچے رکھا تھا۔ لوگوں کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور کہا ‘‘دوستو! میں نے مقدور بھر آپ کی خدمت کی ہے۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اتنا بوڑھا کہ بار گراں اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔ میں نے امیر سے کہا ہے' مجھے سبکدوش کر دیجئے۔ میں زندگی کے آخری دن اپنے وطن میں گزارنا چاہتا ہوں۔’’

قاضی صاحب کی درخواست منظور کر لی گئی۔ سسلی کے لوگوں نے اشکبار آنکھوں سے انہیں رخصت کیا۔

سوس کی بندرگاہ پر زبردست ہجوم تھا اور قاضی ابو عمران سے کہہ رہے تھے:

> ‘‘سوس کے لوگو! میں آپ کے درمیان پھر آ گیا ہوں۔ دیکھو جو مال و دولت ساتھ لے کر گیا تھا وہی واپس لایا ہوں۔ آپ لوگ گواہ رہیں۔ میں نے اپنے منصب سے کوئی ناجائز نہیں اٹھایا۔’’

تنقید واحتساب:

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی حکومت اور اپنے عمال پر نکتہ چینی کی کھلی آزادی دے رکھی تھی' چنانچہ معمولی سے معمولی شخص بھی خود خلیفہ وقت کا احتساب کرنے سے نہ ہچکچاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کئی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: ‘‘اتق اللہ یا عمر’’ اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈرو۔’’ حاضرین میں سے ایک شخص نے اسے ٹوکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ‘‘انہیں کہنے دو اگر یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں اور اگر ہم ان کی نہ مانیں تو ہمارا کوئی فائدہ نہیں۔’’

وہ اپنے عہد کے عظیم فاتح' حکومت اور قوم کے امیر تھے' لیکن زہد وقناعت کا یہ حال تھا کہ جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہ ہوا۔ بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتا' سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں۔ اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کے

غیروں سے ملتے اور وفود ان کی بارگاہ میں باریاب ہوتے۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "امیر المومنین! اب اللہ تعالیٰ نے خوشحال کر دیا ہے۔ بادشاہوں کے سفیر اور قبائل عرب کے وفود آتے رہتے ہیں اس لیے آپ کو اپنا طرز معاشرت بدلنا چاہیے۔ فرمایا: "افسوس صد فسوس! دونوں اہل ایمان کی مائیں ہو کر مجھے دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی للہ تعالیٰ عنہا! تم رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا جس کو دن کے وقت بچھاتے تھے اور رات کو اوڑھتے تھے۔ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں یاد نہیں؟ ایک مرتبہ تم نے فرش پر کپڑا دوہرا کر کے بچھا دیا تھا۔ اس کی نرمی کے باعث سول اللہ ﷺ رات بھر سوتے رہے، تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان صبح دی تو آنکھ کھلی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: "حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے یہ کیا کیا؟ مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے، بستر کی نرمی کی وجہ سے تم نے مجھے کیوں غافل کر دیا؟"

○

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے انہیں حسب ذیل مشترکہ خط لکھا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو۔"

ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذاتی اصلاح و تربیت کی فکر میں گم رہتے تھے اور اب آپ پر پوری امت کی ذمے داری آن پڑی ہے۔ امیر المومنین آپ کی مجلس میں اعلیٰ و ادنیٰ اور شریف و وضیع ہر قسم کے لوگ بیٹھیں گے۔ دشمن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور دوست بھی، اور ہر شخص عدل و انصاف سے بہرہ ور ہونے کا حقدار ہے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ ذرا سوچئے، ایسی حالت میں آپ کیا طرز عمل اختیار کریں گے، ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جب خدائے جبار کے سامنے لوگ سرنگوں کھڑے ہوں گے، دل خوف و دہشت سے لرز رہے ہوں گے اور خدائے جبار و قہار کے آگے ان کی ساری

حجت بازیاں بے کار ہو کر رہ جائیں گی۔ اس روز سب لوگ اس کے حضور عاجز و ناتواں اور بے بس ہوں گے۔ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں۔

ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ آخری زمانے میں اس امت کا معاملہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا جو ظاہر میں تو دوست ہوں گے اور در پردہ دشمن۔ (ظاہر میں وہ امت کی بہی خواہی کے مدعی ہوں گے' لیکن عملاً اس کے ساتھ بدخواہی کریں گے)

اور ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے اس خط کو دیکھ کر آپ ہمارے اس خط سے کہیں غلط تاثر نہ لیں۔ ہم نے یہ خط صرف اخلاص اور بہی خواہی کے جذبے سے آپ کو لکھا ہے۔ والسلام علیک۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں ان حضرات کو لکھا:

(تم دونوں پر سلامتی ہو)!

تمہارا مشترکہ خط ملا۔ میں اس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمر کے پاس نہ تدبیر ہے نہ قوت۔ یہ سرمایا اگر مل سکتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ تم نے مجھے اس انجام سے ڈرایا ہے جس سے ہمارے پیشرو لوگ ڈرائے گئے تھے۔ شب و روز کی یہ گردش جو انسانوں کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے' اس چیز کو جو دور ہے قریب لا رہی ہے' ہر نئی چیز کو بوسیدہ بناتی چلی جاتی ہے اور ہر پیشین گوئی پوری ہوتی جاتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور آخرت نمودار ہوگی' جب ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔ تم نے اپنے خط میں اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ اس امت کا معاملہ آخر زمانے میں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا جو بظاہر اس کے دوست ہوں گے' مگر در پردہ دشمن۔ یاد رکھو تم وہ لوگ نہیں ہو جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے۔ نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے۔ وہ وقت تو ایسا ہوگا جب لوگ ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں گے تو دنیاوی مفادات کے لیے۔ تم نے لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ' میں تمہارے خط سے کوئی غلط تاثر لوں۔ بلاشبہ تم سچ کہتے ہو۔ تم نے جذبہ خیر خواہی سے لکھا ہے۔ آئندہ خط لکھنے بند نہ کر دینا' میں تم دونوں کی نصیحت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔''

والسلام۔

حج کا زمانہ تھا۔ اسلامی مملکت کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے لوگ عرفات کے میدان میں جمع تھے۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج سے پہلے اپنے گورنروں کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ وہ سب حج کے موقع پر ان سے ملیں' چنانچہ تمام گورنر بھی موجود تھے۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود و صلوٰۃ و سلام کے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اور خدا ترسی کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی' پھر فرمایا:

> ''لوگو! میں نے اپنے عمال کو اس لیے بھیجا ہے کہ راست بازی کے ساتھ تمہارے معاملات کی دیکھ بھال کریں' اس لیے نہیں کہ تمہارے مال و جان سے کھیلیں اور عزت و آبرو پر دست درازی کریں۔ اگر کسی شخص پر ان میں سے کسی نے کوئی ظلم کیا ہے' تو وہ کھڑا ہو جائے۔''

پورے مجمع پر سناٹا طاری ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ دور تک کوئی آدمی کھڑا دکھائی نہ دیتا تھا۔ پھر ایک شخص آہستہ آہستہ اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ جزیرۃ العرب' فارس' شام اور مصر تک پھیلی ہوئی وسیع و عریض سلطنت میں صرف ایک آدمی تھا جو سارے مجمع میں شاکی تھا' پھر اس کی آواز بلند ہوئی:

> ''امیر المومنین' آپ کے عامل نے مجھے بے قصور سو کوڑے مارے ہیں۔''

مجمع کی خاموشی اور گہری ہو گئی۔ امیر المومنین کے چہرے پر غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اس عامل سے دریافت کیا۔ اس نے بے چون و چرا اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فریادی سے پوچھا:

> ''کیا تم بھی اسے سو کوڑے مارنا چاہتے ہو؟ آؤ اس شخص سے قصاص لو۔''

عجب نظارہ تھا۔ ظالم اور مظلوم دونوں کھڑے تھے۔ ظالم کا رنگ فق تھا۔ بدن پر رعشہ طاری تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آگے کس کی مجال تھی کہ چون و چرا کرتا۔ وہ جس نے اپنے بیٹے پر حد جاری کرنے سے دریغ نہ کیا تھا' ایک ظالم عامل اس کے احتساب سے کیسے بچ سکتا تھا؟ سب دم بخود بیٹھے تھے۔ مظلوم کے ہاتھ میں کوڑا دے دیا گیا۔ عامل نے اپنے

ساتھیوں پر ایک نظر ڈالی جیسے بزبان خاموش کہہ رہا ہو: کوئی تو اٹھے اور اس فضیحت اور رسوائی سے بچائے۔

مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہمت کر کے اٹھے اور بڑے پست لہجے میں عرض کیا:

''امیر المومنین اگر آپ اپنے عمال کے متعلق یہ پالیسی اختیار کریں گے، تو ان پر بڑی شاق گزرے گی۔ یہ ایک مستقل روایت بن جائے گی جسے آپ کے بعد آنے والے بھی اختیار کر لیں گے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس عامل سے اس شخص کا قصاص نہ لوں جب کہ میری ان آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے سے قصاص لیتے دیکھا ہے۔ اے شخص، آگے بڑھو اور قصاص لو۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''اچھا تو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس شخص سے کسی طرح راضی نامہ کر لیں۔'' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا۔

''ہاں اگر یہ کسی بات پر راضی ہو جاتا ہے، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

گورنروں کی جان میں جان آ گئی۔ انہوں نے اس شخص کو گھیر لیا۔ بڑی منت سماجت کے بعد وہ فی کوڑا دو دینار کے حساب سے دو سو دینار زر فدیہ لینے پر رضامند ہو گیا۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال سے پھر خطاب کیا اور فرمایا:

''سنو، تم لوگ مسلمانوں کو مار کر انہیں ذلیل و خوار نہ کرو، ان کی حق تلفیاں کر کے انہیں کفر کی طرف مت دھکیلو اور انہیں لے کر جنگلوں اور دلدلوں میں نہ گھسو کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں۔''

◆

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شکایت پہنچی کہ مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خاصی دولت اکٹھی کر لی ہے۔ محکمہ احتساب کے افسر اعلیٰ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور ایک فرمان دے کر مصر روانہ کیا۔ فرمان میں لکھا تھا: ''محمد بن مسلمہ رضی

اللہ عنہ آ رہے ہیں، اپنی ساری دولت ان کے سامنے رکھ دو، یہ جس قدر مناسب سمجھیں گے لے لیں گے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فسطاط پہنچے۔ عمرو رضی اللہ عنہ بڑے تپاک سے پیش آئے، قصر امارت میں ٹھہرایا اور ہدیہ بھیجا۔ انہوں نے واپس کر دیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کو بڑا ملال ہوا، کہا: ”تم نے میرا ہدیہ واپس کر دیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا تھا۔“

”اس ہدیے اور اس میں بڑا فرق ہے، اس میں تو تملق پوشیدہ ہے۔“

کھانے کے وقت دونوں بزرگ دستر خوان پر بیٹھے۔ کھانا خاصا پر تکلف تھا، مگر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ ”کیا عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں میرا طعام کھانے سے روکا ہے؟“ عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

”نہیں، روکا تو نہیں، انہوں نے حکم بھی نہیں دیا۔“ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، پھر اپنے تھیلے میں سے جو کی روٹی نکالی، اس پر نمک چھڑکا اور کھانے لگے کھانے کے بعد باتیں شروع ہوئیں، عمرو رضی اللہ عنہ خاصے برہم تھے۔ کہنے لگے: ”خدا اس دن کا برا کرے جب میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا والی بننا قبول کیا۔ میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب عاص بن وائل (عمرو رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام ہے) کمخواب و دیبا کی قبا زیب تن کرتے تھے اور خطاب لکڑیوں کا گٹھا لادے پھرتا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ بکری کے بالوں کا ایک کرتا ہوتا تھا جس سے پورا جسم بھی نہیں ڈھکتا تھا۔ آج وہ مجھ پر حکمرانی جتا رہا ہے۔“

> ”تمہارا باپ عاص اور خطاب دونوں جہنم کے کیڑے ہیں، رہا تمہارا معاملہ تو عمر رضی اللہ عنہ تم سے کہیں بہتر ہیں اور اگر وہ تمہیں گورنر نہ بناتے تو آج مکے کی کسی گھاٹی میں بکریوں کا دودھ دوہتے ہوئے نظر آتے۔“

اور بھی کئی گرما گرم باتیں ہوئیں۔ آخر عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری دولت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دی۔ انہوں نے ایک معقول حصہ بیت المال میں جمع کروا دیا اور باقی واپس کر دی۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مدینے روانہ ہوئے تو عمرو رضی اللہ عنہ دور تک انہیں چھوڑنے گئے اور گلے لگ کر رخصت کیا۔

○

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے احباب کی محفل میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی: ''آپ گورنر بناتے ہیں تو اس پر شرائط عائد کرتے ہیں، مگر پھر نہیں دیکھتے کہ وہ ان شرائط کی پابندی کر رہا ہے یا نہیں؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اور جوابدہی کا خوف آ لیتا ہے۔ پوچھتے ہیں: ''کیوں بھائی کیا بات ہے؟ کس گورنر کی بات کر رہے ہو''؟

''مصر کے گورنر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی۔ وہ آپ کی شرائط کی پابندی نہیں کرتا ان کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''

امیر المومنین اسی وقت دو آدمیوں کا ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ کرتے ہیں کہ جاؤ صورت حال کا پتہ کرو، اگر یہ شخص سچ کہتا ہے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔''

دونوں اصحاب مصر پہنچتے ہیں اور لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ شکایت درست نکلتی ہے۔ پھر گورنر ہاؤس پہنچتے ہیں اور باریابی کی اجازت چاہتے ہیں۔

''اس وقت ملنے کی اجازت نہیں۔'' گورنر کہلا بھیجتا ہے۔

انہیں کہہ دو باہر نکلیں ورنہ ہم دروازے کو آگ لگا دیں گے۔'' امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے فرستادہ کہتے ہیں۔ ایک جا کر آگ لے آتا ہے۔ گورنر کو خبر ملتی ہے تو وہ باہر نکل آتے ہیں۔

''ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قاصد ہیں۔ آپ کو ابھی ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔'' دونوں کہتے ہیں۔

عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ''ذرا ٹھہریئے، میں زاد راہ لے لوں۔'' قاصد کہتے ہیں۔ نہیں آپ گھر نہیں جا سکتے۔'' وہ باہر ہی سے انہیں ساتھ لیتے اور منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لا حاضر کرتے ہیں۔

عیاض رضی اللہ عنہ بدو تھے، مصر کی آب و ہوا میں خاصے گورے چٹے اور موٹے ہو

گئے تھے۔ سلام کرتے ہیں، تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں: ''افسوس ہے تو کون ہے؟''

''عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ آپ کا گورنر مصر۔''

''میں نے تمہیں گورنر کچھ شرائط پر بنایا تھا، مگر تم نے انہیں قابل اعتنا تک نہیں سمجھا ان کی خلاف ورزی کی، بخدا میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو حکم دیتے ہیں ''اون کا ایک چغہ، ایک لاٹھی اور بیت المال کی تین سو بکریاں لاؤ۔''

حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

''یہ چغہ، لاٹھی اور بکریاں لو، فلاں جگہ چلے جاؤ اور چراؤ۔''

امیر المومنین عیاض رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں۔

گرمیوں کا موسم اور پھر یہ مشقت۔ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سناٹے میں آ جاتے ہیں۔ وہ تذبذب کے عالم میں کھڑے ہیں۔ انکار کی مجال ہے اور نہ تعمیل کا یارا۔ انہیں متذبذب پا کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''کیوں؟ تمہیں تامل ہے؟ میں نے تمہارے باپ کو دیکھا ہے۔ یہ چغہ اس کے چغے سے اور یہ لاٹھی اس کی لاٹھی سے بہتر ہے۔ اٹھو اور بکریاں لے جاؤ اور چراؤ...... ہاں کسی سائل کو ان کے دودھ سے محروم نہ رکھنا۔ یہ بھی جان لو کہ عمر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے بیت المال کی ان بکریوں سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ نہ دودھ پیا اور نہ ان کا گوشت ہی کھایا۔''

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ ابھی تک دم بخود کھڑے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سنا نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں؟''

عیاض رضی اللہ عنہ پھر بھی چپ رہتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ تین بار یہی الفاظ کہتے ہیں۔ تیسری بار عیاض رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑتے ہیں، مگر عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اٹل ہے وہ اپنی سزا نافذ کر کے رہتے ہیں۔ چند روز بعد عیاض رضی اللہ عنہ کو طلب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

”اب اگر میں تمہیں واپس مصر بھیج دوں اور تمہارا منصب بحال کر دوں، تو تم کیسے انسان ثابت ہو گے؟“

”جیسا آپ چاہیں گے۔“ عیاض رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں۔

امیر المومنین انہیں گورنری پر بحال کر دیتے ہیں۔ عیاض رضی اللہ عنہ مصر پہنچے ہیں تو وہ بالکل بدلے ہوئے انسان ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے درہ احتساب نے ان کی گورنری کے کس طرح بل نکال دیئے ہیں۔

اور پھر وہ بہترین گورنر ثابت ہوتے ہیں۔

آباد شاہ پوری

خلیفہ اول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بلاشبہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جان و مال کے اعتبار سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان ہو۔

(فرمان نبویؐ)

نورانی چہرہ' اکہرا بدن' چھریرا بدن' کشادہ پیشانی' گال ذرا دبے ہوئے' دراز قد لیکن کمر میں قدرے جھکاؤ' گہری چمکیلی رعب دار آنکھیں' مدبرانہ چال ڈھال' میٹھی رسیلی دلکش گفتگو' میدان تجارت کا شہسوار' شرافت' نجابت' صداقت اور امانت کا پیکر' جود و سخا' مہر و وفا اور صدق و صفا کا خوگر' ہمت و عظمت' جرات و شجاعت اور عزم و استقلال سے آراستہ' عفت و عصمت' خاندانی وجاہت اور اخلاقی پاکیزگی کا دلی احساس رکھتے ہوئے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب و شباب سے قطعی اجتناب کرنے والا' حبیب کبریا' شافع روز جزاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والا' سفر و حضر' غار اور قبر میں رفاقت رسول علیہ السلام کا شرف حاصل کرنے والا' جس نے رسول اقدس ﷺ کے قدموں پر اپنی دولت نثار کر دی' جس کی سخاوت کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

> وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی وما لاحد من نعمت تجزی الابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی۔
>
> (سورت اللیل: ۱۷۔۲۱)

''اور اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا۔ اس انتہائی پرہیزگار شخص کو جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں۔ جس کا بدلہ اس نے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ اس سے خوش ہوگا۔''

جس کا نام عبداللہ' کنیت ابوبکر' لقب صدیق اور عتیق تھا۔ والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ اور سلسلہ نسب یہ تھا۔

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ اور ان کا سلسلہ نسب یہ تھا۔

سلمٰی بنت صخر بن مالک بن عامر بن عمرو۔

جس نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد لیکن امت میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اس وقت آپ کی عمر ۳۸ برس تھی۔

جسے مکہ معظّمہ میں مشہور و معروف تاجر ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ جسے سفر ہجرت میں رسول اقدس ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

جسے غار ثور میں رسول اقدس ﷺ کے ساتھ قیام کرنے کی سعادت ملی۔

جسے قرآن حکیم میں ''اذھما فی الغار'' کے نورانی تذکرے کا خلعت عطا کیا گیا۔

جسے جنگ بدر میں رسول اقدس ﷺ نے اپنے ہمراہ عریش (چھپر) میں مجاہدین کی کمان کے فرائض سونپے۔

جس نے غزوہ تبوک کے لیے اپنے گھر کا تمام اثاثہ لا کر رسول اقدس ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا تھا۔

جسے حج فرض ہونے کے بعد سب سے پہلے امیر الحجاج ہونے اعزاز حاصل ہوا۔

جسے رسول اقدس ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسجد نبوی کا امام مقرر کر دیا تھا۔

جس نے رسول اقدس ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام کو سترہ نمازیں پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

جسے خلفائے راشدین میں خلیفہ رسول ﷺ کے نام سے پکارا گیا اور باقی خلفاء کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا گیا۔

جس نے اپنے دور خلافت میں مانعین زکوٰۃ کے خلاف کے برسر پیکار ہونے اعلان کیا۔

جس نے اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلحہ اسدی اور مسماۃ سجاح جیسے مدعیان نبوت کا قلع قمع کرنے کے لیے فوج کشی کی اور ان کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

جس نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سلطنت روما کے مشہور مقام موتہ کی جانب لشکر اسلام کو روانہ کیا جس کا فیصلہ رسول اقدس ﷺ نے کیا ہوا تھا۔

جس نے اپنے دور خلافت میں قرآن حکیم کو ایک جلد میں جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔

آیئے اس محسن امت کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے دلوں کو منور کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قوم سے پہلا خطاب:

> " ایها الناس انی علیکم ولیت علیکم ولست بخیرکم ان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی الا ان الضعیف منکم قوی عندی حتی اخذ الحق له الا وان القوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق اخذ اطیعونی ما اطعت الله ورسوله فاذا عصیت فلا طاعة لی علیکم"

> "لوگو! مجھے تمہارا حکمران بنایا گیا ہے اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر غلطی کا ارتکاب کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ آگاہ رہنا کہ تم میں سے کمزور شخص میرے نزدیک طاقت ور ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں خبردار تم میں سے طاقت ور میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کرلوں۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرنا جب میں نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زندگی کے خطرناک تاریخی سفر ہجرت میں رسول اقدس ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ دوران سفر دیوانہ وار والہانہ انداز میں کبھی آپ کے آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلتے کہ اگر دشمن کسی طرف سے کوئی وار کرے تو اسے اپنے جسم پر سہہ لیں۔ اور پیارے نبی ﷺ بالکل محفوظ و مامون رہیں۔ غار ثور میں پہلے داخل ہو کر اس کی صفائی کا اہتمام کیا اور تمام بلوں کے منہ بند کر دیے کہ کسی بل سے کوئی حشرات الارض میں سے موذی کیڑا نکل کر کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک بل باقی رہ گیا کوئی چیز اس میں ٹھونسنے کے لیے دستیاب نہ ہو سکی تو اپنے پاؤں کی ایڑی اس پر جما دی۔ رسول اقدس ﷺ سے عرض کی کہ آپ تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر محو استراحت ہوئے، غار کا پر اسرار ماحول، ہو کا عالم، دشمن کا خوف اور سر پر منڈلانے والے خطرات کے باوجود رسول اقدس ﷺ بڑے آرام و سکون سے میٹھی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ آنکھ اس وقت کھلی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھ سے آنسو کا گرم قطرہ آپ کے رخ اطہر پر گرا۔ دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ پوچھا! کیا ہوا ہے؟ عرض کیا، سانپ نے ایڑی کو ڈس لیا ہے۔ آپؐ نے لعاب دہن لگایا، درد جاتا رہا۔ دشمن غار کے دہانے پر پہنچ گیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے۔ کہنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ لسان رسالت سے ارشاد ہوا:

> گھبرائیے نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے!

یہ ادا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اس نے قیامت تک کے لیے اسے اپنی سچی اور مقدس کتاب میں محفوظ کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

> الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنين اذهما فی الغار اذ يقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه و ايده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلی و كلمة الله هی العليا و الله عزيز حكيم۔﴾

''اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے البتہ اللہ نے تو اس کی مدد کی جب اسے ان

لوگوں نے نکال دیا تھا جو کافر ہوئے۔ جب وہ دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ اور کافروں کی بات کو پیچ کر دیا اور اللہ کی بات تو اونچی ہی ہے اور اللہ زبردست دانا بینا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایسی والہانہ محبت کی جس کی نظیر نوع انسانی میں نہیں ملتی۔ انہیں زندگی میں ہی لسان رسالت سے جنت کی بشارت مل گئی۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابو بکر عقیق الله من النار۔

ابوبکر جہنم سے آزاد ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ان الله تعالی هوالذی سمی ابابکر علی لسان رسول الله صديقا۔

''یقیناً اللہ وہ ذات ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی ابوبکر کا نام صدیق رکھا۔''

بلاشبہ یہ وہ اعزاز ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری امت میں منفرد نظر آتے ہیں۔ جب تاریخ انسانی کا حیرت انگیز واقعہ معراج کی صورت میں رونما ہوا تو رسول اقدس ﷺ نے شب معراج میں پیش آنے والے واقعات و مشاہدات کا تذکرہ صناوید قریش کے سامنے کیا تو وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ پاسکے۔ ازراہ مذاق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ لو سن لو اپنے پیشوا کا عجیب وغریب انکشاف۔ کہتا ہے کہ میں ایک ہی رات میں بیت المقدس مسجد اقصیٰ اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں۔ ابوبکر تم ان کی ہر بات کو سچ مانتے ہو۔ ہمیں بھی مجبور کرتے رہتے ہو کہ ہم ان پر ایمان لے آئیں۔ اب بتاؤ کیا یہ بات بھی سچ ہے؟ آپ نے پوچھا تم نے یہ بات کس سے سنی

ہے؟ کہنے لگے آپ کے پیرو مرشد سے ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی برجستہ ارشاد فرمایا:

''سرداران قریش میری بات کان کھول کر سن لو۔ اگر یہ بات میرے پیرو مرشد ھادی برحق حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہے تو میں صدق دل سے اس کی سچائی کو تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اس کے سچ ہونے میں ذرا برابر کوئی شک نہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتہائی رقیق القلب تھے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ ان کی مخلصانہ دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت ابوسلمہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم جیسی جلیل القدر ہستیاں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ ایک دن رسول اقدس ﷺ نے شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا تم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کوئی شعر کہا ہے؟

عرض کیا کیوں نہیں سماعت فرمائیں۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة
فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا
خیر البریة اتقاها واعدلها
بعدالنبی واوفاها بما حملا
والثانی التالی المحمود مشهده
واول الناس منهم صدق الرسلا

جب تمہیں قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابوبکرؓ کو ان کے کارنامے کی بناء پر یاد کرلیا کرو۔

وہ نبی اقدس ﷺ کے بعد تمام مخلوق میں تقوے اور عدل کے اعتبار سے بہتر ہے۔

انہوں نے جو ذمے داری لی اسے پورا کر دکھایا۔

وہی ثانی اوز آپ ﷺ کے بعد متصل ہیں۔ جن کی مشکلات میں موجودگی قابل قدر کارنامہ ہے۔ لوگوں میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

رسول اقدس ﷺ یہ ارشاد سن کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا۔ حسان تم نے سچ کہا۔ واقعی ابوبکر ایسا ہی ہے جس کا اظہار تم نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے مدینہ منورہ کے دو یتیم بچوں سھل اور سھیل سے جو زمین خریدی گئی تھی اس کی تمام قیمت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے ادا کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جود و سخا کا اعتراف کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ ارشاد فرمایا۔

> ما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابی بکر
>
> ''ابوبکر کے مال نے جو مجھے فائدہ دیا اتنا کسی اور کے مال نے مجھے فائدہ نہ دیا۔''

وہ صحابہ کرام جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے مفلسی اور تنگدستی کے دور میں جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں۔ قرآن کریم میں ان کی عظمت و رفعت اور سر بلندی کا تذکرہ ان نورانی الفاظ میں کیا ہے۔

> لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد و قاتلوا۔ (سورۂ حدید:۱۰)
>
> ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں لڑے۔ ان لوگوں کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور لڑے۔''

اس آیت کریمہ میں جن جود و سخا کے پیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سر فہرست ہیں۔ رسول اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انه ليس من الناس احد امن علی فی نفسه وماله من ابی بکر۔ (بحواله بخاری شریف)

’’بلاشبہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جان و مال کے اعتبار سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھ پر کوئی احسان ہو۔‘‘

لسان رسالت سے خراج تحسین کے یہ الفاظ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ادا کیے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ پوری امت میں ممتاز اور منفرد دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے مجاہدین کے لیے چندے کی اپیل کی تو میرے دل میں خیال آیا کہ آج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے کا بڑا سنہری موقع ہے۔ میں اپنا نصف مال اٹھا کر لایا اور سرور عالم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی گنجائش کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہ اے عمر آج تم نے اللہ کی راہ میں کتنا مال دیا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنی کل دولت کا نصف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اور باقی نصف گھر چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آج آپ کتنا مال اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے لائے ہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے آج اپنا تمام مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر ﷺ پکار اٹھے کہ ہم امور خیر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابا جان سے پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ، بہتر و برتر کون ہے؟

فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا ان کے بعد کون افضل و اعلیٰ ہے؟

فرمایا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا ان کے بعد افضلیت میں تو آپ کا

ہی نمبر آتا ہے۔

فرمایا۔ نہیں میں تو صرف امت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ پوری امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اس کے خلاف کہے گا وہ جھوٹا ہے۔ میں اسے اختراء پردازی کے جرم میں کوڑے ماروں گا۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ قرار نہ دے۔ اگر کسی نے ان سے بہتر قرار دیا تو میں اسے وہی سزا دوں گا جو کسی بہتان تراش کو دی جاتی ہے۔ (بحوالہ مسند ابویعلی)

جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب و احترام سے رسول اقدس ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟

فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا

میں نے عرض کی۔ ''مردوں میں؟''

فرمایا۔ اس کا باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

میں نے پوچھا اس کے بعد؟

فرمایا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ (بحوالہ بخاری شریف)

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے۔

احکام الٰہی کی تعمیل میں سب سے زیادہ سخت عمر بن خطاب ہے۔

سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفانؓ ہے۔

سب سے زیادہ حلال و حرام کے مسائل جاننے والا معاذ بن جبل ہے۔

سب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہے۔

ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

(بحوالہ مسند امام احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر کو ہمیشہ قلبی سکون و اطمینان میسر رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا۔

فانزل اللہ سکینتہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے اس پر سکینت طاری کردی۔

لہٰذا سکون و اطمینان اور ابوبکر صدیق لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کا ساتھی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

اذھمافی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔

”جب دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غم نہ کر کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں ”صاحب“ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ابا جان نے عمر بھر کسی بھی اٹھائی ہوئی قسم کو ٹوٹنے نہ دیا۔ یہاں تک کہ قسم کے کفارے کی آیت نازل ہوگئی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئك ھم المتقون۔

اور جو سچائی لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ متقی ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا تو اسے آواز دی جائے گی کہ اے اللہ کے بندے آؤ اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نمازی کو نماز کے دروازے سے جنت میں داخل ہونے کے لیے پکارا جائے گا۔ صدقہ و خیرات کرنے والے کو صدقہ دینے والوں کے لیے مخصوص کیے گے دروازے سے بلایا جائے گا۔ روزے دار کا نام ''باب الریان'' سے پکارا جائے گا۔''

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ لوگ تو بڑے ہی خوش نصیب ہوں گے جن کا نام جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ فرمایا ہاں۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی ان میں شامل ہو گے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کا اعزاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''امت میں سب سے زیادہ جس نے میرا ساتھ دیا وہ ابوبکر صدیق ہے۔ اللہ کے سوا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہی ہوتے میرا خلیل تو صرف اللہ ہے۔'' (بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اقدس ﷺ نے اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا مجھے بتاؤ کہ آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ آج کسی جنازے میں شرکت کس نے کی ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میں نے یا رسول اللہ ﷺ۔''

پھر پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں نے یا رسول اللہ ﷺ''

پھر دریافت کیا کہ آج کسی بیمار کی تیمارداری کس نے کی ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ‘‘

بھری محفل میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ منفرد شخص تھے، جنہوں نے تمام سوالات کا مثبت جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ یہ سب کام کرنے کی آج مجھے سعادت نصیب ہوئی ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں یہ خوبیاں ایک ساتھ جمع ہو جائیں وہ جنتی ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بہت بڑے دولت مند تاجر تھے۔ دیانت امانت اور صداقت و راستبازی میں مشہور تھے۔ علم، حسن اخلاق اور فہم وفراست کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ زمانہ جاہلیت میں دیتوں کا تمام مال ان کے پاس جمع ہوتا تھا۔ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ بچپن سے رفاقت تھی۔ بعض تجارتی سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت محمد ﷺ کو نبوت عطا کی گئی اور آپ نے خفیہ طور پر اسلام کا پیغام بعض محرمان راز کے سامنے پیش کیا، ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا حیل و حجت اسے قبول کرلیا۔ چونکہ پہلے سے دل کا آئینہ صاف تھا۔ اعتماد کی فضاء قائم تھی۔ آپ ﷺ کی سچائی اور اخلاص کے قائل تھے۔ لہذا کوئی دلیل پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ فوراً آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دل کا آئینہ اس قدر صاف و شفاف تھا کہ جب انہیں اسلام قبول کرنے کو کہا گیا تو بغیر کسی تردد اور ہچکچاہٹ کے فوراً اسے قبول کرلیا۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے جب کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کسی نہ کسی انداز میں پس و پیش اور توقف کا اظہار کیا سوائے ابوبکر کے۔ جب میں نے اس کے سامنے اسلام کا تذکرہ کیا تو اس نے بلا چون و چرا فوراً اسی وقت اسلام کی دعوت کو قبول کرلیا۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے حلقہ اثر میں بڑی تیزی سے

اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر بڑی قد آور شخصیات دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل ہونے کے مستحق ہو جائیں۔ چہار سو اسلام کا بول بالا ہو۔ مکہ معظّمہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ یہاں سے شرک، بت پرستی اور برائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ اپنے اور بیگانے سب اسلام کے دامن کو پکڑ لیں۔ اسلامی اخوت کی فضاء قائم ہو، سب آپس میں شیر و شکر ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماں باپ کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لیے بہت کوشش کی اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

❀ ❀ ❀

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابو قحافہ عثمان بن عامر کا شمار مکہ کے شرفاء اور معززین میں ہوتا تھا۔ یہ فتح مکہ تک اپنے آبائی نظریات پر قائم رہے۔ ہونہار بیٹے کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اکثر کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ ابتدائی دور میں اسلام کا مستقبل انہیں تاریک نظر آتا تھا۔ دلی خواہش تھی کہ ہونہار و سعادت مند بیٹا شاہراہ اسلام پر مسلسل آگے بڑھنے کی بجائے واپس لوٹ آئے۔ لیکن بیٹے کا سینہ انوار اسلام سے جگمگا اٹھا تھا۔ اسلام قبول کرنے سے جو دلی سکون انہیں میسر آ چکا تھا۔ جس کی روحانی لذت اور سرور سے یہ آشنا ہو چکے تھے۔ اس کا اندازہ کسی اور کو کیا ہو سکتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اقدس ﷺ کو غلبہ عطا کیا اور آپ فاتحانہ انداز میں مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت شوکت اسلام کا منظر دیدنی تھا۔ آپ نے پیغمبرانہ فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ کے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت پیدا ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں دیکھتے

ہی ارشاد فرمایا اس پیرانہ سالی میں انہیں تکلیف دی مجھے کہا ہوتا تو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قبول کیجیے آج آپ کی خدمت میں ان کا حاضر ہونا ہی ضروری تھا۔ آج میری خوش بختی‘ سعادت اور مسرت کا دن ہے۔ آپ نے محبت‘ شفقت اور مسرت بھرا انداز اختیار کرتے ہوئے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کلمہ طیبہ پڑھاتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

باپ‘ بیٹا اور شاہ عرب وعجم ﷺ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے زندگی کی ۹۷ بہاریں دیکھیں۔ اپنے سعادت مند بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سن ۱۴ ہجری کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

انا لله و انا اليه راجعون۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انفرادی دعوت سے بہت سی قابل قدر ہستیاں حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔ ابتدائی دور میں خفیہ طور پر اسلام کی دعوت پیش کی جاتی تھی لیکن ان کا دلی شوق یہ تھا کہ برسر عام بانگ دہل اسلام کی حقانیت کا اعلان کیا جائے چنانچہ رسول اکرم ﷺ سے اجازت لے کر اسلام کی‘ افادیت‘ آفاقیت و عالمگیریت کے موضوع پر بیت اللہ کی دیوار کے سائے میں سرداران قریش کے سامنے برجستہ فاضلانہ خطاب کیا۔ شرک و بت پرستی کے نقائص بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خالق‘ مالک‘ رازق‘ مشکل کشا‘ حاجت روا اور قادر مطلق ہونے کا برملا اعلان کیا اور تمام بتوں کے بے بس‘ بے شعور اور بے کار ہونے کا بانگ دہل اظہار کیا۔ یہ جارحانہ انداز دیکھ کر سرداران قریش مشتعل ہو گئے۔ غصے سے آگ بگولا ہو کر چاروں طرف سے آپ پر پل پڑے۔ بے دردی سے اتنا مارا کہ آپ زخموں سے چور مدہوش ہو کر لڑکھڑاتے ہوئے گر پڑے۔ عتبہ بن ربیعہ جوتے کے ساتھ آپ کے چہرے پر مسلسل ضربیں لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر ناک کے ابھار تک ورم آ گیا۔ آپ کے قبیلے بنو تیم کے افراد یہ اندوہناک منظر دیکھ رہے تھے۔ قبائلی عصبیت نے جوش مارا

اور میدان میں کود پڑے۔ انہوں نے جوش وخروش اور ولولہ و ہمت سے کام لیتے ہوئے تمام ناعاقبت اندیش دشمنوں کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے گئے اور گھر چھوڑ آئے۔ آپ بے ہوش تھے' والد ابوقحافہ اور قبیلے کے دیگر لوگ ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے۔ قبیلے کے بعض افراد نے حرم میں جا کر یہ اعلان کر دیا کہ اگر ہمارے قبیلے کے قابل احترام شخص ابوبکر کو کچھ ہو گیا تو ہم اس کے بدلے میں عتبہ بن ربیعہ کی گردن اڑا دیں گے۔ ابوقحافہ اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ آپ کی ماں ام الخیر نے اپنے لخت جگر کی حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ بڑی دیر بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا آنکھیں کھولیں۔ ماں کو آبدیدہ دیکھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اپنے لخت جگر کو ہوش میں دیکھ کر ماں کی جان میں جان آئی۔ محبت بھرے انداز میں فرمایا بیٹا کچھ کھا پی لو۔ فرمایا اماں جان مجھے یہ بتائیں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟ جب تک میں آپ کو دیکھ نہیں لوں گا اس وقت تک نہ میں کچھ کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا۔ ماں نے کہا بیٹا مجھے اس بات کا علم ہی نہیں آپ کے پیر و مرشد رہتے کہاں ہیں ورنہ میں ابھی جا کر ان کا حال دریافت کر آتی۔

فرمایا ''اماں جان ام جمیل بنت خطاب سے پوچھ آؤ اس کو اچھی طرح معلوم ہے۔'' ماں بھاگی بھاگی ام جمیل کے پاس گئی۔ اس سے دریافت کیا کہ حضرت محمد ﷺ کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے خطرے کے پیش نظر ٹھکانہ بتانے سے اعراض کیا جب اسے صدیق اکبرؓ کے زخمی ہونے کا پتہ چلا تو اسی وقت ان کی والدہ کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لائیں۔ چہرے پر گہرے زخم دیکھے افسوس ہوا۔ جب قدرے اندھرا چھا گیا تو رسول اقدس ﷺ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ جب یہ ہاں پہنچے۔ رسول اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ کہ میری اماں جان کب کفر سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کریں گی۔

از راہ کرم ان کے لیے دعا کیجئے کہ یہ بھی مشرف بہ اسلام ہو کر جنت کی مستحق ہو جائیں۔ آپ نے ان کے سامنے اسلام کی بنیادی باتیں پیش کیں۔ ان کا دل تو پہلے ہی امادہ ہو چکا تھا لیکن آپ کی دعوت کا اس قدر جلد اثر ہوا کہ اسی وقت پکار اٹھی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں بت پرستی کی آلائشوں سے پاک ہو کر صدق دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا کر انہیں دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کو اسلام قبول کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ زخموں کا احساس جاتا رہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی بہت لمبی عمر پائی۔ اپنے سعادت مند بیٹے ابوبکر صدیق کو مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے دیکھا۔ لیکن اپنے خاوند ابوقحافہ عثمان بن عامر سے پہلے اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔

انا لله و انا اليه راجعون۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ خود صحابی’ باپ صحابی’ ماں صحابیہ’ بیٹا صحابی’ بیٹی ام المومنین صحابیہ۔ اس اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شجاعت’ بہادری اور جرائت و ہمت میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں ہم نے رسول اقدس ﷺ کے لیے حفاظتی اقدامات کے پیش نظر ایک چھپر بنایا اور پھر یہ اعلان کیا گیا آج یہاں کون پہرہ دے گا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق اپنی تلوار لہراتے ہوئے آگے بڑھے اور اس خطرناک جگہ پر پہرہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب بھی کبھی کسی مشرک نے اس طرف قدم اٹھایا آپ نے فورا آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے ساتھیو بلاشبہ ابوبکر صدیق ہم سب سے زیادہ بہادر اور دلیر اور جرائت مند تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ رسول اقدس ﷺ مشرکین کے نرغے میں ہیں کوئی آپؐ کا

گریبان پکڑے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ کوئی آپ کو دھکیل رہا ہے اور کوئی غصے سے یہ کہہ رہا ہے کہ تم وہی ہو جس نے صرف ایک معبود کا تصور پیش کیا ہے؟ اور ہمارے سب معبودوں کو باطل قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نازک ترین موقع پر بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پورے جوش و جذبے سے آگے بڑھے۔ کسی کا گریبان چاک کیا۔ کسی کو زوردار مکہ رسید کیا اور کسی کو پکڑ کر ایسا زوردار دھکا دیا کہ وہ قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا اور آپ نے باآواز بلند کہا! او عقل کے اندھو! آج تم اس عظیم ہستی کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو تمہیں صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تف ہے تمھاری عقل پر۔ صد حیف ہے تمھارے جینے پر۔ حضرت علی نے یہ بات کی اور دھاڑیں مار کر رونے لگے جس سے ان کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ روتے روتے پھر یوں گویا ہوئے میرے ساتھیو میں آج اللہ کو گواہ بنا کر تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہتر ہیں۔ سب ساتھی خاموش رہے۔

آپ نے فرمایا بولتے کیوں نہیں؟

خاموش کیوں ہو؟ مجھے جواب دو؟

پھر خود ہی فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی زندگی کے ہزار لمحات سے بہتر ہے۔ اس نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور انھوں نے برسرعام اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اپنی جان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ خراج تحسین ان کی شجاعت و بہادری کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخاری شریف میں فضائل صحابہ کے ضمن میں یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا واقعہ بتائیں جو آپ کے نزدیک مشرکین کی جانب سے رسول اقدس ﷺ پر ڈھائے جانے والے مظالم میں سب سے زیادہ سخت ترین اور ہولناک ہو۔ انہوں نے فرمایا ایک روز

میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اسے بٹ دے رہا تھا جس سے آپ بڑی مشکل میں مبتلا ہو گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے یہ نازک ترین صورت حال دیکھتے ہوئے اس بدبخت کو زوردار جھٹکا دیا جس سے وہ قلابازی کھاتا ہوا دور جا گرا۔ اس موقع پر آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو کلمات کہے انہیں قرآن حکیم کا جزء بنا دیا گیا۔'' آپ نے فرمایا۔

اتقتلون رجلاا ان یقول ربی اللہ و قد جاء کم بالبینات من ربکم۔ (غافر:۱۷)

''کیا تم اس شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے لیے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔''

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہر نازک ترین موقع پر انتہائی جرات و شجاعت سے انہوں نے رسول اقدس ﷺ کے دفاع کا حق ادا کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتہاء درجے کے زیرک، دانشمند اور زود فہم تھے۔ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے ایک روز یہ ارشاد فرمایا۔

ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ماعندہ فاختار ذالک العبد ماعندہ۔

''اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے میں اپنے لیے ایک چیز کو پسند کرنے کا اختیار دیا تو اس بندے نے وہ کچھ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' (بحوالہ بخاری و مسلم)

رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! صحابہ کرام انہیں روتا اور آہیں بھرتا دیکھ کر بہت افسردہ، رنجیدہ خاطر اور حیران و پریشان

ہوئے۔ کہ ابوبکرؓ کو اچانک یہ کیا ہوا ہے؟ لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ فرمان نبوی میں عبد سے مراد خود آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی آخرت کو پسند کرنے سے مراد آپ علیہ السلام کی وفات حسرت آیات ہے۔ تو سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں اور بے شمار ذاتی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یومھم غیرہ۔

’’کسی قوم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جس میں ابوبکر موجود ہو کوئی اس کے علاوہ ان کی امامت کرائے۔‘‘

بخاری ومسلم شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبل از رحلت خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو قیام دینا اور روانگی آخرت کا اختیار دیا ہے۔ اس خطاب کے آخر میں یہ بھی ارشاد فرمایا ’’مسجد نبوی میں ابوبکر کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دئے جائیں۔‘‘

علماء ومحدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئی آپؐ نے اسے فرمایا۔ پھر کسی وقت آنا اس نے برجستہ کہا اگر آپ تشریف فرما نہ ہوئے تو رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بایں صورت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسائل دریافت کر لینا۔ دراصل وہ خاتون چند دینی مسائل دریافت کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر جاؤں تو مسائل حل کروانے کے لیے ابوبکرؓ سے رجوع کرنا۔ یہ حدیث بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری

علالت و بیماری کے دنوں میں ارشاد فرمایا۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بڑے نرم دل ہیں وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا جاؤ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب آپ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کریں۔ انہوں نے یہی عرض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بجائے حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا کہہ دیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ''جاؤ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف علیہ السلام مانند ہو۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔''

(بحوالہ بخاری و مسلم)

یہ حدیث بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معمول کے مطابق نماز پڑھا رہے تھے۔ دوران جماعت رسول اقدس ﷺ تشریف لے آئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارے سے منع کر دیا اور خود ان کی دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت میں سب سے افضل تھے اور وہی خلیفہ رسولؐ ہونے کے حق دار تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ رسول اقدس ﷺ نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا مسکراتا ہوا چہرہ جھلملانے لگا‘ ایسا دلکش و دلاویز منظر ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جماعت کرائیں۔ پھر پردہ لٹکا دیا اس کے بعد وفات تک ہمیں آپ علیہ السلام کی امامت میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)

اس حدیث سے بھی خلافت صدیق اکبرؓ کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے کیونکہ رسول اقدس ﷺ کی بیماری کے ایام میں مسلسل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نماز لوگوں

کو پڑھاتے رہے۔

* * *

سن ١٠ ہجری حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر جب رسول اقدس ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور آتے ہی بیمار ہو گئے۔ بیماری روز بروز شدت اختیار کرتی گئی جس سے آپؐ بہت کمزور ہو گئے۔ کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ مسجد نبوی میں جانا مشکل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم دیا۔ سن ١٢ ربیع الاول ١١ھ پیر کو بیماری میں قدرے افاقہ ہوا۔ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اپنے جانثار صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا، مسکرائے، انہیں اللہ کے حضور کھڑے دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن بیماری سے افاقہ تھوڑی دیر کے لیے تھا۔ پھر دوبارہ بیماری کا شدید حملہ ہوا اور آپؐ خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت اپنے گھر میں تھے، اس حادثے کی خبر حضرت سالم بن عبیدؓ نے دی۔ آپ اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے جہاں آپ کا ایک یمنی چادر میں لپٹا ہوا جسد اطہر محو استراحت تھا۔ چہرے سے چادر اٹھائی، پیشانی کو بوسہ دیا۔ آنسو بہاتے ہوئے زاروقطار روتے ہوئے فرمایا۔

”یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ زندگی میں بھی پاک و صاف رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک و صاف ہیں۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جو موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آ گئی۔ اب کوئی دوسری موت اللہ آپکو ہرگز نہ دے گا۔“

یہ تعزیتی کلمات ادا کرنے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے یہاں عجیب منظر تھا۔ سراسیمگی کا عالم تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم غم و اندوہ سے نڈھال تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی محبت، وارفتگی و شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ وہ بڑے جوش و جذبے سے با آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے تھے جس نے میرے پیارے نبی علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو دلاسہ دیتے ہوئے آگے بڑھے۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور مجمع کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"فمن کان یعبد محمدا فان محمدا قدمات و من کان یعبدالله فان الله حیی لا یموت قال الله تعالی ر مامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکرین۔"

''جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ حضرت محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔'' محمدؐ ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اگر ان کو ان میں سے کسی کو موت آ جائے یا اسے قتل کر دیا جائے کیا تم اپنی تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا۔''

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب ایسا اثر انگیز تھا کہ سامعین میں سے ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ فتنہ پرداز منافقین نے یکدم انگڑائی لی۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے کی خفیہ سازش تیار کی گئی ابھی تجہیز و تکفین کا مرحلہ درپیش تھا کہ خلافت کا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا۔ انصار مدینہ سعد بن عبادہ کی قیادت میں اپنے دارالندوہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے ان کا موقف یہ تھا کہ خلافت کے حقدار انصار ہیں۔ مہاجرین کا نظریہ تھا کہ خلافت کا حق ہمارا ہے۔ کیونکہ ہم نے اسلام کی سربلندی کے لیے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ ایک یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ ایک امیر انصار میں سے بنا لیا جائے اور دوسرا مہاجرین میں سے۔ دونوں کے اختیارات یکساں ہوں۔ دارالندوہ میں یہ بحث طول پکڑ چکی تھی' ایک ہنگامہ برپا تھا۔ کوئی بھی دستبردار

ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم دارالندوہ میں تشریف لائے ہنگامہ آرائی کا مشاہدہ کیا۔ نازک ترین صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑے حوصلے کا مظاہرہ کیا اور انصار کو مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

میرے انصاری بھائیو میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ انصار مدینہ نے مہاجرین کی مدد کی۔ اسلام کی سرفرازی سربلندی کے لیے قربانیاں دیں۔ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصار کے محاسن سے کسی کو انکار نہیں لیکن جہاں تک خلافت کا تعلق ہے۔ یا خلیفہ رسولؐ کے چناؤ کا معاملہ ہے یہ نہایت ہی نازک ترین مسئلہ ہے اس سلسلے میں ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ دراصل تمام عرب قریش کے علاوہ کسی کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ یہاں سب کے سامنے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کو اپنا حکمران بنالیں' یہ بات سنتے ہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یکدم اٹھے اور فرمایا۔ ''اے ابوبکر آپ پوری امت میں سب سے زیادہ بہتر' افضل اور اعلیٰ ہیں۔ آپ ہمارے سردار ہیں زندگی بھر رسول اقدس ﷺ کا بے پناہ اعتماد اور قرب آپ کو حاصل رہا' لایئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔'' یہ منظر دیکھ کر سارا ہنگامہ کافور ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے بھی آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر تمام انصار و مہاجرین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ الرسولؐ ہونے پر اتفاق کا اظہار کر دیا۔ اس طرح اچانک ابھرنے والے ایک خطرناک فتنے کی سرکوبی بڑی ہی حکمت عملی اور دانشمندی سے کر دی گئی۔ منافقین کی یہ گھناونی سازش تھی کہ مہاجرین وانصار کے درمیان اختلافات کی ایک ایسی خلیج پیدا کر دی جائے جس سے یہ آپس میں دست و گریبان ہو جائیں۔ اور باہمی لڑائی اس قدر طول پکڑ جائے کہ اسے ختم کرنا کسی کے بس کی بات نہ ہو اور اس طرح اسلام کا روشن چراغ دیکھتے ہی دیکھتے گل ہو جائے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کی بروقت مداخلت اور فہم وفراست اور عقل و دانش کی وجہ سے بگڑے ہوئے حالات پر بہت جلد قابو پالیا گیا۔

* * *

امت مسلمہ کی یہ خوش بختی تھی کہ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر، زیرک، معاملہ فہم اور بہادر صحابی خلیفۃ المسلمین کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور دو سال تین ماہ دس دن کی قلیل مدت میں سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ آپؓ نے خلافت کا قلمدان سنبھالتے ہی یہ پالیسی بیان جاری کیا۔

یاایھا الناس انی قدولیت علیکم ولست بخیر کم فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی۔

لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کوئی برائی کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔

الصدق امانة والکذب خیانه

سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

والضعیف فیکم قوی عندی حتی ازیح علیه حقه ان شاء الله

تمہارا کمزور فرد میرے نزدیک طاقت ور ہے انشاء اللہ میں اس کا حق دلواؤں گا۔

والقوی منکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منه ان شاء الله

تمہارا طاقت ور میرے نزدیک کمزور ہے۔ اس سے انشاء اللہ میں حق لے کر چھوڑوں گا۔

لا یدع قوم الجهاد فی سبیل الله الا ضربهم الله بالذل

جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

ولا تشیع الفاحشة فی قوم قط الاعمهم الله بالبلاء

اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اللہ اس پر مصیبت کو مسلط کر دیتا ہے۔

واطیعونی ما اطعت الله ورسوله فاذا عصیت فلا طاعة لی علیکم۔

میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم اس وقت تک میرا کہا مانو۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔

قوموا الی صلاتکم یرحمکم الله

اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم کرے۔

(بحوالہ بخاری شریف)

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ چاروں طرف مشکلات و مصائب کے پہاڑ دکھائی دیتے۔ مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی اور سجاح بنت حارثہ نے اپنے اپنے علاقے میں نبوت کا دعوی کر دیا اور بہت سے قبائل کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ سجاح نامی چالاک عورت نے اپنی عسکری طاقت میں اضافہ کرنے کی غرض سے مسیلمہ کذاب سے شادی رچا لی۔ ان مدعیان نبوت میں سے طلیحہ بن خویلد تائب ہو کر دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اس خطرناک فتنے کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ وہ سن ۱۱ ہجری کو مہاجرین و انصار پر مشتمل لشکر تشکیل دے کر مدعیان نبوت کو ناکوں چنے چبوانے کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ سب سے پہلے طلیحہ بن خویلد پر حملہ کیا اور اس کے پیروکاروں کے سرخیل عیینہ بن حصن اور دیگر تیس افراد کو گرفتار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ طلیحہ بن خویلد جان بچا کر شام کی طرف

بھاگ گیا۔ اور چپکے سے مدینہ وارد ہوا اور دربار خلافت میں حاضر ہو کر معافی کی درخواست پیش کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے معاف کر دیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ اور ان کی مدد کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی مرکز خلافت کی جانب سے حکم مل چکا تھا' آپ طلیحہ بن خویلد کے خلاف مہم سے فارغ ہو کر شرحبیل بن حسنہ کی مدد کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستے میں مجاعتہ کا خاتمہ بھی کر گئے۔ اور مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لیے آگے بڑھے۔ اس کے پاس بھی بہت بڑا لشکر تھا۔ جس نے فیصلہ کن لڑائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں گھمسان کا رن پڑا اس معرکے میں بہت سے مسلمان بھی جام شہادت نوش کر گئے لیکن آخر کار لشکر اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کو وحشی بن حرب نے قتل کر کے واصل جہنم کیا۔

اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی جبکہ یہ نشہ میں مدہوش تھا۔ اس طرح شام' نجد اور یمن میں نبوت کا دعوے کرنے والے اپنے انجام کو پہنچے۔ اور اس خطرناک فتنے کا پہلے ہی مرحلے میں قلع قمع کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ جس کی وجہ سے حکومت کو استحکام نصیب ہوا اگر اس فتنے کی بروقت سرکوبی نہ کی جاتی تو اس کے نتائج خطرناک اور گھناؤنے ہوتے۔

* * *

دور صدیق کا یہ کارنامہ تاریخ اسلامی کا ایک سنہری باب ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست اور جرآت و بہادری کی ایک روشن دلیل ہے۔

دور صدیقی میں دوسرا بڑا فتنہ ارتداد کا تھا۔ نوخیز مسلمان بڑے وسیع پیمانے پر مرتد ہو گئے۔ قبائلی سرداروں نے اسلام سے بریت کا اعلان کرتے ہوئے اپنے قبیلے کا اقتدار سنبھال لیا۔ ہر قبیلے کا سردار اپنے آپ کو اپنی ریاست کا سربراہ اور بادشاہ تصور کرنے لگا۔ عمان میں لقیط بن مالک نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ بحرین میں نعمان بن

منذر نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس طرح کندہ میں بہت سے سرداروں نے اپنی اپنی سربراہی کا اعلان کر دیا۔ جگہ جگہ سے ارتداد کی خبریں مرکز خلافت میں پہنچنے لگیں۔ عجیب ہنگامہ بپا ہو گیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پریشان و مایوس ہونے کی بجائے نہایت جرآت وشجاعت کا ثبوت دیتے ہوئے فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے منجھے ہوئے تجربہ کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ آپ نے گیارہ لشکر ترتیب دیے اور ہر لشکر کا ایک امیر مقرر کر کے جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

۱- پہلا لشکر حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں دیا گیا اور اسے طلیحہ بن خویلد کی سرکوبی کے لیے روانگی کا حکم دیا گیا اور اس سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ کا سامنا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲- دوسرا لشکر حضرت عکرمہ بن ابی جھل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون قرار دیا گیا اور اس لشکر کو مسیلمہ کذاب کے ساتھ مقابلے کا حکم ملا۔ اور یہ سرزمین نجد میں واقع یمامہ کی طرف روانہ ہوا۔

۳- تیسرا لشکر حضرت مہاجر بن امیہؓ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور اسے اسود عنسی کے مقابلے کے لیے یمن کے دارالحکومت صنعاء کی طرف روانہ کیا گیا۔

۴- چوتھا لشکر حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور اسے سرزمین شام کے سرحدی علاقے کی طرف روانہ کیا گیا۔

۵- پانچواں لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور اسے مدائن صالح کی جانب قضاعتہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔

۶- چھٹا لشکر حضرت علاء بن حضرمیؓ کی قیادت میں تشکیل دیا گیا اور اسے بحرین کے مرتدین کے مقابلے کے لیے روانہ کیا گیا۔

۷- ساتواں لشکر حضرت حذیفہ بن محصن غلفانیؓ کی قیاذت میں ترتیب دیا گیا اور اسے سلطنت عمان میں واقع دبا شہر روانہ کیا گیا۔ یاد رہے اب یہ شہر متحدہ عرب امارات کے ماتحت ہے۔

۸- آٹھواں لشکر حضرت سوید بن مقرنؓ کی قیادت میں تشکیل دیا گیا اور اسے تہامہ کی طرف روانگی کا حکم دیا گیا۔

۹- نواں لشکر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور اسے حکم دیا گیا کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی مدد کرے۔ اور یہاں سے فارغ ہو کر قضاعہ میں عمرو بن عاص سے جا ملے۔

۱۰- دسواں لشکر عرفجہ بن ھرثمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ترتیب دیا گیا اور اسے اہل مھرہ کی بیخ کنی کا حکم دیا گیا۔

۱۱- گیارھواں لشکر طریفہ بن حاضر کی قیادت میں تشکیل دیا گیا اور اسے بنو سلیم کے مقابلے کے لیے روانہ کیا گیا۔

یہ تمام لشکر مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے گئے اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ دور صدیقی کے اس کارنامے کے ایسے گہرے اثرات مرتب ہوئے کہ فتنہ ارتداد کی یلغار یکسر دم توڑ گئی۔

* * *

شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کرتے ہی نو آموز مسلمانوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا لیکن وہ توحید و رسالت کے بدستور دعوے دار رہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کے لیے یہ صورت حال انتہائی پریشان کن تھی۔ اقتصادی اعتبار سے اسلامی حکومت کو ناکام کرنے کی یہ ایک بہت بڑی گھناؤنی سازش تھی لیکن اس نازک ترین موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال فہم و فراست اور بھرپور جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی قسم جو شخص عہد رسالت میں زکوہ فنڈ میں ایک رسی دیا کرتا تھا اگر اس نے وہ رسی دینے سے انکار کیا تو میں اس کے خلاف جنگ کروں گا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس رائے سے اختلاف کیا کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والے کے خلاف کیوں کر جنگ کی جا سکتی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور منکرین

زکوۃ کی سرکوبی کے لیے اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے اور مختلف ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے زکوۃ وصول کر کے اسلامی حکومت کی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا۔ سربراہ حکومت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے غیر متزلزل انداز دیکھ کر بہت سے منکرین زکوٰۃ گھبرا گئے اور اپنا مستقبل تاریک دیکھ کر از خود ہی زکوٰۃ کی رقم لے کر صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ دور صدیقی کا یہ کارنامہ بھی سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

* * *

شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کی وفات کے بعد پورے جزیرہ عرب میں اضطراب' بے چینی اور انارکی کی ایک لہر دوڑ گئی طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ فتنہ ارتداد' فتنہ انکار زکوۃ اور فتنہ دعویٰ نبوت نے اجتماعی نظام کو متزلزل کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ سخت امتحان کا وقت تھا۔ حالات کا تقاضا تو یہی تھا کہ پہلے داخلی خلفشار کا خاتمہ کیا جاتا ان فتنوں کی سرکوبی تک کوئی مزید ایسا اقدام نہ کیا جاتا جس کا تعلق خارجہ امور سے ہوتا لیکن ان تمام مشکلات موانع اور مصائب کے باوجود لشکر اسامہ کو شام کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا کیونکہ دربار رسالت سے حضرت اسامہؓ کو روانگی کا حکم مل چکا تھا۔ جس کو نافذ کرنا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا اولین فرض تصور کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ ابھی اس لشکر کی روانگی کے لیے حالات سازگار نہیں تو صدیق اکبرؓ نے بڑی سختی سے یہ ارشاد فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ رسول اقدس ﷺ کا صادر کیا ہوا فیصلہ میں کیسے بدل دوں یہ لشکر ضرور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے روانہ ہوگا۔ نہ اس کی روانگی میں التوا کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی امارت میں کوئی تبدیلی کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جرات وشجاعت اور حب رسول علیہ السلام کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے لشکر اسامہ کو روانہ کیا۔ اور الوداع کرنے بذات خود مدینہ منورہ کی قریبی بستی جرف پہنچے۔ اس طرح کہ حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور آپ پیدل ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ امیر لشکر حضرت اسامہ

نے کہا۔ جناب محترم مجھے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آپ پیدل چل رہے ہیں اور میں سوار، یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہ میں سوار ہوں گا اور نہ ہی آپ نیچے اتریں گے۔ یہ انداز آپ نے اس لیے اختیار کیا تا کہ لشکر میں شامل تمام افراد کے دلوں میں ان کی عزت وتکریم دوبالا ہو۔ پھر فرمایا اسامہ دیکھنا وہی کچھ کرنا جس کا آپ کو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا۔ اس سے سرمو بھی انحراف نہ کرنا۔ اپنی مہم کا آغاز قضاعہ سے کرنا۔ پھر آبل پر چڑھائی کرنا۔ بعدازاں آپ لشکر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ میں آج تمہیں کچھ نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دوران سفر ان کو لازماً پیش نظر رکھنا۔

۱- خیانت نہ کرنا۔
۲- بدعہدی نہ کرنا اور نہ کسی کو دھوکہ دینا۔
۳- کسی کا ہاتھ، کان یا ناک نہ کاٹنا۔
۴- کسی بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔
۵- کھجور کا درخت نہ کاٹنا اور نہ اسے آگ لگانا۔
۶- کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔
۷- بلاوجہ کسی بکری گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا۔ ہاں اگر لشکر کے لیے گوشت کی ضرورت ہو تو جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے۔
۸- جو لوگ اپنی عبادت گاہوں میں راہبانہ زندگی بسر کر رہے ہوں انہیں ان کی حالت میں مست رہنے دینا۔
۹۔ لوگ اگر اپنے برتنوں میں طرح طرح کے کھانے پیش کریں تو اللہ کا نام لے کر کھانا بشرطیکہ وہ پاکیزہ اور صاف ستھرے ہوں۔
۱۰۔ ایسے لوگ نظر آئیں جنہوں نے درمیان سے اپنے سر منڈھوائے ہوئے ہوں اور سر کے ارد گرد لٹیں چھوڑی ہوئی ہوں ان کے سر قلم کر دینا۔

چلو اب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ رومی لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ بہت سے رومی تہ تیغ ہوئے۔ وافر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا۔ ستر دن تک یہ لشکر اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مصروف رہا۔ لشکر اسامہ کی روانگی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پورے جزیرہ عرب میں اسلامی حکومت کی دھاک بیٹھ گئی۔ جو لوگ رسول اقدس ﷺ کی وفات سے یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ اب مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ وہ اس لشکر کی کامیابی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس کے بعد بیرونی حملوں کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل گیا۔ مرکز خلافت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں۔

* * *

مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ میں بپا ہونے والے معرکے میں بہت سے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے جنہیں مکمل قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ بہت سے حفاظ کرام اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن مجید ضائع نہ ہو جائے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ جو کام رسول اقدس ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ محترم یہ کام بہت اچھا ہے اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا۔ آپ ایک دانشمند نوجوان ہیں۔ عہد رسالت میں کاتب وحی کے اہم ترین منصب پر فائز رہے ہیں۔ برائے مہربانی قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کر دیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ وہ کام کیوں کرنا چاہتے ہیں جو رسول اقدس ﷺ نے اپنے دور میں نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم یہ کام بہت بہتر ہے اور نہایت ضروری بھی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بار بار اس کار خیر کیلیے انگیخت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں انشراح پیدا ہوگیا۔ اور میں اس کام کو سرانجام دینے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ میں نے پوری یکسوئی سے کام کا آغاز کر دیا۔ اور قرآن مجید کو بڑی محنت' کاوش اور جدوجہد سے مختلف صحیفوں' پتھروں' چمڑوں اور حفاظ کرام سے سن کر جمع کیا۔ سورہ توبہ کی آخری آیت حضرت خزیمہ بن ثابت سے سنی۔ قران حکیم جمع کرنے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھرپور تعاون کیا۔ مسلسل چھ ماہ اس کام میں صرف ہوئے۔ صرف نماز کی ادائیگی کیلیے گھر سے نکلتے تھے۔ دور صدیقی میں قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کر دیا گیا۔ یہ تاریخی نسخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ساری زندگی محفوظ رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس منتقل ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دیا اور اس کو اپنے پاس محفوظ رکھنے کی وصیت کی۔ ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں عاریۃً لے کر نقل کروایا اور متعدد نسخے تیار کیے۔ لیکن اصل نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی محفوظ رہا۔

قرآن حکیم کو ایک جلد میں جمع کر دینا بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور امت مسلمہ پر ایک احسان عظیم ہے۔

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جزیرہ نمائے عرب کو دس صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور ہر صوبے کا ایک گورنر مقرر کر دیا تھا۔ تاکہ نظم و نسق کو احسن انداز میں چلایا جاسکے۔ تاریخ کے اوراق میں اس کی ترتیب کچھ اس طرح دکھائی دیتی ہے۔

۱- مکہ معظمہ' گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

۲- طائف، گورنر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ
۳- صنعاء، گورنر حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ
۴- حضرت موت، گورنر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
۵- خولان، گورنر حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ
۶- زبید اور رمع، گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۷- الجند، گورنر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۸- نجران، گورنر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۹- جرش گورنر حضرت عبداللہ بن ثور رضی اللہ عنہ
۱۰- بحرین، گورنر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ

احسن انداز میں نظم ونسق چلانے کے لیے ایک وسیع علاقے کو چھوٹے صوبوں میں تقسیم کرنے کا عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے۔ اور آپ کی فہم و فراست اور عقل و دانش کی ایک روشن دلیل ہے۔ جس سے آج تک نوع انسانی مستفید ہو رہی ہے۔ پوری دنیا کا کوئی خطہ یا کوئی بھی ملک اس پالیسی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ تمام تر روشنی دربار رسالت سے حاصل کی، جس کا وافر حصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقدر ٹھہرا۔

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ منتخب کیا گیا اس وقت ان کی رہائش سنح بستی میں تھی جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر واقع تھی۔ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد کبھی پیدل اور کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی پہنچتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر واپس بستی کی طرف لوٹتے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے چھ ماہ بعد تک آپ باقاعدہ تجارت کے لیے وقت دیتے رہے اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا اسے اہل خانہ پر خرچ کرتے۔ ان کی ملکیت بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا۔ ان سے حاصل ہونے والے دودھ کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا

جاتا۔ ایک روز اپنے کندھے پر کپڑے کی چادریں اٹھائے بازار میں جا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ پوچھا سرکار کہاں جا رہے ہیں۔

فرمایا۔ یہ چادریں بیچنے کے لیے بازار جا رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جناب اب آپ کے کندھوں پر پوری امت کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ یہ کام چھوڑ یئے اور امت کے معاملات کو سدھارنے کی فکر کیجئے۔

فرمایا! میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بیت المال کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ آپ کا روزینہ مقرر کر دے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اس موضوع پر بات کی تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا روزینہ ایک مہاجر کے وظیفے کے مطابق مقرر کر دیا جائے گا۔ مزید بیت المال میں سے کپڑوں کا ایک جوڑا موسم سرما کے لیے اور ایک موسم گرما کے لیے آپ کو ملے گا۔ جب یہ جوڑے بوسیدہ ہو جائیں تو یہ بیت المال میں جمع کروا کر نئے جوڑے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بحوالہ طبقات بن سعد)

تاریخ طبری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مذکور ہے۔ فرماتی ہیں کہ ”ابا جان خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چھ ماہ تک مدینے کی قریبی بستی سخ میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران باقاعدہ تجارتی کاروبار کرتے رہے۔ جب سرکاری فرائض کی انجام دہی میں زیادہ وقت صرف ہونے لگا تو بیت المال سے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا اور آپ نے تجارت چھوڑ دی۔ لیکن جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ حساب لگا کر میری جائداد میں سے وہ تمام رقم بیت المال کو واپس لوٹا دی جائے جو میں نے آج تک وصول کی ہے۔ فلاں جگہ پر میری زمین ہے اسے بیچ کر بیت المال کا حساب چکا دیا جائے۔ یہ وصیت سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے۔

”انہوں نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل دنیا بھر کے مسلمان حکمرانوں کے

لیے مشعل راہ ہے۔ قومی خزانے کو قوم پر خرچ کرنا مسلمان حکمران کا اولین فریضہ ہے اور اسی میں قوم اور ملک وملت کی خوشحالی کا راز مضمر ہے۔ قومی خزانے کو جب حکمران اپنی ذاتی اغراض کے لیے صرف کرنا شروع کر دیتے ہیں تو اس سے قوم اور ملک اقتصادی بدحالی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال ایک ہال میں بنایا گیا۔ اور اس میں غنائم کا پانچواں حصہ زکوٰۃ کی رقوم اور ذمیوں سے وصول کیا گیا ٹیکس جمع کر دیا جاتا۔ زندگی بھر آپ کا یہ معمول رہا۔ جونہی بیت المال میں کوئی چیز آتی اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کا حکم صادر فرما دیتے۔ ایک دفعہ آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ بیت المال کے لیے کوئی چوکیدار مقرر کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا اس کے دروازے پر ایک تالا لگا دیا گیا ہے بس یہی کافی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیت المال کے امین مقرر تھے۔ بحیثیت حکمران شام منتقل ہونے تک بیت المال کی دیکھ بھال کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔ بیت المال میں سے سرکاری فرائض سرانجام دینے والوں، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور جملہ مستحقین پر بقدر ضرورت خرچ کیا جاتا۔

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں یہ معمول رہا کہ فوجی چھاؤنیوں کا خود معائنہ کرتے۔ مختلف محاذوں پر بھیجنے کے لیے لشکر اپنی نگرانی میں ترتیب دیتے۔ امیر لشکر کا تقرر خود کرتے اور پند ونصائح اور ضروری ہدایات سے نوازتے۔ اہم امور پر تبادلہ خیال کرنے اور مشورہ حاصل کرنے کے لیے تجربہ کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دربار خلافت میں طلب کرتے۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

ان ابابکر اذا نزل به امر يريد فيه مشاورته اهل الرای واهل الفقه دعا رجلا من المهاجرين والانصار دعا عمر رضی الله عنه و عثمان و عليا وعبدالرحمن بن عوف و معاذ بن جبل و

ابی بن کعب و زید بن ثابت کل ھولآء یفتی فی خلافۃ ابی بکر۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا جس کے لیے اہل رائے اور اہل دانش کا مشورہ مطلوب ہوتا تو مہاجرین و انصار کے ممتاز مردان ذی وقار کو بلاتے جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت نمایاں ہوتے۔ یہ حضرات دور صدیق میں فتوی بھی دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی کہ یہ قابل قدر احباب دارالخلافہ مدینہ منورہ میں موجود رہیں۔ تاکہ ہنگامی حالات میں جلد ان سے رابطہ کیا جا سکے۔ اور ان کے مفید مشوروں سے استفادہ کیا جا سکے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی صوبے کا گورنر مقرر کرنے کے لیے بڑی احتیاط اور چھان بین سے کام لیتے۔ اگر کسی عامل سے کسی سستی یا تساہل کا ارتکاب ہوتا تو طبعی حلم و بردباری کے باوجود اس کا سختی سے نوٹس لیتے۔ لیکن جو صحابہ کرام دربار رسالت سے جن علاقوں کے عامل مقرر کیے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں بھی وہیں نگران مقرر کیا۔ جیسا کہ دربار رسالت سے مکہ معظمہ کیلیے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، صنعاء یمن کے لیے مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضر موت کے لیے زیاد بن لبید، بحرین کے لیے علاء بن حضرمی اور طائف کے لیے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مزکورہ شخصیات کو وہیں فرائض سرانجام دینے کا حکم صادر فرمایا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ کیونکہ حب رسول علیہ السلام کا تقاضہ یہی تھا کہ جو فیصلہ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے کیا اسے بدستور برقرار رکھا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو کسی صوبے کا گورنر مقرر کرتے تو اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے اہم ترین بنیادی

ہدایات سے نوازتے۔ جیسا کہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو جب شام کا گورنر مقرر کیا تو انہیں اپنے پاس بٹھا کر ارشاد فرمایا۔ یزید خیال رکھنا۔ شام میں تمھارے قریبی رشتہ دار آباد ہیں۔ ہوسکتا ہے تم اپنے منصب سے ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ یاد رکھنا یہ بہت خطرناک صورت ہوگی جس کا مجھے ڈر لاحق رہتا ہے۔ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

> ”جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوا اور پھر وہ بغیر استحقاق وصلاحیت کے کسی کو ان پر افسر مقرر کر دے اللہ کی اس پر لعنت و پھٹکار ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عذر یا فدیہ قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل تمام مسلمان حکمرانوں اور سرکاری اہم مناصب پر فائز عہدے داروں کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ اگر تمام مسلمان حکمران یہی طرز عمل اپنالیں اور اسے اپنے اپنے ملک میں دستور کا حصہ بنالیں تو تمام اسلامی ممالک امن کا گہوارہ بن سکتے ہیں اور دوسری اقوام کے لیے قابل رشک کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کو قضاعہ قبیلے سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا۔ تو یہ نصیحت کی۔

> اتق الله فى السر والعلانية فانه من يتق الله يجعل له مخرجا و يرزقه من حيث لا يحتسب و من يتق الله يكفر عنه سياته و يعظم له اجرا فان تقوى الله خير ماتو اصى به عبادالله۔

(بحوالہ مسند امام احمد)

خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرتے رہنا:

جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اُس کے لیے مصائب ومشکلات سے نکلنے کا ایسا راستہ اور رزق کا ایسا ذریعہ بنا دیتا ہے جس کا اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے اجر وثواب کو دوبالا کر دیتا ہے۔

بلاشبہ اللہ کے بندوں کی خیرخواہی بہترین تقویٰ ہے۔

اسلامی ممالک میں بیت المال کے جملہ افسران اگر صدیقی طرز عمل کو اپنے لیے

مشعل راہ بنالیں تو اقتصادی بدحالی کے شکار افراد کو بہت جلد خوشحالی کی نعمت سے سرفراز کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ اقدام ان کے زیر اقتدار پوری قوم کے لیے امن سکون' اطمینان آشتی' خوشحالی اور دلاویز سرور کا باعث بن سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پوری زندگی یہ معمول رہا کہ جب بھی بیت المال میں کسی بھی جانب سے مال و دولت آتا تو وہ فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیتے جب آپ نے اس دنیا سے کوچ کیا تو بیت المال میں صرف ایک درہم برآمد ہوا جو کسی تھیلے سے گر پڑا تھا اور وہ آنکھوں سے اوجھل رہا۔ یہ صورت حال دیکھ کر خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ اللہ اللہ۔ اس قدر مالی معاملات میں ذمہ داری کا احساس کہ قوم کا مال بغیر کسی تاخیر کے قومی مفادات کے لیے خرچ کر دیا جائے۔ جس کی مثال انسانی معاشرے میں نہیں ملتی۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنی حیات مستعار کی تریسٹھ بہاریں دیکھ چکے' مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تقریباً دو سال تین ماہ کا عرصہ بیت گیا۔ پورے جزیرہ نمائے عرب پر مکمل اقتدار حاصل ہو چکا اور اسے دس صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور ان میں دس تجربہ کار صحابی گورنر نامزد کر دیے گئے۔ ارتداد' انکار زکوٰۃ اور دوسرے فتنے دم توڑ چکے۔ مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور دیگر مدعیان نبوت کا صفایا کر دیا گیا۔ عراق اور شام میں فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اسلامی ریاست کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا گیا۔ رسول اقدس ﷺ کے حکم کی تعمیل میں لشکر اسامہ اپنا مشن پورا کر چکا۔ نہایت قلیل مدت میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کر لی گئیں۔ تو پیغام اجل آ گیا۔ سردی کے موسم میں ایک روز غسل کیا تو سردی جسم کے رگ و پے میں سرایت کر گئی طبیعت نڈھال ہو گئی۔ پندرہ روز تک مسلسل بخار میں مبتلا رہے۔ جسمانی نقاہت کی بنا پر مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے۔ اس دوران حضرت عمر بن خطاب نماز پڑھاتے رہے۔ اس دوران ایک دفعہ

سکتہ طاری ہوا پھر ہوش آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے پڑھ کر سناؤ۔ آپ نے مکمل عہد نامہ پڑھ کر سنایا۔ سن کر دفور مسرت سے زبان سے اللہ اکبر کے الفاظ بلند ہوئے۔ مسجد میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد کرنے کی اطلاع دیکر پوچھا کیا تم اس انتخاب پر خوش ہو۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے۔ ہمیں بخوشی منظور ہے۔ دھیرے دھیرے نقاہت بڑھتی گئی۔ لڑکھڑاتی زبان سے پوچھا آج کیا دن ہے؟ بتایا گیا سوموار۔ پھر پوچھا میرے پیارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کس دن داعی اجل کو لبیک کہا تھا۔ بتایا گیا سوموار کو۔ کہنے لگے میری دلی خواہش یہی ہے کہ مجھے بھی اللہ آج ہی اپنے پاس بلا لے۔

اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش کی لاج رکھ لی۔ آپ نے ۲۱ جمادی الاخر سن ۱۳ ہجری' ۲۲ اگست سن ۶۳۴ء سوموار اور منگل کی درمیانی شب داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور رسول اقدس ﷺ کے مشرقی پہلو حجرہ عائشہ صدیقہ میں دفن کیے گئے۔ اس طرح آپ دو سال تین ماہ دس دن مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

* * *

مولانا ابوالکلام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات کی روئیداد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں'' اتوار کا دن تھا جمادی الاخری ۱۳ ہجری کی ساتویں تاریخ تھی' اس روز سردی شدید تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور اس کے بعد ہی بخار ہو گیا۔ جو وفات کے روز تک مسلسل پندرہ دن چڑھا رہا۔ ہرچند علاج معالجہ کرایا گیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتے تھے۔ کہ آپ نے طبیب کو بھی دکھایا؟ فرماتے ہیں اس نے مجھ کو دیکھا ہے۔ پھر پوچھتے وہ کیا کہتا ہے۔ جواب دیتے وہ کہتا ہے کہ'' افعل ما اشاء'' جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ ضعف اتنا شدید ہو گیا کہ باہر نماز کے لیے بھی نہیں جاسکتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

بعض روایتوں میں مرض کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی نے چاول میں ملا کر زہر کھلا دیا تھا۔ یہ سال بھر کے بعد زہر کا اثر تھا۔ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ دراصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا غم اس قدر شدید ہوا تھا کہ وہ اندر ہی اندر گھلتے اور پگھلتے رہے۔ اور ان کو اس سے پنپنا نصیب ہی نہیں ہوا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت تشویش تھی۔ عیادت کے لیے آتے رہتے تھے۔ لیکن چونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پڑوس میں ہی رہتے تھے۔ اس لیے صحابہؓ میں سب سے زیادہ تیمارداری کا شرف انہی کو حاصل ہوا۔

جانشینی کے لیے مشورہ:

لیکن بیماری کی اس شدت کے باوجود کیا مجال تھی کہ امور خلافت و امانت اور مسلمانوں کے اہم معاملات کی طرف سے بے توجہی برتی جائے۔ اس وقت سب سے اہم معاملہ آپ کی جانشینی کا تھا۔ آپ کے سامنے وقت کا اہم سوال یہ تھا۔ کہ اگر خود کسی کی نامزدگی نہیں کرتے ہیں۔ تو اندیشہ ہے کہ فتنہ وفساد ہو اور اگر نامزدگی کریں تو کس کی؟

ایک سے ایک بڑھ کر لعل و گوہر تھا اگر چہ آپ کا ذاتی رجحان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا لیکن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیے اور ان کی رائے معلوم کیے بغیر اس کا اعلان نہیں کر سکتے تھے، سب سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف آئے تو ان سے یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ مجھ سے ایسی بات پوچھتے میں جس کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ابوبکر: پھر بھی آخر تمہاری رائے بھی تو معلوم ہو۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ: اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ بہترین آدمی ہیں۔ لیکن مزاج میں سختی اور تشدد ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھ کو نرم دیکھتے ہیں جب ان کو خلافت مل جائے گی تو وہ خود سختی چھوڑ دیں گے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان آئے تو ان سے گفتگو اس طرح ہوئی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ:۔ عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؟

عثمان رضی اللہ عنہ:۔ اس بات کو آپ سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ:۔ اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ میں تم سے تمہاری اپنی رائے پوچھتا ہوں مجھ کو بتاؤ۔

عثمان رضی اللہ عنہ:۔ مجھ کو اتنی بات معلوم ہے کہ عمر کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ان جیسا ہم میں کوئی نہیں ہے۔

پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ آئے اور ان سے ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا۔

''میں آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو بہترین آدمی سمجھتا ہوں وہ خوش ہونے کی

باتوں پر خوش اور ناراض ہونے کی باتوں پر ناراض ہوتے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا مستحق ان سے زیادہ قوی اور مضبوط دوسرا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔"

ان حضرات کے علاوہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور اکابر مہاجرین و انصار سے بھی آپ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا اور سب نے حضرت عمر کے حق میں رائے دی۔ لیکن باہر لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ حضرت عمر خلیفہ ہونے والے ہیں تو طلحہ بن عبداللہ آئے اور بولے۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کس قدر تشدد اور سختی ہے اس کے باوجود آپؓ ان کو اپنا جانشین نامزد کر رہے ہیں تو کل اپنے پروردگار کو جب وہ آپ ﷺ سے باز پرس کرے گا کیا جواب دیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے طلحہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ بات سن کر آپ کو طیش آ گیا بولے۔

"ذرا مجھ کو بٹھا تو دو۔"

لوگوں نے بٹھا دیا تو فرمایا کیا تم مجھ کو میرے پروردگار سے ڈراتے ہو" میں جب اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں کہوں گا" کہ اے خدا! میں نے تیرے بندوں پر ایک تیرے بہترین بندہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی:

جب سب لوگ چلے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی کا پروانہ لکھیں، وہ قلم دوات لے کر بیٹھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا لکھو۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافہ الی المسلمین"

"امابعد: یہیں تک بولنے پائے تھے کہ غشی طاری ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہلے سے معلوم تو تھا ہی۔ انہوں نے اس خیال سے کہ اگر بے ہوشی کے عالم میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور یہ پروانہ یونہی نامکمل رہا تو کہیں ملک میں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ اما بعد کے بعد از خود استخلفت علیکم عمر بن الخطاب۔

(میں نے تم پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنا دیا اور میں نے اس معاملہ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی) کی عبارت لکھ لی۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غشی سے افاقہ ہوا تو حضرت عثمان نے ان کو یہ عبارت پڑھ کر سنائی تو حضرت ابوبکر نے خوشی میں اللہ اکبر کہا اور حضرت عثمان کو دعا دی۔ پھر حضرت عثمان کو ہی حکم ہوا کہ لوگوں کو سنا دیں۔ حضرت عثمان کی دعوت پر سب جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خاص غلام کے ہاتھ یہ پروانہ بھیجا۔ حضرت عمر بھی ساتھ تھے۔ مجمع میں شور و غل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کہ

''مسلمانو! خلیفہ رسول ﷺ کا ارشاد سنو'' ان کو خاموش کر دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پروانہ پڑھ کر سنایا سب نے بطیّب خاطر اسے قبول کیا۔ اتنے میں خود ابوبکر بالا خانہ پر تشریف لے آئے اور پوچھا لوگو میں نے تم پر جس کو خلیفہ مقرر کیا ہے وہ میرا عزیز قریبی نہیں بلکہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں تم ان کو قبول کرتے ہو؟ سب نے بیک آواز کہا سمعنا و اطعنا۔

حضرت عمر کو وصایا اور نصائح:

اس سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا میں نے تم کو رسول اللہ کے اصحاب پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد ان کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت کی۔ اور پھر حسب ذیل تقریر کی جو فصاحت و بلاغت' خوش خطابی اور علم و حکمت کا گنجینہ ہے۔

تقریر کا ترجمہ یہ ہے۔

''اے عمر! یقین جانو کہ اللہ کا جو حق رات میں ہے وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا اور جو حق دن سے متعلق ہے اللہ اس کو شب میں قبول نہیں کرے گا (یعنی ہر عمل اس کے وقت پر کرنا چاہیے) اور اللہ نفل اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم

فرض ادا نہ کرو۔ اے عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ دراصل ترازو ان ہی لوگوں کی بھاری ہے جن کی ترازو قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے بھاری ہو۔ اور حق بھی یہی ہے کہ کل قیامت کے دن جس ترازو میں حق کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہی بھاری ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس اتباع باطل کی وجہ سے جن لوگوں کی ترازو قیامت کے دن ہلکی ہو گی ان کی ہی ترازو ہلکی ہوگئی۔ اور جس ترازو میں باطل کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیے۔ اے عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تنگی اور فراخی کی حیات ایک ساتھ اتری ہیں تاکہ مومن میں خوف بھی ہو۔ اور رجاء بھی۔ مگر ہاں مومن کو اللہ سے ایسی ہی چیز کی تمنا اور اس کی رغبت کرنی چاہیے جو اس کا حق ہو اور اسی طرح اس کو ایسا خوف نہیں کرنا چاہیے کہ پھر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں اس میں واقع ہو جائے۔ اے عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اہل دوزخ کا ذکر ان کے بدترین اعمال کے ساتھ کیا ہے؟ جب تم ان کو یاد کرو گے تو کہو گے میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں گا اور اللہ نے اہل جنت کا بھی ذکر ان کے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے کیونکہ ان کے جو برے عمل تھے اللہ نے ان سے درگزر فرمایا جب تم ان لوگوں کو یاد کرو گے تو کہو گے" میرا عمل ان جیسا کہاں ہے؟ اگر تم نے میری وصیت یاد رکھی تو کوئی ایسا غائب جو تم کو حاضر کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو موت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا حالانکہ تم موت کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔"

حضرت مثنی جب عراق سے مزید امدادی فوج طلب کرنے کی غرض سے مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مثنی کی طلب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر عراق مزید فوج بھیجنے کا بندوبست کیا جائے۔

ذاتی معاملات کی طرف توجہ:

قوم وملت کے ان مسائل سے فارغ ہونے کے بعد ذاتی اور خانگی امور ومعاملات کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک جاگیر دی تھی۔ اب خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی اس لیے فرمایا بیٹی! امیری اور

غریبی دونوں حالتوں میں تم مجھ کو سب سے زیادہ عزیز رہی ہو۔ میں نے تم کو جو جاگیر دی تھی کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کر سکتی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بخوشی قبول کر لیا۔

اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ پوچھا ''مجھ کو اب تک بیت المال میں سے کل وظیفہ کتنا ملا ہے؟ حساب کر کے بتایا گیا ''چھ ہزار درہم ہندوستانی سکہ کے حساب سے کم و بیش ڈیڑھ ہزار روپیہ' حکم فرمایا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال کو واپس کر دیا جائے۔ پھر دریافت کیا میرے مال میں بیعت کے بعد سے کتنا اضافہ ہوا؟ پتا چلا کہ

(۱) ایک حبشی غلام جو کہ بچوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔

(۲) ایک اونٹنی جس پر پانی لایا جاتا ہے اور (۳) ایک چادر جو سوا روپیہ کے لگ بھگ دام کی ہوگی۔

ارشاد ہوا کہ یہ تینوں چیزیں وفات کے بعد خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کر دی جائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں جب یہ چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں تو بیساختہ جی امنڈ آیا۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم اپنے جانشینوں کے لیے کلام بہت دشوار چھوڑ گئے ہو۔

معیقیب دوسی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے منتظم تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں حاضر ہوا تو میں نے سلام کیا' اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ استخلاف کے معاملہ میں مصروف تھے اس سے فارغ ہو گئے تو مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا بتاؤ اے معیقیب تم ہمارے گھر کے منتظم تھے۔ بتاؤ 'میرا اور تمہارا کیا حساب ہے؟ میں نے عرض کیا وہ میرے پچیس درہم آپ رضی اللہ عنہ کے ذمہ باقی ہیں وہ میں نے آپ کو معاف کیے'' فرمایا'' چپ رہو اور میرے توشہ آخرت کو قرض سے مت تیار کرو'' یہ سن کر وہ رونے لگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا معقیب آنسو نہ بہاؤ اور گھبراؤ نہیں۔ صبر کرو میں امید کرتا ہوں کہ میں اس جگہ جا رہا ہوں جو میرے لیے بہتر اور پائیدار تر ہے۔ اس کے بعد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر حکم دیا کہ مجھ کو پچیس ہزار درہم ادا کیے جائیں۔

تجہیز و تکفین کے متعلق وصیت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ بولیں ''تین کپڑوں میں'' حضرت ابوبکر اس وقت جو دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کیا تو بس میرے یہ دونوں کپڑے ہیں ہی اور ایک تیسرا کپڑا بازار سے خرید کر مجھ کو کفن دے دینا۔

ام المومنین نے کہا'' ابا جان! ہم تینوں نئے کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا'' زندہ لوگ نئے کپڑوں کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت مردہ لوگوں کے' کفن کے دونوں کپڑے تو لہو اور پیپ کے لیے ہیں۔''

اپنی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو وصیت کی کہ مجھ کو غسل تم ہی دینا انہوں نے کہا ''مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا'' فرمایا ''تمہارا بیٹا عبدالرحمان بن ابی بکر تمہاری مدد کرے گا وہ پانی ڈالتا رہے گا۔''

اس کے بعد دریافت کیا کہ آج کون سا دن ہے لوگوں نے کہا'' دوشنبہ'' پھر پوچھا ''آنحضور ﷺ کی وفات کس روز ہوئی تھی''؟

جواب ملا'' دوشنبہ کے روز'' ارشاد ہوا'' تو پھر میں امید کرتا ہوں کہ میری موت بھی آج ہی کے روز ہوگی۔'' پھر وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہؐ کے پہلو میں بنائی جائے۔

ان وصیتوں سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ سکرات موت شروع ہو گئے۔ عین اس وقت جب جانکنی کا وقت تھا' حضرت عائشہ جو سرہانے بیٹھی تھیں حسرت سے یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وابیض تستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للا رامل

''وہ پرنور صورت جس کے چہرہ کا صدقہ دے کر بادلوں سے بارش مانگی جائے جو یتیموں پر مہربان ہو اور فقیروں کی پناہ ہو۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کان میں یہ شعر پڑا تو چونکہ شاعر نے یہ شعر دراصل آنحضرت ﷺ کی شان میں کہا تھا۔ اس لیے ان کے جذبہ احترام وادب نبوی ﷺ نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ وہی شعر ان کے لیے بھی پڑھا جائے۔ فوراً آنکھیں کھولیں اور بولے ''یہ شان تو صرف رسول اللہ کی تھی''

اسی شدت کرب کے عالم میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہوگئے۔

وکل ذی ابل موروث
وقل ذی سلب مسلوب
وکل ذی غیبة یووب
وغائب الموت لا یووب

ترجمہ: ''اور ہر اونٹ والے کو ایک دن اپنا مال وارث کو سونپنا ہے اور ہر لوٹنے والے کو خود لٹنا ہے اور ہر غائب ہونے والا واپس آتا ہے۔ لیکن موت کا غائب واپس نہیں ہوتا''

حضرت ابوبکر نے یہ شعر سنا تو فوراً فرمایا ''نہیں بیٹی بلکہ اصل وہی ہے جو اللہ کا ارشاد ہے۔

وجاءت سکرة الموت بالحق ذالك ما کنت منه تحید

ترجمہ۔ اور موت کی جانکنی حق کے ساتھ آگئی۔ یہ وہی ہے جس سے تو کتراتا تھا۔

آخر وہ گھڑی بھی آگئی جو مقرر تھی۔ ایک ہچکی آئی اور خلافت وامامت کا آفتاب عالم پوری دنیا سے روپوش ہوگیا۔ آخر وقت زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔

رب توفنی مسلما والحقنی باالصالحین

''اے رب مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ حشر کر۔''

۲۲۔ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ مغرب اور عشاء کے درمیان وفات ہوئی۔ شب میں ہی وصیت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے' عثمان رضی اللہ عنہ' طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتر کر اس طرح آنحضرت ﷺ کے مرقد انور کے پہلو میں لٹا دیا کہ آپ کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک تک آتا تھا۔ اللہ اکبر آقا و شہنشاہ کونین ﷺ کے ادب و احترام کا مرنے کے بعد بھی یہ اہتمام ہے کہ برابر نہ ہوں بجائے ہمدوش ہونے کے زیر سایہ دوش ہی ہو کر رہیں۔ حضرت ابوبکر کی عمر وفات کے وقت ۵۲ برس تھی۔ مدت خلافت دو برس تین مہینے اور گیارہ دن ہے۔

خلیفہ رسول ﷺ کی وفات حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد پہلا سانحہ تھا۔ جس نے مدینہ کے بام و در پر لرزہ طاری کر دیا۔ اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں صف ماتم بچھ گئی۔ جو شخص حضرت ابوبکر سے جتنا زیادہ قریب تھا۔ ان کی خوبیوں کے براہ راست علم کی وجہ سے اسی قدر اس کو زیادہ ملال تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعزیتی خطبہ:

حضرت علیؓ کو خلیفہ رسول کی وفات کی خبر ملی تو فوراً انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے مکان سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا:

الیوم انقطعت خلافة النبوة

''آج خلافت نبوت کا انقطاع ہو گیا۔''

اور پھر جس مکان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعش تھی اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل خطبہ دیا جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا ایک نہایت حسین و جمیل اور ایمان افروز مرقع بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

''اے ابوبکر خدا تم پر رحم کرے تم رسول ﷺ کے محبوب' مونس و راحت' معتمد اور ان کے محرم راز و مشیر تھے۔ تم سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ مخلص مومن

تھے تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف کرنے والے اللہ کے دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ یعنی دوسری چیزوں کی پرواہ کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر۔ اسلام پر سب سے زیادہ مہربان۔ رسول اللہؐ کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ بابرکت۔ رفاقت میں ان سب سے بہتر۔ مناقب اور فضائل میں سب سے بڑھ چڑھ کر، پیش قدمیوں میں سب سے افضل و برتر، درجہ میں سب سے اونچے اور وسیلہ کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ قریب اور آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ سیرت میں، عادت میں، مہربانی اور فضل میں، صحابہ میں سب سے زیادہ اونچے مرتبہ والے اور حضور ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور آنحضرت ﷺ کے سب سے زیادہ معتمد تھے۔ پس اللہ اسلام اور اپنے رسول ﷺ کی طرف سے تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ تم آنحضرت ﷺ کے لیے بمنزلہ گوش و چشم تھے۔ تم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اس وقت جب لوگوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تم کو صدیق کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

والذی جاء بالصدق و صدق بہ۔ سچائی لانے والے محمد ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکر۔ تم نے حضور ﷺ کے ساتھ غم خواری اس وقت کی جب لوگوں نے بخل کیا اور تم ناگوار باتوں کے وقت حضور ﷺ کے ساتھ اس وقت بھی کھڑے رہے جب کہ لوگ آپ ﷺ سے بچھڑ گئے۔ تم نے سختیوں میں حضور ﷺ کے ساتھ صحبت و رفاقت کا حق باحسن وجوہ ادا کیا۔ تم ثانی اثنین اور رفیق غار تھے اور تم پر سکون نازل ہوا۔

تم ہجرت میں آپ ﷺ کے رفیق تھے۔ اور اللہ کے دین میں اور رسول اللہ کی امت پر آپ ﷺ کے ایسے خلیفہ بنے جس نے اس وقت خلافت کا حق ادا کیا جب کہ لوگ مرتد ہو گئے تھے اور تم نے خلافت کا وہ حق ادا کیا جو کسی پیغمبر کے خلیفہ نے نہیں کیا تھا۔ چنانچہ تم نے اس وقت مستعدی دکھائی جب کہ تمہارے ساتھی سست ہو گئے تھے۔ اور

تم نے اس وقت جنگ کی جب کہ وہ عاجز ہو گئے تھے جب وہ کمزور تھے تو تم قوی رہے اور تم نے رسول ﷺ اللہ کے راستہ کو اس وقت تھامے رکھا جب کہ لوگ پست ہو گئے تھے۔ تم بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ حق تھے۔ اگرچہ اس سے منافقوں کو غصہ‘ کفار کو رنج‘ حاسدوں کو کراہت اور باغیوں کو غیظ تھا۔ تم امر حق پر ڈٹے رہے جب کہ لوگ بزدل ہو گئے اور تم ثابت قدم رہے جب وہ ڈگمگا اٹھے تم اللہ کے نور کو لے کر بڑھتے رہے جب لوگ کھڑے ہو گئے آخرکار انہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور ہدایت پائی۔ آپ ﷺ کی آواز ان سب سے زیادہ پست تھی مگر آپ کا مرتبہ ان سب سے اونچا تھا۔ تمہارا کلام سب سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ سب سے زیادہ تمہاری گفتگو درست تھی۔ آپ سب سے زیادہ خاموش رہنے والے تھے۔ آپ کا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا‘ شجاعت میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ معاملات کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اور بخدا دین کے اولین سردار تھے۔ جب وہ دین کی طرف متوجہ ہوئے‘ آپ مومنین کے اولین باپ تھے یہاں تک کہ وہ آپ کی اولاد کی طرح ہو گئے۔ جن بھاری بوجھوں کو وہ اٹھا نہ سکے تم نے ان کو اٹھا لیا۔ جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا تم نے اس کی نگرانی کی۔ اور جو چیز انہوں نے ضائع کر دی تھی تم نے اس کی حفاظت کی جس کو وہ نہیں جانتے تھے تم نے وہ چیز ان کو سکھائی۔ جب وہ عاجز و درماندہ ہوئے تو تم نے مستعدی دکھائی جب وہ گھبرائے تو تم نے صبر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کی تم نے دادرسی کی اور وہ اپنی ہدایت کے لیے تمہاری رائے کی طرف رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے اور جس چیز کا ان کو اندازہ بھی نہیں تھا وہ انہوں نے پا لی۔ تم کافروں کے لیے عذاب کی بارش اور آگ کا شعلہ تھے۔ مومنین کے لیے رحمت‘ انسیت اور پناہ تھے تم نے اوصاف و کمالات کی فضا میں پرواز کی‘ تم نے ان کا عطیہ پایا۔ اس کی اچھائیاں لے لیں۔ تمہاری محبت کو شکست نہیں ہوئی۔ تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی۔ تمہارا نفس بزدل نہیں ہوا۔ تمہارے دل میں خوف پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ کمزور نہیں ہوا۔ تم اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں حرکت نہیں دے سکتیں اور جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا تھا تم رفاقت اور مالی خدمت دونوں کے

اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے اور ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق جسمانی اعتبار سے گو کمزور لیکن اللہ کے معاملے میں قوی تھے۔ اپنے نفس کے اعتبار سے متواضع اللہ کے نزدیک بڑے اور لوگوں کی آنکھوں اور دلوں میں بھاری بھرکم اور بڑے تھے۔ تمہاری نسبت نہ کوئی طنز کرتا تھا اور نہ وہ حرف گیری کر سکتا تھا تم میں نہ کسی کو طمع تھی اور نہ تم کسی کی رعایت کرتے تھے۔ ضعیف اور پست آدمی تمہارے نزدیک قوی تھا تم اس کو حق دلاتے تھے اور قوی تمہارے نزدیک ضعیف و ذلیل تھا کہ تم اس سے حق لیتے تھے' دور و نزدیک دونوں قسم کے آدمی تمہاری نگاہ میں یکساں تھے۔ جو اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور متقی ہوتا تھا۔ وہی تمہارا سب سے زیادہ مقرب تھا۔ تمہاری شان حق سچائی اور نرمی تھی۔ تمہارا حکم قطعی اور تمہارا معاملہ بردباری اور دور اندیشی تھا اور تمہاری رائے علم اور عزم تھا۔ اب آپ دنیا سے رخصت ہوئے جب کہ راستہ ہموار ہو گیا اور مشکل آسان ہو گئی اور دین معتدل ہو گیا اور آگ بجھ گئی۔ ایمان قوی ہو گیا۔ اسلام اور مسلمان ثابت قدم ہو گئے۔ اللہ کا امر غالب آ گیا۔ اگرچہ کافروں کو اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ تم نے سخت پیش قدمی کی اور اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا۔ تم خیر سے کامیاب ہوئے۔ تم اس سے بلند و بالا ہو کہ تم پر آہ و بکا کی جائے۔ ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کی قضا پر ہم راضی ہیں۔ ہم نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ بخدا رسول ﷺ اللہ کی وفات کے بعد تمہاری وفات جیسا کوئی حادثہ نہیں۔ تم دین کی عزت' جائے پناہ اور حفاظت گاہ تھے۔ مومنوں کے لیے ایک قلعہ اور دارالامن تھے۔ منافقوں کے واسطے تشدد اور غضب تھے۔ پس اللہ تم کو تمہارے نبی سے ملا دے اور ہم کو تمہارے بعد تمہارے اجر سے محروم اور گمراہ نہ کرے۔''

جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ خطبہ پڑھتے رہے سب لوگ جو وہاں موجود تھے خاموش رہے لیکن خطبہ ختم ہوتے ہی سب بے تحاشا اس طرح روئے کہ چیخیں نکل گئیں اور سب نے بیک آواز کہا ''ہاں بے شک اے رسول ﷺ کے داماد آپ نے سچ فرمایا۔''

مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حدیث کی روشنی میں

۱۔عن ابن عمر رضی الله عنه قال لما اشتد بالنبی ﷺ المرض قیل له فی الصلوة فقال۔
مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔
فقالت: عائشه ان ابا بکر رجل رقیق القلب وانه متی لیقم مقامك لا یکاد یسمع الناس فلو امرت عمر۔
فقال: مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔
فقال: مروه فلیصل فانکن صواحب یوسف۔

(اخرجه البخاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا۔ جب نبی ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی۔ آپ کو نماز کے لیے کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حقیقت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل شخص ہے جونہی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے رونے کی وجہ سے لوگوں کو کچھ سنا نہ سکیں گے اگر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دے دیں تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی بات کو دھرایا۔

تو آپ نے فرمایا۔ اسے حکم دو وہ نماز پڑھائے۔ تم زنان یوسف کی مانند ہو''

(بحوالہ بخاری)

۲-عن عائشة قالت دخل ابو بکر علی رسول اللهﷺ فقال لهصلی الله علیه وسلم۔

''البشر فانت عتیق الله من النار''

قالت: فمن یومئذ مسمی عتیقا۔(اخرجه الترمذی)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے اسے کہا:

''خوش ہو جاؤ تو جہنم سے اللہ کا آزاد کردہ ہے'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن سے آپ کا نام عتیق رکھ دیا گیا''

۳-عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ۔

''اتانی جبریل فاخذ بیدی فارانی باب الجنة الذی تدخل منه امتی''

فقال ابوبکرؓ یا رسول الله ودوت انی کنت معك انظر الیه''

فقال اما انك یا ابا بکر اول من یدخل الجنة من امتی۔

(اخرجه ابو داؤد)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے ہمراہ میں اسے دیکھوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (بحوالہ ابوداؤد)

٤-عن علی بن ابی طالب انه لما سئل عن ابی بکر فقال ذالك امرو سماه الله صدیقا علی لسان محمدﷺ وجبریل علیه السلام۔(آخرجه الحاکم فی المستدرك)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور جبریل علیہ السلام کی زبانی صدیق رکھا ہے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

٥-عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه۔ كان ابوبكر سيدنا وخيرنا واحبنا الى رسول الله ﷺ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ابوبکر ہمارے سردار، ہم سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

٦-عن علی والزبير قالا۔ وانا نرى ابا بكر احق الناس بها بعد رسول الله ﷺ انه لصاحب الغار وثانی الاثنين وانا لنعلم بشرفه وكبره۔ ولقد امره رسول الله ﷺ بالصلاة بالناس وهو حيى'' (اخرجه الحاكم فی المستدرك)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دونوں نے فرمایا۔ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد امارت کا زیادہ حق دار گردانتے ہیں اس لیے کہ یہ غار کے ساتھی اور دو میں سے دوسرے تھے۔ اور اس کے شرف اور بڑائی کو جانتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اسے لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا جب کہ آپ حیات تھے۔'' (بحوالہ مستدرک حاکم)

٧-ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال:

لما قالت الانصار منا امير ومنكم امير يا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول ﷺ قد امر ابا بكر يوم الناس فايكم لطيب نفس ان يتقدم ابا بكر؟

فقالت الانصار نعوذ بالله ان نتقدم ابا بكر۔

(اخرجه الحاكم فی المستدرك)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب کہ انصار نے یہ کہا تھا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر تم سے ہوگا۔

اے خاندان انصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تم میں سے کس کے دل کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جائے۔

انصار نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔

(بحوالہ مستدرک حاکم)

۸-عن عبداللہ بن مسعود قال كنا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال:

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع ابوبكر سلم و جلس

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا۔ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا۔ تمہارے پاس ابھی ایک جنتی شخص آئے گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

۹-عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ بينما رجل يسوق بقرة محمل عليها فالتفت بايعه البقرة فقالت انی لم اخلق لهذا ولكنى خلقت للحرث فقال الناس سبحان اللہ لعجبا وفزعا بقرة يتكلم۔

فقال: انی او من بهذا و ابوبكر و عمر۔" (اخرجہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ درآنحالیکہ ایک شخص گائے کو ہانکے لے جا رہا تھا اس نے گائے پر بوجھ لاد دیا گائے نے اس کی طرف دیکھا اور کہا مجھے اس کام کے لیے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ مجھے کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے تعجب اور گھبراہٹ سے کہا سبحان اللہ گائے باتیں

کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس کو مانتے ہیں۔" (بحوالہ مسلم)

١٠-عن ثابت عن انس عن ابی بکر رضی الله عنه قال قلت للنبی صلی الله علیه وسلم وانا فی الغار لو ان احدهم نظر تحت قدمه لا بصرنا فقال ماظنك یا ابا بکر باثنین الله تالنهما۔ (اخرجه البخاری)

ثابت بن قیس نے انس بن مالک سے اور اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس ﷺ سے عرض کیا جب کہ میں نماز میں تھا کہ اگر ان میں سے ایک نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جن کے ساتھ اللہ تیسرا ہو" (بحوالہ بخاری)

١١-روی الطبرانی من حدیث علی انه کان یحلف ان الله انزل اسم ابی بکر من السماء الصدیق" (رجاله ثقات)

طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے۔ کہ وہ حلفا کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام آسمان سے صدیق نازل کیا ہے"

١٢-روی الحاکم من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ فانزل الله سکینته علیه "قال" علی ابی بکر۔"

حاکم نے سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ اللہ نے اس پر سکینت کی فرمایا کہ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

١٣-عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال خطب رسول الله ﷺ الناس وقال ان الله خیر عبدا بین الدنیا وبین

ماعنده فاختار ذالك العبد ما عندالله قال فبكى ابو بكر فعجبنا لبكاءه ان يخبر رسول الله عن عبد خير فكال رسول الله ﷺ ان احق الناس على فى صحبته وماله ابو بكر ولو كنت متخذا خليلاً لا تخذت ابا بكر ولكن اخوة الاسلام ومودته لا يبقين فى المسجد باب الاسد الا باب ابى بكر۔" (رواه البخاریؒ)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا کہ رسول اقدس ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے میں ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا تو اس بندے نے جو اللہ کے پاس ہے اسے پسند کیا۔ راوی نے کہا کہ حضرت ابوبکر رو پڑے ہمیں ان کے رونے پر حیرانی ہوئی کہ رسول اقدس ﷺ نے ایک بندے کے بارے میں خبر دی ہے جسے اختیار دیا گیا اس میں بھلا رونے کی کیا بات ہے صورت حال یہ تھی کہ اختیار دیئے گئے خود رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور خود ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ اس حقیقت کو جانتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر کا اپنی صحبت اور مالی اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان ہے۔

اگر میں نے اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن میری اس سے اسلامی اخوت و محبت ہے۔ مسجد نبوی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ بخاری)

١٤ –عن عمرو بن العاص رضى الله عنه قال ان النبى ﷺ بعثه على جيش ذات السلاسل فاتيته فقلت اى الناس احب اليك قال عائشة فقلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب۔ (رواه البخارى)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے مجھے لشکر

ذات السلاسل کا امیر بنا کر بھیجا میں آپ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ پسند کون ہے؟

فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کی مردوں میں سے فرمایا اس کا باپ میں نے عرض کی اس کے بعد؟ فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (بحوالہ بخاری) -

١٥-عن غروة بن الزبير قال سالت عبدالله بن عمرو عن اشدما صنع المشركون برسول الله ﷺ قال رايت عقبة ابن ابى معيط جاء الى النبى ﷺ وهو يصلى فوضع رداء في عنقبه محنقه حنقا شديدا فحاء ابو بكر حتى دفعه عنه فقال "اتقتلون رحلا ان يقول ربى الله وقد جاء كم بالبينات من ربكم۔" (غافر:٢٨)

(رواہ البخاری)

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہا۔ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ تکلیف کیا پہنچائی۔ فرمایا میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے چادر آپ کی گردن میں ڈالی اور اسے زور سے بٹ دیا اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے اسے دھکا دیا اور فرمایا تم ایک ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس وہ اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔ (بحوالہ بخاری)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

۱-فتح الباری	۱۳۰/۲
۲-صحیح المسلم	۹۸/۲
۳-مسند امام احمد	۴۷۰/۱

۴-طبقات ابن سعد	۴۹۸/۵
۵-سنن ابی داؤد	۲۶۵/۲
۶-المستدرک حاکم	۷۳/۳
۷-ابن ماجہ	۴۹/
۸-مجمع الزوائد	۴۴/۹
۹-تہذیب ابن عساکر	۱۶۸/۵
۱۰-کنز العمال	۵۴۶/۱۱
۱۱-میزان الاعتدال	۹۰/۳
۱۲-تاریخ بغداد	۲۶۰/۱۲
۱۳-حلیۃ الاولیاء	۳۳/۱
۱۴-فتح القدیر	۴۵۲/۵
۱۵-الکشاف	۲۷۶/۳
۱۶-الاستیعاب	۹۷۴/۳
۱۷-تذکرۃ الحفاظ	۲/۱
۱۸-الاعلام زرکلی	۲۳۷/۴
۱۹-طبقات الحنابلہ	۲۶۸/۱
۲۰-صحیح البخاری	۱۱۱/۴
۲۱-درالسحابہ فی مناقب الصحابۂ شوکانی	مناقب ابوبکر صدیق
۲۲-فضائل الصدیق	خیسمہ بن سلیمان
۲۳-فضائل ابوبکر صدیق	للعیشاری
۲۴-التاریخ الکبیر بخاری	۹۴/۲
۲۵-الکواکب النیرات	۱۳۰
۲۶-التہذیب	۱۱۷/۴

۲۷-التکمیل	۲۶۳/۱
۲۸-تاریخ خلیفہ	۱۲۲-۱۲۱
۲۹-اسدالغابہ	۲۰۵/۳
۳۰-الریاض النضرۃ	۱۵۴/۱

خلیفہ دوم

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

’’اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر حق جاری کر دیا وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا۔

(فرمان رسول ﷺ)

دراز قد ایسا کہ عوام میں کھڑے یوں دکھائی دیتے جیسے کسی سواری پر بیٹھے ہوں' سرخ و سفید رنگ' بارعب چہرہ' گھنی داڑھی' بڑی بڑی رعب دار مونچھیں' جن کے سرے سرخ رنگ کے تھے' گٹھا ہوا جسم' شہ زور' خوددار' بلند حوصلہ اور معاملہ فہم' فن سپہ گری' پہلوانی اور نسب دانی کے ماہر' سفارت کے فرائض سرانجام دینے میں حیرت انگیز مہارت رکھنے والے جسے بار ہا دفعہ سربراہان مملکت کے درباروں میں سفیر بنا کر بھیجا گیا' جسے رسول اقدس ﷺ نے اسلام کی سربلندی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا' جس کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے مسلمانوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور مشرکین مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد بیت اللہ شریف میں علانیہ عبادت کرنے کا جرات مندانہ اقدام کیا جس نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے قریش مکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ میں آج مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہوں جس نے اپنے بچوں کو یتیم' اپنی بیوی کو رانڈ اور اپنی ماں کو غمزدہ کرنا ہے تو وہ میرا راستہ روک کر اپنے دل کے ارمان پورے کر لے وہ عظیم المرتبت شخصیت جس نے اپنے دور خلافت میں پہلی مرتبہ مرکزی بیت المال کا نظام قائم کیا جس نے عامۃ الناس کو انصاف مہیا کرنے کے لیے عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے جس نے روئے زمین پر سنہ ہجری اور تاریخ کا نظام قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔ جس نے لشکر اسلام کو منظم کرنے کے لیے فوجی دفاتر قائم کیے اور فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کیں' جس نے تاریخ میں پہلی دفعہ مردم شماری کروائی' اسلامی ریاست کے زیرنگیں آنے والی زمین کی پیمائش کروائی۔ اور زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے نہریں کھدوائیں' جس نے اپنے دور حکومت میں کوفہ' بصرہ' موصل' حیرہ' اور فسطاط جیسے بڑے بڑے شہر آباد کیے' جس نے

اسلامی ریاست کے زیرِ اہتمام آنے والے ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ مجرموں پر قابو پانے کے لیے جیل خانے قائم کیے۔ جس نے عوام الناس کی حفاظت، دیکھ بھال اور داخلی امن قائم کرنے کے لیے پولیس کے محکمے کی بنیاد رکھی، جس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان شارعِ عام پر مسافروں کی سہولت کے لیے سرائے تعمیر کروائیں، جس نے اپنے دورِ حکومت میں تمام مساجد میں روشنی کا اہتمام کیا اور تمام آئمہ و موذنین کی بقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں، جس نے متعدد شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے تاکہ مسافروں کو رہائشی سہولت میسر آ سکے جو اپنی رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے راتوں کو گشت کیا کرتا تھا، جس کی منشاء کے مطابق بہت سی قرآنی آیات نازل ہوئیں، جس کی تجویز پر فجر کی آذان میں ”الصلوۃ خیر و من النوم“ کا اضافہ کیا گیا، جس کے بارے میں رسول اقدس سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس راہ پر عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہو شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے، جس کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے جو سب کے سب جنتی ہیں، جس کی زبان مبارک سے ۵۳۹ احادیث رسول ﷺ مروی ہیں جسے رسول اقدس ﷺ کا اور سیدنا علی المرتضے رضی اللہ عنہ کا داماد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جس کی عظمت اور سیاسی بصیرت کا غیروں نے بھی اعتراف کرتے ہوئے برملا کہا کہ اگر روئے زمین پر ایک اور عمر رضی اللہ عنہ آ جاتا تو دنیا سے کفر، ظلم و ستم اور انارکی و بے راہ روی کا نام و نشان مٹ جاتا، جو تاریخ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لقب سے مشہور ہوئے، جس کا نام عمر رضی اللہ عنہ تھا، جو علم الانساب کے ماہر خطاب بن نفیل کا بیٹا تھا، جس کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز اٹھے۔

آیئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے ذہن کی تاریکیوں میں روشنی کی کرن نمودار کرنے کی کوشش کریں۔

* * *

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد حسمہ بنت ھاشم بن مغیرہ مخزومیہ کے بطن سے جنم لیا، آپ کے والد کا نام خطاب بن نفیل القرشی تھا، بچپن میں اپنے

والد کا ہاتھ بٹانے کی خاطر بکریاں چرایا کرتے تھے بعض اوقات اپنی خالہ جان کی بکریاں بھی چرانے کے لیے ہمراہ لے جاتے جوان ہوئے تو ریشمی کپڑے کی تجارت کا پیشہ اختیار کیا عکاظ کا مشہور و معروف میلہ جو میدان عرفات میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے لگا کرتا تھا اس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے اور اس میں شاعری، پہلوانی، رسہ گری اور فن خطابت کے جوہر دکھلاتے، مقابلے میں آنے والا ان کا سراپا دیکھتے ہی مرعوب ہو جاتا یہ فن قرآت و کتابت سے بھی واقف تھے جو اس دور میں بہت بڑا وصف تصور کیا جاتا تھا قریش کو اس کی جوانمردی و بہادری پر بڑا مان تھا یہ اس سے کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتے تھے اور اس کو بھی اپنی جوانی اور طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا جب یہ چھبیس ۲۶ برس کا گھبرو جوان ہوا تو گلے میں تلوار لٹکائی اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ آج ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیتا ہے جسے دیکھ کر قریش مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھیں گے، گھر گھر گھی کے چراغ جلنے لگیں گے، گلی گلی شہنایاں گونجنے لگیں گی، ڈھولک کی تھاپ پر قریشی جوان رقص کناں ہوں گے، جب یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح مکے کے در و بام میں پھیلے گی کہ آج عمر کی تلوار نے نئی شریعت کے بانی، نبوت کا دعویٰ کرنے والے ھاشمی خاندان کے چشم و چراغ، توحید کا علم بلند کرتے ہوئے تمام بتوں کی یکسر نفی کرنے والے عبدالمطلب کے پوتے ابوطالب کے بھتیجے اور عبداللہ کے لخت جگر حضرت محمد مصطفے ﷺ کا سر قلم کر دیا ہے۔ آہا واہ واہ تو میری کیا شان ہوگی؟

قوم میں کیا قدر و منزلت ہوگی؟

کس طرح مجھے خراج عقیدت پیش کیا جائے گا؟

ان خیالات میں مگن گنگناتے ہوئے فخر و تکبر سے کندھے مٹکاتے ہوئے بازار میں نکلے تو سامنے سے نعیم بن عبداللہ آ رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا عمر خیر تو ہے؟

کیا ارادے ہیں؟ کہاں جا رہے ہو؟

عمر رضی اللہ عنہ نے گرجدار آواز میں کہا نعیم کیا پوچھتے ہو آج میں اس کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں جس نے قریش کے گھر گھر میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ دن بدن

ہمارے گھروں میں اضطراب، بے چینی اور بد مزگی بڑھتی جا رہی ہے۔ بھائی بھائی سے جدا ہوتا جا رہا ہے۔ اولاد والدین سے برگشتہ ہوتی جا رہی ہے۔

نعیم بن عبداللہ نے کہا عمر یہ کوئی اچھی سوچ نہیں، اچھا طرز عمل نہیں، اپنے اس انداز پر ذرا نظر ثانی کریں

عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنتے ہی غضبناک انداز میں کہا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی اپنے آباؤ و اجداد کے دین سے برگشتہ ہو گیا ہے اگر یہ بات ہے۔ تو پہلے اپنی تلوار سے تیری گردن کی ملاقات کراتا ہوں۔

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا عمر مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر لو

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟

نعیمؓ نے کہا تیری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید دونوں دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، دونوں نے حضرت محمد ﷺ کا دامن پکڑ لیا ہے یہ بات سن کر عمر رضی اللہ عنہ سکتا میں آ گیا کہنے لگا میری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہ، میرا بہنوئی سعید بن زید انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے نہیں نہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نعیم بن عبداللہ نے کہا عمر یہ ہو چکا ہے۔ عمر نے کہا اچھا پہلے ان سے نپٹتا ہوں پھر اگلا قدم اٹھاؤں گا۔

''غضب آلود نگاہیں، بے چین طبیعت، مضطرب دل، تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا، دروازے پر زور سے دستک دی، اندر سے آواز آئی کون''؟

کڑک کر بولا عمر دروازہ کھولو اس وقت بہن اور بہنوئی کے علاوہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے وہ ان دونوں میاں بیوی کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، عمر کا نام سنتے ہے وہ ڈرتے ہوئے ایک کونے میں چھپ گئے کہ آج عمر کے اطوار اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ بہن نے دروازہ کھولا، سعید بن زید نے خوش آمدید کہا۔

عمر نے دونوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا اب تم دونوں گھر کے اندر کیا پڑھ رہے تھے۔

کیا من من کر رہے تھے۔ مجھے تمہاری منمناہٹ کی آواز باہر سنائی دے رہی تھی جلدی بتاؤ یہ سب کچھ کیا ہے؟ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا: اگر حق بات تیرے دین کے علاوہ کسی اور جگہ سے ملے تو اسے اپنانے میں کیا مضائقہ ہے؟ ابھی یہ بات انہوں نے پوری نہیں کی تھی' کہ عمر نے گرجدار آواز میں دھاڑتے ہوئے کہا: میں نے سنا ہے تو نے اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ دیا ہے؟ اور ساتھ ہی اسے پکڑ کر نیچے گرا لیا اور خود اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے مسلنے لگا بہن نے جب اپنے خاوند کی یہ درگت بنتے دیکھی تو قوت ایمانی سے آگے بڑھی تا کہ اسے اپنے جابر بھائی کے چنگل سے نجات دلا سکے۔ وہ ابھی قدرے قریب ہی ہوئی تھی کہ عمر نے اس کے منہ پر ایک ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا جس سے وہ چکرا کر گر پڑی اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ تھپڑ کھا کر دب جانے کی بجائے پوری جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ولولہ انگیز انداز میں بولی ارے اللہ کے دشمن تو مجھے اس لیے مارتا ہے کہ میں ایک اللہ پر ایمان لے آئی ہوں اگر یہ بات ہے تو جتنا تیرا جی چاہتا ہے مجھے مار میں نے یہ اقرار کیا اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہوں گی سن میں یہ اقرار برملا کرتی ہوں۔ ڈنکے کی چوٹ کہتی ہوں!

اشهدان لا اله الا الله و ان محمد رسول اللهﷺ۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق اور معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے توحید و رسالت کا اقرار کچھ ایسے انداز میں کیا کہ عمر کا دل پسیج گیا!

گردن جھکالی' سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سینے سے نیچے اتر آیا اور کھسیانے سے انداز میں کہا بہنا یہ صحیفہ ذرا مجھے بھی تو دکھلاؤ جو تو نے دوپٹے کے نیچے چھپا رکھا ہے۔ ذرا میں بھی دیکھوں اس میں آخر کیا جادو بھرا ہے۔ جو پڑھنے والے کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ جس کے پڑھنے سے بے پناہ جرات پیدا ہو جاتی ہے' پہلے تو میرے سامنے بولنے کی

سکت نہیں رکھتی تھی لیکن آج تر کی بتر کی جواب دے رہی ہے۔

لاؤ بہنا دکھاؤ۔

بہن نے کہا ہرگز نہیں: یہ پاک کتاب ہے، اسے پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، پہلے جا کر غسل کرو، پھر میرے پاس آنا، عمر نے بہن کی بات سن کر اپنا سر جھکایا اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جا کر غسل کیا، واپس آیا تو سر کے بالوں اور داڑھی سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

بہن نے قرآن حکیم اس کے ہاتھ میں تھما دیا اس نے پڑھنا شروع کیا:

طه ما انزلنا عليك القران لتشقى الا تذكرة لمن يخشى تنزيلا
ممن خلق الارض والسموات العلى الرحمان علىٰ العرش
استوى له مافى السعوات و ما فى الارض وما تحت الثرىٰ
وان تجهر بالقول فانه يعلم السر واخفى الله لا اله الا هو له
الا سماء الحسنى وهل اتاك حديث موسى اذ راى نارا فقال
لاهله امكثوا انى آنست نارا لعلى اتيكم منها بقبس او آجد
على النار هدى فلما اتاها نودى يموسى انى انا ربك فاخلع
نعليك انك يا لوادى المقدس طوى وانا اخترتك فاستمع
لما يوحى اننى آنا الله لا اله الا انا فاعبدنى واقم الصلوٰة
لذكرى ان الساعة اتية اكاد اخفيها التجزى كل نفس لما
تسعى فلا يصدنك عنها من لايومن بها واتبع هواه فتردى۔

''طٰہٰ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ، یہ تو ایک یاددہانی ہے ہر اس شخص کے لیے جو ڈرے۔ نازل کیا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا ہے زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔ وہ رحمان عرش پر مستوی ہے، اور مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں تم چاہے اپنی

بات پکار کر کہو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے مخفی تر بھی جانتا ہے' وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اس کے لیے بہترین نام ہیں اور تمہیں کچھ موسیٰ ؑ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ اس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا۔ کہ ذرا ٹھہرو' میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید کہ تمہارے لیے ایک آدھ انگارا لے آؤں یا اس آگ پر مجھے کوئی راہنمائی مل جائے' وہاں پہنچا تو پکارا گیا اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جوتیاں اتار دے تو وادی مقدس طویٰ میں ہے اور میں نے تجھ کو چن لیا ہے' سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں پس تو میری بندگی اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر' قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ نفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے پس کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے ورنہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱-۱۶)

یہ قرآنی آیات پڑھتے ہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل میں انقلاب بپا ہو گیا قرآن حکیم کو سینے سے لگایا' فرط محبت میں اسے چوما اور کہنے لگا جس ذات کا یہ کلام ہے وہ تو واقعی ایسی ذات معلوم ہوتی ہے کہ اس ذات کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہیں کی جا سکتی۔

مجھے بتاؤ کہ اس وقت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کہاں ہیں؟

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جو اس گھر کے ایک کونے میں چھپے بیٹھے تھے خوشی سے اچھلتے ہوئے سامنے آئے اور با آواز بلند کہا:

عمر مبارک ہو!

عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ' رسول اقدس ﷺ کی دعا تیرے حق میں قبول کر لی گئی ہے۔ بخدا آج ہی میں نے اپنے کانوں سے سنا رسول اقدس ﷺ یہ دعا کر رہے تھے۔

الٰہی: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت و سر بلندی عطا فرما۔

عمر رضی اللہ عنہ واللہ تیرے نصیب جاگ اٹھے:

تیری قسمت کے کیا کہنے!

چلو میں آپ کو رسول اقدس ﷺ کے پاس لیے چلتا ہوں۔

دونوں دار ارقم میں پہنچے' دروازے پر دستک دی' پوچھا کون؟

کہا عمر رضی اللہ عنہ:

حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا' دیکھا عمر تلوار گلے میں لٹکائے کھڑا ہے' آگے بڑھ کر مضبوطی سے بازو پکڑ لیا تا کہ اچانک وار کر کے کوئی نقصان نہ پہنچا دے رسول اقدس ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اسے چھوڑ دو' خود آپ نے آگے بڑھ کر گریبان کو پکڑ کر جھنجھوڑا' پوچھا کیا ارادے ہیں؟

عمر بے حس و حرکت سر جھکائے کھڑا یوں دکھائی دیتا ہے جیسے اس میں جان ہی نہیں؟

عرض کی حضور خطاء کی معافی چاہتا ہوں قبول کیجئے۔

" اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمد رسول الله ﷺ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔'' ﷺ

یہ کہنا تھا کہ دار ارقم میں موجود صحابہ کرام نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی آواز مکے کی گلیوں میں سنائی دی۔

اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لینے کے بعد میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا یقیناً ہم حق پر ہیں میں نے عرض کیا تو پھر ہم دب کر کیوں رہیں؟ چھپ کر عبادت کیوں کریں؟۔ ہم برسرعام اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں گے۔ چنانچہ ہم نے دو قطاریں بنائیں ایک کی قیادت میں نے اور دوسری کی حمزہ بن عبدالمطلب نے کی ہم بیت اللہ میں پہنچے تو قریش ہمیں دیکھ کر رنج و غم میں مبتلا ہو گئے۔ اس روز رسول اقدس ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب عطا کیا کیوں کہ اسلام کا اظہار و اعلان اور حق و باطل میں نمایاں فرق واضح کرنے کا آغاز اسی دن ہوا۔

ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ عمر بن خطاب کے اسلام قبول کرنے سے آسمان والے بہت خوش ہیں اور فرشتے آپ کو مبارک دے رہے ہیں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں موقع پاتے ہی اپنے ماموں ابوجھل بن ھشام کے گھر گیا، دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون؟ میں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، میں نے تمہارے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام کا دامن تھام لیا ہے۔

دروازہ کھولو، ماموں نے خوف زدہ ہونے کی وجہ سے دروازہ نہ کھولا۔ اور اندر کھڑے ہی نحیف آواز میں کہا عمر ایسا نہ کرنا! میرا خیال تھا کہ وہ میری آواز سن کر باہر آئے گا تو دو ہاتھ ہوں گے لیکن وہ اندر ہی دبک کر بیٹھ گیا پھر میں نے اسی طرح قریش کے مشہور و معروف جوانمردوں کے دروازوں پر جا کر دستک دی کہ کوئی تو میرے ہاتھ لگے، میں اسے لوہے کے چنے چباؤں، میں اسے بتاؤں کہ کس طرح کسی کو درپے آزار کیا جاتا ہے لیکن میری آواز سن کر کسی کو بھی اندر سے باہر آنے کی جرات نہیں ہوئی۔ ایک دن بہت سے افراد نے مل کر مجھ پر حملہ کیا، انہوں نے مجھے مارا، میں نے ان کی خوب پٹائی کی، یہ پہلا دن تھا کہ جس میں مجھے اسلام کی راہ میں زخم آئے۔ ان زخموں کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ جب لوگ مجھے مار رہے تھے تو میرے ماموں ابوجھل کا گزر وہاں سے ہوا اس نے پوچھا اتنے لوگ اکٹھے کس کی پٹائی کر رہے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ یہ لوگ عمر بن خطاب کو مار رہے ہیں اس نے چٹان پر کھڑے ہو کر با آواز بلند کہا لوگو میں نے اپنی بہن کے بیٹے عمر کو پناہ دے دی ہے۔ لہذا اپنے ہاتھ روک لو یہ بات سن کر سب خاموشی سے ادھر ادھر بکھر گئے میرے دل میں خیال آیا یہ تو کوئی مزے کی بات نہ ہوئی کہ اگر دوسرے میرے بھائی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے زورکوب کیے جائیں اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچے یہ سودا تو مجھے منظور نہیں، میں نے ماموں ابوجھل کے گھر جا کر کہا مجھے آپ کی حمائیت منظور

نہیں، میں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی طرح زندگی بسر کروں گا اس نے کہا جاؤ تمہاری مرضی جس طرح تمہارا جی چاہتا ہے زندگی گذارو، پھر آپ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے اور مشرکین کے جذبات پر اوس پڑ گئی انہوں نے غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم آدھے رہ گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

مازلنا اعزة منذ اسلم عمر رضی الله تعالیٰ عنه کان اسلامه فتحا و کانت هجرته نصرا و کانت امارته رحمة لقد رائیتنا و ما نستطیع ان نصلی بالبیت حتی اسلم عمر۔

”جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہمیں عزت و سربلندی ملی، اس کا اسلام قبول کرنا فتح کی نوید ثابت ہوا، اس کا ہجرت کرنا مسلمانوں کی مدد کا پیش خیمہ بنا اور اس کا دور خلافت خلق خدا کے لیے رحمت، امن اور سکون کا باعث بنا۔ میں علی وجہ البصیرت اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ جب تک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کر لیا اس وقت تک ہم بیت اللہ میں سرعام نماز نہ پڑھ سکے۔“

سیرت ابن ھشام میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان مذکور ہے۔

”فلما اسلم عمر رضی الله تعالیٰ عنه قاتل قریشا حتی صلی عندالکعبة وصلینا معه“

”جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھی ہم نے بھی ان کے ساتھ وہاں نماز پڑھی۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ۶ نبوی میں اسلام قبول کیا۔

* * *

مسلمان تقریباً چھ سال تک مسلسل قریش مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے' جو بھی نیا نیا دائرہ اسلام میں داخل ہوتا بپھرے ہوئے قریشی اسے اذیت ناک سزا دیتے تاکہ وہ دوبارہ اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ہوئی ریت پر برہنہ بدن گھسیٹا گیا' حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹایا گیا کہ ان کے جسم سے خون اور چربی نکل کر آگ کے انگاروں کو قدرے ٹھنڈا کرنے کا باعث بنی' آل یاسر کو تڑپا تڑپا کر مارا گیا' تاریخ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سمیہ کے جسم کو چیر دیا گیا' چشم فلک نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ جو ایک دفعہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا دنیا کی طاقت اسے وہاں سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ رسول اقدس ﷺ نے جب نو آموزان اسلام پر قریش مکہ کی جانب سے ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھے تو پہلے انہیں حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مدینہ اس وقت یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مناسب اوقات میں چھپتے چھپاتے مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ روانہ ہونے لگے' لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب مدین ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی' ترکش بغل میں لیا' تیر ہاتھ میں پکڑے' بیت اللہ میں تشریف لائے' پہلے طواف کیا' مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی' پھر قریش کے مجمعے میں گئے۔ گرجدار آواز میں مخاطب ہوئے اور انہیں جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

سنو! میں آج مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم میں سے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم کر دے' اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی رانڈ ہو جائے' تو وہ وادی کے باہر آ کر میرا راستہ روکتے ہوئے اپنے دلی ارمان پورے کر لے لیکن کسی کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ ان کے راستے میں روڑا اٹکائے' تمام خوف زدہ ہو گئے اور آپ بیس صحابہ کرام کا قافلہ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے جن میں بھائی زید بن خطاب' بھتیجا سعید بن زید' داماد خنیس بن حذافہ بھی شامل تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر پہلا پڑاؤ وادی قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مکان پر کیا۔ رسول اقدس ﷺ ۱۳ نبوی کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور آپ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کا نظام قائم کیا۔ آپ نے اس سلسلے میں حفظ مراتب کو پیش نظر رکھا‘ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا جو قبیلہ بنو سالم کا سردار تھا۔ انصار نے بھی اس نازک ترین دور میں اخوات‘ محبت‘ شرافت اور سخاوت و ایثار کی قابل رشک مثالیں پیش کیں۔ اپنی جائداد کا نصف انتہائی خندہ پیشانی سے اپنے مہاجر بھائی کے سپرد کر دیا اور دل میں ذرا برابر بھی ملال نہ آیا ایسے مظاہر بھی دیکھنے میں آئے کہ اگر انصاری کے عقد میں دو بیویاں ہیں تو اس نے ایک کو طلاق دے کر اسے اپنے مہاجر بھائی کے عقد میں دینے کا اہتمام کر دیا۔ قرآن حکیم نے ان صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم کی یہ خوبی بیان کی یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ۔

* * *

مسجد نبوی کی تعمیر‘ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان کے ساتھ امن کے معاہدات‘ اسلام کی سربلندی کے لیے متعدد قسم کے انتظامات و تدابیر اختیار کرنے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شریک مشورہ رکھا‘ ان کی رائے کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی‘ نماز کے لیے اذان کا طریق انہی کی رائے کو پیش نظر رکھتے ہوئے وضع کیا گیا‘ اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ انہی کی تجویز پر شامل کیے گئے۔

خواتین اسلام کے لیے پردے‘ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے اور شراب کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے احکامات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے نازل فرمائے: کیونکہ ان خواہشات کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مختلف اوقات میں کیا تھا‘ جس کی لاج رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات نازل کیے۔

۲ ہجری کو جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا‘ اس میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مجع نے جام شہادت نوش کیا۔ اس جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے

ماموں عاص بن ھشام کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے یہ مثال قائم کر دی کہ اسلام کی سربلندی کے راستے میں قرابت داری رکاوٹ نہیں بن سکتی، اس جنگ میں دشمن فوج کے ستر افراد قتل کر دیئے گئے جن میں ابو جہل، عقبہ اور شیبہ جیسے سردار بھی تھے اور تقریبا اتنی ہی تعداد قیدی بنا کر مدینہ لائی گئی، اسیران جنگ بدر میں بھی بہت سے افراد اپنے قبیلے کے سردار تھے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو ترجیح دیتے ہوئے انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس سے مختلف تھی۔ انہوں نے برملا اپنی رائے کا اظہار رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں کیا۔ کہ ان قیدیوں کی گردنیں اڑا دی جائیں تا کہ کفر کا نام و نشان مٹ جائے بلکہ ہم میں سے ہر شخص اپنے رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔

اللہ رب العزت نے ''ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض'' آیت نازل کر کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے کو صائب قرار دیا جس کا مفہوم یہ ہے۔

حالات و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان سرداروں کے سر قلم کر دیے جاتے جنہیں جنگ بدر میں قیدی بنا لیا گیا تھا تو شاید بعد میں کفر کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملتا لیکن تقدیر کی ہونی ہو کر رہتی ہے۔

۳ ھجری کو مکی سردار ابو سفیان نے تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر ترتیب دیا، جس میں عکرمہ بن ابی جہل اور خالد بن ولید جیسے جری بہادر بھی تھے۔ جنگ بدر میں پیش آنے والی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لیے مدینے کا رخ کیا، احد پہاڑ کے قریب آ کر پڑاؤ کیا، رسول اللہ ﷺ بھی سات سو افراد پر مشتمل اپنے جان نثاروں کا لشکر لے کر احد پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے جو مدینے سے صرف تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ نے جنگی میدان کا جائزہ لیتے ہوئے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر انداز درے میں متعین کر دیئے اور سختی سے یہ تلقین کی کہ جب تک میرا حکم نہ آئے یہاں سے قطعا ہلنا نہیں ہوگا۔ اس مورچے پر ڈٹے رہنا تمہاری ذمے داری ہے، پہلے مرحلے پر لشکر

اسلام نے غلبہ حاصل کیا' کفار دم دبا کر بھاگنے لگے' چند مجاہدین مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ درے میں متعین افراد نے منظر یہ دیکھا' دل میں خیال آیا لڑائی ختم ہو گئی ہے مال غنیمت سمیٹنے کا وقت ہے وہ بھی درے سے نیچے اتر آئے خالد بن ولید نے یہ موقع غنیمت جانتے ہوئے فوری طور پر ایک جتھہ ترتیب دیا اور چکر کاٹ کر اسی درے کے راستے لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا۔ جس سے مسلمانوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا' جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے' رسول اقدس ﷺ زخمی ہو کر ایک نشیبی جگہ پر گر گئے' آپ کی شہادت کا ڈھنڈورا پیٹ دیا گیا۔ یہ غمناک افواہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جیسے بہادر' نڈر اور جوانمرد صحابہ کرام میدان میں ڈٹے رہے' ایک مرحلے پر جبکہ رسول اقدس ﷺ صحابہ کرام کے جھرمٹ میں احد پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے خالد بن ولید اپنے دستے کے ہمراہ حملہ کرنے کی نیت سے آپ کی طرف بڑھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چند مہاجرین و انصار کے ہمراہ آگے بڑھ کر اس پر ایسا وار کیا کہ وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ ابوسفیان ''اعلیٰ ھبل'' (ھبل کی جے) کا نعرہ لگایا ھبل اس بت کا نام ہے جس کی ابوسفیان پوجا کیا کرتا تھا۔

رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس ناہنجار کے جواب میں ''اللہ اعلیٰ عز و جل'' کا نعرہ بلند کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند پورے جوش و جذبے سے یہ نعرہ بلند کیا جس سے ماحول میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی اور ابوسفیان ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کی مثال بن کر سر جھکائے ایک طرف چل دیا۔ اس کے دل میں یہ گمان تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں کام آ چکے ہیں لیکن جب پتا چلا کہ یہ دونوں زندہ سلامت ہیں' تو اس کے جذبات پر اوس پڑ گئی۔

مدینہ منورہ میں آباد مشہور و معروف یہودی قبیلہ بنو نضیر سے معاہدہ امن کرنے کے

لیے ان کے پاس گئے تو آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنا رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی' جب یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تو مختلف علاقوں میں جا بسے' کچھ شام جا کر آباد ہو گئے اور کچھ خیبر میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ انہوں نے پورے جزیرہ عرب میں رابطے شروع کر دیئے تاکہ اسلامی ریاست مدینہ منورہ پر چاروں طرف سے ایسی یلغار کی جائے جس سے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی جائے۔ ان رابطوں کے نتائج میں قریش نے ایک دفعہ پھر سر اٹھایا' مختلف قبائل سے دس ہزار افراد کو لشکر میں شامل کیا گیا' ۵ ہجری میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی گئی۔ اس لشکر کے مدینہ پہنچنے سے پہلے دفاعی نقطہ نگاہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خندق کھود لی گئی تھی' تاریخ انسانی میں پہلی دفعہ اپنے دفاع کا یہ طریقہ سپہ سالار اعظم' رسول معظم ﷺ نے اختیار کیا جسے دیکھ کر ابوسفیان دنگ رہ گیا' ایک مہینہ محاصرہ جاری رکھا لیکن خندق ان کے مذموم عزائم میں آڑے آتی رہی' کچھ پیش نہ چلتی تھی۔ اس لیے اس جنگ کو غزوہ خندق یا غزوہ احزاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو چند مجاہدین کا قائد بنا کر خندق کے ایک اہم مورچے پر متعین کیا گیا تھا۔ جب بھی دشمن کا کوئی دستہ اس طرف آیا اسے پوری قوت سے روک لیا گیا اور بعض اوقات ان کے پرخچے اڑا دیئے گئے۔

۶ ہجری کو رسول اللہ ﷺ ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ چند صحابیات بھی اس قافلے میں شریک تھیں' آپ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ کوئی بھی اپنے ہمراہ ہتھیار نہ لے کیونکہ ہمارا ارادہ لڑائی کا قطعاً نہیں لیکن ذوالحلیفہ مقام پر پہنچ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا خالی ہاتھ یہ سفر مناسب نہیں' ہتھیار ہمارے پاس ضرور ہونے چاہئیں تاکہ بوقت ضرورت ان کو استعمال کیا جا سکے' دشمن بڑا کینہ پرور ہے وہ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو صائب تصور کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے ہتھیار منگوا لیے۔ جب یہ نورانی قافلہ حدیبیہ مقام پر پہنچا تو اسے قریش نے آگے بڑھنے سے روک دیا:

رسول اللہ ﷺ نے ہر چند انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔

آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تا کہ سرداران قریش سے بات چیت کر کے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کر لی جائے اہل مکہ نے انہیں وہاں روک لیا' یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس سے متاثر ہو کر آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی' جسے تاریخ میں بیعت رضوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں بیعت رضوان میں حصہ لینے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی۔
لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط نکلی' قریش نے اپنے نمائندے بھیجے جن سے صلح کا معاہدہ طے پایا' جسے تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ صلح بظاہر ایسی شرائط پر طے پائی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ قریش سے دب کر مرعوبیت کے عالم میں صلح کی جا رہی ہے جب صلح کی یہ شرط سامنے آئی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ میں آ جائے تو قریش اسے واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے لیکن اگر کوئی مکہ سے ان کا فرد مدینے چلا جائے تو مکہ واپس کرنا ضروری ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً ہم حق پر ہیں' عرض کیا تو اس قدر دب کر ہم صلح کیوں کر رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں' اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرتا'' یہ صلح طے پا جانے کے بعد جب آپ واپس مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو سورہ فتح نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مژدہ جاں فزا سنایا:

انا فتحنا لك فتحا مبينا۔

"ہم نے آپ کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو وہ اپنے جذبات کے اظہار پر شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ سوالات رسول اقدس ﷺ سے کیوں کیے؟۔

۸ ھجری میں رسول اقدس ﷺ دس ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کا زور اب ٹوٹ چکا تھا مکہ معظمہ کے باہر لشکر اسلام نے پڑاؤ کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے راستے میں ٹکراؤ ہوا تو اسے کہا میرے ساتھ چلو تجھے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے پناہ لے دوں ورنہ آج تمہاری خیر نہیں، اس نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اسی میں عافیت سمجھی کہ پناہ حاصل کر لی جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ابوسفیان کو دیکھا تو ان کا خون کھول اٹھا جلدی سے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ بڑی مشکل سے دین کا دشمن قابو آیا ہے، مجھے حکم دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں"، لیکن رسول اکرم ﷺ نے کمال مہربانی اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے پناہ دے دی۔

مکہ پرامن طریقے سے فتح ہو گیا، کوہ صفا پر بیٹھ کر رسول مقبول ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی، اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

فتح مکہ کے بعد بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر سپہ سالار اعظم، سرور کائنات ﷺ حنین کی طرف روانہ ہوئے یہ جگہ مکہ معظمہ سے نو میل کے فاصلے پر میدان عرفات کے ساتھ واقع ہے۔ یہاں عرب کا مشہور و معروف قبیلہ ہوازن آباد تھا، اس نے بھی خطرہ بھانپتے ہوئے پوری تیاری کر رکھی تھی، دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے، پہلے مرحلے میں ہوازن کو شکست ہوئی، لیکن جب مجاہدین نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا تو انہوں نے دوبارہ صف بندی کرتے ہوئے زوردار حملہ کیا جس سے مجاہدین اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے، چند ایک کے سوا میدان جنگ میں رسول اقدس ﷺ کے ہمراہ کوئی نہ ٹک سکا، اس

میدان میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۱۰ ہجری میں لاکھوں افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، آپؐ نے حج کا ارادہ کیا تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کے ساتھ یہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت مندوں میں شامل ہیں۔

۱۱ ہجری صفر کا مہینہ تھا، رسول اقدس ﷺ نے رومیوں کے مقابلے کے لیے ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، اس لشکر میں اس کے ماتحت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ تھے۔ اس مہینے کے آخری ایام میں رسول اقدس ﷺ بیمار ہو گئے۔ یہ بیماری دن بدن شدت اختیار کرتی گئی۔ دس روز کے بعد آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے رفیق اعلیٰ اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گئے۔ یہ لشکر ابھی مدینے کے قریب جرف مقام پر ہی پہنچا تھا کہ اسے آپ کے سانحہ ارتحال کی خبر مل گئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھا دیا گیا، سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے پورے دورِ خلافت میں رفاقت کا حق ادا کیا، اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین نامزد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی دانست کے مطابق روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں میں سے بہتر شخص کو مسند خلافت سپرد کر کے اس دینا سے رخصت ہو رہا ہوں۔

* * *

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اندیشہ ہوا کہ اب زندگی کے آخری لمحات قریب آ رہے ہیں۔ اپنی جگہ مسند خلافت پر بٹھانے کے لیے کسی مناسب شخصیت کے انتخاب کی فکر دامنگیر ہوئی۔ بڑی سوچ و بچار کے بعد نظر انتخاب حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ پر ٹکی، اتنے میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے فرمایا میرے بعد اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھادیا جائے تو کیسا رہے گا؟

فرمایا: اس منصب کے لیے وہ بہت موزوں ہیں ان میں بہت خوبیاں ہیں لیکن مزاج میں سختی ہے!

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا:

”سنئے ان کے مزاج میں سختی اس لیے در آئی کہ وہ میرے مزاج کو نرم محسوس کرتے رہے اب جبکہ خلافت کا بوجھ ان کی گردن پر پڑے گا تو سختی از خود کافور ہو جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میرے بعد خلیفہ المسلمین بنادیا جائے تو کیسا رہے گا؟

فرمایا: آپ ہم سے زیادہ باخبر اور واقف حال ہیں! اس سلسلے میں آپ کا فیصلہ درست، مناسب اور انتہائی موزوں ہوگا۔

خلیفہ اول نے کہا آپ اپنی رائے دیں

فرمایا: میری رائے میں ان کا باطن ظاہر سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بتائیں اگر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفتہ المسلمین نامزد کردوں تو مناسب رہے گا؟

عرض کیا: بخدا آپ کے بعد خلافت کے عالی مقام منصب کے لیے عمر بن خطاب سے بہتر اس وقت امت مسلمہ میں اور کوئی نہیں۔ وہ امور خیر کے سرانجام دینے پر خوش اور امور شر کے سرزد ہونے پر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ اور اپنی ناراضگی کا برملا اظہار کرتے ہیں، ان کا باطن ظاہر ہے کہیں بہتر ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے مہاجرین وانصار سے رائے لی تو سبھی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے عامہ کا جائزہ لے لیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ سرکاری حکمنامہ تحریر کرنے کو کہا:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما عهد به ابوبكر خليفة محمد رسول الله صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم عنه آخر عهده بالدنيا واول عهده بالآخرة و في الحال التي يومن فيها الكافر و يتقي الفاجر اني استعملت عليكم عمر بن الخطاب فان بر وعدل' فذالك علمي به ورائي فيه وان جار و بدل فلا علم لي بالغيب و الخير اردت ولكل امرى ما اكتسب و سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔ (الشعراء :۲۲۷)

شروع اللہ کے نام سے' جو رحمان اور رحیم ہے

ابوبکر صدیق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ دنیا میں اپنے دور کے آخری لمحات میں اور آخرت کے اعتبار سے اپنے پہلے لمحات میں ایسی حالت میں جبکہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے۔ اور فاسق و فاجر تقویٰ اختیار کرتا ہے' یہ عہد نامہ تحریر کر رہا ہے' میں نے تمہارے لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ اگر وہ نیک اور عادل ہے بخدا یہی میری اس کے بارے میں معلومات اور دیانتدارانہ رائے ہے! اگر وہ اس کے برعکس ہے تو مجھے غیب کا علم نہیں' میں نے تو خیر و بھلائی کا ارادہ کیا۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور عنقریب معلوم ہو جائے گا جنہوں نے زیادتی کی کہ کس انجام سے وہ دو چار ہوتے ہیں۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب عنان حکومت سنبھالا' آپ ممبر پر جلوہ

افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ عربوں کی مثال نکیل پڑے اونٹ کی طرح ہے جو اپنے قائد کے پیچھے چلتا ہے' اب اس قائد کو دیکھنا چاہئے کہ وہ نکیل پکڑ کر اسے کس طرف لے جا رہا ہے۔

''رب کعبہ کی قسم میں تمہیں سیدھے راستے پر لے کر چلوں گا۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر فروکش ہوتے ہی خود کٹھن زندگی گذارنے کا فیصلہ کیا آپ کی طبیعت میں سختی اور نرمی کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

ایک روز آپ کی خدمت میں مٹھائی پیش کی گئی' آپ نے جب اسے چکھا تو بڑی لذیذ محسوس ہوئی پوچھا یہ کہاں سے آئی ہے۔

لانے والے نے کہا۔

آذربائیجان کے گورنر عتبہ بن فرقد نے بطور خاص آپ کے لیے بھیجی ہے۔

پوچھا کیا وہاں کے سبھی لوگ یہ استعمال کرتے ہیں قاصد نے کہا نہیں یہ وہاں کے صاحب ثروت لوگ کھاتے ہیں۔

یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مٹھائی کا ڈبہ اچھی طرح بند کیا اور فرمایا تمہارا اونٹ کہاں ہے جلدی سے لاؤ۔ ابھی واپس جاؤ یہ ڈبہ عتبہ بن فرقد کو واپس کرتے ہوئے کہنا۔ اللہ سے ڈرو جس قسم کے عمدہ کھانوں سے تم اپنا پیٹ بھرتے ہو وہ عام مسلمانوں کو بھی مہیا کرو۔

ایک روز امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے پارسا بیٹے عبداللہ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ بھنا ہوا گوشت کھا رہا ہے' یہ دیکھتے ہی غضبناک ہو کر فرمانے لگے امیر المومنین کا بیٹا گوشت کھا رہا ہے اور عام لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔

کیا روٹی اور نمک یا روٹی اور زیتون سے کام نہیں چل سکتا' کچھ خیال کرو قوم پر کیا بیت رہی ہے اور تم گھر بیٹھے مزے لے رہے ہو۔

ان کے دور خلافت میں ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا لوگوں پر فاقہ کشی کی نوبت آگئی' آپ نے اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا:

اونٹ کا گوشت پکا کر عمدہ قسم کی بوٹیاں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

آپ نے دریافت کیا یہ گوشت کہاں سے آیا:

آپ کو بتایا گیا آج جو اونٹ ذبح کیے گئے ہیں' یہ ان سے حاصل کیا گیا ہے۔

اسے فوری طور پر اپنے دسترخوان سے اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میرے لیے یہ کیسے مناسب ہو سکتا ہے کہ میں عمدہ گوشت کھاؤں اور لوگوں کے لیے ہڈیاں باقی رہ جائیں۔'' اپنے خادم اسلم سے کہا اسے لے جاؤ اور میرے لیے روٹی اور زیتون لے آؤ۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ میں تاخیر سے پہنچے' لوگوں نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا میرے پہننے کے لیے صرف ایک ہی کپڑوں کا جوڑا ہے اسے دھونے اور خشک کر کے پہننے کی وجہ سے دیر ہوئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی قمیص پہنے ہوئے دیکھا جس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے دور خلافت میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے دیکھا ان کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خود کٹھن زندگی بسر کرنے کا طریقہ اپنایا اور اپنے خاندان کے جملہ افراد کو بھی اسی ڈگر پر چلنے کی تلقین کی۔

ایک دفعہ خاندان کے جملہ افراد کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''خبردار اگر کسی نے میرے عہدے و منصب کی بنا پر کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو میں اسے سخت ترین سزا دوں گا:

پھر نہ کہنا کہ ہم بھول گئے ہمیں پتہ نہیں تھا''

ایک روز آپ بازار میں گشت کر رہے تھے ایک موٹے تازے اونٹ پر نظر پڑی۔ پوچھا یہ کس کا اونٹ ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کے بیٹے عبداللہ کا ہے۔ یہ سنتے ہی غصے سے آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا آپ نے گرجدار آواز میں کہا:

فوراً اسے میرے پاس حاضر کیا جائے!

انہیں اطلاع دی گئی' وہ دوڑے دوڑے آپ کی خدمت میں پیش ہوئے۔

آپ نے پوچھا عبداللہ یہ اونٹ تمہارے ہاتھ کیسے لگا؟ عرض کی ابا جان یہ اونٹ بڑا کمزور تھا میں نے اسے خرید کر چراگاہ میں بھیج دیا تاکہ یہ موٹا تازہ ہو جائے اور پھر میں اسے بیچ کر نفع حاصل کرسکوں۔

یہ سن کر آپ نے کہا ہاں تمہارے دل میں یہ ہوگا لوگ اسے چراگاہ میں دیکھ کر کہیں گے یہ امیر المومنین کے بیٹے کا اونٹ ہے۔ اسے خوب چرنے دو' اسے پانی پلاؤ' اس کی خدمت کرو!

سنو اسے بیچ کر جتنی اصل رقم تیری ہے' وہ لے لو باقی منافع کی جملہ رقم بیت المال میں جمع کرادو۔

ایک دفعہ دارالخلافۃ مدینہ منورہ میں مفتوحہ ممالک سے کافی مقدار میں مال آیا' امیر المومنین کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔

امیر المومنین اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔
اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے حقوق دینے کی تلقین بھی کی ہے۔

آپ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا: بیٹی میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے' یہ مسلمانوں کا مال ہے' میرا تو نہیں' آپ اپنے گھر جائیں اس میں سے آپ کو کچھ نہیں مل سکتا' جب بیت المال میں فراوانی آئی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام رعایا کے سالانہ وظائف مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

مردم شماری کے لیے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور مخرمہ بن نوفلؓ کو نامزد کیا کیونکہ یہ تینوں علم الانساب کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے ترتیب وار پہلے بنو ہاشم پھر آل ابی بکر اور تیسرے نمبر پر بنو عدی یعنی آل عمر کا فہرست میں اندراج کیا' آپ نے یہ فہرست دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: آل عمر

رضی اللہ عنہ کا تذکرہ وہاں کرو جہاں ان کا مقام آتا ہے۔ فہرست دوبارہ مرتب کرو:

خاندان کے افراد کو جب پتہ چلا تو وہ بڑے پریشان ہوئے، سرکردہ افراد وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش ہوئے اور کہا کہ ہمیں ہر معاملے میں پیچھے رکھا جاتا ہے، آپ کے خاندان کا فرد ہونا کیا جرم ہے؟۔

ان کی بات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تم میرے منصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مال کھانا چاہتے ہو؟
کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی نیکیاں تمہیں ہبہ کر دوں؟
اللہ کی قسم تمہیں اپنے مقام پر رہنا ہوگا، خواہ تمہارا نام سب سے آخر میں آئے۔''

ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ لوگ میری سختی سے نالاں وخوفزدہ ہیں اور یہ باتیں کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب عہد رسالت اور عہد صدیقی میں سخت گیری کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اب تو عنان حکومت ان کے اپنے ہاتھ میں ہے جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں وہ بالکل سچ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کا خادم اور ان کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھا، اگر آپ مجھے کسی پہ چلانا چاہتے تو چلتا، اگر نیام میں رکھنا چاہتے تو اسی حالت میں رہتا۔ آپ کا جب اس دنیا سے کوچ ہوا آپ مجھ پر راضی تھے۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔

عہد صدیقی میں بھی میرا یہی طرز عمل رہا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہوئے وہ مجھ پر راضی تھے میں ان کی رضا مندی کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔

لوگو! میری بات غور سے سنو جب مجھے مسند خلافت پر بٹھایا گیا، عنان حکومت کو میرے ہاتھ میں دیا گیا، تمہارے معاملات میرے سپرد کیے گئے، میری سختی نرمی میں بدل گئی، بلاشبہ ظالموں کے خلاف میرا رویہ سخت ہوتا ہے۔ لیکن شرفاء اور دیندار لوگوں کے لیے میں بہت نرم رویہ اختیار کرتا ہوں۔

* * *

لوگو! اللہ سے ڈرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے میری مدد کرو۔ حکومتی معاملات میں مجھے اچھے مشورے دیا کرو۔

تاجروں کے ایک قافلے نے مدینہ منورہ کے باہر اپنے خیمے نصب کیے' امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا' شام کے وقت حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور جائزہ لینے کے لیے خیموں کی طرف تشریف لے گئے۔ جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو آپ نے سرگوشی کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے کہا۔ ''آج رات کا کچھ حصہ ہم یہاں قیام کریں گے۔'' دونوں بیٹھے محو گفتگو تھے۔ کہ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ دبے پاؤں اس خیمے کی طرف گئے جہاں بچہ رو رہا تھا آپ نے اس کی والدہ سے کہا: ''اس بچے کو چپ کراؤ کیوں رو رہا ہے؟۔ اللہ سے ڈرو بچے کے ساتھ ہمدردی کا رویہ اختیار کرو''!

اس نے بچے کو تھپکی دی وہ خاموش ہوگیا۔ جب آپ دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے تو بچے کے رونے کی آواز پھر سنائی دی۔

جب اس طرح تین چار بار ہوا تو آپ نے سختی سے عورت کو کہا جس کا بچہ بلبلا رہا تھا عورت کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے امیر المومنین مخاطب ہیں۔ اس نے کہا بندہ خدا جاؤ اپنا کام کرو میں اس بچے کا دودھ چھڑا رہی ہوں تا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب کی طرف سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ نے پوچھا اس بچے کی عمر کتنی ہے۔

اس نے بتایا ابھی چند مہینے کا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ جو بچہ دودھ پینا چھوڑ دے اس کا حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی تو زاروقطار رونا شروع کر دیا' رونے کی وجہ سے قرآن حکیم کی قرات بھی نمازیوں کو واضح انداز میں سنائی نہ دے سکی۔

جب سلام پھیرا تو بلند آواز سے کہا:

عمر صد افسوس تو نے کتنے مسلمان بچوں کو موت کے منہ میں دھکیلا۔

اسی دن سے مدینے میں منادی کرادی گئی کہ کوئی بھی اپنے بچے کو جلدی دودھ نہ چھڑوائے، آج سے ہر نومولود کا وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ نیا رفاہی قانون نافذ کرنے کے لیے تمام صوبوں کے گورنروں کو پیغام لکھ کر بھیج دیا تا کہ پوری اسلامی ریاست میں فوری طور پر یہ قانون رائج کر دیا جائے۔

مدینہ منورہ میں جس سال قحط پڑا، امیرالمومنین کو بتایا گیا کہ مدینے کے باہر ایک خاندان بھوک سے تڑپ رہا ہے۔ آپ نے یہ بات سنتے ہی آٹے کے دو تھیلے اپنے کندھے پر رکھے، اپنے خادم اسلم کو ساتھ لیا، اسے زیتون کا ایک ڈبہ اٹھانے کو کہا: تیزی سے وہاں پہنچے ان کے لیے کھانا تیار کروایا اور انہیں اپنے ہاتھ سے کھلایا، جب وہ سیر ہو گئے تو اپنے خادم سے کہا کہ اونٹ لاؤ اور انہیں مدینے میں لے چلو اور اچھی جگہ رہنے کے لیے مہیا کرو اور خوراک کا مناسب انتظام کرو: رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے راتوں کو گشت کرنا امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عادت بن چکا تھا۔

ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی کہ رعایا کا معیار زندگی دن بدن بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے۔

ایک روز اپنے ساتھیوں سے اپنی دلی آرزو کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اگر میں زندہ رہا تو پورا سال اسلامی ریاست کا دورہ کروں گا۔ تا کہ میں خود ہر جگہ پہنچ کر لوگوں کے حالات معلوم کر سکوں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ صوبوں کے گورنر مجھے اپنی رعایا کے بارے میں مکمل معلومات بہم نہیں پہنچاتے لوگ خود بھی میرے سامنے آنے سے ہچکچاتے ہیں۔

”میرا دل چاہتا ہے کہ دو ماہ شام میں، دو ماہ جزیرہ میں، دو ماہ مصر میں، دو ماہ بحرین میں، دو ماہ کوفہ اور دو ماہ بصرے میں گذاروں۔ پھر فرمایا بخدا یہ سال میرے لیے کتنا اچھا ہوگا۔

امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو کسی صوبے کا گورنر نامزد

کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ نصیحت آموز تلقین کرتے ہوئے فرماتے:

''دیکھو میں نے تمہیں لوگوں کے خون بہانے اور ان کی عزتیں پامال کرنے کے لیے گورنر مقرر نہیں کیا۔ بلکہ تمہیں اس لیے یہ ذمے داری سونپی ہے۔ کہ نماز کا نظام قائم کرو ان کے درمیان مال تقسیم کرو عدل کی بنیاد پر ان کے فیصلے کرو۔

دیکھنا کبھی عمدہ اور دیدہ زیب سواری استعمال نہ کرنا۔
باریک لباس زیب تن نہ کرنا۔
عمدہ اور اعلیٰ قسم کا کھانا اپنے لیے منتخب نہ کرنا۔
کبھی اپنا دروازہ ضرورت مند لوگوں کے لیے بند نہ کرنا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا وہاں تمام صوبوں کے گورنر اور اعیان حکومت بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

''لوگو میں نے اپنے کارندے تمہاری طرف اس لیے نہیں بھیجے کہ وہ تمہاری گردنیں دبوچیں اور تم سے زبردستی تمہارے مال چھین لیں۔ میں نے تو انہیں تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ تمہیں تمہارا دین اور نبی اقدس ﷺ کی سنت سکھلائیں، اگر حکومت کا کوئی کارندہ تمہیں کوئی ناجائز تکلیف دینے یا دل آزاری کا باعث بنتا ہے، وہ مجھے اطلاع دے، مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں اس سے بدلہ لے کر دوں گا۔ یہ بات سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اٹھے، عرض کی امیر المومنین اگر کوئی گورنر اپنی رعایا میں سے کسی کو تادیبا کوئی سزا دیتا ہے کیا آپ اس سے بھی قصاص لیں گے۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔ ہم کس باغ کی مولی ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

''جس کی کمر پر میں نے کبھی کوڑا رسید کیا، بدلے کے لیے میری کمر حاضر ہے''

صوبے حمص کا ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہوا آپ نے وہاں کے گورنر عبداللہ بن قرط کے بارے میں پوچھا:

وفد نے کہا بہت ہی اچھے ہیں۔ رعایا کے ساتھ بڑا اچھا طرز عمل ہے۔ سب لوگ ان سے بہت خوش ہیں البتہ انہوں نے اپنی رہائش کے لیے بہت عمدہ مکان بنا رکھا ہے۔ یہ بات سنتے ہی امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اسی وقت ایک نمائندے کو یہ حکم دے کر حمص بھیجا کہ وہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے گورنر کی رہائش گاہ کے دروازے کو آگ لگا دینا' پھر اسے پکڑ کر میرے پاس لانا۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب یہ دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ کو اطلاع دی گئی آپ نے تین دن تک اسے انتظار میں رکھا۔ ملاقات نہیں کی۔ تیسرے روز حرہ مقام پر جہاں صدقے کے اونٹ اور بکریاں رکھی گئیں تھیں' ملاقات کا وقت دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کے گورنر کو دیکھتے ہی گرجدار آواز میں کہا۔ یہ لباس اتار کر چرواہوں کا لباس پہنو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چرواہوں کا لباس زیب تن کر لیا۔ دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا۔

''یہ اس لباس سے کہیں بہتر ہے جو تیرا باپ پہنا کرتا تھا۔''

پھر اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھما دی اور حکم دیا۔ ان اونٹوں اور بکریوں کی دیکھ بھال اور انہیں چرانا تمہاری ذمہ داری ہے۔

جب کئی دن یہ کام کرتے ہوئے گزر گئے تو اسے بلایا اور فرمایا۔

کیا میں نے تمہیں محل بنانے کے لیے حمص بھیجا تھا۔ اب وہاں جاؤ تمہارے لیے اتنی ہی سزا کافی ہے۔ آئندہ مجھے ایسی شکایت نہ ملے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ آپ نے اس کی حالت زار دیکھ کر پوچھا۔ کیا بات ہے روتے کیوں ہو؟ کس مصیبت میں گرفتار ہو؟ کیا بپتا آن پڑی؟ اس نے روتے ہوئے عرض کیا امیر المومنین میں مصر سے آیا ہوں۔ وہاں گورنر کے بیٹے محمد بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں میرا مقابلہ ہوا میں جیت گیا تو گورنر کے بیٹے نے میری کمر پر کوڑے برسانے شروع کر دیے۔ زخموں سے میری کمر چھلنی ہو گئی۔ کافی دیر تک وہ بے دریغ مجھے کوڑے مارتا رہا اور

یہ کہتا رہا کہ تمہاری یہ جرأت کہ سرداروں کی اولاد سے آگے بڑھ جائے۔ امیر المومنین بخدا زخموں سے درد کی ایسی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں کہ برداشت سے باہر ہے۔ نوجوان سے یہ درد بھری داستان سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے اور اسی وقت مصر کی طرف ایک قاصد روانہ کیا کہ وہاں کے گورنر عمرو بن عاص اور اس کے بیٹے کو لے کر آئیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ باپ بیٹا دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ ہم بھی وہاں بیٹھے تھے۔ امیر المومنین نے پوچھا۔ عمرو کا بیٹا کہاں ہے۔ اسے آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا۔ اچھا آپ ہیں سردار کے بیٹے۔

پھر اس مصری نوجوان سے کہا یہ کوڑا پکڑو اور اس کی پیٹھ پر پورے زور سے مارو! اسے پتہ چل جائے کہ سرداروں کے بیٹوں کی بے اعتدالیوں پر ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔ اس نوجوان نے بھی جی بھر کر اپنا بدلہ لیا' یہاں تک کہ صاحبزادے کی کمر سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک انداز میں فرماتے جا رہے تھے اور مارو اس سردار کے بیٹے کو! ذرا اس کے باپ کی بھی خبر لو جس کے مقام و مرتبہ پر مان کرتے ہوئے اسے یہ جرأت ہوئی۔

اس نوجوان نے کہا امیر المومنین بس اتنی ہی سزا کافی ہے' میرا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ آپ نے تاریخ میں عدل و انصاف کا ایک سنہری باب رقم کر دیا۔

امیر المومنین نے فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے عمرو بن عاص تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا رکھا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنم دیا تھا!

❀ ❀ ❀

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حمص کے دورے پر تشریف لے گئے' وہاں کے لوگوں نے گورنر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کا پنڈورا بکس کھول دیا۔

پہلی شکایت یہ کی۔ کہ لوگوں کے معاملات نپٹانے کے لیے دن چڑھے آتے ہیں۔

دوسری شکایت یہ کی۔ کہ رات کو یہ کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دیتے۔

تیسری شکایت یہ کی۔ کہ ہر مہینے میں ایک دن شام تک گھر سے ہی نہیں نکلتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے جواب طلبی کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ امیر المومنین میرا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ حقائق سے پردہ اٹھاؤں لیکن اب اس کے بغیر چارہ کار ہی کوئی نہیں۔ لہٰذا پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں میں صبح آٹا خود گوندھتا ہوں پھر تھوڑا انتظار کرتا ہوں تاکہ اس میں خمیر پیدا ہو جائے پھر روٹی پکاتا ہوں۔ ناشتہ کرنے کے بعد وضو کر کے لوگوں کے معاملات نپٹانے کے لیے چلا آتا ہوں۔ اس وجہ سے گھر سے نکلنے میں کچھ تاخیر ہو جاتی ہے۔ ساتھیوں نے جو میری دوسری شکایت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دن لوگوں کے لیے اور رات اپنے رب کے لیے مخصوص کر رکھی ہے۔ میں رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہوں۔ جہاں تک تیسری شکایت کا تعلق ہے کہ میں مہینہ میں ایک روز دن بھر گھر میں سے باہر نہیں نکلتا اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ میرے پاس پہننے کے لیے کپڑوں کا صرف ایک جوڑا ہے۔ جو مہینے میں صرف ایک دفعہ دھوتا ہوں۔ جب وہ خشک ہو جاتے ہیں۔ دن کے پچھلے پہر زیب تن کر کے ان کے پاس آ جاتا ہوں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا چہرہ اپنے متعین کردہ گورنر کے جواب سن کر خوشی سے تمتما اٹھا اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو ان کے اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق عطا کی۔

* * *

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر بنا کر بھیجا' انہوں نے سال بھر سرکاری خدمات سرانجام دیں لیکن اس دوران بیت المال کے لیے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں کچھ بھی نہیں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شک گذرا کہ کہیں گورنر مالی خیانت کا مرتکب نہ ہو چکا ہو۔ انے دربار خلافت

میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا۔ وہ امیر المومنین کا حکم سنتے ہی وہاں سے چل پڑے۔ ایک روز لوگوں نے مدینہ منورہ میں ایک پراگندہ حال شخص کو مدینے کی گلیوں میں چلتے ہوئے دیکھا۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ پورا جسم غبار آلود ہے۔ دائیں کندھے پر ایک تھیلا اور پیالہ اٹھایا ہوا ہے۔ بائیں کندھے پر ایک چھوٹا سا مشکیزہ ہے جس میں پانی ہے۔ اسی حالت میں دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

امیر المؤمنین اسلام علیکم

آپ نے وعلیکم اسلام کہا اور اسے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ تجھے کیا ہوا ہے؟

اس نے جواب دیا کیوں مجھے کیا ہونا ہے۔ آپ کو میں صحیح سالم نظر نہیں آ رہا۔ کیا میرے جسم کا خون پاکیزہ نہیں رہا۔ کیا آپ مجھ میں کوئی عیب دیکھ رہے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تمھارے پاس کیا ہے؟ دنیا کو اس کے کان پکڑتے ہوئے کھینچ کر لایا ہوں۔

یہ دیکھو میرے پاس ایک تھیلا ہے جس میں میرا زادراہ ہے۔ یہ ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں۔ یہ ایک پانی کا مشکیزہ ہے جس سے میں وضو بھی کرتا ہوں اور پیتا بھی ہوں۔ یہ میرے ہاتھ میں ایک لاٹھی ہے جس کے ساتھ میں بوقت ضرورت ٹیک لگا لیتا ہوں۔ اگر کوئی دشمن آڑے آ جائے تو اس سے اپنا دفاع بھی کرتا ہوں اور اس کی مرمت بھی۔ یہ میری کل دنیا ہے امیر المومنین۔

آپ نے پوچھا کیا تم حمص سے یہاں تک پیدل آئے ہو!

فرمایا ہاں پیدل آپ نے ارشاد فرمایا' آپ کسی کو کہتے تو وہ سواری کا انتظام کر دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ نہ انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور نہ میں نے ہی ان سے سوال کیا۔

یہ بات سنتے ہی امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حمص کا گورنر نامزد کرتے ہوئے فرمایا آپ کو وہیں جا کر خدمات سرانجام دینا ہوں گی۔

یہ سن کر انہوں نے نہایت مودبانہ انداز میں کہا۔ امیر المومنین میں معذرت چاہتا ہوں کسی اور مناسب ساتھی کی تقرری کر دیجیے میں اس منصب سے باز آیا۔

یہ تھے اس دور کے حکمران جن کے نام سن کر قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز جایا کرتے تھے۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم

* * *

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انتہا درجے کے ذہین و فطین تھے۔ ہر چیز کا بنظر غائر جائزہ لیتے۔ کبھی بھی سطحی انداز میں سوچ کر کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو کسی دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے سنا آپ نے اس سے پوچھا۔

کیا آپ نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔

کیا آپ دونوں کا کبھی باہمی جھگڑا ہوا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔

کیا آپ نے کبھی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی؟

اس نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ آپ نے کبھی مسجد میں رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم، فاضل، فقیہ اور دانشور تھے۔ بخاری اور مسلم میں ایک روایت مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ دودھ کا ایک پیالہ میرے ہاتھ میں اور میں اس سے دودھ نوش کر رہا ہوں۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا لیکن پیالہ ختم نہ ہوا، بقیہ دودھ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تھما دیا اور انہوں نے بڑی رغبت سے وہ دودھ پی لیا۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا خواب میں دودھ پینا حصول علم کی علامت ہے۔

* * *

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات معمول کا گشت کر رہے تھے۔ ایک گھر سے کسی خاتون کے اشعار پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے غور سے سنا وہ اپنے خاوند کو یاد کر رہی تھی۔ آپ نے تحقیقات کی تو پتہ چلا کہ اس خاتون کا خاوند جہاد پر گیا ہوا ہے۔ آپ یہ صورت حال معلوم کر کے چونک پڑے۔ اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ایک شادی شدہ جوان عورت خاوند کے بغیر کتنا عرصہ گزار سکتی ہے۔ انہوں نے شرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ایک ماہ، کبھی دو ماہ اور کبھی تین ماہ۔ چوتھا مہینہ اس کے لیے گزارنا بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ آپ نے فورا یہ قانون نافذ کر دیا کہ جو مجاہدین میدان جہاد میں مصروف کار ہیں اور وہ شادی شدہ ہیں۔ انہیں چوتھے ماہ لازما سرکاری چھٹی دی جائے۔ ایک روز آپ نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے بیٹے کی جدائی میں روتے دیکھا تو آپ نے یہ قانون نافذ کر دیا کہ ایسا نوجوان جس کے والدین بوڑھے ہو چکے ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر میدان جہاد کی طرف روانہ نہ ہوں۔

* * *

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں چار بنیادی خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ شجاعت، عدل، تقوی اور استقامت۔ ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے وہ ایک کامیاب حکمران تھے۔ ان کا نام سن کر بڑے بڑے جری بہادر بھی کانپ جاتے تھے۔ کھانے، لباس اور رہائش میں انتہا درجے کی سادگی تھی۔ مجلس میں جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ امور سلطنت سر انجام دینے کے لیے کوئی خاص مسند نہیں بنائی تھی۔ رات کو گشت، دن کو رعایا کے حالات کا جائزہ لینا آپ کے معمول میں شامل تھا۔ ایک روز آپ نے ایک بوڑھی عورت کو سامان کی گٹھڑی سر پہ اٹھائے ہوئے دیکھا کہ وہ اس کے بوجھ سے کراہ رہی ہے۔ آپ آگے بڑھے۔ اس کا سامان اپنے سر پر اٹھایا اور اسے اپنی منزل

پر چھوڑ آئے۔ بڑھیا نے خوش ہو کر دعا دی اور کہا عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ تجھے خلیفۃ المسلمین ہونا چاہیئے تھا۔

اللہ اکبر و للہ الحمد

* * *

ایک رات امیر المومنین معمول کے مطابق گشت پر تھے۔ ایک جھونپڑی سے کسی عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ قریب جا کر دیکھا کہ مرد جھونپڑی کے باہر پریشان حال بیٹھا ہے آپ صورتحال سمجھ گئے۔ کہ یہ مرد عورت کا خاوند ہے اور عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ جلدی اپنے گھر گئے' اپنی بیوی ام کلثوم کو صورت حال سے آگاہ کیا کہ بیچاری خاتون اکیلی ہے۔ کوئی اس کے پاس سنبھالنے والی عورت نہیں۔ وہ بات سنتے ہی تیار ہو گئیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کھانے پینے کی اشیاء اپنے کندھے پر اٹھا لیں۔ ایک دیگچی بھی ساتھ لے لی۔ خاتون اول ام کلثوم کو جھونپڑی کے اندر بھیج دیا اور خود کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جھونپڑی کے باہر بیٹھا شخص حیرت بھرے احساسات کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی خاتون اول ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو بیٹا عطا کیا ہے۔

جھونپڑی والے نے جب امیر المومنین کے الفاظ سنے تو دہشت زدہ نگاہوں سے ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا اور خود کلامی کے انداز میں کہنے لگا۔

حیرت کی بات ہے امیر المومنین میری کٹیا پر۔

اللہ اکبر و للہ الحمد

* * *

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلافت کے بارِ گراں نے بہت زیادہ محتاط بنا دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت کی معمولی فروگزاشت قوم کے لیے بہت سی خرابیوں کا باعث ہو سکتی تھی۔ اور لوگ معمولی لغزش کو بنیاد بنا کر طرح طرح کے افسانے اختراع

کر لیتے۔ عمال و حکام کی جانب سے بھیجے گئے تحائف قبول کرنے سے قطعی اجتناب کرتے اگر کوئی کبھی یہ جرأت کرتا تو آپ اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے۔ ایک دفعہ آپ گھر تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا ہے۔ بیوی سے پوچھا یہ کہاں سے آیا۔ بتایا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔ اسی وقت قالین رول کیا اٹھایا غصے سے باہر نکلے اور وہ قالین ابوموسی کے سر پر دے مارا۔ امیر المومنین کی زوجہ محترمہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کی بیگم کے لیے عمدہ عطر بھیجا اس کے جواب میں ہیرے اور جوھرات تحفہ کے طور پر بھیجے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ جو جوھرات شاہ روم کی بیگم نے بھیجے ہیں وہ سب بیت المال میں جمع کرا دیئے۔ اور اپنی بیگم کو کچھ معاوضہ دے کر مطمئن کر دیا۔

ایک دفعہ آپ کو رقم کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے بطور قرض اتنی رقم مہیا کر دیں۔ انہوں نے کہا امیر المومنین آپ اپنی ضرورت کے مطابق قرض بیت المال سے کیوں نہیں لے لیتے۔ فرمایا مجھے اندیشہ ہے اگر میں ادائیگی سے پہلے فوت ہو گیا تو کوئی میرے ورثاء سے مطالبہ نہیں کرے گا اور یہ میرے سر پر بوجھ رہے گا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص سے قرض پکڑ لوں تا کہ وہ میرے بعد بھی میرے ورثاء سے تقاضا کر سکے۔

ایک روز صدقے کے اونٹوں کے جسم پر تیل مل رہے تھے۔ کسی نے یہ منظر دیکھ کر کہا امیر المومنین اس کام کے لیے کسی خادم کو حکم دے دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر اور کون خادم ہو سکتا ہے؟ قوم کا سردار دراصل اس کا خادم ہی ہوا کرتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں جہاں سختی پائی جاتی تھی وہاں نرمی بھی بہت زیادہ تھی۔ وہ اپنے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں۔ ”بخدا میرا دل اللہ کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔“ یہ دونوں کیفیات محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دل میں پیدا ہوتی تھیں۔

ایک دن عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ اور نصر بن قیس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عیینہ نے کہا امیر المومنین آپ عدل و انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ یہ بات سن کر آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ قریب تھا کہ اسے سزا دینے کے لیے ہاتھ اٹھاتے۔ لیکن اس کے ساتھی نے صورت حال دیکھتے ہوئے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی۔

خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين۔
''معاف کیجئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے درگزر کیجئے''

اور ساتھ ہی کہا امیر المومنین یہ جاہل ہے۔ جنگلی ہے۔ گنوار ہے۔ اسے معاف کر دیں یہ سنتے ہی آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ خلیفہ المسلمین کی حیثیت سے آپ کا رعب و دبدبہ پوری دنیا میں پھیل چکا تھا۔ لیکن طبیعت کی سادگی کا یہ عالم تھا۔ کہ قیصر و کسریٰ کے سفیر آتے، انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ امیر المومنین کون ہیں۔ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کروں اور عام لوگ غربت و افلاس اور تنگی کے ساتھ گزر بسر کر رہے ہوں تو پھر مجھ سے بڑھ کر برا کون ہوگا؟

واقعی انہوں نے بعد میں آنے والے مسلمان حکمرانوں کے لیے ایک مثالی نمونہ بن کر دکھلا دیا۔

* * *

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جھوٹی نبوت کا دعوے کرنے والوں، مرتدوں اور منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع کرنے کے بعد فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ تریسٹھ سال کی عمر گزارنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ وفات سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کا حکم صادر فرما دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کی طرف توجہ دی۔ جس طرف بھی لشکر فاروقی نے رخ کیا۔ ملک اور علاقے

سرنگوں ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک عہد فاروقی میں اسلامی سلطنت کا رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تک وسعت اختیار کر گیا۔ جس میں شام، مصر، عراق، ایرانی، جزیرہ، خوزستان، آرمینیہ، آذربائیجان، کوفہ، بصرہ، یمن، حمص، مدائن، اصفہان، میسان، موصل، کرمان، خراسان اور مکران بلوچستان جیسے مشہور و معروف شہر اور ممالک شامل ہیں۔ یہ سب اسلامی سلطنت کے تابع ہو گئے۔ نظام حکومت کو چلانے کے لیے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن عامر رضی اللہ عنہ، عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ، یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ، علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ، نعمان بن مقین رضی اللہ عنہ، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ، عمر بن سعد رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جیسے ماہرین امور سیاست کو مختلف صوبہ جات کا نظم سنبھالنے کے لیے افسران بالا کی حیثیت سے متعین کیا تھا اور ان کا معقول معاوضہ مقرر کیا گیا تھا تاکہ فکر معاش سے بے نیاز ہو کر امور مملکت چلانے میں دلچسپی لیں۔ یورپین ممالک نے اس نظام کو اپنایا اور خوشحالی کے راستے پر گامزن ہوئے۔ لیکن ایشیائی ممالک اس راز کو نہ پا کر رشوت، لوٹ کھسوٹ، بے چینی اور بدامنی کا گہوارہ بن گئے۔

* * *

عہد فاروقی میں تاریخ اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سالار لشکر کے عالی مقام منصب سے معزول کر کے امین امت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے تابع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے حسابات دربار خلافت میں نہیں بھیجا کرتے تھے۔ جب انہیں حسابات ارسال کرنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں عہد صدیقی میں اسی طرح کرتا رہا ہوں اب بھی اسی طرز پر چلوں گا۔ ایک موقع پر انہوں نے دس ہزار درہم ایک شاعر کو عنایت کر دیے۔

امیر المومنین کو پتہ چلا تو اسی وقت قاصد بھیجا جس میں یہ تحریر تھا کہ اگر خالد بن ولید نے یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو فضول خرچی کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر بیت المال سے دی ہے تو یہ صریحاً خیانت ہے۔ لہٰذا دونوں صورتیں قابل مواخذہ ہیں۔ لہٰذا انہیں ان کے منصب سے معزول کیا جاتا ہے۔ انہیں معزول کرنے کی ایک تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ دن بدن لوگوں کے ذہنوں میں یہ تاثر گہرا ہوتا جا رہا تھا کہ فتوحات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ولولہ انگیز قیادت اور جنگی مہارت کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ یہ تاثر کہیں فتنے کی صورت اختیار نہ کر لے۔ لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید سے کہیں یقین ہی نہ اٹھ جائے۔ اس لیے امیر المومنین نے ضروری سمجھا کہ عوام الناس کے ذہن بدل کر اللہ کی طرف مبذول کیے جائیں کہ فتح و نصرت اللہ کے قبضے میں ہے۔ جب حضرت خالد بن ولید دار الخلافہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین سے ملاقات کر کے ان کی خدمت میں یہ شکوہ کیا کہ آپ میرے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ خالد آپ میرے نزدیک قابل احترام ہیں۔ آپ سے مجھے محبت ہے۔ آپ دل گرفتہ نہ ہوں۔ میں نے صرف تمہیں اس لیے معزول کیا ہے کہ کہیں لوگ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ اور ساتھ ہی تمام صوبوں میں سرکاری چٹھی ارسال کر دی ہے، جس میں یہ تحریر تھا کہ خالد بن ولید کو کسی خیانت یا بے اعتدالی کے ارتکاب کی بناء پر معزول نہیں کیا گیا بلکہ ان کی قیادت میں فتوحات کی بناء پر لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہ فتوحات ان کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ اور میں لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فتوحات صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضل و کرم کا نتیجہ ہیں۔

ان کو معزول کرنے میں صرف یہی مصلحت کار فرما ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ توحید متزلزل نہ ہو۔

جلیل القدر صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایرانی غلام تھا۔ جس کا نام فیروز تھا اور کنیت ابولولوء۔ ایک روز اس نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرا مالک مجھ سے بہت زیادہ ٹیکس لیتا ہے۔ آپ نے پوچھا روزانہ کتنی رقم

ادا کرتے ہو۔ اس نے بتایا روزانہ دو درہم ادا کرتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا۔ کام کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا میں لکڑی اور لوہے پر نقش نگاری کا کام کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اتنے اچھے کاریگر ہو روزانہ دو درہم کی ادائیگی تو معمولی بات ہے، جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ جواب سن کر اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے گھر جاتے ہی خنجر تیار کیا، دوسرے روز نماز فجر کے وقت زہریلا خنجر بغل میں دبا کر مسجد نبوی میں آیا۔ امیر المومنین جماعت کرانے کے لیے مصلے پر تشریف لے آئے۔ پہلی رکعت ابھی شروع ہی کی تھی کہ اس ناہنجار فیروز نامی شخص نے آگے بڑھ کر خنجر کے پے در پے وار کیے۔ ایک وار ناف کے نیچے کیا۔ جس کا زخم بہت گہرا تھا۔ آپ نے نڈھال ہو کر گرنے سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ہاتھ پکڑ کر مصلے پر کھڑا کیا۔ خود چکرا کر گر پڑے۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے، نماز سے فراغت کے بعد آپ کو وہاں سے اٹھایا۔ خون بہت بہہ چکا تھا آپ نے پوچھا میرا قاتل کون ہے؟ آپ کو جب بتایا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ مجھ پر حملہ کرنے والا اسلام کا دعوے دار نہیں۔ وہ خنجر لہراتا ہوا دوسروں کو زخمی کرتا ہوا وہاں سے بھاگا۔ لیکن اسے پکڑ لیا گیا مگر اس نے خودکشی کر لی۔

امیر المومنین نے اپنی نازک ترین حالت دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ ابھی اسی وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس جاؤ اور ان سے رسول اقدس ﷺ کے پہلو میں مجھے دفن کرنے کی اجازت لو۔ وہ بھاگے بھاگے وہاں پہنچے دیکھا کہ وہ یہ خبر سن کر رو رہی ہیں۔ سلام عرض کیا اور پھر امیر المومنین کا پیغام دیا۔ انہوں نے فرمایا۔ یہاں میں دفن ہونا چاہتی ہوں۔ لیکن میں عمر کو اپنے آپ پر ترجیح ویتی ہو۔ عبداللہ بن عمر واپس آئے۔ پوچھا کیا پیغام لائے ہو۔ عرض کی جو آپ کی دلی رغبت تھی وہ منظور کر لی گئی ہے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ کھل اٹھا۔ فرمایا میری یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔ آپ نے کسی ایک شخص کو خلیفہ نامزد کرنے کی بجائے چھ افراد پر مشتمل بورڈ تشکیل دے دیا اور رعایا کو اختیار دے دیا کہ ان سے کسی ایک کو اپنا حکمران منتخب کر لینا۔ اس بورڈ میں حضرت علی، حضرت عثمان حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی

وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اپنے بیٹے عبداللہ سے پوچھا۔ میرے ذمہ کتنا قرض ہے۔ بتایا گیا' چھیاسی ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا میرا متروکہ مال بیچ کر یہ قرض ادا کر دیا جائے۔ لہٰذا آپ کا مکان جو مسجد نبوی کے بالکل متصل تھا' امیر معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ بیچ کر قرض کی رقم ادا کر دی گئی۔ زخم آنے کے تین روز بعد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی ملک عدم ہو کر جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے!

* * *

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں

(۱)- اللهم انی غلیظ فلینی۔ اللهم انی ضعیف فقونی۔ و ان العرب جهل انف وقد اعطیت خطامه الاو انی علی المحه۔
الٰہی میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ الٰہی میں کمزور ہوں۔ مجھے طاقت ور بنا دے۔ ہاں عرب لوگ سرکش اونٹ ہیں۔ جن کی مہار میرے ہاتھ میں تھما دی گئی ہے لیکن میں انہیں سیدھے راستے پر چلاؤں گا۔

(۲)-انی اعلم انك حجر وانك لاتضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول الله یقبلك ما قبلتك۔
میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع۔ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

(۳)-والله لان قلبی فی الله حتی لهو الین من الزبد ولقد اشد قلبی فی الله لهو اشد من الحجر۔
اللہ کی قسم میرا دل اللہ کے بارہ میں نرم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ البتہ میرا دل جب اللہ کے لیے سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

(۴)-من آراد ان تثکله امه و تایم عرسه فلیلقنی خلف هذا الوادی۔

جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے۔ اور اس کی بیوی رانڈ ہو جائے تو وہ مجھے اس وادی کے پیچھے آ کر مل لے۔

(۵)-ياايهاالناس انى والله مارسل عمالى اليكم ليضربوا ابشاركم ولا لياخدوا اصوالكم ولكنى ارسلهم اليكم ليعلموكم دينكم وسننكم ويقضو بينكم بالحق ويحكموا بينكم بالعدل فمن فعل به شئى سوى ذالك فليرفعه الى فوالذى نفس عمر بيده لا قصنه منه۔

(۶)-انى دعوتكم لتشاركونى امانته ماحملت من اموركم فانى واحد كاحدكم، وانتم اليوم تقرون بالحق خالفنى من خاننى ووافقنى من وافقنى، ولست اريد ان تتبعوا هواى فمعكم من الله كتاب ينطق بالحق فوالله لئن كمت نطقت بامر اريده فماريد الا الحق۔

(۷)-لست بالخب ولا الخب يخدعنى۔

(۱)

ایک شخص نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص گناہ کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ گناہ کرتا نہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ تو آپ نے اسے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

الذين يشتهون المعصيته ولا تعملون بها اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة و آجر عظيم۔

(۹)-نومسلموں کی تالیف قلبی کے لیے مالی تعاون کے سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے امیر المومنین نے ارشاد فرمایا۔

لقد كان رسول الله يعطيهم، والاسلام يومئذ ضعيف اما اليوم فقد اعزالله دينه واعلى كلمته فمن شاء فليو من ومن

شاء فلیکفر، ولن یتسع هذا الدین الا لمن ید خله راغبا مومنا۔

(۱۰)-من اراد ان یسال عن القران فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسال عن الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان یسال من الفقه فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان یسال عن المال فلیاتنی فان الله جعلنی خاز ناوقاسما۔

جو قرآن کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جو وراثت کے مسائل دریافت کرنا چاہتا ہے وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جو فقہی مسائل معلوم کرنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جو مالیات کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے خازن اور قاسم بنایا ہے۔

(۱۱)- جب کسی کو صوبے کا گورنر بنا کر روانہ کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتے۔

انی لم استعملك على دماء المسلمین ولا علی اعراضهم ولکنی استعملتك لتقیم فیهم الصلوٰة وتقسم بینهم وتحکم فیهم بالعدل لا ترکب دابة مطهمة ولا تلبس ثوبا دقیقا لا تاکل طعاما رافها۔ ولا تخلق بابك دون هوائج الناس۔

میں نے تجھے مسلمانوں کی جان اور عزت کی پامالی کے لیے گورنر مقرر نہیں کیا۔ میں نے تجھے اس لیے مقرر کیا ہے تاکہ تم ان میں نماز قائم کرو۔ ان کے درمیان مال تقسیم کرو اور عدل وانصاف سے ان کے فیصلے کرو۔ دیکھنا کہیں اعلی عمدہ سواری پہ سوار نہ ہونا۔ باریک لباس زیب تن نہ کرنا۔ زیادہ عمدہ لذیز کھانا تناول نہ کرنا اور ضرورت مند لوگوں کے لیے اپنا دروازہ بند نہ کرنا۔

(۱۲) ایمان قبول کرنے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بابی انت تو امی یارسول الله ما یحبسك فوالله ما ترکت مجلسا کنت اجلس فیه بالکفر الا اظهرت فیه الایمان غیر هائب و لا خائف الا اننا لن نعبد الله سرا بعد الیوم۔

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کوئی آپ کو نہیں روکے گا۔ اللہ کی قسم میں جس مجلس میں بحالت کفر بیٹھا کرتا تھا وہاں بلا خوف وخطر ایمان کا برملا اظہار کروں گا۔ آج کے بعد ہم اللہ کی عبادت چھپ کر نہیں کریں گے۔

(۱۳)-لقد کنا ولسنا شیئا مذکوره حتی اعزناالله بالاسلام فاذا ذهبنا نلتمس العزفی غیرنا ذللنا۔

ہم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے۔ یہاں تک کہ اسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا کی۔ جب ہم عزت کسی اور جگہ تلاش کریں گے تو رسوا ہو جائیں گے۔

(۱۴) بعض اوقات خود کلامی کے انداز میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

کنت و ضیعا فرفعك الله وکنت ضالاً فهداك الله وکنت ذلیلا فاعزك الله فماتقول لربك غدا اذا اتیته؟

تو کمتر تھا تو اللہ نے تجھے بلندی عطا کی تو گمراہ تھا اللہ نے تجھے ہدایت دی۔ تو رسوا تھا اللہ نے تجھے عزت دی۔ تو کل جب اپنے رب کے سامنے جائے گا تو کیا جواب دے گا۔

(۱۵) ایک روز حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یا عبد الرحمان لقد لنت للناس حتی خشیت الله فی اللین ثم اشتددت حتی خشیت الله فی الشده وایم الله لانا اشد منهم فرقا و خوفا فاین المخرج ؟

اے عبدالرحمٰن! میں لوگوں کے لیے نرم خو ہوں۔ یہاں تک کہ اس نرمی میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ پھر سخت گیر بھی ہوں اور اس سختی میں بھی اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے زیادہ اپنے دل میں خوف وخشیت رکھتا ہوں۔ اب جائے فرار کہاں ہے؟

(۱۶) اپنی وفات سے چند لمحات پہلے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا۔

یا عبد الله خذ راسی من الوساده وضعه فوق التراب لعل الله ينظر الى فير حمنی۔

بیٹے عبداللہ میرا سر تکیے سے پکڑو اور اسے مٹی پر رکھ دو۔ شاید اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھے تو مجھ پر رحم کھا جائے۔

(۱۷) صلح حدیبیہ کا معاہدہ دیکھتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سرور عالم رسول معظم ﷺ نے اس انداز میں گفتگو کی۔

یارسول الله السنا علی الحق و هم علی الباطل؟

قال الرسولؐ ۔ بلی۔

قال عمرؓ۔ الیس قتلانا فی النجنة و قتلا هم فی النار ؟

قال الرسولؐ بلی۔

قال عمرؓ فعلام نعطی الدنية فی دیننا و نر جع و لما یحکم الله بیننا و بینهم۔

قال الرسولؐ۔ ابن الخطاب۔

انی رسول الله ولن لیضیغی الله ابدا۔

یارسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں بالکل۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں؟

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر ہم دین کے معاملے میں کمزوری کیوں دکھلائیں اور پلٹا کیوں کھائیں۔

تا آنکہ اللہ ہمارے اوران کے درمیان فیصلہ صادر فرمادے۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے خطاب کے فرزند۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

(۱۸) امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انی قد نهیت الناس عن کذا و کذا وان الناس ینظرون الیکم کما ینظر الطیر الی الحم فان وقعتم و قعوا وان هبتم هابوا انی والله لا اوتی برجل منکم وقع فیمانهیت الناس عنه الا ضاعفت له العذاب لمکانه منی فمن شاء منکم فلیتقدم و من شاء فلیتأخر۔

میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے منع کیا ہے۔ لوگ تمھاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے۔ اگر تم مرتکب ہوئے تو وہ بھی ارتکاب کریں گے اگر تم ڈر گئے تو وہ بھی ڈر جائیں گے۔

اللہ کی قسم اگر تم نے کسی ایسے کام کا ارتکاب کیا جس سے میں نے لوگوں کو منع کیا ہے تو اسے دوگنی سزا دوں گا یہ دوہری سزا اسے میرے ساتھ تعلق کی بنا پر ہوگی۔ اب تم میں سے جو چاہتا ہے آگے بڑھے اور جو چاہتا ہے پیچھے ہٹ جائے۔

(۱۹)- ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مختلف علاقوں سے بہت مال آیا تو آپ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ نے مطالبہ کرتے ہوئے کہا۔

یاامیر المومنین حق اقار بك فی هذا المال فقد اوصی الله بالاقربین۔

قال۔ یابنیة حق اقربائی فی مالی اما ھذا فمال المسلمین قومی الی بیتك۔

اے امیر المومنین اس مال میں آپ کے قریبی رشتہ داروں کا حق ہے اللہ تعالیٰ نے بھی رشتہ داروں کے بارے میں وصیت کی ہے۔ فرمایا بیٹی میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے یہ تو مسلمانوں کا مال ہے۔ آپ اپنے گھر جایئے۔

(۲۰)-من استعمل رجلا لمودة او قرابه لا یحمله علی استعماله الا ذالك فقد خان اللہ و رسوله و المومنین۔

جس نے کسی شخص کو ذاتی مراسم یا قرابت داری کی بنا پر کوئی منصب عطا کیا اور اس کی تقرری اس تعلق داری کے علاوہ کسی ذاتی خوبی کی بناء پر نہیں کی تو گویا اس نے اللہ، رسول اور مومنوں سے خیانت کا ارتکاب کیا۔

(۲۱)-جب امیر المومنین شام تشریف لے گئے۔ آپ کے سامنے رنگ برنگے کھانے رکھے گئے۔ ان کا مزہ چکھنے کی بجائے رونا شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ فرمانے لگے۔

کل ھذا لنا وقد مات اخواننا فقراء لا یشبعون من خبز الشعیر۔

یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے اور ہمارے بھائی غربت و فقر کی حالت میں فوت ہو گئے انہوں نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(۲۲)-انی انزلت نفسی من ما اللہ منزلة مال الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف فان ایسرت قضیت۔

میں اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے مال کے حوالے سے یتیم کے مال کے درجے پر اتار لیا ہے۔ اگر میں غنی ہوا تو یہ مال لینے سے بچوں گا اور اگر ضرورت مند ہوا تو معروف طریقے سے دستور کے مطابق کھاؤں گا۔ اگر میرے لیے فراوانی ہوئی تو لیا ہوا مال ادا کر دوں گا۔

مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فاروق اعظمؓ مرادِ رسولؐ:

۱-عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ "اللهم اعز الاسلام باحب الرجلين اليك بابی جهل او بعمر بن الخطا" (ترمذی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الٰہی :و اشخاص میں سے جو تجھے پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا کر۔ وہ ابوجہل ہو یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

علم کا اعزاز:

۲-عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ بينا انا نائم بقدح لبن فشربت منه حتى انى لارى الرى يجرى فى اظفارى ثم اعطيت فضلى عمر بن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول الله قال العلم۔ (بخاری۔ مسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درانحالیکہ میں سویا ہوا تھا، بحالت خواب میں نے پیالے سے دودھ پیا میں نے تازگی دیکھی کہ وہ میرے ناخنوں میں بھی رواں دواں ہے۔ پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ اس خواب کی آپ نے تعبیر کیا کی ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔

فرشتوں کی شادمانی:

۳-عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اتانی جبریل فقال قدا ستبشر اهل السماء باسلام عمر۔

(مستدرك حاكم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تمام آسمان والے خوش ہیں۔“

لسان رسالت کی پیشین گوئی:

۴-ان النبی ﷺ رای علی عمر ثوبا ابیض فقال له‘ البس جدیدا وعش حمید ومت شهیدا۔

(مسند امام احمد‘ ابن ماجه)

نبی اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفید کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا نیا کپڑا پہنو‘ اچھی زندگی گذارنا‘ شہادت کی موت مرنا۔

قاطع فتنہ وفساد:

۵-قال عمر جئت رسول الله ﷺ ذات یوم ورسول علیه وسلم جالس وقد اجتمع علیه الناس فجلست فی آخرهم فقال رسول الله ﷺ لا تصیبنکم فتنة مادام هذا فیکم“۔

(بحواله المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس لوگ جمع تھے‘ میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا‘ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا۔ جب تک تم میں یہ ہوگا تم کسی فتنے میں مبتلا نہیں ہوگے۔

دعائے رسولؐ:

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ ضرب صدر عمر بیده حین اسلم ثلاث مرات وهو یقول' اللهم اخرج مافی صدر عمر من غل وابدله ایمانا"۔ (بحواله الاوسط للطبرانی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کے سینے پر اس وقت تین بار ہاتھ مارا جب اس نے اسلام قبول کیا آپ فرما رہے تھے الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کے سینے سے کینہ نکال دے اور اس کے بدلے ایمان پیدا کر دے۔

غلبہ اسلام:

۷-عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ "اللهم اعز السلام بحمر بن الخطاب"۔

(بحواله المعجم الکبیر للطبرانی' مستدرک حاکم)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ الٰہی عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا کر۔

عظمت فاروق رضی اللہ عنہ:

۸-عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال لعمر یا اخی اشرکنا فی صالح دعاءك ولا تفسنا"۔ (مسند امام احمد' ابن ماجه)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بھائی اپنی اچھی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا' ہمیں بھول نہ جانا۔

ہر دو صائب:

۹-عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ان فی السماء ملکین احدهما یامره بالشدة وآخر یامر باللین

وکل مصیب جبریل ومیکائیل ونبیان احدهما یامر باللین والاخر بالشدة وکل مصیب ابراهیم و نوح ولی صاحبان احدهما یامر باللین والاخر یامر بالشدة وکل مصیب ابوبکر و عمر۔ (اخرج الطبرانی' باسناد رجاله ثقات)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں دو فرشتے ہیں۔ ایک سختی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی سے' ان میں سے ہر ایک درست ہے۔ وہ جبریل اور میکائیل ہیں۔ کائنات میں دو نبی تھے۔ ایک نرمی سے حکم دیتا تھا اور دوسرا سختی سے' ان میں سے ہر ایک درست تھا وہ ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام تھے۔ میرے دو صحابی ہیں ایک نرمی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی سے یہ دونوں درست ہیں۔

یہ ابوبکر صدیق اور عمر بن خطابؓ ہیں۔

دربار رسالت کے منظور نظر:

۱۰-قال رسول الله ﷺ لا بی بکرو عمر لو اجتمعتما فی مشورة ما خالفتکما۔ (مسند امام احمد' باسناد رجاله ثقات)

رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورے میں اکٹھے ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔

اعتراف خدمت:

۱۱-عن ابی اروی الدوسی قال کنت عندالنبی ﷺ فاقبل ابوبکر و عمر فقال الحمد لله الذی ایدنی بکما'۔

(بحواله الکبیر والاوسط للطبرانی' باسناد رجاله ثقات)

ابواروی دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی اقدس ﷺ کے پاس تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہارے ذریعے میری تائید کی'

۱۲-عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال وافقت ربی فی ثلاث فقلت یارسول الله لواتخذت من مقام ابراهیم مصلی فنزلت (واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی) وقلت یارسول الله یدخل علیك البروالفاجر فلو امرت امهات المومنین یحتجبن فنزلت ایه الحجاب واجتمع نساء النبی ﷺ فی الغیرة فقلت لهن عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن فنزلت اية کذالك۔ (اخرجه البخاری و مسلم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میرے رب نے **تین مقامات پر میری موافقت کی' میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ کاش آپ** مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی۔

مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔

اور میں نے کہا یارسول اللہ آپ کے پاس بھلے برے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اگر آپ امہات المومنین کو حکم دیں کہ وہ پردہ کریں تو پردے کی آیت نازل ہوگئی۔

نبی ﷺ کی بیویاں اکٹھی ہوئیں تو میں نے ان سے کہا ''ہوسکتا ہے کہ اس کا رب تمہیں طلاق دلا دے اور اس کے لیے تم سے بہتر بیویوں کو بدل دے تو آیت بالکل انہیں الفاظ میں اتری'' (بحوالہ بخاری۔ مسلم)

۱۳-عن انس رضی الله عنه ان رجلا سال النبی ﷺ عن السناعة فقال متی الساعة قال وماذا اعددت لها؟ قال لاشئی الا انی احب الله ورسوله ﷺ فقال انت مع من احببت قال انس فما فرحنا فرحاً بقول النبی ﷺ انت مع من احببت قال انس فانا احب النبی ﷺ وابا بکر و عمر وارجو ان اکون معهم بحبی ایاهم وان لم اعمل بمثل اعمالهم۔ (رواه البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے لیے تیاری کیا کی ہے؟ اس نے کہا اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ”آپ اسی کے ساتھ ہوں گے جس سے آپ کو محبت ہے۔“

حضرت انس کہتے ہیں کہ ہمیں کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہوئی ”انت مع من احببت“ کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں نبی ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ میری محبت کی وجہ سے مجھے ان کی رفاقت نصیب ہو اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں۔

(بحوالہ بخاری)

۱- مسند امام احمد	۵۳/۲
۲- ابن ماجہ	۵۲/۱
۳- المستدرک حاکم	۸۷/۳
۴- الاستیعاب	۱۴۷/۳
۵- کنز العمال	۵۷۳/۱۱
۶- مجمع الزوائد	۷۰-۶۶/۹
۷- فتح الباری	۳۷-۳۶/۷
۸- صحیح مسلم	۱-۴-۱۰۳/۲
۹- صحیح ابن حبان	۲۰۹/۱
۱۰- تحفۃ الاحوذی مناقب عمر	۱۸۲/۱۰
۱۱- طبقات ابن سعد	۲۷۳/۳
۱۲- سیرۃ ابن ہشام	۲۱۰/۴

۱۳-تفسیر الطبری	۱۴۱/۱۰
۱۴-فتح القدیر شوکانی	۳۸۱/۲
۱۵-تفسیر المنار	۸۳/۱۰
۱۶-حلیۃ الاولیاء	۴۲/۱
۱۷-صفۃ الصفوۃ	۱۱۲/۱
۱۸-الفاروق	شبلی نعمانی۔
۱۹-فضائل الصحابۃ	امام احمد بن حنبل
۲۰-عبقریۃ عمر رضی اللہ عنہ	عباس محمود عقاد
۲۱-دار الصحابہ شوکانی	مناقب عمر بن الخطابؓ

خلیفہ سوم

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

الٰہی میں عثمانؓ پہ راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

عثمانؓ کو آج کے بعد کوئی عمل بھی نقصان نہیں دے گا۔

(فرمان نبویؐ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سرخ وسفید رنگ، میانہ قد، خوش منظر چہرہ، ستواں ناک، ہموار دانت جن پہ سونے کا خول چڑھا رکھا تھا، چوڑا سینہ، گھنی بارعب داڑھی، دراز گیسو جن کے سرے کانوں کی لو تک پہنچتے، ریشم کی طرح ملائم اور دیدہ زیب کلائیاں جن پر سنہری بالوں کی بہتات، بیدار مغز، روشن خیال، علم الفرائض کے ماہر، صداقت، امانت، زہد، حیاء، ایثار، فیاضی اور خشیت الٰہی کے خوگر، نرم دل ایسے کہ جب کبھی کسی قبرستان کے پاس سے گزرتے تو بے اختیار رونے لگتے۔ لگاتار آنسوؤں کے بہنے سے داڑھی تر ہو جاتی۔ شیریں کلام، نرم دم گفتگو، کم گو لیکن جب بولتے تو چچی تلی بات کرتے، شرمیلے ایسے کہ فرشتے بھی ان سے حیاء کرتے، جود وسخا اور صدق وصفا کے پیکر، سلیم الفطرت اور پاکیزہ دل ایسے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی قطعی طور پر شراب وشباب کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

ایک کامیاب اور ہر دلعزیز تاجر جس کے پاس ہمیشہ مال و دولت کی فراوانی رہی۔ جس نے اللہ کی راہ میں اپنا مال بے دریغ خرچ کیا، دربار رسالت سے ذوالنورین کا لقب پانے والے اس لیے کہ رسول اقدس ﷺ نے پہلے اپنی بیٹی رقیہ اور ان کی وفات کے بعد دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح آپ سے کیا۔ پہلے حبشہ اور پھر مدینے کی طرف ہجرت کا دوہرا اعزاز حاصل کرنے والے جس نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر سفارتی فرائض انجام دیئے جسے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مدینہ منورہ کا نگران مقرر کیا گیا۔ جس نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے، ستر ہزار درہم، ایک ہزار دینار اور وافر مقدار میں اناج رسول اقدس ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔

جس کی سخاوت، فیاضی اور ہمدردی سے خوش ہو کر آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہا۔

''الٰہی میں اس پر راضی ہوں تو بھی اس پر راضی ہو جا۔''

جس نے عہد صدیقی میں قحط پڑنے کے نازک ترین موقع پر اپنا پورا تجارتی قافلہ مع جملہ ساز و سامان مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جس نے مدینہ منورہ میں یہودی کی ملکیت کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ جس کے دور خلافت میں پہلی بار بحری بیڑے کو استوار کیا گیا۔ جس کے دور خلافت میں اسکندریہ، لیبیا، تیونس، مراکش، جزیرہ قبرص، جزیرہ ارواد، جزیرہ رہوڈس، خراسان، بجستان، طبرستان، کابل، آذربائیجان اور آرمینیہ جیسے مشہور و معروف علاقوں پر اسلامی حکومت کا جھنڈا لہرایا گیا۔ جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ جدہ کے ساحل پر بندرگار بنانے کا حکم اپنے دور خلافت میں صادر فرمایا اس سے پہلے سفینے شیبہ نامی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا کرتے تھے جو مکہ معظمہ سے کافی فاصلے پر واقع تھی۔ جسے کاتب وحی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جس نے مکمل قرآن حکیم زبانی یاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جس نے قرآن کریم کے متعدد نسخے تیار کر کے مختلف صوبوں کے مرکزی دفاتر میں بھیجے، جس پر اس کنویں کا پانی بند کر دیا گیا جسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ جس نے مدینے کی گلیوں میں خون بہانا پسند نہ کیا اور خود صبر و قناعت سے مظلومانہ انداز میں شہادت قبول کر لی۔ جس کا نام عثمان رضی اللہ عنہ ہے، جو عفان کا فرزند ارجمند تھا، جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ جسے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔

آیئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ سے فیض حاصل کرتے ہوئے اپنے دلوں کو منور کرنے کا اہتمام کریں جس کی پاکیزہ اور قابل رشک زندگی کا تذکرہ ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ ہے۔

* * *

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھ سال بعد طائف میں پیدا

ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریز ہے جو رسول اقدس ﷺ کے دادا قریش کے سردار عبدالمطلب کی نواسی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طائف میں ہی پل کر جوان ہوئے' عنفوان شباب میں ہی تجارتی کاروبار میں مشغول ہو گئے تھے۔ صداقت' امانت اور حسن اخلاق کی بنا پر بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کرنے لگے نوعمری میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا کاروباری سلسلے میں اکثر و بیشتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات رہتی ان کے حسن اخلاق اور طرز عمل سے بہت متاثر تھے۔ طبیعت میں شرافت' نجابت' سنجیدگی اور پاکیزگی کے جذبات غالب تھے۔ اس لیے لہو و لعب' رقص و سرود اور شراب و شباب کی کسی محفل میں کبھی شرکت نہیں کی اور نہ کبھی بادہ گلگوں یا جام و سبو کو کبھی ہاتھ تک لگایا دل کا آئینہ چونکہ صاف شفاف تھا طبیعت شروع سے اچھائی کی طرف راغب تھی ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے محو گفتگو تھے کہ سرور عالم سید المرسلین ﷺ تشریف لے آئے۔ جب آپ کی مردم شناس نگاہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر پڑی تو ارشاد فرمایا۔

عثمان اللہ کی جنت قبول کرو۔ میں تمام لوگوں کی راہنمائی کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ تو صدیق اکبر بھی کیا کرتے تھے انہوں نے کئی بار یہ دعوت پیش کی لیکن رسول اقدس ﷺ نے کچھ ایسے دلسوز انداز میں بات کی کہ دل پہ اثر کر گئی اور اگلے ہی لمحات میں یہ پاکیزہ کلمات زبان پر جاری تھے۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

اس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نغمہ توحید پڑھتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مسند نبوت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے حضرت محمد ﷺ نے اپنی منجھلی بیٹی رقیہؓ کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دی تھی لیکن جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا' قریش کو

ایک اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی، معبودان باطلہ پر ضرب کاری لگائی۔ تو سرداران قریش غیظ وغضب سے بھڑک اٹھے ابولہب آپ کو ہر طرح کی اذیت پہنچانے میں پیش پیش تھا۔ اس نے آپ کو پریشان کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا آخراس نے ایک ایسا تیر چلایا جو کسی بھی بیٹی کے باپ کیلیے سوہان روح ہوتا ہے۔ جس سے پورا کنبہ تڑپ جایا کرتا ہے۔ اس نے ایک روز اپنے بیٹے عتبہ سے کہا میری مانو تو اپنی بیوی رقیہ کو طلاق دے دو اس نے اپنے باپ کی یہ نازیبا بات تسلیم کرتے ہوئے یہ قدم اٹھا دیا اور طلاق دے دی آپ ﷺ نے دشمن کا یہ وار انتہائی صبر وسکون سے برداشت کیا۔ اللہ کی رضا پہ راضی رہے کچھ عرصے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی اس بیٹی کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

ان دنوں مکہ معظمہ میں حالات سازگار نہیں تھے، نو آموزان اسلام کو ظلم وستم کی چکی میں پیسا جا رہا تھا، جو بھی نیا نیا دائرہ اسلام میں داخل ہوتا اس کی زندگی اجیرن کر دی جاتی، اسے طرح طرح کی اذیت ناک سزائیں دی جاتیں۔ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ کو ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو انہیں پکڑ کر باندھ دیا اور غصے سے چلاتے ہوئے کہنے لگا جب تک تم اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف واپس نہیں آؤ گے میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔

جب اس نے دیکھا کہ میرا بھتیجا عثمان اپنی دھن کا بڑا پکا ہے۔ اسے جتنی بھی سزا دی جائے یہ اب باز نہیں آئے گا۔ دین اسلام اس کے رگ وریشے میں رچ بس چکا ہے۔ لہذا اسے چھوڑ دیا۔

جب یہ دیکھا کہ ان کٹھن حالات میں مکہ معظمہ میں زندگی گذارنا بہت مشکل ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ سے اجازت لے کر اپنی اہلیہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس طرح انہیں امت مسلمہ میں پہلے مہاجر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

تاریخ عالم میں یہ دوسرے شخص ہیں جس نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہجرت

اختیار کی' اپنا وطن چھوڑا اور دوسرے ملک میں جا کر بسیرا کیا۔ اس سے پہلے صرف لوط علیہ السلام نے ہجرت اختیار کی تھی۔

حبشہ میں رہائش کے دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا جس کا نام عبداللہ رکھا جو چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ حبشے میں یہ خبر پہنچی کہ مکہ کے بیشتر باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ وطن کی یاد ستا رہی تھی' وفور شوق سے کشاں کشاں واپس مکہ پہنچے تو پتہ چلا کہ کسی نے یہ افواہ یونہی پھیلا دی تھی۔ صورت حال اس کے برعکس تھی۔ قریش پہلے کی نسبت زیادہ سیخ پا تھے۔ مسلمانوں کو دردناک سزائیں دی جا رہی تھیں۔ کسی کو برہنہ بدن تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جا رہا تھا' کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا' کسی کے سر کو لوہے کی گرم سلاخوں سے داغا جاتا' کسی کو باندھ کر بے تحاشا مارا جاتا کوئی سزا ایسی نہ تھی جو آزمائی نہ گئی ہو۔ لیکن مسئلہ توحید کا نشہ ہی کچھ ایسا ہے جس کو ایک دفعہ چڑھ جائے تو پھر اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

رسول اللہ ﷺ نے کٹھن حالات میں بارہ افراد کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ پھر بہتر افراد پر مشتمل مہاجرین کا قافلہ سوئے حبشہ روانہ ہوا۔ پھر مدینے کی طرف ہجرت کا اذن عام ہوا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اس وقت اس شہر کا نام یثرب تھا۔ ۲ ہجری کو غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا اس وقت حضرت رقیہ بیمار تھیں۔ رسول اقدس ﷺ نے تیمار داری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ جب لشکر اسلام فتح یاب ہو کر واپس مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت رقیہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ ان کی تجہیز و تکفین کا اہتمام ایسے موقع پر کیا گیا۔ جب کہ مدینہ منورہ میں غزوہ بدر کی کامیابی و کامرانی پر مسرت و شادمانی کا سماں تھا۔ عین اس خوشی کے موقع پر رسول اقدس ﷺ کی لخت جگر نور چشم حضرت رقیہ کی وفات حسرت آیات کے غم کی آمیزش نے ماحول افسردہ کر دیا کچھ عرصہ بعد جب آپ ﷺ

نے دیکھا کہ عثمان بہت غمزدہ ہے۔ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ گھر میں بے چینی اضطراب اور افسردگی نے ڈیرے جمائے ہوئے ہیں' طبیعت اداس اداس میں رہتی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کو ترس آ گیا اور آپ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا' اس طرح انہیں ذوالنورین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے' یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

* * *

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ کی ایک پنڈلی سے چادر قدرے سرکی ہوئی تھی میرے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ کو اجازت ملی اندر تشریف لائے کچھ دیر رازدارانہ انداز میں بات چیت کی اور واپس چلے گئے' پھر عمر بن خطاب آئے اندر آنے کی اجازت طلب کی ان شرف باریابی ملا کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھے گفتگو کی اور چلے گئے۔

آپؐ دونوں سے لیٹے ہوئے ہی محو گفتگو رہے۔ پھر عثمان بن عفان آئے۔ اندر آنے کی اجازت طلب کی ان کی آواز سنتے ہی آپ جلدی سے اٹھ بیٹھے' برہنہ پنڈلی پر چادر کا پلو لیا۔ جب وہ واپس گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج جس طرح آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا اہتمام کیا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی آمد پر آپ نے ایسا اہتمام نہیں کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان عثمان رجل حیبی ولو اذنت له وانا مضطجع لا ستحیا ان یدخل ولرجع دون ان اقضی له الحاجة التی جاء من اجلها۔

یا عائشه الا استحیی من رجل تستحیی منه الملائکه!

''عثمان شرمیلا آدمی ہے۔ اگر میں لیٹے ہوئے اسی حالت میں اسے اجازت

دے دیتا تو وہ اندر آنے سے شرماتا اور وہ جو غرض لے کر آیا اسے پورا کیے بغیر ہی واپس لوٹ جاتا۔"

اے عائشہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔

* * *

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے وہاں آ کر پتہ چلا کہ مسلمانوں کو پینے کے لیے میٹھا پانی دستیاب نہیں ہے۔ مدینے میں صرف ایک کنواں ایسا تھا جس کا پانی ٹھنڈا' میٹھا اور دلکشا تھا۔ جسے بئر رومہ کہتے تھے یہ ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ وہ اس کا پانی بیچ کر خوب کمائی کر رہا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے ملاقات کی کنواں خریدنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ یہودی بڑی ردوکد کے بعد کنویں کا نصف حصہ بارہ ہزار درھم میں فروخت کرنے پر راضی ہوا۔ آپ نے وہ رقم ادا کر دی اور معاہدہ یہ طے پایا۔ کہ ایک دن کنویں سے پانی نکالنے کے لیے یہودی کا ہوگا۔ اور دوسرا دن حضرت عثمان کے لیے مخصوص ہوگا۔ ان کی باری میں مسلمان دو دن کی ضرورت کا پانی نکال کر محفوظ کر لیتے۔ یہودی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو سر پیٹ کر رہ گیا۔ ہائے کیا ہوا؟ میں نے اپنے پاؤں پہ کلہاڑی کیوں چلا لی؟

مجھے یہ دن دیکھنے نصیب کیوں ہوئے؟

میری آمدن کہاں گئی؟ ہائے میں مارا گیا' یہ میں کیا حماقت کر بیٹھا؟ بہرحال اب تیر کمان سے نکل چکا تھا اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد دوسرا نصف حصہ بھی آٹھ ہزار درھم لے کر مکمل کنواں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی تھی۔

من حضر بئر رومه فله الجنة

"جو بئر رومہ لے گا اس کے لیے جنت ہے۔"

حصول جنت کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کنواں مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ آپ کی جانبؓ سے جود وسخا کا یہ دلپذیر مظاہرہ مسلمانوں کی تشنگی کو سیراب

کرنے کا باعث بنا جس سے مدینے کے تمام اہل اسلام مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھے سخاوت ہو تو ایسی' فیاضی ہو تو ایسے خوشنما انداز میں کہ جس سے دلوں میں ٹھنڈک کا احساس پیدا ہو۔

* * *

۶ ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ ادا کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو چودہ سو صحابہ کرام بھی آپ کے ہمراہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ قافلہ حدیبیہ مقام پر پہنچا تو قریش مکہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ چونکہ رسول اقدس ﷺ ان سے نبرد آزما ہونے کا کوئی ارداہ نہیں رکھتے تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تا کہ قریش کو اطمینان دلا دیا جائے کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن انہوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور ان کی نقل وحرکت پر سخت پہرہ لگا دیا۔

جب کئی روز تک وہ واپس نہ آئے تو خطرے کا اندیشہ ہوا اسی دوران یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ بس یہ بات سننا تھی کہ صحابہ کرام غصے سے پیچ وتاب کھانے لگے اس نازک ترین صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر تمام صحابہ کرام سے انتقام عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں بیعت لی۔ اور اس دوران چشم فلک نے ایک حیرت انگیز یہ منظر بھی دیکھا کہ رسول اقدس ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے!

رسول اللہ ﷺ کا اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دینا' کتنا بڑا اعزاز ہے کہ عام حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی تھی' یہ ان کے لیے بڑے نصیب کی بات تھی!

آپ ﷺ کا اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دینا یہ کیسی دلفریب ادا ہے یہ اپنائیت کا کیسا دلربا انداز ہے۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے بیعت رضوان میں صحابہ کرام کا والہانہ انداز چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

جان نثاری کا یہ ولولہ اپنے رفیق سفر کو قریش کے چنگل سے واگذاری کا جذبہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں کرتے ہوئے اس میں شریک ہونے والوں کو رضائے الٰہی کا مژدہ جانفزا سنایا۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونك تحت للشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السكينة عليهم و اثابهم فتحا قريبا (الفتح)

''بلاشبہ اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ سو وہ ان کے دلوں کی کیفیت جانتا تھا۔ تو اس نے ان پر سکینت نازل کی اور انعام میں انہیں قریبی فتح عطا کی''

قریش مکہ نے مسلمانوں کا جب یہ جوش وخروش دیکھا تو خوف زدہ ہوکر مصالحت کے لیے تیار ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ اور مصالحت کے لیے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے اپنے نمائندے سہیل بن عمرو کے ذریعے صلح کا پیغام بھیجا۔

آپ تو پہلے ہی صلح کے لیے آمادہ تھے۔ صلح کے لیے درج ذیل شرائط طے پائیں۔

۱۔ طرفین میں دس سال تک باہمی صلح رہے گے۔

۲۔ طرفین کی آمدورفت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی۔

۳۔ سرزمین عرب کے جو قبائل چاہیں قریش کے حلیف بن جائیں اور جو چاہیں مسلمانوں کے حلیف بن جائیں۔

۴۔ قریش میں سے کوئی شخص اسلام قبول کر کے مدینے چلا جائے تو اسے واپس قریش کے پاس مکہ معظمہ بھیجنا ہوگا اور جو مسلمان اپنا مذہب چھوڑ مکہ آ جائے قریش اسے واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔

صلح حدیبیہ میں طے پانے والی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف دکھائی دیتی تھیں۔ جنہیں دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیخ پا ہوکر کہنے لگے۔

یارسول اللہ ﷺ کیا ہم سچے اور قریش جھوٹے نہیں؟

آپؐ نے فرمایا بلاشبہ ہم سچے اور وہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

کیا ہمارے شہداء جنت اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے۔

آپ نے فرمایا ''بالکل ہمارے شہداء کو جنت نصیب ہوگی اور ان کے مقتول جہنم واصل ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

تو پھر ہم اتنی پستی کیوں اختیار کر رہے ہیں، اتنا جھک کر صلح کرنے کا کیا فائدہ؟

آپؐ نے فرمایا۔

''عمر رضی اللہ عنہ میں نبی ہوں اور ہر کام اللہ کے حکم سے سرانجام دیتا ہوں۔''

ہمارا یہ قدم مستقبل کے اعتبار سے بہتری کی طرف اٹھ رہا ہے۔

واقعی یہ مصالحت انجام کے اعتبار سے اہل اسلام کے لیے فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، اس تاریخی معاہدے کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ معاہدہ مکہ معظمہ سے ۱۹ میل کے فاصلے پر واقعہ حدیبیہ مقام پر طے پایا تھا۔ اس حیرت انگیز تاریخی واقع میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا کردار مثالی نوعیت کا تھا۔

* * *

۷ ہجری محرم کا مہینہ تھا، ابھی حدیبیہ مقام سے واپس لوٹے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ رسول اقدس ﷺ کو یہ پتا چلا کہ خیبر کے یہودی مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں آپ نے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا فیصلہ یہ طے پایا کہ یہودیوں کا مقابلہ خیبر پہنچ کر کیا جائے انہیں مدینے کی طرف پیش قدمی کا موقع ہی نہ دیا جائے لشکر اسلام ایک ہزار چار سو افراد پر مشتمل تھا جس میں چودہ خواتین بھی تھیں، لشکر کے اگلے حصے کی قیادت جلیل القدر صحابی عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی یہ وہ عظیم المرتبت صحابی ہے جسے رسول اقدس ﷺ نے بغیر حساب کے جنت میں داخلے کی بشارت دی تھی۔

یہ لشکر رات کے وقت خیبر پہنچا، قریبی میدان میں پڑاؤ کیا پورے فوجی کیمپ کی

نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی اس مرکزی کیمپ سے مجاہدین کے دستے ایک طے شدہ منصوبہ بندی سے خیبر کے مختلف قلعوں کو فتح کرنے کے لیے نکلا کرتے تھے۔

* * *

۹ ہجری کو رجب کا مہینہ تھا گرمی اپنے پورے جوبن پر تھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کا دور تھا۔ غربت وافلاس اور اناج کی کمی نے لوگوں کو بے حال و پریشان کر رکھا تھا ان حالات میں اسلامی دارالسلطنت مدینہ منورہ میں خبر پہنچی کہ شاہ روم سرزمین عرب کو تاراج کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ وہ اپنے حلیف قبائل کو رومی لشکر میں شامل ہونے کی دعوت وے چکا ہے۔ رسول اقدس ﷺ کو یہ خبر سن کر دلی تشویش ہوئی بظاہر حالات سازگار نہ تھے۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنے جوبن پر تھیں وہ مجاہدین میں بزدلی پھیلانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ جسے بھی ملتے اسے یہی کہتے اف کتنی شدید گرمی ہے۔ قحط سالی کا دور' کھانے کے لیے کچھ ملتا نہیں' اتنا لمبا سفر' دشوار گزار راستہ ان حالات میں تبوک پہنچنا اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ ہماری مانو جانے سے صاف انکار کردو۔ اس میں تمہارا بھلا ہے قرآن کریم میں ان کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا۔

وقالوا لا تنفزوا فی الحر

''اورانہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو!''

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سازش کو طشت ازبام کرتے ہوئے پیارے نبی کو حکم دیا۔

قل نار جھنم اشد حزا لو کانوا یفقھون

''کہہ دو کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کاش کہ وہ سمجھتے ہوں۔''

لیکن ان حالات میں معمولی کوتاہی سستی اور کاہلی امت مسلمہ اور سرزمین عرب کی تباہی و بربادی کا باعث بن سکتی تھی' اس لیے آپ نے مجاہدین کو جنگ کے لیے روانگی کا حکم دے دیا۔ چونکہ خطہ عرب کے دفاع کا معاملہ تھا۔ اس لیے بعض حلیف عرب قبائل کو

بھی لشکر اسلام میں شمولیت کی دعوت دے دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تیار ہو گیا۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ دشمن فوج کو اس کے علاقے میں جا کر پیش قدمی سے روکا جائے۔ اس فیصلے کی روشنی میں مقام تبوک تک پہنچنے کا حکم دیا گیا' یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً سات سو کلومیٹر فاصلے پر واقع تھا۔ راستہ بڑا کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ مالی حالات بھی سازگار نہ تھے اس لیے آپ نے اس لشکر کو جیش العسرہ (لشکر تنگ حال) کا نام دیتے ہوئے چندے کی اپیل ان الفاظ میں کی۔

من جهز حبش القره فله الجنة

جس نے لشکر تنگ حال کی تیاری میں مدد دی اس کے لیے جنت ہے۔

لسان رسالت سے جنت کی بشارت سنتے ہی صحابہ کرام نے والہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا اثاثہ لا کر رسول اقدس ﷺ کے قدموں ڈھیر کر دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا سامان جمع کروایا' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم پیش کیے۔

عورتوں نے اپنے زیورات اتار کر جمع کرا دیئے' ایک صحابی نے دو سیر چھوہارے جمع کراتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ساری رات ایک کھیت کو پانی دینے کی مزدوری کرتا رہا مجھے رات بھر کام کی مزدوری چار سیر چھوہارے ملے دو سیر آپ کی خدمت میں لے آیا آپ نے یہ بات سن کر حکم دیا کہ ان چھوہاروں کو مال و دولت کے ڈھیر پر بکھیر دو۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جود و سخا کا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے ایک ہزار اونٹ' ستر گھوڑے' ستر ہزار درہم' سات سو اونس چاندی اور ایک ہزار دینار نقد کے علاوہ کافی مقدار میں اناج سپہ سالار اعظم سید المرسلین ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپؐ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ دیکھ کر انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعائیہ انداز میں کہا۔

غفرالله لك ياعثمان ما اسررت وما اعلنت وما هو كائن الى يوم القيامة۔

''اے عثمان اللہ تیری پوشیدہ' اعلانیہ اور قیامت تک ہونے والی خطاؤں کو معاف کرے۔''

پھر ارشاد فرمایا۔

ماضر عثمان ماعمل بعداليوم

''آج کے بعد کوئی عمل بھی عثمان کو کوئی نقصان نہیں دے گا۔''

دربار رسالت سے ملنے والا یہ وہ اعزاز اور تمغہ خدمت ہے جس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پوری امت میں منفرد نظر آتے ہیں۔

یہ لشکر جرار سپہ سالار اعظم ﷺ کی قیادت میں دشوار گزار منزلیں طے کرتا ہوا تبوک پہنچا لیکن رومی فوج کو لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر میدان میں نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوئی شاہ روم نے جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر مصالحت میں اپنے لیے عافیت سمجھی اس طرح لشکر اسلام فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔ تبوک میں قیام کے دوران مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے وفود روانہ کیے گئے۔

* * *

جود و سخا' مہر و وفا اور صدق و صفا کے علاوہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ کی عبادت بڑے انہماک اور کثرت سے کیا کرتے تھے رات کا بیشتر حصہ اور دن میں فرصت کے لمحات سجود و قیام میں گذرتے' جب سورہ زمر کی درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ یہ آیت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امن هو قانت اناء الليل ساجدا اوقائما يحذر الاخره ويرجو رحمة ربه قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب۔

> بھلا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ و قیام کی حالات میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو۔ آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر بھی ہوتے ہیں؟ نصیحت تو بس وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ (سورۂ زمر: ۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ سے دو مرتبہ جنت کا سودا کیا۔

ایک مرتبہ جب مدینے کا مشہور کنواں (بئر رومہ) خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔

اور دوسری مرتبہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر جیش العسرۃ (لشکر تنگ حال) کی وافر مقدار میں مالی مدد کی۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں رقمطراز ہیں۔

پوری کائنات میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں نبی ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔ اس لیے ان کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

امت مسلمہ میں وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، جس نے مساجد میں ایسی خوشبو مہکانے کا اہتمام کیا جس میں زعفران کی آمیزش ہوتی جس نے جمعہ کے روز پہلی آذان کا حکم صادر فرمایا۔ اور جس نے جانوروں کی خوراک کے لیے چراگاہیں بنوائیں۔

* * *

کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اجازت ابولؤلؤ فیروز نامی ایرانی النسل غلام ہمراہ لیتے آئے۔ یہ شخص جنگ نہاوند میں گرفتار ہوا تھا۔ یہ لکڑی کے کام اور نقش و نگار کا ماہر کاریگر تھا، مال غنیمت کی تقسیم میں یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے حصے میں آیا۔ یہ

اپنے اس غلام سے چار درھم روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ اور اسے محنت مزدوری کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ایک روز موقع پا کر اس نے امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے آقا کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ ٹیکس وصول کرتے ہیں۔

انہیں سمجھائیں کہ کچھ رعایت کریں آپ نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو اس نے بتایا میں لکڑی کا کام کرتا ہوں اور نقش ونگاری میں مجھے مہارت حاصل ہے۔ پوچھا کہ روزانہ اپنے آقا کو کتنی رقم ادا کرتے ہو۔ اس نے کہا چار درہم۔

آپؓ نے فرمایا تمہارے کام کی نسبت یہ ادائیگی کوئی زیادہ نہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو یہ جواب سن کر اس نے اپنے دل میں گرہ بٹھالی۔ رات بھر سوچتا رہا کہ میں کیا کروں؟ اس کے ذہن میں ایک خطرناک خیال آیا۔ صبح نماز فجر کے وقت ایک زہریلا دو دھاری خنجر بغل میں لیا اور مسجد نبوی میں چلا گیا' امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے' تکبیرہ تحریمہ کہی گئی ابھی پہلی رکعت شروع کی ہی تھی کہ یہ ناعاقبت اندیش دبے پاؤں آگے بڑھا۔ امیرالمومنین پر خنجر کے چھ وار کیے اور چند دوسرے صحابہ کو زخمی کرتا ہوا' خنجر لہراتا ہوا بھاگا لیکن ایک جوانمرد نے اسے قابو کر لیا جب اسے محسوس ہوا کہ اب میں گرفت میں آچکا ہوں تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔ خون کی زیادہ مقدار جسم سے نکلنے کی وجہ سے امیرالمومنین زمین پر گر گئے۔ بقیہ نماز حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ علاج کے لیے ماہر اطباء کی خدمات حاصل کی گئیں لیکن پیٹ کی بڑی آنت کٹ جانے کی وجہ سے کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا۔

ان نازک ترین حالات میں آپ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مسند خلافت سپرد کرنے کا تھا۔ کہ اس منصب کے لیے کون موزوں ہوگا' بڑی سوچ بچار کے بعد ارشاد فرمایا:

کہ میری نظر میں یہ چھ حضرات ہیں ان میں سے جس کو بھی مسند خلافت کے لیے

منتخب کرلو گے وہ امت کے لیے بہتر ہوگا۔ جن حضرات کا نام لیا وہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں۔

١- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
٢- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
٣- عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ
٤- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
٥- طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
٦- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اور یہ ارشاد فرمایا۔ کہ دیکھنا میری وفات کے بعد تین دن کے اندر اپنا خلیفہ منتخب کر لینا اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد نامزد افراد مشورے کے لیے مسور بن مخرفہ کے گھر اکٹھے ہوئے، طلحہ بن عبید اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان کے حق میں رائے دی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام لیا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان بن عوف کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن انہوں نے اپنا نام واپس لے لیا۔ اس طرح عثمان بن عفان اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کرتے ہوئے کہا۔

اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو آپ کی رائے میں خلیفہ کے بلند مقام منصب کے لیے کون مناسب رہے گا۔

فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں بات کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پہ بیعت نہ کروں تو پھر خلافت کے منصب کے لیے کون موزوں ہوگا۔

انہوں نے فرمایا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' اس کے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصحاب علم و فضل سے رائے لی۔

عام لوگوں سے پوچھا' راہگیروں سے دریافت کیا۔

اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی۔

جب پورے ماحول کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور یہ ارشاد فرمایا۔

میں جانتا ہوں کہ آپ نے پہلے اسلام قبول کیا۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ رسول اقدس ﷺ کے زیادہ قریب ہیں' میں اس بات کا بھی صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں۔ کہ اگر میں آپ کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دوں تو آپ عدل وانصاف سے کام لیں گے۔

اور مجھے آپ پر یہ بھی اعتماد ہے کہ اگر میں آپ کے خلاف فیصلہ دے دوں تو آپ اسے بھی بخوشی قبول کر لیں گے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہاں کیوں نہیں' بالکل ایسا ہی ہوگا اور یہ باتیں بعینہ تنہائی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہیں۔

جب دونوں سے عہد و پیان لے لیا تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں آ کر منبر پر بیٹھے ہوئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے ان کے خلیفۃ المسلمین ہونے کا اعلان کر دیا' پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی' پھر نامزد بورڈ کے باقی چار افراد نے بیعت کی اس کے بعد عام لوگوں نے انکے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس طرح یکم محروم ۲۴ ہجری کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلاف پر جلوہ افروز ہوئے۔

اس تاریخی موقعہ پر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے دردانگیز انداز

میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لوگو! امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کا المناک حادثہ ہم سب کے لیے انتہائی غم واندوہ اور درد والم کا باعث بنا۔ ہم سب اس واقع پر دل گرفتہ ہیں۔ میں صدق دل سے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ خلافت کا بارگراں اٹھانے کے لیے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر ہیں۔

اس لیے ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی' اللہ ان کی مدد فرمائے اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالتے ہی رعایا سے یہ مختصر خطاب کیا۔

"ایها الناس ان اول مرکب صعب وان بعدالیوم ایاما وان اعش فاعطیکم الخطبة علی وجهها وما کنا خطباء وسیعلمنا الله۔"

لوگو! پہلی سواری مشکل ہوتی ہے آج کے بعد کئی دن اور آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو خطبہ بھی صحیح انداز میں دوں گا۔ ہم خطیب نہیں اللہ ہمیں سکھلا دے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد دوسرا دردانگیز اثر آفرین اور ایمان افروز خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اما بعد انکم فی دار قلعة وفی بقیة اعمار فباد روا آجالکم بخیرما تقدرون علیه فلقد آتیتم صبحتم اومسیتم الا وان الدنیا طویت علی الغرور فلا یغر نکم الحیاة الدنیا ولا یغرنکم بالله الغرور واعتبروا لمن مضی ثم جدوا ولا تغفلوا فانه لا یغفل عنکم۔

این ابناء الدنیا واخوانها الذین آثاروها۔ وعمروها ومتعوابها طویلا الم تلفظهم؟

ارموا بالدنیا حیث رمی الله بها واطلبوا الاخرة فان الله قدضرب لها مثلا والذی هو خیر فقال عزوجل۔

وضرب لهم مثل الحیاة الدنیا کماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض فاصبح هشیما تذروه الریاح وکان الله علی کل شئی مقتدرا المال والنبون زینة الحیاة الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیر املا“

(الکہف: ۴۵)

حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد تم سب مسافر خانے میں ہو۔ عمر کا باقی حصہ تمام ہونے کو ہے۔

مقدور بھر نیکی تم اپنے انجام کو پہنچنے سے پہلے جلدی جلدی کر لو۔ تمہیں موت صبح آئی کہ شام۔

بلاشبہ یہ دنیا مکروفریب کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے۔ دیکھنا تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ نہ دے جائے۔ اور تمہیں اللہ نے غافل نہ کر دے۔

جو لوگ گزر گئے ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر محنت کرو کوشش کرو۔ اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ تم سے غفلت نہیں برتی جائے گی۔

کہاں ہیں وہ دنیا کے فرزند اور بھائی جنہوں نے دنیا کو ترجیح دی اور اسے آباد کیا۔ اور اس سے طویل عرصہ تک فائدہ اٹھایا۔

کیا دنیا نے انہیں نکال باہر نہیں پھینکا؟ تم دنیا کو اسی مقام پر رکھو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے اور آخرت طلب کرو۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”ان کے سامنے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کر دکہ وہ اس پانی کی مانند ہے

جسے ہم نے آسمان سے اتارا اس کے ساتھ زمین کی پیداوار مل گئی۔ پھر وہ خشک ہو کر بھس بن گئی۔

جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ثوب اور امید کے اعتبار سے تیرے رب کے نزدیک بہتر ہیں۔

یہ آیات پڑھتے ہوئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے جسم میں خشیت الٰہی کی بنا پر کپکپی طاری ہو گئی۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی ایک پیچیدہ مقدمہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے بارے میں فیصلہ صادر فرمائیں۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ کے ابا جان کے قتل کی سازش ابولؤلؤ کے ساتھ ایک عیسائی جس کا نام جفینہ ہے اور دوسرا آتش پرست جس کا نام ھرمزان ہے، یہ دونوں برابر کے شریک ہیں۔ یہ بات سنتے ہی عبید اللہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تلوار ہاتھ میں لی۔ انتہائی جوش و ولولے کے ساتھ باہر نکلے، سیدھے انکے گھر پہنچے ان پر نظر پڑتے ہی حملہ آور ہوئے پلک جھپکنے میں ان کی گردنیں اڑا دیں۔ واپسی پر راستہ میں ابولؤلؤ کی چھوٹی بچی پر نظر پڑی اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قریب تھا کہ مدینے میں آباد تمام ایرانیوں کو چن چن کر تہہ تیغ کرتے، کیونکہ عبید اللہ کا زخم تازہ تھا، ابا جان کا کفن ابھی میلا نہیں ہوا تھا وہ بڑے طیش میں تھے بڑی مشکل سے اسے قابو کیا گیا۔

اہل مدینہ میں سے اکثریت کی یہ رائے تھی کہ یہ تینوں ناحق قتل ہوئے ہیں لہٰذا ان کا قصاص ضروری ہے۔ لیکن بعض صحابہ نے قصاص کے خلاف رائے دیتے ہوئے دیت کی ادائیگی کا عندیہ پیش کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی دیت کے حق میں تجویز دی لہٰذا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دوسری رائے کو ترجیح دیتے ہوئے دیت کی ادائیگی کا فیصلہ کیا چونکہ مدینہ میں مقتولین کا کوئی وارث نہ تھا لہٰذا السلطان ولی من لاولی لہ کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکمران ہونے کی حیثیت سے خود اپنے آپ کو مقتولین کا وارث قرار دیا اور پھر خود ہی قاتل کی جانب سے دیت کی رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ اس طرح یہ پیچیدہ مسئلہ حل ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر جلوہ نشین ہونے کے بعد یہ پہلا فیصلہ کیا، جس سے ان کی دور اندیشی، معاملہ فہمی ہمدردی، بصیرت اور ذہانت وفطانت کا پتہ چلتا ہے۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے اسلامی ریاست کے نظام کو مربوط بنانے کے لے درج ذیل صوبہ جات میں اہم ترین شخصیات کا تقرر اس ترتیب سے کیا۔

نام گورنر	نام صوبہ
۱۔ نافع بن عبدالحارث خزاعی	مکہ معظمہ
۲۔ سفیان بن عبداللہ ثقفی	طائف
۳۔ یعلیٰ ابن منبہ	صنعاء
۴۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ	جند
۵۔ عثمان بن ابی العاف ثقفی	بحرین
۶۔ ابوموسیٰ اشعری	بصرہ
۷۔ معاویہ بن ابی سفیان	دمشق
۸۔ عمیر بن سعد	حمص
۹۔ عمر بن عاص سہمی	مصر

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام صوبہ جات کے گورنروں

کے نام درج ذیل ہدایت نامہ جاری کیا۔

اما بعد فان الله امرالائمة ان يكونوا رعاة ولم يتقدم ان يكونوا جباة وان صدر هذه الامة خلقوا رعاة ولم يخلقوا جباة وليوشكن ائمتكم ان يصيروا جباة ولايكونوا رعاة فاذا عادوا كن ايف انقطع الحياء والا مانة والوفاء الا وان اعدل السيرة ان تنظروا فى امور المسلمين وفيما عليهم فتعطوهم مالهم وتاخذ وهم لما عليهم ثم المتنو بالذمة فاعطوهم الذى لهم وتاخذوهم بالذى عليهم ثم العدو الذى تنتابون فاستفتحوا عليهم بالوفاء۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ رعایا کہ وہ نگران بنیں، ان کے پیش رو مال جمع کرنے والے نہ تھے، اس امت کے پہلے لوگ نگران و پاسبان پیدا کیے گئے۔ مال جمع کرنے والوں کی مانند نہ بنائے گئے۔

لیکن عنقریب تمہارے حکمران مال و دولت جمع کرنے والے بن جائیں گے نگران و پاسبان نہیں رہیں گے۔

جب وہ اسی حالت میں پلٹا کھائیں گے تو پھر معاشرے سے حیاء، امانت اور صبر و وفا جاتی رہے گی۔

خبردار عدل و انصاف پر مبنی کردار یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے معاملات کا بنظر غائر جائزہ لو۔ ان کے حقوق ادا کرو۔ اور ان سے واجبات وصول کرو۔ پھر ذمیوں کی طرف توجہ دو، ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے واجبات وصول کرو۔ پھر جب اپنے دشمن سے تم کوئی معاہدہ کرتے ہو تو اس کے لیے وفا کے دروازے کھول دو۔

خراج وصول کرنے والے ذمہ دار افسران کو یہ سرکاری چٹھی ارسال کی۔

امابعد فان الله خلق الخلق بالحق فلا يقبل الا الحق خذوا الحق واعطو الحق به والامانة الامانة قوموا عليها ولا تكونوا اول من يسلبها فتكونوا شركاء من بعد كم الى ما اكتسبتم

والوفاء الوفاء لاتظلموا اليتيم ولا المعاهد فان الله خصم ممن ظلمهم۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو برحق پیدا کیا اور حق سچ کو ہی قبول کرتا ہے۔ حق لو اور حق دو امانت کا خیال رکھو اور اس پر کاربند رہو امانت سلب کرنے میں پہل نہ کرنا ورنہ اپنے سے بعد آنے والوں کے جرم میں تم اپنے کیے کی بنا پر شریک ہو جاؤ گے۔

وفاداری لازم پکڑنا، کسی یتیم اور ذمی پر ظلم نہ کرنا، ورنہ اللہ اس کا دشمن ہوگا جس نے ان پر ظلم کیا''

سرحدوں پر دفاعی فرائض سرانجام دینے والی افواج کے سربراہان کے نام یہ چٹھی ارسال کی۔

تم اہل اسلام حفاظت اور ان کا دفاع کرنے والے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے قوانین وضع کیے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہمارے مشورے سے طے پائے، تمہاری جانب سے مجھ تک یہ خبر نہیں پہنچنی چاہیے کہ تم نے ان میں کوئی تبدیلی کر دی ہے ورنہ اللہ تم میں تبدیلی پیدا کر دے گا۔ اور تمہاری جگہ غیر کو لے آئے گا۔ اس لیے تم اچھی طرح دیکھ لو کہ تمہیں کس طرح کا بن کر رہنا ہے۔ میں بھی اس ذمہ داری کا جائزہ لیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عائد کی ہے۔ کہ مجھے کس طرح اس سے عہدہ برا ہونا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عام مسلمانوں کے نام یہ پیغام ارسال کیا۔

امابعد فانما يلغتم بالا قتداء والاتباع فلا تفتنكم الدنيا عن اثركم فان امر هذه الام صائر الى الابتداع بعد اجتماع ثلاث فيكم۔

تكامل النعم وبلوغ اولاد كم من البايا وقرا الاعراب والا عاجم القرآن۔

تم اس مرتبہ و مقام کو اقتدار اور پیروی سے پہنچے ہو تمہیں دنیا کہیں راہ راست سے ہٹا نہ دے کیونکہ اس امت میں جب تین چیزیں جمع ہو جائیں گی تو نئی نئی باتیں بیدار ہو جائیں گی اور وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

نعمتوں کا مکمل ہو جانا۔
کنیزوں سے تمہاری اولاد کا بالغ ہو جانا
بدویوں اور عجمیوں کا قرآن مجید پڑھنا۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے ابھی دو سال کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ ۲۶ ہجری میں آپ کی خلافت میں یہ درخواست پیش کی گئی کہ جدہ کے ساحل پر بندرگاہ تعمیر کی جائے۔ اس سے پہلے شبیبہ نامی بندرگاہ پر سفینے لنگر انداز ہوتے تھے۔ یہ بندرگاہ مکہ معظمہ سے بہت دور فاصلے پر واقع تھی۔ یہ درخواست موصول ہونے پر آپ خود جدہ تشریف لے گئے ساحل کا جائزہ لے کر بندرگاہ بنانے کا حکم صادر فرمایا۔ وہاں سمندر میں آپ نے غسل بھی کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ سمندر میں جس نے نہانا ہو وہ کپڑا باندھ کر نہائے برہنہ بدن نہانے کی ممانعت کر دی۔ اس طرح جدہ کی بندرگاہ کے بانی ہونے کا اعزاز حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

* * *

دمشق کے گورنر اور عظیم جرنیل حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بحری فوج میں بھرتی کرنے اور بحری بیڑا بنانے کی اجازت طلب کی۔ لیکن وہ اس کے حق میں نہ تھے ان کے نزدیک سمندر میں لڑائی جنگجو افراد کو ضائع کرنے کے مترادف تھی لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے وسیع تجربات کی روشنی میں مناسب مواقع پر اس کا مطالبہ کرتے رہے چونکہ رومی سلطنت کے پاس بحری بیڑا تھا جس کی وجہ سے تمام جزائر پر اس کا قبضہ تھا اب اس کے بغیر کوئی چارہ

کار نہ تھا کہ اس کے مقابلے میں اسلامی سلطنت کے پاس بھی بحری بیڑے کا اہتمام ہوتا کہ سمندر میں رومی فوج کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے جزائر پر قبضہ کیا جائے۔ اس طرح سلطنت روما کی اقتصادی برتری پر بھی کاری ضرب لگائی جا سکتی تھی لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بحری بیڑا بنانے کی اجازت نہیں دی جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ نشین ہوئے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی بحری بیڑا بنانے کی اجازت طلب کی اور انہیں اس کی افادیت سے آگاہ کیا انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ بحری فوج میں جبری بھرتی نہ کی جائے جس کی دلی رغبت ہو اسے بحری فوج میں شامل کیا جائے۔ اس طرح امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تاریخ اسلام میں بحری فوج کے قائم کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

بلاشبہ اس کی افادیت اس وقت کھل کر سامنے آئی جب تمام جزائر فتح کر لیے گئے اور وہاں اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرانے لگا جس کے نتیجے میں سلطنت روما سرنگوں ہوئی۔

عظیم جرنیل:

حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اقدس ﷺ کا ورود مسعود ہوا آپ استرامت کے لیے وہاں کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے، ام حرام بنت ملحان جو کہ رشتے میں آپ ﷺ کی خالہ تھیں، اس نے سر میں کنگھی کی رسول اللہ ﷺ کو نیند آ گئی کچھ دیر بعد مسکراتے ہوئے اٹھے ام حرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے مسکرانے کا سبب کیا ہے؟

فرمایا میں نے خواب میں اپنی امت کے چند افراد بحری جہاز پر سوار دیکھے جیسے بادشاہ تخت شاہی پر جلوہ نشین ہوتے ہیں، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کرے آپ نے دعا کی۔

الٰہی اسے ان میں شامل کر دینا۔

آپ نے یہ پیش گوئی بھی کی

اول جیش من امتی یغزون البحر قداو جبوا

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا ان کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ پہلا لشکر جس نے سمندر میں جنگ کی وہ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۱۷ ہجری کو دارالخلافۃ مدینہ منورہ سے بحری جنگ کی اجازت ملنے پر بحری بیڑا تشکیل دیا عبداللہ بن قیس حارثی کو ایڈمرل یعنی امیر البحر نامزد کیا۔ وہ شہید ہوئے تو یہ ذمہ داری سفیان بن عوف ازدی نے سنبھالی اور قبرص کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس لشکر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی شامل تھی۔ وہ جب سفینے سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہونے لگی تو زمین پر گر پڑیں جس سے اس کی گردن پر ایسی خطرناک چوٹ لگی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔ اس طرح یہ عظیم المرتبت خاتون جنت جزیرہ قبرص میں دفن ہوئی جس کو موجودہ دور میں جزیرہ سائپرس کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ جزیرہ سرزمین شام کے ساحل کے قریب بحر ابیض میں واقع ہے یہ انتہائی دلکش اور سرسبز و شاداب جزیرہ ہے جس کا رقبہ تین ہزار چھبیس مربع میل ہے۔

یہ اہم ترین جزیرہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر نامزد کیا۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سرکاری بیت المال کے امین تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اس منصب پر ایک سال فائز رہے۔

پھر انہیں معزول کر دیا گیا' دارالخلافۃ سے ان کی معزولی کے احکامات اس بنا پر

جاری کیے گئے کہ انہوں نے بیت المال سے بھاری رقم بطور قرض حاصل کی جب اس کی ادائیگی کا وقت آیا تو بیت المال کے امین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مزید مہلت مانگی جس کے لیے بیت المال کا امین راضی نہ ہوا۔ دونوں میں تلخ کلامی ہوئی' جھگڑا طول پکڑ گیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت پہنچی۔ انہوں نے صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ اور اس منصب پر ولید بن عقبہ کو نامزد کر دیا۔

ادھر آذر بائیجان کے گورنر عتبہ بن فرقد کو معزول کر دیا گیا وہاں کے باشندوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے بغاوت کر دی' لہٰذا کوفہ کے نئے گورنر ولید بن عقبہ نے لشکر کی قیادت خود سنبھالتے ہوئے پیش قدمی اور اسے دوبارہ اسلامی ریاست کے تابع کر لیا۔

اس کے بعد ولید بن عقبہ نے سلمان بن ربیعہ کو بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر کا قائد بنا کر آرمینیہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جس نے وہاں پہنچتے ہی اہل آرمینیہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ یہ وہاں سے بھاری تعداد میں مال غنیمت لے کر واپس لوٹے۔ یہ دونوں جرنیل پانچ سال تک کوفہ میں رہے' ولید بن عقبہ کے خلاف کوفیوں نے مے نوشی کی شکایت کی یہ ایک افسانہ تھا جو ان کے خلاف گھڑ لیا گیا یہ کوفیوں کی پرانی عادت تھی بہر حال شورش کو دبانے کے لیے مصلحت کے پیش نظر اسے معزول کر دیا گیا۔ چونکہ کوفیوں نے ان کے خلاف گواہ بھی تیار کیے ہوئے تھے جنہوں نے دربار خلافت میں گواہی دی جس کی بنا پر چالیس کوڑے حد نافذ کی گئی یہ فتویٰ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیا تھا جو فوری طور پر نافذ کر دیا گیا ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں جائے بھائی تھے۔ اس کی جگہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر نامزد کیا گیا انہوں نے اپنا منصب سنبھالتے ہی اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے اہل کوفہ مجھے آپ کی طرف گورنر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مجھے یہ منصب سنبھالنے کی کوئی خوشی نہیں بلکہ میں دل گرفتہ' پریشان اور غمزدہ ہوں۔

دار الخلافہ سے حکم ملنے کے بعد میرے لیے اسے قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

اہل کوفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنہ سر اٹھا رہا ہے۔ میں اسے کچل کر رکھ دوں گا کیا تم میرا ساتھ دو گے؟

پھر اس کے بعد حالات کا تفصیلی جائزہ لیا اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تفصیلات سے آگاہ کیا۔

۳۰ ہجری کو کوفہ کے گورنر عظیم جرنیل حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں طبرستان فتح ہوا۔ اس لشکر میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ' حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۹ھ تک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر رہے اس کے بعد انہیں اس منصب سے معزول کر دیا گیا کیونکہ اہل بصرہ کی اکثریت ان کے خلاف ہو گئی تھی۔

ان کی جگہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ ان کے ماتحت بصرہ چھاؤنی کے علاوہ عمان اور بحرین کی چھاؤنی بھی آ گئی جس کے قائد عثمان بن عاص ثقفی تھے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ایرانیوں نے اپنے گورنر عبیداللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی اس بغاوت کو کچلنے کے لیے مجاہدین کو لے کر میدان میں نکلے۔ باب اصطخر پر ایرانیوں سے نبرد آزما ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ لشکر اسلام کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے لشکر جرار لے کر ایرانی فوج کے مقابلے میں آئے۔ زوردار لڑائی کے بعد انہیں شکست فاش دی اصطخر فتح ہوا۔ اس کے

بعد دار الحکم دفتح ہوا' ایران کا بادشاہ یزدگرد موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۳۱ ہجری کو بصرے کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے خراسان کی طرف پیش قدمی کی اس کے باشندوں نے مقابلہ کرنے کی بجائے سالانہ خراج دینے کی شرط پر صلح میں عافیت سمجھی۔

صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد قہستان کی طرف بڑھے۔ وہاں جنگ ہوئی' دشمن فوج قلعہ بند ہونے پر مجبور ہوئی۔ آخر کار انہوں نے چھ لاکھ درہم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے مصالحت کر لی۔ وہاں سے مشہور جرنیل احنف بن قیس کو لشکر کا قائد بنا کر طخارستان کی طرف روانہ کیا وہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا۔ اقرع بن حابس تمیمی کی قیادت میں جوزجان کی طرف لشکر روانہ کیا وہ بھی سرنگوں ہوا۔ احنف بن قیس نے طالقان فتح کیا۔ اہل طالقان نے چار لاکھ درہم سالانہ ادا کرنے کی شرط پر مصالحت کر لی پھر انہوں نے خوارزم پر حملہ کیا وہ فتح نہ ہو سکا۔

۳۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ بصرے کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ایک عجیب و غریب اجنبی شخص حکیم بن جبلہ العبدی کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ جس کی سرگرمیاں مشکوک ہیں' اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا میں اہل کتاب میں سے ہوں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی رفاقت کا خواہشمند ہوں۔ اس کے چہرے کا معنی خیز انداز دیکھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔

یہاں سے چلے جاؤ تمہارے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں۔ وہ بصرہ چھوڑ کر کوفہ پہنچ گیا۔ وہاں سے بھی اسے نکال دیا گیا۔ پھر حجاز اور شام پہنچا وہاں بھی اسے ٹھکانہ نہ ملا۔ پھر مصر کا رخ کیا وہاں کچھ دیر رہا اور اپنے خبث باطن کو چھپاتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا یہ یمن کا یہودی باشندہ عبداللہ بن سبا تھا جو انتہائی عیار' مکار' دھوکہ باز اور شیطان صفت شخص تھا' اس کی ریشہ دانیوں نے بڑے بڑے فتنے برپا کیے یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہا۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا۔

علامہ زرکلی نے اپنی کتاب الاعلام میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کو اپنے دور خلافت میں زندہ جلا دیا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر فتح ہوا۔ لشکر اسلام کی کمان عظیم جرنیل عمرو بن عاص کے پاس تھی اس طرح اسے فاتح مصر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالنے کے بعد جب مصر سے موصول ہونے والے ٹیکس کا جائزہ لیا تو آپ کو وہ بہت کم محسوس ہوا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اتنا بڑا زرخیز ملک اور یہاں سے موصول ہونے والا اتنا کم مقدار میں ٹیکس اس کی آخر وجہ کیا ہے؟ اس میں اضافہ ہونا چاہیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی۔

یہ جواب سن کر انہیں اس منصب سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن ابی سرح کو گورنر مقرر کر دیا۔ ہر چند کہ یہ بھی بڑے تجربہ کار' بہادر اور نڈر جنگجو تھے لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رومیوں اور مصریوں پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی ان کی معزولی کی خبر سنتے ہی رومیوں نے اسکندریہ میں بغاوت کا علم بلند کر دیا' شاہ روم نے ان کی بھرپور مدد کی اور رومیوں نے اسکندریہ اپنے قبضے میں لے لیا امیر المومنین کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو بڑا افسوس کیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے منصب پر بحال کرتے ہوئے اسکندریہ کو رومیوں کے تسلط سے آزاد کرانے کا حکم دیا انہوں نے اپنی جنگی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے تھوڑے ہی عرصے میں رومیوں کو شکست فاش دے کر دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ فوج کے مستقل کمانڈر رہوں گے اور مالیات کا نظام عبداللہ بن ابی سرح کے سپرد ہوگا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ تجویز پسند نہ آئی اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ گائے کے سینگ میں پکڑوں اور اس کا دودھ کوئی دوسرا شخص دوہے۔

۲۷ ہجری میں عبداللہ بن ابی سرح کی قیادت میں لیبیا، تیونس، الجزائر اور دیگر بہت سے قلعے فتح ہوئے اس طرح مصر سے لے کر مراکش تک اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرانے لگا، ۲۸ ہجری میں امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کے ساحل کے قریب واقع سرسبز و شاداب جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ اسی لشکر میں حصہ لینے والوں کو جنتی ہونے کی بشارت رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں دے دی تھی۔

۲۹ یا ۳۰ ہجری کو ایرانی شہنشاہت کی آخری نشانی یزدگر بن شہریار قتل ہوا۔

جو اپنی جان بچانے کے لیے شہر شہر بھاگا، حلوان سے اصفہان آیا وہاں سے دوڑ کر کرمان پہنچا۔ وہاں سے سیستان کا رخ کیا پھر خراسان پہنچا، وہاں کے شہر مرو میں ایک چکی پیسنے والے کے گھر پناہ لی، اسی نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھ ایسے ہی معاملہ پیش آیا جیسا کہ خمینی کے دور میں شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ بھی شہر شہر بھاگتا رہا لیکن موت مسلسل اس کے تعاقب میں رہی۔ تاریخ کے عبرت ناک مناظر موجودہ دور کے حکمرانوں کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنے چاہیں۔

۳۰ ہجری میں خراسان، نیشاپور، طوس، سرخس، مرو اور بیہق کو فتح کیا گیا۔ ۳۴ ہجری میں عبداللہ بن سرح کی قیادت میں حبشہ کو اسلامی ریاست میں شامل کیا گیا، امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں پہلے چھ سال امن و امان رہا لیکن اس کے بعد فتوحات کی وسعت، مال غنیمت کی فراوانی، وظائف کی کثرت اور دولت کی ریل پیل سے عام لوگ آسودہ حال ہو گئے۔ پھر فتنے ابھرنے لگے، امیر المومنین پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ آپ کی طبیعت چونکہ بہت نرم تھی۔ اس لیے فتنہ پرداز بے دھڑک اپنے مشن میں آگے بڑھنے لگے۔

یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کی المناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے

والے شر پسند فتنہ پرداز اور فسادی جماعت کے مراکز کوفہ، بصرہ اور مصر میں تھے۔ اور اس کے افراد پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے ان کا شب و روز مشغلہ یہی تھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا کو مسموم کیا جائے تا کہ رائے عامہ کو ہموار کر کے ان سے مسند خلافت چھین لی جائے، اگر یہ اپنے منصب سے دستبردار نہ ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

مصر میں سرگرم عمل فسادی جماعت حضرت علی بن ابی طالب کو مسند خلافت پر جلوہ افروز دیکھنا چاہتی تھی جب کہ بصرہ کی شر پسند جماعت طلحہ بن عبید اللہ اور کوفہ کی فسادی جماعت زبیر بن عوام کے خلیفہ بنائے جانے کے حق میں تھی۔ لیکن یہ تمام عناصر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کی معزولی اور بنو امیہ کی بیخ کنی پر سب متفق تھے۔ شر پسند عناصر کا اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے روز مرہ کا معمول یہی تھا کہ امیر المومنین کے خلاف جس قدر ممکن ہو سکے زہریلا پروپیگنڈا کیا جائے تا کہ لوگ ان کا گھیراؤ کریں اور بنو امیہ کے لیے حکومت چلانا ممکن نہ رہے۔

ابن سوداء عبد اللہ بن سبا یہودی کی چلائی ہوئی تحریک میں اعراب، مولفہ القلوب، منافقین، مدعیان نبوت اور مانعین زکوا کی ہمدردیاں بھی شامل ہوگئیں۔ شر پسند عناصر نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف الزامات کی جو فہرست تیار کی وہ کچھ اسی طرح تھی وہ جگہ جگہ یہ بات کہنے لگے غضب خدا کا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور ابو موسی اشعری جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کو ان کے عہدوں سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے نا تجربہ کار نوجوانوں کو نامزد کر دیا۔ اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ملک بدر کر دیا گیا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بند کر دیا گیا اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر ناروا سختی کی گئی جب کہ ان تینوں کی اسلام کے لیے قابل قدر خدمات ہیں۔ وہ ہر ملنے والے کو کہتے کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ بیت المال سے امیر المومنین اپنے قریبی رشتہ داروں کو نواز رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں وہ لوگوں کو یہ بھی بتاتے پھرتے کہ مدینہ منورہ میں بقیع

الغرقد کی چراگاہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے جانوروں کے لیے مخصوص کر لی ہے اور عوام کے لیے اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بنو امیہ کا کوئی افسر بالا اگر کسی غلطی کا مرتکب ہو تو اسے بالکل کچھ نہیں کہا جاتا‘ کوئی اس کی باز پرس نہیں ہوتی‘ کبھی کوئی سرزنش نہیں کی جاتی‘ مجرموں پر شرعی حدود نافذ کرنے میں مجرمانہ غفلت کا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ شر پسند عناصر بگلہ بھگت بن کر بڑے ہی درد بھرے انداز میں یہ کہتے۔ کہ دیکھو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چچا حکم بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ نے طائف میں نظر بند کر دیا تھا اس نے اپنے دور خلافت میں اسے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کا موقع فراہم کیا اور اسے بیت المال سے معقول رقم فراہم کی گئی۔

لوگو ذرا آنکھیں تو کھولو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دین میں مداخلت کی جسارت کا ارتکاب بھی کیا ہے رسول اقدس ﷺ‘ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ‘ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمیشہ حج کے موقع پر منی میں نماز قصر ادا کرتے رہے لیکن اس نے منی میں پوری نماز ادا کی۔ اپنی من مانی کی اور سنت کو ترک کیا۔ یہ تمام تر الزامات فتنہ پرداز افراد کے پراگندہ ذہنوں کی اختراع تھے جنہیں بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ پورے ملک میں پھیلایا گیا ان میں سے کوئی بھی الزام ایسا نہ تھا جس کا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ارتکاب کیا ہو۔

ان کے جملہ حکومتی اقدامات اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی تھے۔ وہ خود دولت مند تھے اگر کسی قریبی رشتہ دار کو مالی امداد دی تو وہ اپنی گرہ سے دی۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک منی میں دوگانہ پڑھنے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے مکہ میں مقیم ہونے کی نیت کر لی تھی۔ کیونکہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

من تاهل فی بلد فلیصل صلوٰۃ المقیم

جو کسی شہر میں اقامت کی نیت کر لے اس کو مقیم کی طرح پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

اگر آپ نے جلیل القدر صحابہ کرام کو ان کے عہدوں سے معزول کیا تو وہ وہاں کے عوام کے پرزور مطالبہ کی بنا پر حالات پر قابو پانے کے لیے کیا ورنہ آپ نے کسی سے کوئی ذاتی انتقام کی غرض سے اقدام نہیں کیا۔

سعد بن ابی وقاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور ولید بن عقبہ کے خلاف اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے ہنگامہ برپا کیا تھا حالات پر قابو پانے کے لیے انہیں معزول کیا گیا ورنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ذاتی ان پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو کسی نے ملک بدر نہیں کیا وہ خود اپنی افتادِ طبع کی بنا پر مدینہ کے قریب ایک ربذہ نامی بستی میں جا کر رہنے لگے۔ وہ سختی سے اس نظریے کا قائل تھے کہ کسی مسلمان کو ایک دن رات سے زیادہ اخراجات اپنے پاس نہیں رکھنے چاہیں۔ اور اس کا وہ دوسروں کو پابند بنا دینا چاہتے تھے۔ مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر وہ سیخ پا ہو جاتے، دولت کی ریل پیل کا منظر دیکھنا ان کے بس کی بات نہ تھی اس لیے وہ دمشق میں امن سے نہ رہ سکے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عرصہ حیات تنگ کیے رکھا، امیر المومنین نے مدینہ منورہ بلا لیا۔ وہاں بھی دولت کی فراوانی دیکھ کر بھڑک اٹھے مدینہ چھوڑا بستی میں جا آباد ہوئے۔ وہیں داعی اجل کو لبیک کہا اور اس سرزمین میں دفن ہوئے، امیر المومنین کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں ان کی وفات کی اطلاع ملی تو بہت افسوس کیا واپسی پر ربذہ بستی میں گئے، گھر میں اکلوتی بچی تھی۔ اسے دلاسہ دیا، مدینہ منورہ لا کر اسے آباد کیا۔

شرپسند عناصر کی جانب سے یہ الزام کہ بنو امیہ کے ناتجربہ کار نوجوانوں کو اہم مناصب پر فائز کر دیا گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان نوجوانوں کی جرات ہمت اور قائدانہ صلاحیتوں نے اسلامی ریاست کی حدود کو اتنی وسعت دی کہ مراکش سے کابل تک علاقے پر خلافت عثمانیہ کا پرچم لہرانے لگا۔ ان الزامات میں کوئی حقیقت نہ تھی یہ تو محض گھڑے اس لیے گئے تھے کہ لوگوں کو حکومت کے خلاف ابھارا جائے۔ آخر کار شیطانی ہتھکنڈے اثر انداز ہوئے۔ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ کوفہ، بصرہ اور مصر سے فسادی جماعت کے افراد بلوہ کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ پہنچے، امیر المومنین خطبہ ارشاد فرما

رہے تھے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں ہنگامہ برپا کر دیا ہر چند انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن بے سود۔ انہوں نے پتھراؤ کیا جس سے امیر المومنین کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام زخمی ہوئے۔ آپ کو عبد سے گھر پہنچایا گیا۔ آپ نے طبیعت سنبھلنے پر ان لوگوں سے بات کرتے ہوئے کہا۔

کیا تمہیں میری خدمات یاد نہیں، میں نے مسجد نبوی میں امت مسلمہ کی سہولت کی خاطر توسیع کی، ان کے آرام کی خاطر مسجد کو خوبصورت بنایا۔ کٹھن حالات میں میٹھے ٹھنڈے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔ جیش العسرہ کی تیاری کے لیے اتنی مالی مدد کی کہ رسول اقدس ﷺ نے خوش ہو کر میرے لیے جنت کی بشارت دی، اپنی رضا کا اعلان کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے التجا کی۔ امیر المومنین نے اپنی یہ خدمات انتہائی درد انگیز انداز میں بیان کیں لیکن۔

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسلام کی دیوار میں ایسا شگاف ڈالنے پر تلے ہوئے تھے جسے کوئی بڑے سے بڑا پہاڑ بھی پر نہ کر سکے۔

مدینہ منورہ میں ہلڑ بازی ان کے روزمرہ کا معمول بن گئی۔ صحابہ کرام گھروں میں محصور ہو گئے۔ امیر المومنین کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ باہر سے کھانا پانی اندر جانا بند کر دیا گیا۔ ایک روز ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کھانا پہنچانے کے لیے تشریف لائیں، انہیں بھی روک دیا گیا۔

مصر میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ اس تحریک میں بڑے سرگرم عمل تھے۔ وہ اس بات کا پرچار کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے، ان کی طرف سے نامزد کردہ مصر کا گورنر عبداللہ بن ابی سرح کو اس کے منصب سے ہٹانا سب سے بڑی دینی خدمت ہے۔ محمد بن ابی حذیفہ وہ شخص ہے جس کا والد جب فوت ہو گیا تو اس کی پرورش حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ یہ ناراض ہو کر مصر اس لیے بھاگ گیا تھا کہ اس کی مرضی کے مطابق اسے

حکومت، کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔ یہ بھاگ کر مصر میں جا کر آباد ہو گیا تھا اور وہاں عبداللہ بن سبا کی تحریک میں شامل ہو گیا بلوائیوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کر دیا یہ شدید محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ اس کنویں کا پانی بند کر دیا گیا جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی گرہ سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دی جس کی توسیع وتزئین میں انہوں نے گہری دلچسپی لی تھی، حضرت سہل بن حنیف اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔

ہم نے آپ کا حال پوچھا تو فرمایا۔

کیا بتاؤں یہ لوگ مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے رسول اقدس ﷺ سے خود سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث رجل کفر بعد اسلامه او زنابعد احصانه اوقتل نفسا بغیر نفس۔

کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں۔

۱- وہ شخص جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کیا

۲- وہ شخص جس نے شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کیا۔

۳- وہ شخص جس نے کسی کو ناحق قتل کیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ کی قسم میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں کبھی زنا جیسے شنیع جرم کا کبھی ارتکاب کیا۔

نہ کسی کو آج تک ناحق قتل کیا اور نہ ہی اسلام قبول کر لینے کے بعد کفر کے ارتکاب کی کبھی خواہش ہی کی۔

تو یہ لوگ مجھے آخر کس جرم کی پاداش میں قتل کر دینا چاہتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ ان میں سے بعض نے بلوائیوں کے سرغنوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا میں مدینۃ الرسول ﷺ میں خون کا ایک قطرہ بہانا بھی پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ اتنے افراد کو یکدم قتل کر دیا جائے۔

بعض نے مشورہ دیا کہ انہیں مال و دولت دے کر رام کر لیا جائے' آپ نے اس مشورے کو بھی پسند نہ کیا کہ آخر مجرموں کو کس کارنامے کی بنا پر مال و دولت سے نوازا جائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ میرے ساتھ دمشق تشریف لے چلیں وہاں حالات بالکل قابو میں ہیں آپ آرام سے رہ سکیں گے آپ نے فرمایا۔

میں مدینہ منورہ سے جدائی پسند نہیں کرتا۔ صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے صحابہ کرام نے بار بار بلوائیوں کو مار بھگانے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے کسی کو بھی اس کی اجازت نہ دی۔ آخر کار بعض صحابہ کرام نے اپنے جوان بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی حفاظت پر مامور کیا۔ جن میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ بلوہ کرنے والوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دیا جائے' سختی سے گھر پہ پہرہ دیا لیکن بلوہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ ہر صورت اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ اپنا مشن پورا کیے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ہر چیز سمجانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔

ان کے سامنے آنے پر بظاہر خاموش ہو جاتے لیکن وہاں سے پیچھے ہٹنے کے لیے وہ بالکل تیار نہ تھے۔ فتنہ پرداز اور فسادیوں کی خودسری اس قدر بڑھ چکی تھی کہ جلیل القدر صحابہ کرام کو بھی کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے' حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن سلام ' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن ان پہ کچھ اثر نہیں ہوا ایک دفعہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بلانے پر ان کے پاس اندر جانے کی کوشش کی

لیکن محاصرہ کرنے والوں نے انہیں بھی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے مایوس ہو کر اپنی پگڑی اندر بھیجی تا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باور کرا دیا جائے کہ میں تو آپ کے حکم کی تعمیل میں ملنے کے لیے آیا تھا لیکن بلوائیوں نے میری پیش نہیں جانے دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے اجازت طلب کی کہ ہمیں ان ظالموں سے مقابلہ کرنے دیا جائے آپ نے اسے روک دیا۔ انصار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پیغام بھیجا کہ ہمیں اپنی تاریخ دھرانے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا۔ اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں شور نہ اٹھائے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اب مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے آپ نے بھی مظلومیت کے انداز میں شہادت کی موت کو قبول کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی۔ آپ کے پاس بیس غلام تھے سب آزاد کر دیئے۔

ایک لباس جو آپ نے پہلے کبھی زیب تن نہیں کیا تھا وہ پہن لیا۔

ہائے شام غریباں اسے کہتے ہیں۔ جمعہ کا دن تھا' امیر المومنین نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

باغیوں نے گھر میں آپ پر حملہ کر دیا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ دروازے پر پہرہ دے رہے تھے انہوں نے مزاحمت کی' زخمی ہو کر گر پڑے باغیوں میں سے چار افراد دیوار پھلانگ کر اندر گئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان بڑے انہماک سے قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کی بیوی نائلہ غم کی تصویر بنی سہمی ہوئی آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی پر لوہے کی سلاخ ماری جس سے آپ پہلو کے بل گر پڑے' کمبخت سودان بن حمران مصری نے ضرب لگائی جس سے خون بہنے لگا' ناہنجار عمرو بن حمق نیزہ لے کر امیر المومنین کے سینے پر بیٹھا اور نیزے کے پے در پے وار کیے' ایک شخص نے تلوار کا وار کیا جو آپ کی وفا شعار بیوی نے اپنے ہاتھ سے روکا جس سے اس کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔

امیر المومنین جس قرآن حکیم پر جھکے ہوئے تلاوت کر رہے تھے پیشانی سے خون

بہہ کر اس پر گرا اور جب خون بہتا ہوا۔

فسیکفیکھم اللہ وھوا السمیع العلیم۔

اللہ تیرے لیے ان کی جانب سے کافی ہوگا اور وہ سننے' جاننے والا ہے۔

آیت پر جا کر رک گیا تو پاکیزہ روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی' یہ ۲۴ ہجری ذوالحجہ کو عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا کہ کابل سے مراکش تک پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت کا فرماں روا مظلومی و بے کسی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

جب آپ شہید کیے گئے اس وقت آپ کی عمر ۷۱ سال تھی' ہائے یہ شام غریباں۔

دو دن تک امیر المومنین عثمان بن عفان کی لاش بے گور و کفن ان کے گھر میں پڑی رہی' تیسرے روز مدینہ منورہ میں لوٹ مار کا بازار گرم تھا رات کے اندھیرے میں بغیر غسل دیئے تاروں کی چھاؤں میں چند افراد نے جان ہتھیلی پہ رکھ کر لاش کو اٹھایا' جنت البقیع میں پہنچے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' جنازے میں صرف ۱۷ افراد شامل تھے چپکے سے دفن کیا قبر کا نشان بھی مٹا دیا کہ کہیں شرپسند عناصر یہاں آ کر پہچان نہ لیں۔ اور لاش کی بے حرمتی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔

شمع نبوت کی ایک کرن اور بجھ گئی۔ ماحول میں تاریکی چھا گئی۔ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جس نے یہ المناک خبر سنی انگشت بدنداں رہ گیا۔ شام غریباں میں ہر کوئی غم میں ڈوبا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت علی یہ خبر سنتے ہی ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے الٰہی گواہ رہنا میں خون عثمان بہانے کے جرم سے بری ہوں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے شہادت عثمان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ امت مسلمہ میں ایک ایسا شگاف پڑ گیا جو قیامت تک بند نہیں ہو سکے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

عثمان مظلوم مارے گئے' اللہ کی قسم اس کا نامہ اعمال دھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ ان کا رونا بند ہی نہیں ہوتا تھا۔

شام میں یہ خبر پہنچی تو وہاں لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے'

یہ ہے شام غریباں

یہ ہے مظلومیت کی شہادت۔

یہ ہے ظلم وستم کی انتہاء

یہ ہے مجبوری و بے بسی کی رقت آمیز کیفیت'

یہ ہے قوم کی جانب سے احسان فراموشی کا عبرت ناک منظر۔

اللہ سبحان وتعالیٰ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے' آمین یارب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
حدیث کی روشنی میں

۱ --عن ابی موسی رضی الله عنه ان النبی ﷺ دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط فجاء رجل يستاذن فقال ائذن له وبشره بالجنة فاذا ابوبكر ثم جاء اخر بيستاذن فقال ائذن له وبشره بالجنة فاذا عمر ثم جاء اخر يستاذن فسكت هنيئة ثم قال ائذن له وبشره لجنة على بلوى ستصيبه فاذا عثمان بن عفان”۔ (بخاری)

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ ایک چار دیواری میں داخل ہوئے اور چار دیواری کے دروازے پر نگرانی کا حکم دیا۔ ایک شخص آیا اجازت طلب کرنے لگا آپ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو اور اسے جنت کی خوشخبری سنا دو تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے پھر ایک دوسرا شخص آیا اجازت طلب کرنے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو اور اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔ تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور شخص آیا اجازت طلب کرنے لگا۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو اور اسے جنت کی بشارت سنا دو لیکن اس کے خلاف بغاوت ہوگی تو وہ عثمان بن عفان تھے‘

۲ --عن انس قال صعد النبی ﷺ احدا ومعه ابوبكر و عمر و

عثمان فرجف فقال اسكن احد اظنه ضربه برجله فليس عليك الا نبى و صديق و شهيدان"(بخارى)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تھے' پہاڑ لرزا تو آپ نے فرمایا۔ احد ٹھہرو تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

۳-عن عثمان ابن موهب قال جاء رجل من اهل مصرو حج البيت فراى قوما جلوسا فقال من هولاء القوم؟ فقالوا هؤلاء قريش قال فمن الشيخ فيهم؟ قالوا عبدالله بن عمر قال يا ابن عمر انى سائلك عن شئى محدثنى عنه هل تعلم ان عثمان فريوم احد؟ قال نعم۔

فقال تعلم انه يغيب عن بدر ولم يشهد؟ قال نعم قال الرجل هل تعلم انه يغيب عن بيعة الرضوان فلم يشهدها؟ قال نعم قال الله اكبر قال ابن عمر رضى الله عنه تعالىٰ ابين لك اما فراره يوم احد فاشهد ان الله عفا عنه وغفرله واما تغيبه عن بدر فانه كانت تحته بنت رسول الله وكانت مريضة فقال له رسول الله ﷺ ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه واما تغيبه عن بيعة الرضوان فلو كان احد اعزببطن مكة من عثمان بعثه مكانه فبعث رسول الله ﷺ عثمان وكانت بيعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الى مكة فقال رسول الله بيده اليمينى هذه يد عثمان فضرب بها على يده فقال هذه لعثمان فقال له ابن عمر اذهب بها الان معك۔(بخارى)

حضرت عثمان بن موھب بیان کرتے ہیں ایک مصری شخص نے بیت اللہ کا حج

کیا، ایک جگہ چند افراد کو بیٹھا دیکھا تو اس نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے جواباً کہا قریش، اس نے کہا ان میں شیخ کون ہے؟ انہوں نے کہا عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ اس شخص نے کہا اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے بارے میں مجھے بیان کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے؟ فرمایا ہاں!

اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر سے غیر حاضر تھے؟ فرمایا ہاں۔

اس شخص نے کہا کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غیر حاضر تھے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں

اس نے فاخرانہ انداز میں اللہ اکبر کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادھر آؤ تمہیں وضاحت سے سمجھاؤں۔

جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غزوہ احد سے فرار کا تعلق ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور بخش دیا ہے۔ رہا مسئلہ ان کے غزوہ بدر سے غیر حاضری کا تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی بیوی دختر رسول ﷺ بیمار تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے تیمارداری کی اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

تجھے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے کو ملے گا۔

رہی بات بیعت رضوان سے ان کی غیر حاضری کی۔ اگر وادی مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی معزز ہوتا تو آپ اسے بھیج دیتے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا۔ اور ارشاد فرمایا یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جاؤ ان باتوں کو اپنے پلے

باندھ لو۔

٤-قال النبی ﷺ "من حضر بئر رومة فله الجنة فحضرها عثمان۔" (بخاری)

نبی ﷺ نے ارشادفرمایا جو روم کا کنواں کھودے گا اس کے لیے جنت ہے تو اسے عثمان نے کھودا۔"

٥-قال النبی ﷺ من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهزه عثمان۔"

نبی اقدس ﷺ نے ارشادفرمایا جس نے لشکر تنگ دست کو تیار کیا اس کے لیے جنت ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تیار کیا"

٦-عن بشيرالاسلمی قال لما قدم المهاجرون المدينة استنكروا الماء وكانت لرجل من بنی غفار عين يقال لها رومة وكان يبيع منها القربة بمد فقال له رسول الله ﷺ بيعها بعين فی الجنة فقال يارسول الله ليس لی ولا لعيالی غيرها ولا استطيع ذالك فبلغ ذالك عثمان رضی الله عنه فاشتراها بخمسة وثلاثين الف درهم ثم اتی النبی ﷺ فقال يارسول الله اتجعل لی مثل الذی جعل له عينا فی الجنة ان اشتريتها قال نعم قال قد اشتريتها وجعلتها للمسلمين۔

(اخرج الطبرانی فی الكبير)

بشیر اسلمی سے روایت ہے کہا جب مہاجرین مدینے آئے، انہیں پانی ناگوار گزرا، قبیلہ بنوغفار کے ایک شخص کے پاس چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا وہ شخص ایک مد جنس کے بدلے ایک مشکیزہ پانی دیا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا جنت کے چشمے کے بدلے اسے بیچ دو۔ اس نے کہا یارسول اللہ میرے اور میرے بچوں کے لیے اس کے علاوہ کچھ نہیں میں ایسا کرنے کی استطاعت

نہیں رکھتا۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے پینتیس ہزار درھم کے بدلے اسے خرید لیا۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ میرے لیے بھی وہی عنایات کریں گے جو اس شخص کے لیے کی تھیں یعنی جنت کا چشمہ مجھے بھی ملے گا اگر میں وہ چشمہ خرید لوں، فرمایا ہاں

عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے وہ خرید لیا اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۷–عن عبدالرحمن بن سمرة قال جاء عثمان الی النبی ﷺ بالف دینار حین جهز جیش العسرة فنشرها فی حجره فجعل ﷺ یقلبها و یقول ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم"

(رواه الترمذی)

عبدالرحمان بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت عثمان نبی اقدس ﷺ کے پاس ہزار دینار لے کر آئے جب آپ نے لشکر تنگ دست کو تیار کیا تھا، انہوں نے دینار آپ کی گود میں پھیلا دیئے۔ رسول اللہ ﷺ دیناروں کو الٹتے پلٹتے بھی ہیں اور یہ ارشاد بھی فرما رہے ہیں عثمان نے جو آج کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

۸–عن ابن عباس رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ما زوجت عثمان ام کلثوم الا بوصی من السماء۔

(اخرج الطبرانی فی الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمان سے وحی کی بنا پر کی ہے۔

۹–عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدهم فی الله عمر واکثرهم حیاء

عثمان و اقضاهم علی بن ابی طالب رضی الله عنه۔

(المستدرك للحاكم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ہیں، امت میں اللہ کے لیے سخت ترین عمر ہیں۔ سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں اور سب سے بہتر فیصلہ دینے والے حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

۱۰ -عن عائشه قال النبی ﷺ الا استحیی ممن تستحیی منه الملائكة۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں اس سے نہ شرماؤں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-صحیح مسلم	۱۰۵/۲
۲-مشکل الاثار طحاوی	۲۹۰/۲
۳-کنز العمال	۵۹۱-۵۸۵/۱۱
۴-مسند امام احمد	۱۵۵/۶
۵-مجمع الزوائد	۸۱/۹
۶-حلیۃ الاولیاء	۵۹/۱
۷-الاستیعاب	۱۰۴۷/۳
۸-طبقات ابن سعد	۵۶/۳
۹-المستدرک حاکم	۹۹/۳
۱۰-ابن ماجہ	۵۴/۱
۱۱-المعجم الکبیر طبرانی	۲۱۸/۵

۱۲-ترمذی	مناقب عثمان
۱۳-فتح الباری	۴۵-۴۳/۷
۱۴-سیرۃ ابن ہشام	۳۲۵/۲
۱۵-البدایۃ والنہایۃ	۱۹۳/۲
۱۶-تاریخ ابن عساکر	۴۱۵/۱
۱۷-صفۃ الصفوۃ	۱۵۶/۴
۱۸-درالسحابۃ شوکانی	

خلیفہ چہارم

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

''کل میں لشکر اسلام کا جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا' جو اللہ و رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ و رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ اس کے ذریعے فتح عطا کرے گا۔''

(فرمان نبویؐ)

علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

(فرمان نبویؐ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوتراب علی ابن طالب رضی اللہ عنہ

آغوش نبوت میں پرورش پانے والا، نونہالان امت میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنے والا، ہجرت کی رات رسول اقدس ﷺ کے فراش شبینہ پر رات گذارنے کی سعادت سے بہرہ مند ہونے والا، غزوہ تبوک میں اسلامی ریاست کے پایہ تخت مدینہ منورہ میں نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے صلے میں لسان رسالت سے ہارون موسیٰ کے رتبے کا اعزاز پانے والا، فصاحت و بلاغت کا امام، ذہانت وفطانت، زہد وتقویٰ، جرات وشجاعت اور جوانمردی وبہادری کا پیکر، خاتون جنت جگر گوشہ رسول رضی اللہ عنہ فاطمۃ الزہراء کا سرتاج، نوجوانان جنت کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی قدر لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والا جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ خاتون جنت فاطمۃ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا لخت جگر، ابو طالب کا فرزند ارجمند۔

طالب، عقیل اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا عظیم المرتبت بھائی، گندمی، نکھرا ہوا جاذب نظر رنگ، بارعب چہرہ، بھاری اور گھنی داڑھی، موٹی موٹی دیدہ زیب اور خشیت الٰہی کے سبب پرنم آنکھیں، درمیانہ قد لیکن ذرا چھوٹائی کی طرف مائل، گٹھا ہوا سڈول جسم، مضبوط فولادی بازو، سینے اور کندھوں پر بالوں کی بہتات جس سے مردانہ وجاہت آشکار ہوتی، ہاتھوں میں اس قدر بلا کی طاقت کہ اگر کسی کا بازو زور سے پکڑ لیتے تو اس کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے، ہونٹوں پر ہر دم مسکراہٹ کے آثار نمایاں، بہادرانہ چال ڈھال اور لشکر اسلام کا بطل جلیل بت شکن فاتح خیبر ابوتراب علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جس

نے بچپن میں سب سے پہلے اسلام کی نورانی کرنوں سے اپنے دل کو منور کیا' جس نے مردوں میں سب سے پہلے رسول اقدس ﷺ کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

جس کا بچپن' لڑکپن اور جوانی کا دور کاشانہ نبوت کے نورانی ماحول میں گذرا۔

جس نے یمن میں بحیثیت قاضی قیام کے دوران حیرت انگیز تاریخی فیصلے صادر فرمائے۔ اور دلپذیر انداز میں تبلیغی فرائض سرانجام دیتے ہوئے بہت سے لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنایا۔

جس نے غزوہ بدر میں اپنے حریف ولید بن عقبہ کو چشم زدن میں تہہ تیغ کر دیا۔

جس نے غزوہ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کی علمبرداری کے فرائض سرانجام دیتے جس نے غزوہ خندق میں عرب کے مشہور شہسوار عمرو بن ودکوناکوں چنے چباتے ہوئے قتل کیا جس نے غزوہ خیبر میں یہودیوں کے مشہور جرنیل اور خیبر کے حکمران مرحب کو تہہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل کیا اسے اپنی طاقت شمشیر زنی اور زور بازو پر بڑا گھمنڈ تھا جسے چشم زدن میں ضرب حیدری سے خاک میں ملا دیا گیا۔ معرکہ خیبر میں شریک ہونے سے پہلے جس کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں رسول اقدس ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا تو درد فوری طور پر جاتی رہی اور نظر پہلے سے تیز ہوگئی۔ جس نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ کے وصال پر ان کے جسد اطہر کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیئے' کفنانے اور دفنانے کے فرائض سرانجام دیئے' جس نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کو اسلامی سلطنت کا پائہ تخت بنایا' جس نے عنان اقتدار سنبھالنے کے بعد پہلے تینوں خلفاء کے نافذ کردہ نظام کو بدستور قائم رکھا اور ان کے طے کردہ معاہدات میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جس نے کاتب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اقدس ﷺ کے خطوط اور معاہدات و وثائق تحریر کرنے کا اعزاز حاصل کیا' جس نے صلح حدیبیہ کا تاریخی معاہدہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی' جس نے پہلے تینوں خلفاء کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے چودہ بیٹوں میں سے ایک کا نام ابوبکر دوسرے کا نام عمر اور

تیرے کا نام عثمان رکھا۔

آئیے اس عظیم المرتبت جلیل القدر لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے اولوالعزم صحابی ابوتراب' ابوالحسن علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی سے روشنی حاصل کرتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔

* * *

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سرزمین عرب کے مشہور ومعروف سیاستدان' اسلامی سلطنت کے کامیاب حکمران حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ادیب ملت ضرار بن ضمرہ اسلامی سے کہا حضرت علی المرتضیٰ کے اوصاف اپنے دلکش ودلپذیر انداز میں بیان کریں تو اس نے کہا۔

١-والله كان بعيد المرى

٢-شديد القوى

٣-يقول فصلا ويحكم عدلا

٤-يتفجر العلم من جوانبه

٥-وينطق الحكم من نواصيه

٦-يستوحش من الدنيا وزهرتها۔

٧-ويستانس بالليل و ظلمته

٨-كان والله غزيرالدمعة' طويل الفكره

٩-يقلب كفه ويخاطب نفسه

١٠-يعجبه من اللباس ماخشن ومن الطعام ماجشب

١١-يجيبنا اذا سالناه ويبتد انا اذا اتيناه وياتينا اذا دعوناه

١٢-ونحن والله مع تقريبه لنا وقربه منا لا نكلمه لهيبته ولا نبتداء بعظمته۔

١٣ -فان تبسم فعن مثل اللؤلو المنظوم

١٤ -يعظم اهل الدين ويحب المساكين

١٥ -لا يطمع القوى فى باطله

١٦ -ولا ييئس الضعيف من عدله

۱- اللہ کی قسم حضرت علی المرتضی بڑے بلند نظر تھے۔

۲- بڑے ہی عالی ہمت اور طاقت ور تھے۔

۳- جچی تلی گفتگو کرتے اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے۔

۴- ان کی ہر ادا سے علم کے چشمے پھوٹتے۔

۵- وہ اپنی زبان سے حکمت ودانائی کے موتی رولتے۔

۶- دنیا اور اس کی بہار سے وحشت کا اظہار کرتے۔

۷- رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے۔

۸- واللہ خشیت الٰہی سے ان کی آنکھیں پرنم رہتیں۔ اور وہ طویل غور وفکر کے عادی تھے۔

۹- اپنی ہتھیلی کو الٹتے پلٹتے اور اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے خود کلامی کا انداز اپناتے۔

۱۰- ان کو موٹا کھردرا لباس اور سادا غذا پسند تھی۔

۱۱- جب ہم آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو آپ ہمیں فوری جواب دیتے، جب ہم حاضر ہوتے تو سلام اور مزاج پرسی میں پہل کرتے اور جب ہم آپ کو دعوت دیتے تو آپ اسے خندہ پیشانی سے قبول کرتے اور تشریف لاتے۔

۱۲- بخدا ہم آپ کے بہت زیادہ قریب ہونے کے باوجود رعب ودبدبہ کی وجہ سے بات کرنے کا یارا نہ رکھتے اور آپ کی عظمت وجلال کی وجہ سے آپ سے گفتگو کا آغاز کرنے کی ہمت وجرات نہ پاتے۔

۱۳- جب آپ مسکراتے تو دانت موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے۔

۱۴- اہل دین کی تعظیم کرتے اور مساکین سے محبت کرتے۔

۱۵- کوئی طاقت ور اپنی قوت کے بل بوتے پر انہیں اپنے باطل کی طرف مائل نہ کر سکتا۔

۱۶- اور نہ ہی کوئی کمزور ان کے عدل وانصاف سے مایوس ہوتا۔

ضرار بن حمزہ اسدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کو ایک رات اندھیرے میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے کھڑے دیکھا وہ اس طرح بے چین تھے جیسے کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ وہ زاروقطار رو رہے تھے جیسے دل پر کوئی گہری چوٹ لگی ہو۔ اور وہ یہ بات بار بار دہرا رہے تھے اے دنیا کیا تو میرا امتحان لے رہی ہے اور مجھے بہکا رہی ہے؟

ارے دنیا تو مجھ سے مایوس ہو جا مجھ سے دور ہو جا' کسی اور کو فریب دے میں نے تجھے ایسی قطعی طلاق دے دی ہے جس کے بعد رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارے دنیا تیری عمر بڑی مختصر' تیرا عیش بے حقیقت اور تیرا خطرہ انتہائی زہرناک ہے۔ افسوس زادراہ کس قدر تھوڑا ہے؟ سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کتنا کٹھن اور وحشتناک ہے؟

ضرار بن حمزہ کا حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں یہ بیان سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور روتے ہوئے کہا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ابوالحسن علی المرتضیٰ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

واللہ وہ ان تمام خوبیوں سے آراستہ تھے۔ ان میں یہ سب اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے پوچھا تجھے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا کتنا غم ہے؟ اس نے کہا مجھے اتنا غم ہے جتنا اس عورت کو ہوتا ہے جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو۔ (بحوالہ صفۃ الصفوۃ ابن الجوزی)

* * *

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۳ رجب بعثت نبوی سے دس سال پہلے اور ہجرت نبوی سے ۲۳ سال پہلے پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمۃ بنت اسد ہے جو قبیلہ بنو ہاشم میں سے تھیں، جس نے رسول اقدس ﷺ کی بچپن میں پرورش اور خدمت کی سعادت حاصل کی۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ آمنہ بن وہب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے داغ مفارقت دے گئی تھی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ اماں جاں کہہ کر پکارا کرتے تھے، جسے آپ نے جنت کی بشارت دی، جس کے کفن میں رسول اقدس ﷺ نے اپنی قمیص شامل کر دی تھی، جس کی قبر میں آپ رضی اللہ عنہ پہلے خود اترے اور اپنے ہاتھوں سے بڑے ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ لحد میں اتارا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب تھا۔ اور کنیت ابو طالب تھی، کنیت نام پر غالب آ گئی۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد انہوں نے رسول اقدس ﷺ کی کفالت، دفاع اور پرورش انتہائی محبت بھرے انداز میں کی۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانچ چھ برس کے ہوئے تو رسول اقدس ﷺ نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا اس طرح انہیں بچپن میں ہی پاکیزہ نورانی ماحول میسر آیا۔ کاشانہ نبوت میں پروان چڑھے۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ جوان ہوئے تو رسول اقدس ﷺ نے اپنی چھوٹی لاڈلی بیٹی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنھا سے شادی کر دی، رہائش کے لیے مسجد نبوی کے قریب ہی گھر مہیا کر دیا گیا جو حضرت نعمان بن حارث رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ ایک روز رسول اقدس ﷺ کا ادھر سے گذر ہوا کیا دیکھتے ہیں کہ علی المرتضیٰ دیوار کے پاس زمین پر ہی لیٹے ہوئے ہیں آپ ان کے پاس گئے پیار سے تھپکی دی چونکہ زمین پر لیٹنے کی وجہ سے کپڑے مٹی سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا، ابوتراب اٹھئے اس وقت سے ان کی یہ کنیت مشہور ہوگئی۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو پھر ابوالحسن کنیت مشہور ہوئی اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ دو کنیت اور دو ہی لقب سے

آراستہ ہوئے کنیت ابوتراب اور ابوالحسن تھی جب کہ لقب مرتضی اور حیدر تھا۔ انہیں بچپن میں ہی رسول اقدس ﷺ کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت خدیجۃ الکبری کے بعد امت مسلمہ میں یہ دوسرے فرد ہیں جنہیں یہ قابل رشک اعزاز حاصل ہوا۔ عنفوان شباب میں ہی غزوات میں حصہ لینا شروع کر دیا اور ہر معرکے میں نمایاں اور قابل رشک کردار ادا کیا۔ رسول اقدس ﷺ کی صحبت میں رہتے ہوئے وافر مقدار میں قرآنی علوم حاصل کرنے کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ جب کبھی کوئی قرآنی آیت لسان رسالت سے سنتے اسی وقت اسے زبانی یاد کر لیتے۔

حضرت علی خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں مجھے اللہ کی کتاب کے بارے پوچھا کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جانتا ہوں کہ یہ آیت رات کو نازل ہوئی یا دن کو' پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں' اللہ تعالیٰ نے مجھے بیدار دل اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ زبان عطا کی ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بڑے فصیح وبلیغ خطیب بھی تھے۔ اور فوری فیصلے کرنے کی سعادت سے بہرور بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی نامزد کیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس عمر میں اہل یمن کے فیصلے کروں گا جب کہ مجھے معلوم ہی نہیں کہ عدالتی تقاضے کیا ہوتے ہیں؟

آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر یہ دعا کی۔

الٰہی اس کے دل کی راہنمائی فرما۔

اس کی زبان کو ثبات کی نعمت سے سرفراز کر دے۔ مجھے قسم ہے زمین سے دانہ اگانے والے اللہ رب العزت کی اس دعا کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ صادر کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فیصلہ صادر کرتے وقت بعض ایسی باریکیوں کو پیش نظر رکھتے کہ دیکھنے اور سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے۔ ایک ردز آپ کی عدالت میں دو آدمی پیش ہوئے ان کے درمیان لین دین کا

جھگڑا تھا، ہوا یہ کہ دونوں کھانا کھانے لگے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، جب کھانا شروع کیا تو ایک تیسرا آدمی بھی شریک طعام ہو گیا فارغ ہوئے تو تیسرے ساتھی نے جیب سے آٹھ درہم نکالے اور ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا یہ میری طرف سے کھانے کی اجرت ہے، قبول کیجئے!

اپنے سامنے درہم دیکھ کر ان کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ جب تقسیم کرنے لگے تو جس کی ملکیت پانچ روٹیاں تھیں، اس نے کہا پانچ درہم میرے اور تین آپ کے، دوسرے نے کہا یہ آٹھ درہم آپس میں برابر تقسیم ہونے چاہئیں، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ چار آپ رکھیں اور چار مجھے دیں۔ اس بات پر دونوں کا آپس میں جھگڑا ہوا، کوئی بھی اپنے موقف سے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہوا تو یہ مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے دونوں کے بیانات سننے کے بعد تین روٹی کی ملکیت والے سے کہا آپ کا ساتھی جو تمہیں دے رہا ہے بخوشی قبول کر لو، تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ اس نے کہا میرے حصے میں چار درہم آتے ہیں لہذا مجھے میرا حق ملنا چاہیے میں آپ سے عدل وانصاف کی توقع رکھتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا اگر عدل وانصاف اور برحق فیصلہ چاہتے ہو تو تیرا اصلی حق صرف ایک درہم بنتا ہے۔

وہ یہ بات سن کر بڑا سیخ پا ہوا اور تلملاتے ہوئے کہنے لگا میرا حق صرف ایک درہم بھلا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا سنو!

کل آٹھ روٹیاں تھیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تم کھانے والے تین تھے؟ کہا بالکل درست۔ ہر روٹی کے تین ٹکڑے کیے جائیں تو کل چوبیس ٹکڑے بنے ہر ایک کے حصے میں آٹھ آٹھ ٹکڑے آئے۔

جس کی ملکیت پانچ روٹیاں تھیں، اس کے پندرہ ٹکڑے بنے اور اس نے اپنے حصے کے آٹھ کھا لیے اور سات باقی بچے، جن کی قیمت وصول کرنے کا اسے استحقاق حاصل ہوا تمہاری تین روٹیوں کے کل نو ٹکڑے بنے، آٹھ تم نے کھا لیے باقی صرف ایک بچا جس کی

قیمت وصول کرنے کا تم حق رکھتے ہو۔ ایک درہم لو اور چلتے بنو!

جب اس نے فیصلے کی تفصیلات سنیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی کہ واقعی میرا اصلی حق تو صرف ایک درہم ہی بنتا ہے۔ اس نے ایک درہم وصول کیا اور اپنی راہ لی۔ (بحوالہ الریاض النضرۃ:۱۸۸)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک ایسی خاتون کو پیش کیا گیا جس نے شادی کے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا' آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس فیصلے کا پتا چلا تو آپ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ امیر المومنین کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

وحمله وفصاله ثلاثون شهراً (الاحقاف:۱۵)

اس کا حمل اور اس کے دودھ چھڑوانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (یعنی دو سال چھ ماہ)

اور اللہ سبحان وتعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وفصاله في عامين (لقمان:۱۴)

اور اس کے دودھ چھڑوانے کی مدت دو سال ہے۔

ان الٰہی ارشادات کو پیش نظر رکھا جائے تو چھ ماہ حمل کے بنتے ہیں اور دو سال دودھ پینے کی مدت بنتی ہے۔ لہٰذا شرعاً اس خاتون پر رجم کی حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ مدلل گفتگو سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

لولا علي لهلك عمر۔

اگر علی نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے۔ بلاشبہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم و فضل کا برملا اعتراف ہے۔

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں

نے فرمایا۔ علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ ہم سب سے بڑھ کر علم و فضل سے آراستہ ہیں' اس نے چاپلوسی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا جناب ہم تو آپ ہی سے دریافت کریں گے کیونکہ آپ کا انداز گفتگو ہمیں بہت ہی پیارا اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے غصے میں اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا یہ تم نے بہت بری بات کہی ہے۔

کیا تجھے علم نہیں کہ علی المرتضی کو رسول اقدس ﷺ کی قربت کا کیسا عظیم شرف حاصل رہا ہے۔ اور انہوں نے آپ سے براہ راست علم حاصل کیا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ قرآن حکیم کی یہ آیت اکثر و بیشتر پڑھا کرتے تھے۔ وقفے وقفے سے اسے دھراتے رہتے۔

ونزعنا ما فی صدروھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین۔

(سورہ الحجر: ۳۵۔۳۶)

ہم ان کے سینوں میں سے کینہ اور کھوٹ نکال دیں گے وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے' انہیں نہ کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو شراب کے نشے میں دھت تھا' رمضان کا مہینہ تھا' آپ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

نشہ اترنے تک اسے روکے رکھو جب نشہ اتر گیا تو آپ نے اسے اسی (۸۰) درے لگوائے۔ جب اس پر یہ حد نافذ کر دی گئی تو فرمایا اسے حوالات میں بند کر دو پھر دوسرے دن آپ نے حکم دیا کہ اس مجرم کو بیس درے اور لگائے جائیں اور ساتھ ہی یہ وضاحت کر دی کہ ہم نے اسی درے شراب نوشی کے جرم میں اور بیس درے رمضان المبارک کی بے حرمتی اور توہین کے جرم میں لگائے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ تاریخی فیصلہ امت مسلمہ کے تمام

افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ شرعی اعتبار سے شراب نوشی اور رمضان المبارک کی بے حرمتی کتنا بڑا جرم ہے اور کتنی قبیح عادت ہے جس کی بیخ کنی کے لیے اتنی سخت سزا تجویز کی گئی۔ بالکل اسی نوعیت کا فیصلہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی کیا گیا۔ (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/۳۶)

امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے نافذ کردہ نظام کو بدستور جاری رکھا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی، امام ابو یوسف اپنی مشہور و معروف تصنیف کتاب الخراج میں رقمطراز ہیں کہ نجران کا ایک عیسائی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے میں ترمیم کا مطالبہ کیا تو آپ نے وفد کی بات سن کر ارشاد فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے میں کوئی ترمیم نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"کان رشید الامر"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاملات میں رشد و ہدایت کے راستے پر گامزن تھے۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ کسی مجرم کو اگر مقررہ حد سے زیادہ سزا دی جاتی تو زائد سزا دینے والے کو اس جرم کا مرتکب قرار دیتے ہوئے وہ سزا اس پر نافذ کرنے کا حکم صادر فرما دیتے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ صفحہ ۴۷۷ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بارے میں تحریر ہے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے اس غلام کو کسی مجرم کو سزا دینے کا حکم دیا کہ جاؤ باہر لے جا کر اسے اتنے درے لگاؤ۔ جب اسے سزا دے گئی تو مجرم نے آپ کی خدمت میں پیش ہو کر استغاثہ دائر کر دیا کہ قنبر نے مجھے مقررہ حد سے تین درے زائد لگائے ہیں، آپ نے قنبر سے پوچھا تو اس نے تصدیق کر دی کہ ہاں اسے تین درے زیادہ لگائے گئے ہیں تو آپ نے مجرم کو کہا۔

خذ السوط فاجلده ثلاثة اسواط۔

یہ کوڑا پکڑو اور اسے تین کوڑے رسید کرو اور پھر اپنے غلام قنبر کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ کبھی حد سے تجاوز نہ کرنا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدود و تعزیرات کے نفاذ میں کس قدر عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں مشہور و معروف تابعی حضرت محمد بن سیرین کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں تمام قاضیوں کے نام ایک مراسلہ جاری کیا' جس میں یہ حکم دیا کہ تم بالکل اسی طرح فیصلے کیا کرو جس طرح پہلے خلفاء کے عہد حکومت میں فیصلے کیا کرتے تھے۔

میں جماعتی نظم قائم رکھنے کے حق میں ہوں اور اپنے پیش رو خلفاء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہونے کا خواہشمند ہوں' بخاری شریف میں یہ الفاظ درج ہیں۔

> "عن ابن سيرين عبيدة السلماني عن علي قال اقضوا كما كنتم تقضون فاني اكره الاختلاف حتى يكون الناس جماعة واموت كما مات اصحابي"
>
> محمد بن سیرین عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسی طرح فیصلے کیا کرو جیسا کہ پہلے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ میں اختلاف کرنا پسند نہیں کرتا لوگ ایک جماعت بن کر زندگی بسر کریں میں اس دنیا سے اس طرح رخصت ہونا چاہتا ہوں جیسا کہ میرے پہلے احباب رخصت ہوئے۔

(بحوالہ بخاری شریف ۱/۵۵۶)

(باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے کہ لوگ ایک شخص کو پکڑ کر حضرت علی المرتضیٰ کی عدالت میں لائے اور کہا اس نے چوری کا ارتکاب کیا ہے اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ واقعی اس نے چوری کی ہے۔ انہوں نے کہا جی

ہاں آپ نے فرمایا اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نے جھوٹی گواہی دی ہے تو تمہیں عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ اور پھر مقدمات کی سماعت میں مشغول ہو گئے۔ گواہوں نے جب دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہیں تو وہ موقع پاتے ہی وہاں سے کھسک گئے۔ آپ نے ملزم کو بے قصور قرار دیتے ہوئے بری کر دیا۔

(بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنف عبدالرزاق میں منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنے گہرے دوست کو بتایا کہ میں نے آج رات خواب میں آپ کی والدہ سے ہم بستری کی۔ ہے تو وہ یہ بات سن کر غصے سے بھڑک اٹھا' اسے پکڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ اس پر حد نافذ کی جائے' حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بات سن کر فیصلہ صادر فرمایا' کہ دھوپ میں لے جا کر کھڑا کرو اور اس کے سائے کو درے لگاؤ وہ شخص یہ عجیب و غریب فیصلہ سن کر حیران ہوا' آپ نے فرمایا۔ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔

چونکہ وہ بذات خود کسی جرم کا مرتکب نہیں لہذا اس پر شرعی حد کس طرح نافذ کی جا سکتی ہے۔ جس طرح جرم کی کیفیت خیالی نوعیت کی ہے اسی طرح سزا کی کیفیت بھی خیالی تجویز کی گئی ہے۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ چپکے سے چلا گیا۔

(بحوالہ مصنف عبدالرزاق)

مسند امام احمد بن حنبل میں منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک مجنون زانیہ عورت کو پیش کیا گیا آپ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا اس عورت پر حد جاری نہیں کی جا سکتی کیونکہ مجنون حدود شرعیہ سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں' یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ (بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ۱۴۰/۰)

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حج کے موسم میں حالت احرام میں تھے' کسی عقیدت مند نے شکار کا گوشت پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا' ساتھیوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کیا' حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ جواز کے قائل تھے بشرطیکہ اس نے خود شکار نہ کیا ہو کیونکہ حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی غیر محرم شکار کر کے پکائے تو اسے احرام باندھنے والا کھا سکتا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا محرم کے لیے یہ کھانا جائز نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ مسئلہ کس سے دریافت کیا جائے لوگوں نے کہا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوگا آپ نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت حالت احرام میں پیش کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے احرام باندھا ہوا ہے یہ ان کو کھلا دیں۔ جنہوں نے احرام نہیں باندھا' چند صحابہ نے اس واقع کی تصدیق کی کہ ہاں ہمیں یاد آیا یہ واقعہ اسی طرح پیش آیا تھا۔ (بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ۱/۱۰۰)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی کے علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اقضا نا علی و اقرانا ابی"

ہم مین سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد-۲/۱۰۲)

رسول اقدس ﷺ نے حضرت علی المرتضی کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ آپس میں دو جھگڑنے والوں کا فیصلہ اس وقت تک نہ کیا کرو جب تک دونوں کے بیانات نہ سن لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی اس کا اہتمام کیا اور اس اصول کو اپنے پیش نظر رکھا۔ (بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ۱/۹۶)

اہل یمن نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اقدس ﷺ نے حضرت علی المرتضی کو وہاں کا قاضی بنا پر بھیجا اور آپ کے انشراح صدر وفصاحت بیان کے لیے دعا بھی کی جب آپ وہاں پہنچ کر مسند قضا پر بیٹھے تو آپ کے پاس مقدمات آنے لگے۔ بعض مقدمات انتہائی پیچیدہ ہوتے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا داد صلاحیت اور کمال درجے کی ذہانت وفطانت کے بل بوتے پر نہایت عمدہ فیصلہ صادر فرماتے کہ دیکھنے والے انگشت

بدنداں رہ جاتے۔

ایک مقدمہ آپ کی عدالت میں یہ پیش کیا گیا کہ چند یمنی لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لیے آبادی کے باہر ایک کنواں کھودا' شیر اس میں گرا اور پھنس گیا چار دوست اٹھکیلیاں کرتے اس کنوئیں تک پہنچے' چاروں نے اپنے ہاتھ ایک دوسرے کی کمر میں ڈال رکھے تھے' ہنسی مذاق میں اچھل کود رہے تھے کہ ایک کا پاؤں پھسلا جب وہ کنوئیں میں گرنے لگا تو بدحواسی میں اس نے دوسرے ساتھی کی کمر کو مضبوطی سے تھام لیا دوسرے نے تیسرے کو اور اس نے چوتھے کو مضبوطی سے جکڑ لیا نتیجہ یہ نکلا کہ چاروں ہی کنوئیں میں گر گئے شیر نے چاروں کو ہی چیر پھاڑ کر رکھ دیا' ورثاء کو جب پتا چلا تو وہ ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہرانے لگے۔ خطرہ تھا کہ فتنہ وفساد برپا ہو جاتا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ میں فیصلہ کیے دیتا ہوں اگر آپ کو پسند نہ آئے تو رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا' آپس میں جھگڑا اچھا نہیں' آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جن لوگوں نے کنواں کھودا ان سے دیت وصول کر کے مقتولین کے ورثاء کو دی جائے۔ اور اس کی تقسیم اس طرح ہو۔

پہلے مقتول کے ورثاء کو پوری دیت کا چوتھائی حصہ دیا جائے۔ دوسرے مقتول کے ورثاء کو تیسرا حصہ تیسرے مقتول کے ورثاء کو نصف اور چوتھے مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے۔

حجتہ الوداع کے موقع پر جب اہل یمن نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عجیب وغریب فیصلے سے آگاہ کیا تو آپؐ نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اسی فیصلے کو برقرار رکھا۔

(بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ۱/۷۷)

* * *

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نہایت جچی تلی گفتگو کرتے' آپ کی زبان مبارک سے حکمت ودانائی کے موتی بکھرنے لگتے۔

ایک موقع پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

لوگو! تم باہم شہد کی مکھیوں کی طرح رہو اگر چہ دوسرے پرندے ان مکھیوں کو حقیر اور کمزور جانتے ہیں لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ شہد کی مکھیوں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی برکت والی چیز پوشیدہ رکھی ہے تو وہ ان مکھیوں کو قطعاً حقیر نہ جانیں۔

لوگو اپنی زبان اور جسم میں یکسانگی پیدا کرو اور اپنے اعمال وقلوب میں تضاد کو راہ نہ پانے دو کیونکہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جسے وہ سرانجام دیتا ہے۔ قیامت کے دن انسان اپنی محبوب چیز کے ساتھ رہے گا۔

لوگو! وہ کام کرو جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو اور عمل صالح میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو۔ کیونکہ عمل صالح بغیر تقوی کے قابل قبول نہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو وہ کیسے قبول ہو سکتا ہے؟ (بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے حاملین قرآن، احکام قرآنی پر عمل کرو حقیقی عالم وہی ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرے، عنقریب ایسے عالم ظہور پذیر ہوں گے کہ ان کا علم، ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، ان کے ظاہر و باطن میں موافقت نہ ہوگی۔

ان کے علم و عمل میں یکسانیت کا نام و نشان نہ ہوگا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حکمت و دانائی کی باتیں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

التوفیق خیر قائد

حسن الخلق خیر قرین

العقل خیر صاحب

الادب خیر میراث

ولا وحشة اشد من العجب

ترجمہ:

توفیق الٰہی بہترین راہنما ہے۔

خوش اخلاقی بہترین رفیق ہے۔
عقل و شعور انسان کے بہترین ساتھی ہیں۔
ادب انسان کی بہترین میراث ہے۔
اور خود پسندی سے بڑھ کر اور کوئی وحشت نہیں۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بڑی ہی پتے کی بات کہی ہر مصیبت زدہ انسان کو یہ بات اپنے پلے باندھ لینی چاہیے۔ یہ ایک راہنما اصول ہے جسے ہر اس شخص کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔

فرمایا مصیبت از خود ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے لہذا عقل مند کو چاہیے کہ مصیبت کی حالت میں صبر کرے تا کہ مصیبت اپنی مدت پوری کر کے از خود جاتی رہے' مدت سے پہلے اسے دھکیلنے کی کوشش اپنے ساتھ اور مصائب لے آتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''گناہوں کی دنیاوی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی رونما ہو جاتی ہے۔ معیشت میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کھانے کی لذت میں کمی ہو جاتی ہے۔ حلال کمائی کی لذت اس شخص کو محسوس ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑ دینے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔''

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر جب ابن ملجم نے حملہ کیا' آپ زخمی حالت میں لیٹے ہوئے تھے' آپ کے لخت جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے رو رہے تھے' آپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے نصیحت آمیز انداز میں ارشاد فرمایا۔ بیٹا میری یہ آٹھ باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔

۱- انسان کی سب سے بڑی دولت عقل ہے۔
۲- سب سے زیادہ غربت و محتاجی بے وقوفی و حماقت ہے۔
۳- سب سے زیادہ وحشت و گھبراہٹ تکبر و غرور ہے۔
۴- سب سے زیادہ بزرگی خوش اخلاقی و نیک کرداری ہے۔

چار چیزوں سے ہمیشہ اجتناب کرنا۔

۱- بے وقوف کی دوستی سے اجتناب کرنا۔ اگر چہ وہ نفع پہنچانا چاہتا ہو لیکن انجام نقصان ہوتا ہے۔

۲- جھوٹے کی ہم نوائی سے بچنا' کیونکہ وہ قریب کو دور اور دور کو قریب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۳- بخیل کا ساتھ دینے سے بچو کیونکہ بخیل دوست تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جس کی تمہیں سخت ضرورت ہوگی۔

۴- فاسق و فاجر شخص کی دوستی سے اجتناب کرو کیونکہ وہ تجھے موقع پاتے ہی تھوڑی سی چیز کے بدلے فروخت کر دے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب برجستہ خطاب کرتے تو ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے فصاحت و بلاغت کا دریا رواں دواں ہے۔ مشہور و معروف کتاب نہج البلاغہ میں آپ کے فصیحانہ و بلیغانہ خطابات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ان میں سے صرف ایک خطاب بطور نمونہ پیش خدمت ہے جو آپ نے ۳۹ ھجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے خلاف صف آراء ہونے والے اپنے لشکر کے افراد میں جذبہ و جوش پیدا کرنے کے لیے ولولہ انگیز خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> امابعد فان الجهاد باب من ابواب الجنة من تركه رغبة عنه البسه الله ثوب الذل وشمله البلاء وديث بالصنعار وسيعلم الخسف وسيل الضيم۔
>
> الا و الى قد دعوتكم الى قتال هولاء القوم ليلا ونهار افاسرا و اعلانا وقلت لكم اغزوهم قبل ان يغزوكم فوالله ماغزى قوم قط فى عقردار هم خلو لوا فهذا اخو غامد قد وردت خيله الانبار وقد قتل حسان بن حسان البكرى و ازال خيلكم عن مسالحها۔

ولقد بلغنى ان الرجل منهم كان يدخل على المراة المسلمة والاخرى المعاهده فينتزع حجلها من رجلها وقلائدها من عنقها وما تمتنع منه الا بالاستر جاع والا ستر حام والله يميت القلب ويحلب الهم من اجتماع هولاء القوم على باطلهم وتفرقكم عن حقكم فبعدا لكم وسحقا حين ضرتم غرضا يرمى ولا ترمون ويغار عليكم ولا تغيرون فيعصى الله وترضون فاذا امرتكم باالعسير اليهم فى ايام الحر قلتم هذه حمارة القيظ امهلنا يسبغ عنا الحر و اذا امرتكم باالسير اليهم فى الشتاء قلتم هذه جبارة القر امهلنا ينسلخ عنا البرد كل هذا فرارا من الموت فاذا كنتم من الحر والقر تفرون فانتم والله من السيف اخر يا اشباء الرجال ولا رجال حلول الاطفال وعقول ربات الحجال لوددت انى لم اركم ولم اعزمكم معرفة۔

والله لقد ملائم قلبى قيحاً وشحنتم صدرى غيظا وجرعتمونى نفب التهمام انفاسا وافسرتم على راى با لعصيان والحدلان۔ (بحواله نهج البلاغته)

حمد وصلوٰۃ کے بعد جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس نے اس کو بے رغبتی اور لاپرواہی کے انداز میں چھوڑ اللہ اسے ذلت کا لباس پہنا دیتا ہے' مصیبت کو اس کے شامل حال کر دیتا ہے۔ اور ذلت کا مزا چکھاتا ہے۔

کمینگی اس کی علامت بن جاتی ہے اور دشمن کے ظلم وستم کا شکار ہو جاتا ہے۔ سنو! میں نے تمہیں دن رات اعلانیہ اور خفیہ ان لوگوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے پکارا' میں نے کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم ان

پر حملہ کر دو۔

اللہ کی قسم جس قوم پر اس کے گھر میں آ کر حملہ کر دیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے دیکھو سفیان بن عوف غامدی کے گھوڑے انبار مقام میں وارد ہوئے اور حسان بن حسان البکری کو قتل کر دیا تمہارے مورچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔

مجھے یہ خبر ملی ہے ان میں سے ایک شخص مسلم خاتون کے گھر داخل ہوتا ہے اور دوسرا ذمی خاتون کے ہاں اس کے پاؤں سے پازیب اور گلے سے ہار اتارتا ہے۔ اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے اور رحم کی اپیل کرتے ہوئے اپنی حفاظت کا اہتمام کرتی ہے۔

ایک قوم کا باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے۔ جو دل کو مردہ کرتا ہے اور غم و اندوہ کو بڑھاتا ہے۔

تمہارے لیے دوری اور ہلاکت ہو!

تم نشانہ بن گئے ہو اور تم پر تیر برسائے جاتے ہیں۔ لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے‘ تم پر غارت گری کی جاتی ہے لیکن تم غارت گری نہیں کرتے۔ اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو۔

جب تمہیں موسم گرما میں ان کی طرف پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو اف سخت گرمی ہے قدرے گرمی کم ہو لینے دو۔

جب تمہیں موسم سرما میں ان کی طرف قدم بڑھانے کا حکم دیتا ہوں تو تم کہتے ہو ہو اس قدر سخت سردی میں پیش قدمی! ذرا سردی کم ہو لینے دو۔

یہ سب موت سے بھاگنے کا بہانہ ہے جب تم گرمی سردی سے بھاگتے ہو تو اللہ کی قسم تلوار سے اور زیادہ بھاگو گے‘ اے مردوں کی کھوکھلی تصویر و اتم مرد نہیں ہو! اے بچوں کے خیالات اور عورتوں کی عقل رکھنے والو میری پسندیدہ آرزو ہے کہ میں نے تمہیں دیکھا نہ ہوتا اور نہ ہی پہنچانا ہوتا۔

اللہ کی قسم تم نے میرے دل کو نفرت اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے بھر دیا

ہے تم نے مجھے تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیان و نافرمانی کر کے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ ولولہ انگیز خطاب سن کر لشکر میں شامل تمام افراد کے دلوں میں جوش و جذبہ موجزن ہوا اور میدان جنگ میں داد شجاعت دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

* * *

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خطابات و بیانات' تعلیمات و ارشادات فصاحت و بلاغت کا دلپذیر نمونے ہیں۔ ایک ایک جملے میں حکمت و دانش اور اسرار و اموز کے علمی خزانے چھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔

آپ نے انسانی زندگی میں صبر کی اہمت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

الحیاء زینة والتقوی کرم وخیرالمراکب مرکب الصبر۔

حیاء زینت وزیبائش ہے۔ تقوی عزت وشرف ہے اور صبر بہترین سواری ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے یہ ارشاد بھی فرمایا:

القناعة سیف لاینبو' والصبر مطیة لاتکبوا وافضل العدة الصبر علی الشدة۔

قناعت ایک ایسی تلوار ہے جو کند نہیں ہوتی' صبر ایک ایسی سواری ہے جو مردہ نہیں ہوتی اور سخت مصیبت میں صبر کرنا بہترین سامان حرب ہے۔

آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی انتہائی دلکش و دلپذیر ہے۔

الصبر مفتاح الظفر والتوکل علی اللہ رسول الفرج۔

صبر کامیابی کی چابی ہے اور اللہ پر توکل کشادگی کا پیامبر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے درج ذیل جملے سے مجھے بہت فائدہ پہنچا (قیمة المرء مایحسنه) آدمی کی قیمت اس کے اچھے اعمال ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حاضرین سے ایسا فصیح و بلیغ خطاب فرمایا کہ اس کے ایک ایک جملے پر انسان عقیدت ومحبت سے جھوم جاتا ہے۔ آپ بھی علم البدیع اور فن تقریر کا یہ نادر نمونہ دیکھیں اور ان مسجع ومقفی کلمات کے معانی پر غور کرتے ہوئے کوزے میں بند دریا کا مشاہدہ کریں آپ نے فرمایا:

امابعد فان الدنيا قد ادبرت واذنت بوداع وان الاخرة قد اقبلت واشرفت باطلاع الا وان اليوم المضمار وغدا السباق۔

و السبقة الحنة و الغاية النار افلا تائب من خطية قبل منيته۔

الا عامل لنفسه قبل يوم لواسه الا و انكم فى ايام امل من ورائه اجل۔

فمن عمل فى ايام امله قبل حضور اجله فقد نفعه عمله ولم يضرره اجله۔

ومن قصر فى ايام عمله قبل حضور اجله فقد نفحه عمله ولم يضرره‘ اجله الا فاعملوا فى الرغبتة كما تعلمون فى الرهبة۔

الا وانى لم ار كالحنة نام طالبها ولا كالنار نام هاربها۔

الا وانه من لا ينفع الحق يضره الباطل ومن لا يستقيم به الهدٰى يجر به الضلال الى الردى۔

الا و انكم قد امرتم بالظعن وادللتم على الزاد وان اخوف ما اخاف عليكم اتباع الهدى وطول الامل فتزودوا فى الدنيا من الدنيا ما تحرزون به انفسكم غدا۔

(بحواله نهج البلاغه

حمد وصلوٰۃ کے بعد دنیا پیٹھ پھیر کر بھاگ گئی۔ اور اس نے داغ مفارقت دینے کا اعلان کر دیا۔ اور آخرت کی گھڑی آ گئی اور اس نے آمد کی گھنٹی بجا دی۔

خبردار آج گھوڑوں کی تضمیر کا وقت ہے۔ اور کل دوڑ کا مقابلہ ہوگا دوڑ میں سبقت لے جانے والوں کے لیے جنت اور پیچھے رہ جانے والوں کے لیے جہنم ہے۔

انسان اپنی موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کیوں نہیں کر لیتا۔

تنگی و بدحالی سے پہلے انسان اپنے لیے نفع بخش کام کیوں نہیں کر لیتا۔

خبردار تم امید و بیم کے تناظر میں زندگی بسر کر رہے ہو اس کے بعد موت سر پر منڈلا رہی ہے۔

جس نے اپنی موت کے آنے سے پہلے امید و بیم کے ایام میں کام کیا' اسے فائدہ ہوا اور موت بھی اسے کوئی نقصان نہ دے گی۔ اور جس نے اپنی موت سے پہلے امید و بیم کے دنوں میں کوتاہی کی' اس کا عمل تباہ و برباد ہوا اور موت بھی اسے نقصان دے گی خبردار رغبت کے دنوں میں تم اس طرح کام کرو جس طرح خوف کے دنوں میں کرتے ہو۔

خبردار میں نہیں سمجھتا کہ جنت کا طلب گار لمبی نیند سو جائے گا۔

اور نہ ہی جہنم سے بھاگنے والا بے خوف ہو کر لمبی تان کر سو جائے گا۔

خبردار جس کو حق فائدہ نہیں دیتا اسے باطل نقصان دیتا ہے۔

اور جس کو ہدایت سیدھا نہیں کر سکتی اسے گمراہی ہلاکت کی طرف دھکیل لے جاتی ہے۔

خبردار تمہیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے اور تمہارے لیے زادراہ کی راہنمائی کی گئی ہے سنو مجھے تم سے سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ تم خواہشات کے پجاری بن جاؤ گے۔ اور لمبی امیدیں باندھ لو گے۔

سنو دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا سے زادراہ حاصل کرو تا کہ کل تم اس سے اپنے آپ کو بچا سکو۔

* * *

جب رحمۃ اللعالمین ﷺ نبوت و رسالت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئے تیرا برس بیت گئے اس دوران توحید کے پرچار میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی گئی، گھر گھر گلی گلی اللہ کا پیغام پہنچایا گیا، معبودان باطلہ پر کاری ضرب لگائی گئی جس سے پورے مکی معاشرے میں ایک ہنگامہ بپا ہوا تو آموزان اسلام پر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی کوئی ایسا ظلم نہ تھا جو روا نہ رکھا گیا ہو، کوئی ایسی سزا نہ تھی جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے لوگوں کو روکنے کے لیے بروئے کار نہ لائی گئی ہو۔ جب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دیکھا تو پہلے حبشہ اور پھر یثرب ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔

جب ستم ڈھانے کے لیے صنادید قریش کو مکہ معظمہ میں خاطر خواہ مسلمان دکھائی نہ دیئے۔ تو انہوں نے سوچا کہ یہ لوگ جو یہاں سے اپنے گھر بار چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں یہ وہاں اپنی قوت میں اضافہ کر کے اپنا بدلہ لینے کے لیے ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کے ہادی و مرشد اور راہنما و پیشوا کا کام تمام کر دیا جائے تا کہ ان کی کمر ٹوٹ جائے اس طرح یہ تحریک ہمیشہ کے لیے دب جائے گی۔ اور ہم سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ جب انہوں نے سرور عالم رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین ﷺ کو قتل کر دینے کا اجتماعی منصوبہ تشکیل دیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم صادر فرما دیا آپ حکم پاتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بعض اہل مکہ کی امانتیں سپرد کیں اور انہیں اپنے بستر پر لیٹنے کی تلقین کرتے ہوئے دشمن کے حصار سے بسلامت گزر کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت کوئی بائیس تیئس سال تھی۔ رات بھر مشرکین قریش کا محاصرہ رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان وسکون سے محو استراحت رہے۔ ان عقل کے اندھوں کو صبح پتہ چلا کہ بستر پر تو وہ نہیں جن کے باہر نکلنے کا ہم ساری رات انتظار کرتے رہے وہاں تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں۔ ناکامی پر کف افسوس ملتے ہوئے نبی اقدس ﷺ کی تلاش میں چاروں

طرف سرپٹ دوڑے۔ ابوجہل نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اعلان کر دیا کہ جو بھی آپؐ کو پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ ہر کوئی اس پرکشش انعام کے حصول کی خاطر تلاش میں نکلا لیکن کسی کو بھی آپ کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ ملتا بھی کیسے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لیں اسے دنیا کی کوئی طاقت ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

رحمتہ العالمین، سید المرسلین ﷺ اپنے جاں نثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رات کو ہی غار ثور میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ جونہی آپ غار کے اندر داخل ہوئے، مکڑی نے جالا بن دیا، کہیں سے فاختہ اڑتی ہوئی آئی اس نے وہاں بیٹھ کر انڈے سینچ دیئے۔ جسے ہر دیکھنے والا یہی اندازہ لگاتا کہ اس غار کے اندر کسی کے داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تلاش کرنے والے بھی یہاں تک پہنچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن کی آہٹ محسوس کرتے ہوئے خوف زدہ ہو کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اب کیا ہوگا؟ یہ تو اب سر پر آ پہنچے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

لاتخف گھبراؤ نہیں۔ ان اللہ معنا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

وہ لوگ غار کے باہر چند منٹ ٹھہرے جائزہ لیا کھسر پھسر کی اور پھر وہ اپنی نادیدہ منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی ایڑی کو سانپ نے ڈسا، شدت درد سے آپ کی حالت غیر ہونے لگی تو رحمتہ اللعالمین ﷺ نے لعاب دہن لگایا تو درد اسی وقت جاتی رہی۔

تین روز وہاں قیام کے بعد اگلے سفر پر روانہ ہوئے۔

تلاش کنندگان میں سے صرف سراقہ بن مالک آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا لیکن جونہی وہ قریب آیا اس کی گھوڑی زمین میں دھنس گئی اور خود وہ منہ کے بل زمین پر جا گرا اس نے دوبارہ کوشش کی پھر اس کے ساتھ یہی ہوا۔

ہر بار جب اسے اس عجیب وغریب صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو وہ معافی مانگتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا واپس چلا گیا۔

آپ نے یثرب پہنچ کر پہلے وادی قباء میں کلثوم بن ھدم کے گھر قیام کیا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی تفویض کردہ فرائض سرانجام دے کر مکہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہتے ہوئے آپؐ کے پاس وادی قباء میں پہنچ گئے۔ وہاں سے سرور عالم ﷺ مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ تقریبا چھ ماہ بعد مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا گیا تو اس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھرپور حصہ لیا اینٹیں اور گارا ڈھونے کا فریضہ سرانجام دیا اور آپ نے کام کے دوران تازہ دم رہنے کے لیے یہ رجزیہ کلمات بھی بار بار دہرائے۔

لا یستوی من یعمر المساجد
یدائب فیه قائما و قاعدا
و من یری عن الغبار حائدا

جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد وغبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ پہلا کارنامہ ہے جو انہوں نے مسجد نبوی کی بنیادوں سے لے کر آخر تک تعمیر میں حصہ لیا' دوسرے صحابہ کرام نے بھی اس کار خیر میں پورے جوش وجذبے سے بھرپور حصہ لیا۔

* * *

۲ ہجری ۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے مقام پر مشرکین مکہ اور فرزندان توحید کے مابین معرکہ آرائی ہوئی جسے تاریخ اسلام میں غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سرور عالم ﷺ سپہ سالار کی حیثیت سے اس میں شریک ہوئے آپؐ کی قیادت میں ۳۱۳ مجاہدین اسلام نے بے سروسامانی کے عالم میں اپنے سے تین گنا بڑی مسلح فوج کا مقابلہ کیا کفار کے ستر مشہور ومعروف جنگجو تہہ تیغ کیے گئے' ستر کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ پہنچایا گیا۔ اس جنگ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے داد شجاعت دیتے ہوئے ولید بن عتبہ کو ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیا۔ اسے قتل کرنے کے بعد پیچھے پلٹے تو شیبہ

آنکھوں کے سامنے آیا اسے ضرب حیدری سے چشم زدن میں واصل جہنم کیا۔ غزوہ بدر کے مال غنیمت سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ایک زرہ' ایک اونٹ اور ایک تلوار عنایت کی گئی۔

رزمگاہ بدر میں علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بہادری کے جوہر کھل کر سامنے آئے۔

۳ ہجری پندرہ شعبان بروز ہفتہ غزوہ احد وقوع پذیر ہوا' احد مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں ابوسفیان مکہ سے تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر لے کر پہنچا سرور عالم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ کی قیادت کرتے ہوئے دفاع کے لیے وہاں پہنچے اس لشکر میں عبداللہ بن ابی بن سلول تین سو افراد کو لے کر شامل ہوا لیکن راستے سے ہی وہ معذوری ظاہر کرتا ہوا واپس لوٹ گیا۔ یہ سب منافق تھے اہل اسلام کے چھپے ہوئے دشمن تھے۔ جن کا نفاق اس امتحان کے موقع پر ظاہر ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اس مار آستیں طبقے کا سردار تھا۔ ان کے واپس پلٹ جانے کے بعد لشکر اسلام کی تعداد صرف سات سو باقی رہ گئی کیونکہ جب آپ مدینہ منورہ سے بروز ہفتہ سحری کے وقت چلے تو لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے اچانک واپس پلٹ جانے سے ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی لیکن سرور عالم ﷺ نے حالات پر قابو پالیا اور لشکر کو منتشر ہونے سے بچا لیا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں منافقین کے اس گھناؤنے کردار کو طشت از بام کرتے ہوئے فرمایا۔

> یاایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون ها انتم اولاء تحبونهم ولا یحبونکم وتومنون بالکتاب کله و اذا لقوکم قالوا امنا و اذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان الله علیم بذاب الصدور ان تمسسکم حسنة تسوهم وان تصبکم سیئة یفرحوا بها و ان تصبروا

وتتقوا لا یضرکم کیدھم سیا ان اللہ بما یعلمون محیط۔

(آل عمران:۱۱۸)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی انہیں محبوب ہے ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے۔ اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو۔ تم ان سے محبت رکھتے ہو۔ مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔ حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے مگر جب جدا ہوتے ہیں۔ تو تمہارے خلاف غصے سے اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصے میں آپ جل مرو۔ اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز جانتا ہے۔ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا لگتا ہے۔ اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر ثابت نہیں ہوگی۔ بلاشبہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

غزوہ احد میں علمبرداری کے فرائض مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ میدان جنگ کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیراندازوں کا دستہ درے میں متعین کر دیا اور انہیں یہ حکم دیا کہ حالات کچھ بھی ہوں یہیں پہ ڈٹے رہنا ہے میدان کارزار گرم ہوا پہلے مرحلے میں لشکر اسلام کو غلبہ حاصل ہوا' کفار حواس باختہ ہو کر بھاگنے لگے میدان سے مال غنیمت اکٹھا کیا جانے لگا۔ درے کے تیراندازوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی یہ سمجھتے ہوئے نیچے میدان میں اتر آئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ درہ خالی ہو گیا' خالد بن ولید نے گھڑ سوار دستے کی قیادت کرتے ہوئے درے کے راستے لشکر اسلام پر اچانک حملہ کر دیا جس سے

مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے فتح و کامرانی ناکامی و پسپائی میں بدلنے لگی۔ یہ محض اس کوتاہی و حکم عدولی کا نتیجہ تھا جو مجاہدین سے اس غلط فہمی کی بنا پر سرزد ہوئی کہ سرور عالم ﷺ کا درے میں جمع رہنے کا حکم صرف جنگ کے اختتام تک کے لیے تھا اب جب کہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ یہاں کھڑے رہنے کا کیا فائدہ۔ اب اس جگہ کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں اس کوتاہی اور غلط فہمی کی وجہ سے لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔

خود رسول اقدس ﷺ زخمی ہوئے' دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ زخمیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے۔ علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر علم سنبھالا لشکر کفار کے علمبردار ابو سعد بن ابو طلحہ پر ایسا زوردار وار کیا کہ وہ بدحواس و بے بس ہو کر زمین پر گرتے ہوئے تڑپنے لگا۔

کفار کا جب زور ٹوٹا تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کو پکڑ کر پہاڑ پر لے گئے خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے مرہم پٹی کی' زخموں کے صاف کرنے میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بٹایا۔ وہ اپنی ڈھال میں پانی لائے جس سے زخم دھوئے گئے۔

* * *

۵ ہجری کو ابو سفیان نے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مدینہ منورہ پر پھر چڑھائی کا ارادہ کیا اس دفعہ رسول اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ میں مورچہ بند ہو کر دفاع کا منصوبہ ترتیب دیا مدینے کو دشمن سے محفوظ کرنے کے لیے لشکر کفار کی آمد سے پہلے ایک خندق کھودی گئی یہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ عرب دفاع کے اس طریقے سے آشنا نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے خندق کو دیکھا تو انگشت بدنداں رہ گئے ان میں سے کسی کہنے والے نے یہ کہا۔

"واللہ ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا"

''اللہ کی قسم یہ ایک ایسا داؤ ہے جس سے عرب آشنا نہ تھے''

تاریخ میں اس معرکے کو غزوہ خندق اور غزوہ احزاب سے یاد کیا جاتا ہے' حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں سرزمین عرب کے مشہور و معروف جنگجو عمرو بن عبدود کا سر قلم کیا' اس کا قتل ہونا تھا کہ لشکر کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔

تیز آندھی' موسلا داری بارش' خندق کی آڑ' سردی کے اضافے' مجاہدین اسلام کی جوانمردی اور رسول اقدس ﷺ کی بصیرت افروز قیادت نے لشکر کفار کو وہاں سے الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

غزوہ احزاب سے فارغ ہوتے ہی ظہر کی نماز آپ نے مسجد نبوی میں ادا کی' تھوڑی دیر کے لیے گھر تشریف لے گئے پھر باہر آتے ہی اعلان کر دیا کہ تمام مجاہدین تیار ہو جائیں' نماز عصر بنو قریظہ کے محلے میں ادا کرنی ہے جنہوں نے غزوہ احزاب کے دوران بدعہدی کرتے ہوئے لشکر اسلام کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی حماقت کی اس لشکر کا جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ بنو قریظہ نے جب لشکر اسلام کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ منت سماجت کرنے لگے تو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ہی قبیلے کا فرد سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دے کیا تمہیں منظور ہوگا انہوں نے کہا جی ہاں ہمیں منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے مردوں کو قتل کرنے بچوں اور عورتوں کو قید کرنے کا حکم صادر فرما دیا' جس کے نتیجے میں بنو قریظہ کے تقریباً سات سو مرد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ صرف ایک عورت حکم قرظی کی بیوی بنانہ کو قصاص میں قتل کیا گیا کیونکہ جنگ کے دوران اس نے چکی کا ایک پاٹ بالائی جگہ سے گرا کر خلاد بن سوید صحابی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔

✿ ✿ ✿

۶ ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے عمرہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ آپ کے ہمراہ اس نورانی' بابرکت اور باسعادت سفر پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب یہ کافلہ حدیبیہ مقام پر پہنچا تو قریش مکہ نے آگے بڑھنے سے روک

دیا ہر چند انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ نہ مانے' آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تاکہ انہیں تسلی دی جائے کہ ہمارا ارادہ صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے کا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب چند روز تک واپس نہ آئے تو خبر پھیل گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ ان کا بدلہ لینے کے لیے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی جسے تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ ان سب پر راضی ہونے کا وحی کے ذریعے اعلان کر دیا۔

قریش نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مشہور و معروف خطیب اور اعلیٰ پائے کے ادیب سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا حدیبیہ مقام پر باہمی گفت وشنید کے بعد ایک صلح نامہ تیار کیا گیا۔

اس تاریخی دستاویز کو تحریر کرنے کے فرائض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ صلح نامہ میں درج کیے گئے ''رسول اللہ'' کے الفاظ پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ یہ الفاظ صلح نامہ سے خارج کر دیئے جائیں کیونکہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا ہم تو آپ کا یہ منصب تسلیم ہی نہیں کرتے ان کی بات سن کر رسول اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا جس طرح یہ کہتے ہیں کرو اور مٹا دو ان الفاظ کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب و احترام سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھلا میں ان الفاظ کو اپنے ہاتھ سے مٹانے کی کس طرح جرات کر سکتا ہوں۔ ان کے محبت بھرے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے تاکہ مشرکین کے لیے فرار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے بظاہر یہ صلح نامہ اہل اسلام کے حق میں دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین قرار دیا۔

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معاہدے کے مندرجات دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں میں وہی کام

کرتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے۔

* * *

۷ ہجری کو یہودیوں کے مرکزی مقام خیبر کو فتح کرنے کا منصوبہ طے پایا، لشکر اسلام سرور عالم ﷺ کی قیادت میں روانہ ہو کر رات کی تاریکی میں خیبر کے قریب رجیع مقام پر خیمہ زن ہو گیا۔ خیبر میں متعدد قلع تھے جنہیں سر کرنا بہت مشکل کام تھا، پہلا حملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کیا گیا۔ دوسرا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں کیا گیا۔ لیکن یہ حملے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئے۔ سالارِ اعظم سرور عالم ﷺ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک رات ارشاد فرمایا۔ کل میں تسخیر خیبر کے لیے لشکر اسلام کا جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہو گا۔

صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کی تمنا تھی کہ یہ اعزاز اسے حاصل ہو۔ لیکن جب صبح ہوئی تو جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیا گیا انہوں نے آشوب چشم کی شکایت کی تو آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھ میں ڈالا جس سے درد اسی وقت جاتی رہی، نظر پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔ اور پھر زندگی بھر کبھی آنکھوں میں درد نہ ہوئی۔ غزوہ خیبر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے مشہور و معروف جرنیل اور سردار مرحب کو تہہ تیغ کیا جو اپنے آپ کو ہزار افراد کے بالمقابل سمجھتا تھا۔ اس کے قتل ہونے کے بعد یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے۔

اس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خیبر فتح کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

۸ ہجری ۱۰ رمضان المبارک کو رحمۃ اللعالمین سید المرسلین ﷺ کی قیادت میں دس ہزار قدسی نفوس صحابہ کرام فاتحانہ انداز کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، معافی کا عام اعلان کر دیا گیا۔ خانہ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کر دیا گیا تانبے کے بنے ہوئے

سب سے بڑے بت کو پاش پاش کرنے کی سعادت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

اس موقع پر بھی علمبرداری کے فرائض انہوں نے سرانجام دئے۔ مکہ فتح ہونے کے بعد رسول اقدس ﷺ نے بارہ ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے میدان عرفات کے قریب واقع مقام حنین کی طرف بنو ہوازن کی سرکوبی کے لیے بڑھے۔ آج لشکر اسلام میں شریک مجاہدین کو اپنی کثرت تعداد پر ناز تھا' ان کے دلوں میں بڑی آسانی سے یہ مہم سر کر لینے کا احساس غالب تھا۔ لیکن حالات نے یکدم پلٹا کھایا' دشمن نے جم کر میدان میں لشکر اسلام کا مقابلہ کیا' مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے جنگ کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اقدس ﷺ اکیلے میدان میں کھڑے کہہ رہے ہیں۔

انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب۔

میں اللہ کا نبی ہوں نا جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے داد شجاعت دیتے ہوئے لشکر کفار کے علمبردار پر حملہ کیا وہ اونٹ پر سوار تھا۔ انہوں نے ضرب حیدری سے اونٹ کی ٹانگ پر ایسا ضرور دار وار کیا کہ وہ بلبلا اٹھا اور اس نے اپنے سوار کو نیچے گرا دیا' اس کے زمین پر گرتے ایک مجاہد نے اسے قتل کر ڈالا جھنڈے کا زمین پر گرنا تھا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے میدان پھر لشکر اسلام کے ہاتھ میں آ گیا اس کے بعد طائف کی طرف پیش قدمی کی گئی چند دنوں کے محاصرے کے بعد وہ بھی سرنگوں ہو گیا۔ مکہ معظمہ میں عتاب بن اسید کو گورنر مقرر کرتے ہوئے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

* * *

۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی کہ شاہ روم اسلامی سلطنت کے پایہ تخت مدینہ منورہ کو تہہ و بالا کرنے کے لیے تیاری میں مصروف ہے' قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت بڑا لشکر اس نے اس مقصد کے لیے تیار کر لیا ہے۔ تو آپؐ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد انہیں ان کے علاقے میں ہی روکنے کا

فیصلہ کیا، گرمی کا موسم تھا، اقتصادی حالات اچھے نہ تھے، سفر بھی دشوار گزار تھا لیکن حالات کا تقاضا یہ تھا کہ آرام سے بیٹھا نہ جائے اس لیے آپ نے لشکر کی تیاری کا حکم صادر فرما دیا، صاحب ثروت اصحاب کو مالی امداد کے لیے اپیل کی گئی تو ہر ایک نے دل کھول کر جہاد کے لیے چندہ جمع کرانے میں حصہ لیا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی نگرانی کے فرائض سونپے گئے۔ انہیں جہاد میں شریک نہ ہونے کا غم لاحق ہوا، ان کی پریشانی دیکھتے ہوئے رحمتہ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

علی رضی اللہ عنہ غم نہ کرو تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ اس غزوہ میں لڑائی کی کوئی نوبت نہیں آئی تھی۔

* * *

رسول اقدس ﷺ نے یمن میں تبلیغی فرائض سرانجام دینے کے لیے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو قاضی کا منصب عطا کر کے بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر عدالتی فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد کے کام میں بھرپور حصہ لیا جس کے نتیجے بہت سے یمنی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۱۰۔ ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے اپنی زندگی کا پہلا اور آخری حج کیا جس میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی یمن سے حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ پہنچے۔

تاریخ کے اس اہم ترین موڑ پر دین اسلام کی تکمیل کا مژدہ جانفزا سناتے ہوئے آسمان سے یہ حکم نازل کیا گیا۔

> الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (سورۃ المائدہ:۳)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد رسول اقدس ﷺ مدینہ منورہ پہنچے' ماہ ربیع الاول ۱۱ہجری کو بیمار ہوئے' دس روز بخار میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۲ ربیع الاول کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ غسل اور تجہیز و تکفین کے فرائض حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

* * *

سرور عالم سید المرسلین ﷺ تریسٹھ سال بھرپور زندگی بسر کرنے کے بعد اللہ کو پیارے ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ دو سال تین ماہ نو دن اس عظیم الشان منصب پر قائم رہنے کے بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت کے لیے نامزد کر دیا۔ آپ دس سال پانچ ماہ چار دن مسند خلافت پر فائز رہے' انہیں ابولولو فیروز فارسی نے نماز کے دوران خنجر کے وار کر کے شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بارہ سال گیارہ دن مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے۔ انہیں بلوائیوں نے شدید محاصرے کے بعد شہید کر دیا۔ ان کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ۴ سال نو ماہ خلافت کے عالی مقام منصب پر فائز رہے۔ نماز فجر ادا کرنے کے لیے جاتے ہوئے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عبدالرحمان بن ملجم نے سر پر گہرا زخم لگایا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی سلطنت کا پایۂ تخت مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کر دیا' آپ کا پورا دور متنوع نوعیت کی ہنگامہ آرائیوں کی نظر رہا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کی معرکہ آرائیاں آپ ہی کے دور میں برپا ہوئیں۔ جن میں ہزاروں مسلمان تہہ تیغ ہوئے۔ امت میں فتنوں کا دروازہ ایسا کھلا کہ پھر آج تک وہ بند نہ ہو سکا۔

* * *

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں تھیں جب انہوں نے یہ اندوہناک خبر سنی تو بہت غمگین ہوئیں۔ کبار صحابہ کرام نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غم واندوہ کی تصویر بنے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں مکہ معظمہ پہنچے' باہمی مشورے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ بصرہ پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا پرزور مطالبہ کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قافلے کے ہمراہ تشریف لے گئیں' ان کے جانے کا محض مقصد یہ تھا کہ انہیں دیکھ کر احتراما لڑائی اور آپس میں ٹکراؤ سے لوگ اجتناب کریں گے۔ لیکن جب یہ قافلہ بصرے کے قریب پہنچا تو وہاں عثمان بن حنیف جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرے کا گورنر مقرر کیا گیا تھا لشکر کی قیادت کرتا مقابلے میں آیا لیکن شکست سے دوچار ہوا اسے پکڑ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خلافت میں پیش کیا گیا انہوں نے معافی طلب کی تو انہیں باعزت چھوڑ دیا گیا۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بصرہ پہنچے' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بصرہ آمد کا مقصد پوچھا آپ نے فرمایا میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ مظلوم خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لیا جائے' حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اس حق میں ہوں کہ انہیں ان کے کیے کی سزا دی جائے لیکن ابھی حالات اس کے حق میں نہیں پورے ملک میں امن وسکون کی فضا قائم ہو لینے دیں۔ اس کے بعد یہ قدم اٹھایا جائے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ سب میری خلافت پر اتفاق رائے کا اظہار کریں تاکہ پوری امت اتحاد و یگانگت کا نمونہ دکھائی دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات پر اتفاق کیا۔

لیکن چند شر پسند عناصر نے رات کی تاریکی میں اہل بصرہ پر حملہ کر دیا اور مشہور یہ کر

دیا کہ یہ حملہ کرنے میں فریق مخالف نے پہل کی تھی۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ اور بدحواسی کے عالم میں جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس اونٹ پر سوار تھیں اس کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں طرفین کے قریبا دس ہزار افراد موت کی آغوش میں چلے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا اور ان کے ساتھ بہت سی معزز خواتین کو بھی ساتھ بھیجا گیا تاکہ راستے میں کسی قسم کی انہیں تکلیف نہ ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تو یہی تھا کہ ان کی موجودگی میں لڑائی تک نوبت نہیں پہنچے گی لیکن یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا جس سے تاریخ اسلام کا دامن لہو رنگ ہوا۔

* * *

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیعت پر آمادہ کرنے کے لیے پیغام بھیجا انہوں نے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا، انہیں شام کی گورنری سے معزول کرنے کا حکم صادر کر دیا لیکن انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے شام کی طرف پیش قدمی کی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو وہ بھی ساٹھ ہزار فوج لے کر دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج بھی دریا عبور کر کے میدان میں اتر آئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل میں میرا کوئی ہاتھ نہیں بلکہ میں نے بلوائیوں کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی میرے بیٹے قصر عثمان رضی اللہ عنہ کا پہرہ دیتے رہے۔ تین ماہ مسلسل دونوں طرف سے فوجیں آمنے سامنے رہیں، مصالحت کی متعدد بار کوشش کی گئی جو نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی۔ ۲۷ ہجری ماہ شعبان کے

آغاز میں دونوں فوجوں میں خون ریز جنگ شروع ہوئی جو کئی ماہ تک جاری رہی۔ طرفین کے ہزاروں آدمی موت کی آغوش میں پہنچا دیئے گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے پنتالیس ہزار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے پچیس ہزار افراد تہہ تیغ ہوئے' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ جنگ روکنے کے لیے میری یہ تجویز ہے کہ صبح میدان میں اترنے سے پہلے ہماری فوج کے جوان قرآن نیزوں پر اٹھا کر بلند کریں اور اونچی آواز سے کہیں کہ آؤ اس کتاب کو ثالث بنالیں' جب مدمقابل افراد نے قرآن حکیم کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ لڑائی سے ہاتھ روک لیے' صلح کے لیے طرفین سے ایک ایک نمائندہ مقرر کیا گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ثالث نامزد کیا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فوج میں بارہ ہزار افراد یہ کہتے ہوئے الگ ہو گئے کہ قرآن حکیم کی بجائے افراد کو ثالث کیوں بنایا گیا ہے۔ انہوں نے یہ نعرہ بلند کر دیا کہ۔

ان الحکم الا للہ
اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلے گا۔

انہیں ہر چند سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ نہ مانے چونکہ جماعت سے از خود نکل گئے تھے اس لیے وہ خارجی کہلائے خارجیوں نے حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف شورش برپا کر دی اور اس بات کو خوب اچھالا کہ دینی معاملات میں کسی آدمی کو حکم تسلیم کرنا کفر ہے' خارجی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کے خلاف ہو گئے۔

جنگ نہروان میں ان کو منہ کی کھانی پڑی' خارجیوں کی قوت کو کچل کر رکھ دیا گیا۔ اس کے نتائج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ فوج کے حوصلے پست ہو گئے' مقابلے کی سکت نہ رہی' میدان میں رہنے کی بجائے گھروں کی راہ کی۔ جنگ نہروان کے بعد مکہ معظمہ حرم شریف میں تین خارجی عبدالرحمان بن ملجم'

برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے فیصلہ کیا کہ جان کی بازی لگاتے ہوئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے تا کہ امن عامہ قائم ہو۔ جب تک یہ زندہ ہیں امت میں امن وسکون قائم نہیں رہ سکتا۔

۱۷۔ رمضان ۴۰ ہجری تاریخ مقرر کی گئی۔ عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ' برک بن عبداللہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہلاک کرنے کا ذمہ لیا' اس منصوبے پر عمل درآمد کرنے کے لیے تینوں کوفہ شام اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے جب گھر سے نکلتے تو لوگوں کو نماز کی تقلین کرتے ہوئے جاتے۔

ابن ملجم تلوار لیے چھپا بیٹھا تھا جو آپ اس کی زد میں آئے اس نے زوردار وار کیا جس سے آپ کے سر میں بہت گہرا زخم آیا۔ آپ زمین پر گر پڑے ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو خود مناسب فیصلہ کروں گا۔

اگر جانبر نہ ہو سکا تو اسے قتل کر دینا' آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جام شہادت نوش کر گئے۔

برک بن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نماز کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے حملہ کیا' آپ حملہ آور کی آہٹ پاتے ہی دوڑے لیکن اس ناہنجار نے آگے بڑھ کر بڑی تیزی سے تلوار کا وار کیا جس سے آپ کی ران پر زخم لگا' علاج کے بعد آپ صحت یاب ہو گئے' مجرم کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔

تیسرا خارجی عمرو بن بکر مصر میں پہنچ کر صبح کی نماز کے وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے راستے میں چھپ کر بیٹھا' اس دن آپ بخار میں مبتلا تھے صبح کی نماز کے لیے قاضی خارجہ بن صہیب تشریف لائے خارجی عمرو بن بکر نے اس پر حملہ کر دیا جس سے وہ موقع پر ہی جان بحق ہو گئے' اس مجرم کو بھی پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ اس طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور اختتام پذیر ہوا آپ کا پورا دور خلافت خانہ

جنگیوں میں گزرا۔ اس لیے نظام حکومت کی اصلاحات میں انہیں بہت کم وقت ملا لیکن پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکا اصلاحات کی گئیں۔ فوجی چھاؤنیوں میں اضافہ کیا گیا' بیت المال کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

امن عامہ قائم کرنے کے لیے پولیس بھرتی کی گئی۔ خرید و فروخت کے لیے منڈیاں بنائی گئیں۔ آپ کا دور خلافت چار سال نو ماہ رہا۔

مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حدیث کی روشنی میں

۱-عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال خلف النبی ﷺ علیا فی غزوة تبوك فقال یارسول الله تجعلنی فی النساء والصبیان؟ فقال۔

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی۔(اخرجه البخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ نبیؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں مدینہ میں پیچھے چھوڑ؛ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں رکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟ (بحوالہ بخاری۔ مسلم)

۲-عن ام سلمة رضی الله عنها عن النبی ﷺ انه قال لا یحب علیا منافق و لا یبغضه مومن۔(اخرجه الترمذی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے کوئی منافق محبت نہیں کرے گا اور کوئی مومن ان سے بغض نہیں رکھے گا۔ (بحوالہ ترمذی)

۳-عن ابن مسعود رضی الله عنه انه ﷺ قال ان الله امرنی

ان ازوج فاطمة من علی۔ (اخرجه الطبرانی فی الکبیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں فاطمہؓ کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

(بحواله المعجم الکبیر للطبرانی)

٤-عن سهل بن سعد رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لا عطین الراية غدا رجلا يفتح الله علی يديه قال فبات الناس يدوكون ليلتهم ايهم يعطاها فلما اصبح الناس غدوا علی رسول الله صلی الله عليه كلهم يرجو ان يعطاها فقال اين علی بن ابی طالب؟ فقالوا يشتكی عينيه يارسول الله قال فارسلوا اليه فاتونی به فلما جاء بصق فی عينيه و دعاله فبرء حتی كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية فقال علی يارسول الله اقاتلهم حتی يكونوا مثلنا فقال انفذ علی رسلك حتی تنزل بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام و اخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه فوالله لان يهدی الله بك رجلا و احدا خيرلك من ان يكون لك حمر النعم۔ (رواه البخاری)

٥-حدثنا شعبة عن الحكم سمعت ابن ابی ليلی قال "حدثنا علی ان فاطمة عليها السلام شكت ما تلقی من اثر الرحی فاتی النبی بسبی فانطلقت فلم تجده فوجدت عائشة فاخبرتها فلما جاء النبی ﷺ اخبرته عائشة بمجئی فاطمة فجاء النبی ﷺ الينا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبت لا قوم فقال علی مكانكما فقعد بيننا حتی وجدت برد قدمه علی صدری وقال الا اعلمكما خيرا مما سالتمانی؟ اذا اخذتما مضاجعكما

تکبران اربعا و ثلاثین وتسبحان ثلاثا و ثلاثین وتحمدان ثلاثا و ثلاثین فهو خیر لکما من خادم۔ (رواہ البخاری)

شعبہ نے حکم کے حوالے سے بتایا کہ میں نے ابولیلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنھا نے چکی پینے کے اثرات کی شکایت کی، نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے تھے وہ آپ کے پاس گئی لیکن آپ رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے حضرت عائشہ ملی اسے بتا دیا جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے آپ کو حضرت فاطمہ کی آمد کے بارے میں بتایا۔

نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب کہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں اٹھنے لگی آپ نے فرمایا۔ لیٹی رہو، آپ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے، آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میرے سینے میں محسوس ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تمہیں اس سے بہتر کلمات نہ سکھلا دوں جو تم دونوں نے مجھ سے مانگا ہے۔ جب تم سونے لگو تو ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لیے خام سے بہتر ہے"

٦ -عن سعد قال: سمعت ابراهیم بن سعد عن ابیه قال "قال النبی ﷺ لعلی اما ترضی ان تکون بمنزلة هارون من موسی۔" (رواہ البخاری)

سعد سے روایت ہے، فرمایا میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا اس نے اپنے باپ سے روایت کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کیا آپ اس بات سے خوش نہیں کہ آپ کو میرے ہاں وہ مرتبہ حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسی علیہ السلام کے ہاں میسر تھا۔

٧ -عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال۔ قال رسول الله ﷺ لعلی اجلس یا ابا تراب۔ (رواہ البخاری)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد

فرمایا ابوتراب بیٹھئے''

۸-عن ابن مسعود رضی الله عنه قال النبی ﷺ ان الله امرنی ان ازوج فاطم من علی-(رواه الطبرانی فی الکبیر)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔''

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-فتح الباری	۹۱/۸-۶۰/۷
۲-صحیح مسلم	۱۰۸-۱۰۷/۲
۳- ترمذی	مناقب علی
۴-مسند احمد	۲۳۸/۳
۵- مجمع الزوائد	۴۲۸/۶
۶-ترمذی	۳۲۷/۴
۷-کنز العمال	۴۷/۳
۸-البدایہ والنہایہ	۲۰۸/۵
۹-عبقریۃ الامام	عباس محمود عقاد
۱۰-خلفاء الرسول	خالد محمد خالد
۱۱- خلفائے راشدین	شاہ معین الدین
۱۲- تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
۱۳-تاریخ الاسلام	محمد بن عثمان ذہبی
۱۴-حلیۃ الاولیاء	اصفہانی
۱۵- صفۃ الصفوۃ	جوزی
۱۶-دارالسحابہ	مناقب علی بن ابی طالبؓ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

''یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو متحارب جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔''

(فرمان نبویؐ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امن و آشتی کا پیامبر، جود و سخا کا پیکر، خوش مزاج و خوش خصال، صلح جو، امن پسند اور بردبار، شریں کلام و خوش بیان، نواسہ رسول جگر گوشہ بتول، علی المرتضٰی حیدر کرار کا فرزند ارجمند، جنگ و جدال سے دلی نفرت کرنے والا، امت مسلمہ کا خیر خواہ و ہمدرد۔

جس نے مسند خلافت کو خیر باد کہتے ہوئے مسلمانوں کو جنگ کے شعلوں کی لپیٹ سے بچالیا۔

جس کی حکمت عملی سے مسلمانوں کی آپس میں ٹکرانے والی تلواریں نیام میں چلی گئیں اور باہمی دشمنیاں محبتوں میں بدل گئیں۔

جسے لسان رسالت نے جنت کے نوجوانوں کا سردار قرار دیا،

جسے رسول اقدس ﷺ نے اپنے لیے دنیا کی خوشبو قرار دیا۔

جس کا نام سرور عالم ﷺ نے خود تجویز کیا، یہ نوکھا نام سرزمین عرب میں پہلے معروف نہ تھا، جسے رسول اقدس ﷺ کے دوش پر سواری کی سعادت عظمٰی نصیب ہوئی۔

جسے آغوش نبوت میں پرورش پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جسے رسول اقدس ﷺ کی نگرانی میں بچپن کے سہانے دن گزارنے کا موقع میسر آیا۔

جس نے مسند خلافت سے دستبرداری کے بعد کوفہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔

جس کے ساتھ لوگ رشتہ ناطہ قائم کرنا اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھا کرتے تھے۔

جس کے ساتھ مصالحت کرنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق سے کوفہ پہنچے۔

جس کی پیش کردہ صلح کے لیے تمام شرائط کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا گیا،

جس کی خدمت اور اقتصادی خوشحالی کے لیے اسلامی حکومت کی جانب سے عمر بھر قابل رشک وظائف پیش کئے جاتے رہے۔

جس نے اپنی زندگی میں پچیس مرتبہ پیدل حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔

جس نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا پورا مال اور تین مرتبہ نصف مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

جس کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری کو ہوئی۔

جو اپنی عمر مستعار کی سنتالیس بہاریں دیکھ کر ۵ ربیع الاول ۵۰ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے۔

آیئے اس خانوادہ نبوت کے حسین و جمیل شہزادے کی رشک بھری زندگی پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے اپنی منزل کا نشان راہ تلاش کریں۔

* * *

۳ ہجری رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ تھی، رسول اقدس ﷺ کو خبر ملی کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے آنگن میں ایک پھول کھلا ہے۔ اس کی گود کو اللہ تعالیٰ نے ایک چاند سے بیٹے سے مزین کیا ہے، آپ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ اپنی لاڈلی بیٹی کے گھر گئے۔ بیٹے کو دیکھا مسکرائے پوچھا اس کا نام کیا رکھا ہے؟ عرض کیا گیا اس کا نام ''حرب'' تجویز کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں اس کا نام ''حسن'' ہوگا۔ یہ انوکھا نام سرزمین عرب میں معروف نہ تھا۔ ساتویں دن دو مینڈھے عقیقے کے لیے ذبح کئے گئے۔ سر کے بال اتروا کر ان کے ہم وزن چاندی اللہ کی راہ میں دی گئی۔

رسول اقدس ﷺ اپنے نواسے کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اسے پل بھر دیکھنے کے لیے اکثر اپنی لخت جگر خاتون جنت فاطمۃ الزہراء کے گھر تشریف لے جایا کرتے۔ جب یہ چلنے کے قابل ہوئے تو اکثر و بیشتر مسجد نبوی میں آ جاتے، رسول اقدس ﷺ اگر نماز میں مشغول ہوتے تو یہ معصومانہ انداز میں کھیلتے، کبھی قیام کی حالت میں ٹانگوں کے درمیان سے گزرتے، کبھی سجدے کی حالت میں پیٹھ پر سوار ہوتے کبھی

آپ اسے اپنی گود میں اٹھا لیتے۔

''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کا خوشنما منظر دیکھ کر آپ خوش ہوتے۔

اس طرح ان کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت وشفقت بھرے انداز میں پیش آتے۔ ایک دفعہ آپؐ نے اپنے دونوں لاڈلے نواسوں کو گود میں بٹھایا ہوا تھا، آپؐ نے ان دونوں کی طرف محبت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں شہزادے میرے لیے دنیا کی خوشبو ہیں۔ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> ''میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا''

آپ کی پیشین گوئی اس وقت سچ ثابت ہوئی جب انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول اور امت مسلمہ کے مفاد کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور امت کو خونریزی سے بچا لیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مصالحت سے روکنے کے لیے شر پسند عناصر نے بہت کوشش کی لیکن آپ نے ایسا حکیمانہ، مدبرانہ اور مخلصانہ انداز اختیار کیا کہ سب تخریبی اور سازشی عناصر بے بس ہو گئے، آپ نے کوفہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی، تاکہ دوبارہ خلفشار جنم ہی نہ لے سکے، اور کسی کو اکسانے کی جرات ہی نہ ہو سکے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے!

آپ کے نانا سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین حضرت محمد ﷺ، آپ کے والد لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے، فاتح خیبر، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ کی والدہ خواتین جنت کی سردار جگر گوشہ رسولؐ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، ہر طرف برکتیں ہی برکتیں اور ہر طرف رحمتیں ہی رحمتیں۔

رحمتوں کی بہار میں پل کر جوان ہوئے اور سینہ صحرا میں گلزار بسانے کا کردار ادا کیا:

نفرتوں کی ظلمت میں محبت' امن' آشتی اور صلح کا خوشنما چراغ روشن کیا۔

* * *

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی آٹھ سال ہی ہوئی تھی کہ رسول اقدس ﷺ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ ننھے حسن رضی اللہ عنہ شہزادے کے سر سے رسول اقدس ﷺ کا سایہ عاطفت اٹھ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت' شفقت اور ہمدردی کا رویہ اختیار کئے رکھا۔ انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ جہاں کہیں نظر آتے تو آپ اس سے اسی طرح پیار محبت سے پیش آتے جس طرح رسول اقدس ﷺ پیش آیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے۔ سامنے سے شہزادہ حسن رضی اللہ عنہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے گود میں اٹھالیا اور فرمایا۔ حسن و جمال اور شکل وشباہت میں اپنے نانا کی تصویر دکھائی دیتا ہے۔

بخدا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی جھلک تو اس کے چہرے میں دکھائی ہی نہیں دیتی۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرائے۔ یہ محبتیں اور یہ مسکراہٹیں چشم فلک نے بار بار دیکھیں۔ قرآن نے ''رحماء بینہم'' سے صحابہ کرامؓ کی باہمی قربتوں' محبتوں اور شفقتوں کا ایک حسین منظر پیش کیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور دونوں شہزادوں حسن اور حسینؓ کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک روا رکھا۔ دیگر صحابہ کرام کی طرح شہزادوں کے وظائف مقرر کئے۔

اس عظیم المرتبت خانوادے سے نسبت قائم کرنے کے لیے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے رشتہ ازدواج منسلک کیا۔ ظاہر ہے یہ تعلق وہیں قائم ہوتے ہیں' جہاں قربتوں اور محبتوں کی

فضا قائم ہو۔ جہاں کہیں نفرت کا کوئی شائبہ ہو۔ وہاں بھلا اس نوعیت کی قرابت داری کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت حسن کو پانچ ہزار درہم ماہوار وظیفہ باقاعدہ ملتا رہا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جوان رعنا بن چکے تھے۔ عظیم جرنیل حضرت سعید بن عاصؓ کی قیادت میں طبرستان کے معرکے میں حصہ لیا۔ بلوائیوں نے جب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر یلغار کی، مدینہ منورہ میں ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق دروازے پر پہرہ دینے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور اس میں شدید زخمی بھی ہوئے۔ لیکن حملہ آوروں کو دروازے کی طرف سے گھر کے اندر جانے نہ دیا۔ ہٹ دھرم بلوائی دیوار پھلانگ کر گھر میں گھسے اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہوئے شہید کر دیا جب کہ وہ بڑے انہماک سے قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا۔ تو انتہائی افسوس کا اظہار کیا، اور ساتھ ہی اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے باز پرس کرتے ہوئے غضبناک انداز میں کہا تمہارے پہرے کا کیا فائدہ ہوا؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی کثرت، ہٹ دھرمی، عاقبت نا اندیشی، جارحیت اور ظلم وستم کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی بے بسی کا اعتراف کیا اور اپنے زخم دکھلائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ کافور ہوا۔

* * *

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بڑے زیرک، نرم طبیعت، معتدل مزاج اور بردبار تھے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے انتہائی ترش لہجے میں گفتگو کی اور آداب محفل کو بلائے طاق رکھتے ہوئے بے نقط سنائیں۔ آپ نے بڑے صبر وتحمل سے اس کی ساری باتیں سنیں اور جواب میں کچھ نہ کہا البتہ جب اس

نے دوران گفتگو دائیں ہاتھ سے اپنی ناک صاف کی تو اسے صرف اتنا کہا کہ افسوس تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ یہ کام بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے یہ سن کر وہ قدرے شرمندہ ہوا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو مروان بن حکم بہت رویا اور آپ کی تعریف کرنے لگا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے آنسو بہاتے ہوئے دیکھ کر کہا: اب تم رو رہے ہو' آنسو بہا رہے ہو' بھائی جان کی تعریف کے پل باندھ رہے ہو مگر زندگی میں تم نے ان کی مخالفت میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی تھی۔ وہ آنسو بہاتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔ بخدا تیرا بھائی پہاڑ کی مانند عظیم المرتبت اور ثابت قدم تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا اور امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا' بعض شر پسند عناصر نے مصالحت کے فیصلے کو سبوتاژ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

حجر بن عدی جو سبائی فتنے کا سرغنہ تھا' اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو معاہدہ مصالحت ختم کرنے کو کہا تو آپ نے اسے جھاڑ پلا دی' وہ مایوس ہو کر چھوٹے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے جا کر کہا کہ تم زیادہ چھوٹی چیز پر اکتفا کر بیٹھے ہو۔ عزت کی بجائے ذلت کو تم نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ اب بھی وقت ہے' کھوئی ہوئی عزت رفتہ کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ تم اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ ملنے کا اعلان کرو' میں وعدہ کرتا ہوں کہ اہل کوفہ کی اکثریت تمہارے دست و بازو بن کر میدان میں اتر آئے گی۔ اور پھر اقتدار تمہارے ہاتھ میں ہو گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔

> ''ہماری صلح ہو چکی ہے۔ ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب یہ بیعت توڑی نہیں جا سکتی۔ یہ معاہدہ ختم نہیں کیا جا سکتا''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کی وصیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی کی تھی۔ جس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عمل کیا۔ لیکن سبائیوں نے جب دیکھا کہ اب ہمارا پھیلایا ہوا جال ٹوٹ رہا ہے تو وہ غضبناک ہو کر حضرت حسن رضی اللہ

عنہ پر حملہ آور ہوئے۔ جس سے ان کی ران پر گہرا زخم آیا۔ لیکن یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت میں مزید ڈٹ گئے۔ انہوں نے بھی ان دونوں شہزادوں کے ساتھ زندگی بھر حسن سلوک کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں رقم طراز ہیں۔

> فلما استقرت الخلافة لمعاويه كان الحسين يتردد اليه لما استقررت الخلافة لمعاويه كان الحسين يتردد اليه مع اخيه الحسن فيكر مهما معاوية اكراما زائداً ويقول لهما مرحبا واهلا يعطيهما عطاء جزيلاً۔
>
> جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو استقرار نصیب ہوا۔ تو حسین اپنے بھائی حسن کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور وہ ان کو بہت زیادہ عطیات دیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اسلامی ریاست کے دار الحکومت دمشق گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا اور مسکراتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اس مرتبہ میں آپ کی خدمت اتنی کرنا چاہتا ہوں جتنی آج تک کسی نے نہ کی ہو اور اس کے ساتھ ہی چالیس لاکھ درہم ان کی خدمت میں پیش کیے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خوشگوار تعلقات قائم رکھے اور وہ بھی بڑے عزت و اکرام سے پیش آئے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

> ولما توفي الحسن كان الحسين يفد الى معاوية في كل عام فيعطيه ويكرمه۔
>
> جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حسین ہر سال معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے وہ ان کو عطیات دیتے اور احترام و اکرام سے پیش

آتے۔ (بحوالہ البدایہ والنہایہ)

* * *

بخاری ومسلم میں حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں۔

رایت رسول الله ﷺ والحسن علی عاتقه یقول اللهم انی احبه فاحبه“

میں نے رسول اقدس ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھوں پر تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر“

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللهم انی احب حسنا فاحبه و احب من یحبه۔

الٰہی میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرتا ہے۔

بخاری شریف میں عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے۔

صلی ابو بکر صلاة العصر ثم خرج یمشی ومعه علی فرای الحسن یلعب مع الصبیان فحمله علی عاتقه وقال۔

بابی شبیه بالنبی۔ لیس شبیها بعلی وعلی یضحك۔

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی پھر نکلے چلے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے تو اس نے حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمایا:

یہ تو نبی ﷺ کا ہم شکل ہے علی رضی اللہ عنہ کا ہم شکل نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے“

مسند امام احمد میں حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

کہ رسول اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو حسن آپ کی پیٹھ پر اور گردن پر سوار ہو جاتے رسول اللہ ﷺ بڑی احتیاط سے اٹھتے تا کہ کہیں حسن کو گر کر چوٹ نہ آ جائے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ حسن سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو دوسروں سے نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا۔

انه ريحانتي في الدنيا وان ابني هذا سيد وعسى الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين۔

”یہ میری دنیا میں خوشبو ہے اور یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ قریب ہے کہ اللہ اس کے ذریعے دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے“

مسند امام احمد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

رائيت رسول الله ﷺ يمص لسانه اوقال شفته يعني الحسن بن علي وانه لن يعذب لسان اوشفتان يمصهما رسول الله ﷺ“

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کی زبان یا کہا اس کے ہونٹ کو چوم رہے ہیں۔ میری مراد حسن بن علی سے ہے“

اور حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کی زبان یا ہونٹوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جس کو اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوما ہو۔

مستدرک حاکم اور المعجم الکبیر للطبرانی میں ابو سعید مقبری کے حوالے سے روایت منقول ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، تو وہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ اس نے سلام کہا اہل مجلس نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہوا انہیں بتایا گیا یہ حسن بن علی تشریف لائے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ آپ نے ان سے ملتے ہوئے کہا: میرے سردار وآقا وعلیکم السلام ساتھیوں نے کہا آپ نے حسن بن علی کو یا سیدی کہا ہے۔

آپ نے فرمایا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اقدس ﷺ نے حسن بن علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''انہ سید'' کہ یہ سردار ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے پیار کرتا ہوں کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اقدس ﷺ کو اس سے پیار کرتے دیکھا ہے۔ اور اس شہزادے کے بارے میں آپ کا یہ پیغام بھی سنا ہے۔

اللهم انی احبه فاحبه۔

الٰہی میں اسے پیار کرتا ہوں' تو بھی اس سے پیار کر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اقدس ﷺ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر بٹھائے تشریف لا رہے تھے۔ کسی شخص نے کہا: سواری کتنی بہتر ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنتے ہی ارشاد فرمایا۔ سوار بھی تو بہتر ہے۔

مستدرک حاکم میں یہ روایت منقول ہے۔

جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں کہ تم خلافت چاہتے ہو۔ تو انہوں نے جواب میں کہا:

> قد كان جماجم العرب في يدى يحاربون من حاربت ويسالمون من سالمت تركها ابتغاء وجه الله حقن دماء امة محمد ﷺ۔
>
> عرب کے سر میرے ہاتھ میں تھے۔ وہ اس سے لڑتے جس سے میں لڑتا اور اس سے صلح کرتے جس سے میں صلح کرتا۔ میں نے صرف اللہ کی رضا اور امت محمد ﷺ کو خون ریزی سے محفوظ رکھنے کے لیے خلافت کو چھوڑا۔

یہ واقعی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بہت مستحسن فیصلہ تھا۔ جس سے امت مسلمہ کی باہمی رنجشیں ختم ہوئیں اور اسلامی ریاست کا دائرہ تیزی سے وسیع ہونے لگا۔ کاش کہ امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے والے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کردار

کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سے بڑے کے حق میں دستبردار ہونے کا حوصلہ پیدا کریں۔

* * *

دریائے فرات کے کنارے حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان لڑی جانے والی جنگ صفین میں طرفین کے نوے ہزار افراد تہہ تیغ ہوئے۔ جب کہ اس سے پہلے جنگ جمل میں دس ہزار افراد جام شہادت نوش کرکر چکے تھے۔ ایک لاکھ مسلمانوں کا دو معرکوں میں قتل ہو جانا۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کا بہت بڑا سانحہ ہے۔ جنگ صفین میں افرادی قوت کے اتنے بڑے نقصان کے بعد جنگ کا خاتمہ اس معاہدے پر ہوا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شام پر حکومت کو تسلیم کر لیا۔ جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عراق پر حکومت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی خداداد بصیرت سے حالات کی نزاکت کو بھانپ گئے تھے‘ اس لیے آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بڑے بیٹے حضرت حسن کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ”میری وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جلدی صلح کر لینا اس کے امیر المومنین بن جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اگر تو نے میرے بعد اس سے تعلقات بگاڑے تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کرتے ہوئے بعض اصحاب نے کہا کہ اپنے بعد حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کریں‘ تو آپ نے فرمایا‘

> ”نہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں اور نہ ہی انکار‘ اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی بہتری مطلوب ہوئی تو میرے بعد کسی بہتر شخص کی قیادت میں ان کو جمع کر دے گا“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش تھی کہ لوگوں میں انتشار ختم ہو اور امت متحد ہو جائے۔ ان کی اس دلی تمنا کو ان کے ہونہار فرزند ارجمند حضرت حسن

رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو کر پورا کیا۔

یہ ۴۱ ہجری کا واقعہ ہے کہ امت پھر سے ایک لڑی میں پروئی گئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے درمیان تاریخ ساز صلح ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے نانا حضرت محمد ﷺ کی اس پیشین گوئی کے سچ ہونے کا ثبوت مہیا کیا۔

> ''رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک روز اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے میر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ کر منبر پر کھڑا ہو کر اپنے خیر سگالی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے صلح کا اعلان کیا۔

اس تاریخی اعلان کا جواب دیتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

ابو محمد آپ نے آج جس بہادری کا مظاہرہ برسر عام کیا ہے ایسا منظر پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

صلح کی تکمیل اور بیعت خلافت کے بعد امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ خلیفہ المسلمین کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہو گئے، امیر معاویہ اس کے بعد بیس سال مسند خلافت پر متمکن رہے اور اپنے حسن تدبر سے تمام فتنوں کی سرکوبی کر کے ہر جگہ امن و امان کو بحال کیا۔ چنانچہ امت کے داخلی اور خارجی تمام تعمیری کام جو باہمی خلفشار کی وجہ سے رکے پڑے تھے اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیزی سے شروع کئے، ہر طرف خوشحالی کی لہر دوڑ گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اصول حکمرانی، حلم وکرم، عدل و انصاف اور جود و سخا تھا۔ جس سے وہ رعایا کے محبوب بن گئے۔ اور زندگی بھر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے۔ اقتصادی اعتبار سے کبھی ان شہزادوں کو کوئی تکلیف نہ آنے دی۔ وافر مقدار میں وظائف باقاعدگی کے ساتھ ان کے پاس پہنچتے رہے۔

شر پسند عناصر نے بہت کوشش کی کہ دوبارہ ان کے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے جائیں۔ لیکن اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ شر پسند عناصر اپنی رکیک حرکات سے باز نہیں آ رہے ہیں تو انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

> ان ابی کان یحدثنی۔ ان معاویة سیلی الامر فواللہ لو سرنا الیه لجبال والشجر ماشکت انه سیظهر ان اللہ لا معقب لحکمه ولا راد لقضائه۔

''میرے والد فرمایا کرتے تھے۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ضرور صاحب امر ہوگا اگر ہم پہاڑوں اور درختوں جتنا استحکام حاصل کر کے بھی ان کے خلاف لڑتے رہے تو بھی وہ غالب رہے گا کیونکہ اللہ کے فیصلوں کو نہ موخر کیا جا سکتا ہے۔ نہ اس کی تقدیر میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے''

جنگ صفین جب اپنے اختتام کو پہنچی تو حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث سنائی۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب نہ ہوگا اور جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ سے کشتی لڑے گا۔ معاویہ اسے ضرور گرا دے گا۔

یہ حدیث سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ نے پہلے مجھے یہ حدیث سنائی ہوتی تو میں کبھی اس سے مقابلہ نہ کرتا۔ شر پسند عناصر نے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما سے کہا تم ہی ہماری بات مان لو صلح کے معاہدے کو ختم کر کے ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہم تمہاری قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ سے اقتدار چھین کر تمہیں مسند اقتدار پر بٹھائیں گے۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر کے ان سے اپنا دامن بچالیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عقل کے اندھو!

اناقد بابعتا وعاهدنا ولا سبيل الى نقض بيعتنا“

”ہم بیعت کر چکے ہیں اور صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لیے بیعت کو توڑ دینے کا کوئی راستہ یا جواز نہیں۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ پر خاص فضل و کرم ہوا کہ پھر سے شیرازہ بندی ہوئی۔ باہمی انتشار ختم ہوا' اور پوری امت ایک نظم کے تحت کامیابی کے سفر پر گامزن ہوگئی۔

* * *

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں متعدد شادیاں کیں جو خاتون بھی آپ کے نکاح میں آتی وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتی۔ چونکہ شریعت کے مطابق بیک وقت چار خواتین کو ہی ایک ساتھ نکاح میں رکھا جا سکتا تھا لہٰذا طلاقیں بھی اسی نسبت سے دیں۔ لوگوں میں یہ عمل معیوب تصور نہ کیا جاتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنبیہ کے باوجود لوگوں کی اکثریت خانوادہ نبوت سے رشتہ قائم کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتی تھی۔

لیکن جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں خار بھی تو ہوتے ہیں۔ جہاں شہنائیاں بجتی ہیں۔ وہاں ماتم بھی تو ہوتے ہیں۔ جہاں بہار آتی ہے وہاں خزاں کا بھی تو ورود ہوتا ہے۔ جہاں قہقہے گونجتے ہیں وہاں سسکیوں اور آہوں کی دل فگار آوازیں بھی تو سنائی دیتی ہیں۔

جہاں جوانی کے دلفریب نظارے دکھائی دیتے ہیں وہاں بڑھاپے کی عبرتناک داستانیں بھی تو جنم لیتی ہیں۔

ہوا یہ کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی ناعاقبت اندیش جعدہ بنت

اشعش نے اپنے عظیم المرتب خاوند کو زہر دے دیا۔ جس کو کھاتے ہی آپ کی حالت غیر ہونے لگی۔ آپ کے لاڈلے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہر چند اپنے عظیم بھائی سے دریافت کیا کہ اس جرم کا ارتکاب کس نے کیا ہے؟

آپ نے بتانے سے احتراز کیا۔ اس زہر کے اثرات کی وجہ سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ۵ ربیع الاول ۵۰ ہجری کو صرف سنتالیس برس کی عمر گذار کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

یہ خبر سنتے ہی مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔

آپ کے جنازہ میں لوگوں کا جم غفیر شریک ہوا اور آپ کو ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے پہلو میں جنت البقیع کے تاریخی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

مناقب حسن بن علی رضی اللہ عنہ

حدیث کی روشنی میں

١۔عن ابی بکر رضی الله عنه سمعت النبی ﷺ علی المنبر والحسن علی جنبه ینظر الی الناس مرة والیه مرة ویقول' ابنی هذا سید ولعل الله یصلح به بین فئتین من المسلمین"

(رواہ البخاری)

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی ﷺ کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ اس حال میں کہ حسن آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے اور دوسری دفعہ حسن کی طرف دیکھتے آپ فرماتے ہیں۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گرہوں میں صلح کرا دے گا'' (بحوالہ بخاری شریف)

٢۔ عن اسامة بن زید رضی الله عنهما عن النبی ﷺ انه کان یاخذه والحسن ویقول "اللهم انی احبهما فاحبهما"

(رواہ البخاری)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ اسے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ فرما رہے تھے'
الٰہی میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

(بحوالہ بخاری)

٣۔ عن عدی قال سمعت البراء رضی الله عنه قال' رایت النبی والحسن بن علی علی عاتقه یقول اللهم انی احبه فاحبه" (رواه البخاری)

عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اس حال میں کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر تھا' آپ فرماتے ہیں۔

"الٰہی میں اسے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر"

٤۔ عن عقبة بن الحارث قال "رائیت ابا بکر رضی الله عنه وحمل الحسن وهو یقول بابی شبیه بالنبی۔ لیس شبیه بعلی وعلی یضحك" (رواه البخاری)

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہا!

میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حسن کو گود میں اٹھایا ہوا ہے اور فرماتے ہیں یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم شکل ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کا ہم شکل نہیں اور علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس پڑتے ہیں۔

٥۔ عن انس ان النبی ﷺ کان یدعوالحسن والحسین فیشمهما ویضمهما الیه" (رواه الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حسن اور حسین کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ آپ ان دونوں کو چومتے اور گلے لگاتے۔

٦۔ عن ابی ایوب قال دخلت علی رسول الله والحسن والحسین یلعبان بین یدید فقلت اتحبهما یا رسول الله؟ قال "کیف لا وهما ریحانتای من الدنیا اشمهما".

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

حضرت ابوایوب سے روایت ہے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ حسن

رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھیل رہے تھے' میں نے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کیسے نہیں! یہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔ جنہیں میں سونگھتا ہوں!

٧_عن انس رضى الله عنه قال لم يكن احد اشبه بالنبى من الحسن بن على" (رواه البخارى)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی بھی نبی اقدس ﷺ کے ہم شکل نہ تھا'' (بحوالہ بخاری)

٨_حدثنا شعبة عن محمد بن ابى يعقوب سمعت ابن ابى نعيم سمعت عبدالله بن عمر وساله عن المحرم۔ قال شعبة احسبه يقتل الذباب۔ فقال اهل العراق يسالون عن الذباب وقد قتلوا ابن ابنة رسول الله ﷺ وقال النبى ﷺ "وهما ريحانتاى من الدنيا" (رواه البخارى)

ہمیں شعبہ نے محمد بن ابی یعقوب سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں میں نے ابن ابی نعیم سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا جب کہ ان سے کسی نے احرام پہننے والے شخص کے بارے میں سوال کیا۔ شعبہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ محرم مکھی مار سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا! اہل عراق مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں شہزادے میری دنیا کی خوشبو ہیں'' (بحوالہ بخاری)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے

درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-نسب قریش	۴۶
۲-المحبر	۱۸-۱۹-۴۵-۵۷-۶۶-۲۹۳-۳۲۶
۳-التاریخ الکبیر	۲۸۶/۲
۴-تاریخ الطبری	۱۵۸/۵
۵-الجرح والتعدیل	۱۹/۳
۶-مروج الذہب	۱۸۱/۳
۷-حلیۃ الاولیاء	۳۵/۲
۸-جمہرہ انساب العرب	۳۸-۳۹
۹-الاستیعاب	۳۸۳
۱۰-تاریخ بغداد	۱۳۸/۱
۱۱-تاریخ ابن عساکر	۲۴۴/۴
۱۲-جامع الاصول	۲۷/۹
۱۳-اسد الغابۃ	۹/۲
۱۴-الکامل	۴۶۰/۳
۱۵-معجم لطبرانی	۹۷/۳
۱۶-تہذیب الاسماء واللغات	۱۵۸/۱
۱۷-وفیات الاعیان	۶۵/۲
۱۸-تہذیب الکمال	۲۷۱
۱۹-تاریخ الاسلام	۲۱۶/۲
۲۰-تذہیب التہذیب	۱۴۰/۱
۲۱-الوافی بالوفیات	۱۰۷/۱۲
۲۲-مرآۃ الجنان	۱۲۲/۱

۲۳-البدایۃ والنہایۃ	۴۵، ۳۳، ۱۴/۸
۲۴-مجمع الزوائد	۱۷۴/۹
۲۵-العقد الثمین	۱۵۷/۴
۲۶-الاصابۃ	۳۲۸/۱
۲۷-تہذیب التہذیب	۲۹۵/۲
۲۸-تاریخ الخلفاء	۱۸۷
۲۹-خلاصۃ تذہیب الکمال	۶۷
۳۰-شذرات الذہب	۵۵/۱
۳۱-تہذیب ابن عساکر	۲۰۲/۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الٰہی: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن اور حساب کا علم سکھلا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھنا:

(فرمان نبویؐ)

تم قیصر و کسریٰ کی دانائی' سیاست اور فہم و فراست کا تذکرہ کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا ایک دانشمند' زیرک اور مدبر انسان موجود ہے۔

(فرمان فاروق اعظمؓ)

خاندان، بنو امیہ کا روشن دماغ سیاست دان، ملت اسلامیہ کا مردم شناس حکمران، لشکر اسلام کا تجربہ کار مدبر اور جرات مند سپہ سالار، سیادت و قیادت، فہم و فراست، علم و ہنر، دین و دانش، جود و سخا، مہر و وفا اور صدق و صفا کا حسین پیکر، حکیمانہ انداز گفتگو، فیاضانہ طرز معاشرت، اور عادلانہ طرز حکومت اختیار کرنے والا سربراہ مملکت، جس میں حکمت و دانائی، جلال و جمال، فصاحت و بلاغت اور امانت و صداقت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ جس میں جہانگیری و جہانبانی، کشور کشائی و جہاں آرائی، عالمگیری و فرمانروائی کا جوہر پوری آب و تاب سے دکھائی دیتا ہے۔

کاتب وحی کا اعزاز پانے والا جلیل القدر صحابیؓ، اپنے دور کا عبقری انسان جس نے بحر روم کے ساحل پر انطاکیہ سے لے کر طرطوس تک فوجی مراکز قائم کیے۔ جس نے بحری بیڑے کے قیام سے خشکی سے نکل کر سمندر کی وسعتوں پر بھی مسلمانوں کی نگرانی اور برتری قائم کی۔ جس کا بارعب چہرہ، عقابی نگاہیں، دراز قد، سفید رنگ، سنہری داڑھی، سڈول، پھرتیلا، مضبوط اور گٹھا ہوا جسم دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا۔

جو انتالیس سال آٹھ ماہ کا طویل عرصہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز رہا۔ جس نے بیس سال سرزمین شام کے گورنر اور انیس سال آٹھ ماہ ملت اسلامیہ کے حکمران کی حیثیت سے گذارے۔

جس نے تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ بحری بیڑا تیار کیا، بحری فوج کی بنیاد ڈالی اور اس کے ذریعے بحر روم کے اہم جزیرے قبرص پر قبضہ کرلیا۔

جس نے ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے تاریخی موقع پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس کا اظہار ۸ ہجری فتح مکہ کے موقع پر اپنے والدین کے ہمراہ کیا۔

جس سے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں بھی کفر و اسلام کے مابین بپا ہونے والے کسی معرکے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی کاروائی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ جب بدر، احد، احزاب جیسے مشہور و معروف معرکے بپا ہوئے اس وقت یہ جوان رعنا تھے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل اور ابوسفیان کے ہمراہ یہ کہیں کسی معرکے میں نظر نہیں آتے۔ اس دور میں مکمل خاموشی، اعراض اور پہلوتہی کا انداز اپنائے رکھا۔

وہ عظیم المرتبت صحابی جو دربار رسالت میں وزیر ضیافت کے منصب پر فائز رہا، باہر سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات اور طعام و قیام انہیں کے سپرد تھا،

جسے رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے کی سعادت حاصل تھی۔ جس نے عمرۃ القضاء کے موقع پر قینچی سے رسول اقدس ﷺ کے سر کے بال کاٹنے کی خدمت سرانجام دی۔

جو ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کا بھائی تھا۔

جو قریش کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب کا فرزند ارجمند تھا۔

جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اکبر شہید کربلا کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ کا ماموں تھا۔ جو میمونہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خوش دامن تھی۔ اس لیے اس کی بیٹی لیلیٰ بنت ابی مرۃ حضرت حسین کی بیوی تھی۔ جس سے علی اکبر پیدا ہوئے۔

جسے فاروق اعظم نے عرب کا کسریٰ قرار دیا۔

جس نے اپنے دور حکومت میں زراعت کو ترقی دینے کے لیے ملک کے طول و عرض میں نہروں کا جال بچھا دیا۔ جس سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب ہونے لگی۔ ان نہروں کی وجہ سے زرعی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

جس کے حق میں نواسہ رسولؐ، نوجوان جنت حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

جو پوری زندگی حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن

سلوک سے پیش آتا رہا-

جسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- جس کے بارے میں حبر الامتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا' کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو حکمرانی کا اہل نہیں دیکھا-

آیئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کی جھلک دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دلوں کو روشن کرنے کا اہتمام کریں-

* * *

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے- باپ کا نام ابوسفیان صخر بن حرب تھا جو قریش کا سردار تھا اور بہت بڑا دولت مند تھا- والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے جو قریش کی مشہور و معروف دانشور خاتون تھی- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانچویں پشت میں رسول اقدس ﷺ کے نسب میں شامل ہو جاتے ہیں- جب کہ والد اور والدہ چوتھی پشت میں عبدمناف پر جا کر رسول اقدس ﷺ کے ساتھ شامل نسبت ہو جاتے ہیں' جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر اپنی معروف کتاب البدایۃ والنہایہ میں رقم طراز ہیں-

> "ھو معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیة بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی ابو عبدالرحمن خال المومنین" (البدایة والنھایة ۱۱۷/۸)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے اور اہل ایمان کا ماموں اس لیے قرار دیا گیا کہ یہ ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے-

۸ ہجری فتح مکہ کے تاریخی موقع پر سپہ سالار اعظم رسول اقدس ﷺ نے یہ اعلان کیا-

> من اغمد سیفه فھو آمن ومن دخل المسجد فھو امن ومن دخل دار ابی سفیان فھو آمین"

جس نے اپنی تلوار نیام میں چھپالی وہ محفوظ ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ امن میں ہے۔ اور جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ بھی مامون و محفوظ ہے"

اس اعلان سے ابوسفیان کے گھر کو تاریخی حیثیت حاصل ہوئی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کا سسر اور ہند بنت عتبہ آپ کی خوش دامن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے نسبتی برادر تھے۔ اس لیے کہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین فتح مکہ کے تاریخی موقع پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۷ ہجری عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ سال بھر مصلحتاً خاموش رہے والدین کے ہمراہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مکہ فتح ہوا، رسول اقدس ﷺ نے عمرہ ادا کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ ادا کیا، طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ سے فارغ ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قینچی سے رسول اقدس ﷺ کے سر کے بال کاٹنے کی سعادت حاصل کی اور ان مبارک بالوں کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ فتح مکہ سے فارغ ہو کر رسول اقدس ﷺ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مقام حنین کی طرف پیش قدمی کی، حضرت ابوسفیان صخر بن حرب اپنے دونوں بیٹوں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لشکر اسلام میں شامل تھے۔ اور تینوں نے میدان جنگ میں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اگرچہ اس جنگ میں لشکر اسلام ۱۲ ہزار افراد پر مشتمل تھا لیکن دشمن نے بھی جم کر مقابلہ کیا، دوران جنگ ایک دفعہ تو انتہائی نازک صورت حال پیدا ہوئی۔ مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ چند ایک صحابہؓ کے علاوہ باقی تمام مختلف اطراف میں بکھر گئے۔ رسول اقدس ﷺ میدان میں عزم و ہمت کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل باآواز بلند فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب
میں نبی ہوں کوئی جھوٹ نہیں
میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

بالاخر فتح لشکر اسلام کو نصیب ہوئی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد طائف پر یلغار کی گئی، اس تاریخی معرکے میں بھی حضرت ابوسفیانؓ اپنے دونوں بیٹوں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ شامل تھے۔ یہاں دشمن کی جانب سے ایک تیر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا جس سے ڈیلا باہر لٹک گیا۔ اسے ہاتھ میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے شفایابی کی دعا کروں یا اس تکلیف کے بدلے آپ کو جنت مطلوب ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے۔ رسول اقدس ﷺ نے ان دو معرکوں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت میں سے تینوں باپ بیٹوں میں سے ہر ایک کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا کیا۔ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے دشمن فوج کے چھ ہزار قیدیوں کی نگرانی ان کے سپرد کی۔ ان کی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں دوران جہاد ضائع ہوئی۔ غزوۂ طائف کے بعد رسول اقدس ﷺ لشکر السلام کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منور چلے گئے۔

* * *

فتح مکہ اور قریش کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب کے ایمان قبول کرنے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ابن سعد اپنی معروف کتاب طبقات میں رقم طراز ہیں۔

۸ ہجری دس رمضان المبارک بروز بدھ بعد نماز عصر رسول اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ منورہ کی نگرانی کے فرائض سونپے اور خود دس ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر

مقام صلصل پر پہنچا تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ کو دو سو مجاہدین کا سالار بنا کر آگے بھیجا پھر آپ نے یہ اعلان کروا دیا۔ چونکہ رمضان کے دن ہیں اور ہم حالت سفر میں ہیں۔ مجاہدین میں سے جو روزہ رکھنا چاہتا ہے رکھ لے اور جو قضائی کی نیت سے چھوڑنا چاہتا ہے چھوڑ لے۔

اس کے بعد لشکر مقام قدید پر پہنچا یہاں لشکر میں موجود قبائل کو مزید منظم کرتے ہوئے ان میں جھنڈے تقسیم کیے گئے۔ جب یہ لشکر مرالظہر ان کے مقام پر پہنچا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا آپ نے مجاہدین کو جگہ جگہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ جب یک بارگی متعدد مقامات پر آگ جلائی گئی تو اس سے پورا ماحول روشن ہو گیا اہل مکہ نے جب اچانک یہ روشنی دیکھی تو گھبرا گئے۔ انہوں نے اپنے سردار ابوسفیان سے صورت حال کا جائزہ لینے کا مطالبہ کیا۔ وہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کو لے کر باہر نکلے، دیکھا کہ لشکر اسلام حد نگاہ تک پھیلا ہوا ہے۔ مجاہدین کی یہ شان و شوکت دیکھ کر گھبرا گئے۔ اس رات لشکر کی نگرانی اور پہرہ دینے کا فریضہ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔

ابوسفیان نے صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے عباس بن عبدالمطلب سے پوچھا یہ آج میں سب کچھ کیا دیکھ رہا ہوں انہوں نے فرمایا: یہ وہی عظیم المرتبت پیغمبر دس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر مکہ کے دہانے پر موجود ہے جسے تم نے یہاں سے نکال دیا تھا۔ آج تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اسلام قبول کر لو، اچھے رہو گے، ورنہ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

ابوسفیان نے کہا ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا، انہوں نے بھی سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔ ان کی رضامندی کا یہ دلفریب انداز دیکھ کر حضرت عباس بن عبدالمطلب انہیں اپنی پناہ میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، آپ نے قبول فرمایا: اور ساتھ ہی کمال فیاضی اور خلق عظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ

اعلان کر دیا: کہ آج جو بھی ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو کر پناہ لے گا وہ امن میں رہے گا۔ اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ رسول اقدس ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے آپ کی ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔

پھر رسول اقدس ﷺ نے اس کے بیٹے قیس بن سعد کو جھنڈا تھما دیا اور حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ تم نے مکہ میں کدآء مقام کی جانب سے داخل ہونا ہے، زبیر بن عوام کو ''کدی'' دروازے سے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''اللیط'' مقام سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ تینوں کی سربراہی میں مجاہدین کی کثیر تعداد تھی۔ خود رسول اقدس ﷺ ''اذاخر'' مقام کی جانب سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے لڑائی سے منع کر دیا تھا۔ البتہ چند افراد کا نام لے کر آپ نے یہ حکم دیا کہ یہ اگر کسی کو نظر آ جائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ جن میں سے چھ مرد اور پانچ عورتیں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مقیس بن صبابتہ لیثی، حویرث بن نقیذ، عبداللہ بن ہلال بن خطل، ہند بنت عتبہ، عمر بن ہاشم کی کنیز سارۃ اور دیگر دو عورتیں ایک کا نام فرتنا اور دوسری کا نام قریبہ ہے۔ ان میں سے تین افراد عبداللہ بن ہلال بن خطل ادری، حویرث بن نقیذ اور مقیس بن صبابتہ تو مارے گئے۔ لیکن باقی بچ گئے۔ ہند بنت عتبہ نے اگلی شب اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور پھر زندگی بھر اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہے۔ حضرت خالد بن ولید کے مقابلے میں عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو ایک لشکر لے کر خندمہ مقام پر ڈٹ گئے۔ اور حضرت خالد بن ولید کو آگے بڑھنے سے روکا بلکہ تیر اندازی شروع کر دی یہ خطرناک صورت حال دیکھتے ہوئے حضرت خالد بن ولید نے اعلان جنگ کر دیا۔ کیونکہ اس کے بغیر اب کوئی چارہ کار نہ تھا۔ خاموش رہتے تو ساتھی مارے جاتے۔ زوردار جوابی حملہ ہوا تو قریش کے

چوبیس اور قبیلہ ہذیل کے چار افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

رسول اقدس ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے لڑائی سے منع کیا تھا۔ عرض کیا گیا یہ لڑائی دشمن کی طرف سے خالد بن ولید پر مسلط کی گئی۔ انہیں مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا' آپ نے ارشاد فرمایا:

"قضاء الله خير"

اللہ کا فیصلہ بہتر ہے۔

دو مسلمان شہید ہوئے۔ ایک کرز بن جابر فہری اور دوسرا خالد اشقر خزاعی' عکرمہ بن ابی جہل صورت حال دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا' اس کا ارادہ تھا کہ سرزمین حجاز کو خیر باد کہہ کر کسی دوسرے ملک میں پناہ لے لی جائے۔ وہ اس غرض سے ساحل سمندر پر پہنچا کشتی میں سوار ہونے لگا تو اس کی رفیقہ حیات دانشور خاتون ام حکیم تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی اسے پکڑ کر واپس لائی' یہ خاتون مشرف باسلام ہو چکی تھی اور اس نے رسول اقدس ﷺ سے اپنے خاوند عکرمہ بن ابی جہل کے لیے معافی بھی مانگ لی تھی۔ آپ نے معاف کرنے کا وعدہ فرما لیا تو یہ اپنے خاوند کو واپس لا کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے عکرمہ کو معاف کر دیا۔ اور اس کا اسلام لانا قبول کر لیا۔

پھر عکرمہ زندگی بھر اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہے۔

رسول اقدس ﷺ کے لیے حجون مقام پر خیمہ نصب کر دیا گیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنا جھنڈا وہاں گاڑ دیا۔

لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے' مکہ معظمہ میں عجیب سماں بندھ گیا۔ آپ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لا تثريب عليكم اليوم"

آج تمہیں کوئی پکڑ نہیں۔

رسول اقدس ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت پڑے تھے۔ آپ ہر بت کی طرف اپنے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے

گذر رہے تھے۔ اور مسلسل آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ دہرائے جا رہے تھے:

"جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

"حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بلاشبہ باطل کو مٹنا ہی تھا"

پھر آپ ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی، بیت اللہ کی چابی حضرت عثمان بن طلحہ کے سپرد کی، سقایہ کے فرائض حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کئے۔

پھر آپ نے آہ بھرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ارض مکہ تو مجھے بڑی محبوب ہے، اگر یہاں کے باشندے مجھے نہ نکالتے تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا"

پھر آپ نے حکم دیا کہ بیت اللہ سے تمام بتوں کو اکھاڑ کر باہر پھینک دو انہیں ریزہ ریزہ کرو۔ مکہ میں یہ اعلان عام کیا گیا۔

"من كان يومن بالله واليوم الاخر فلا يدع فى بيته صنماً الا كسره"

جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر میں موجود بت کو توڑ دے اس طرح خانہ کعبہ اور پورے مکہ معظمہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ مکہ معظمہ ۸ ہجری ۲۰ رمضان المبارک بروز جمعہ فتح ہوا۔ آپ نے پندرہ دن یہاں قیام کیا اور نماز دوگانہ پڑھتے رہے۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ معظّمہ کا امام اور گورنر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو معلم کے فرائض سونپے اور آپ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے ۸ ہجری ۶ شوال بروز ہفتہ "حنین" کی طرف پیش قدمی کی۔ اب یہ لشکر بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ دس ہزار اہل مدینہ تھے اور دو ہزار اہل مکہ۔

لشکر اسلام وادی حنین میں بروز منگل ۱۰ شوال ۸ ہجری کو پہنچا، مقابلے میں بنو ہوازن تھے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے تھے سحری کے وقت سپہ سالار اعظم رسول

اقدس ﷺ نے مجاہدین کو صف بندی کا حکم دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حباب بن منذر، رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید کی قیادت میں لشکر اسلام کو منظم کیا گیا۔ مذکورہ قائدین کو جھنڈے عنایت کئے گئے۔ معرکہ زوردار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضل وکرم سے لشکر اسلام فتح یاب ہو کر طائف کی طرف روانہ ہوا۔ مسلسل اٹھارہ دن طائف کا محاصرہ جاری رہا۔ اور پھر وہاں فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے لشکر اسلام مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کے ہمراہ مدینے پہنچے اور رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں رہتے ہوئے وحی الٰہی کی کتابت، وثیقہ نویسی، مراسلات کی تحریر اور باہر سے آنے والے مہمانوں کی دیکھ بھال کے فرائض حسن وخوبی سے سرانجام دینے لگے۔

* * *

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کی صحبت میں رہنے کا بہت کم عرصہ میسر آیا۔ لیکن پھر بھی کسب فیض میں وافر حصہ پایا۔ آپ نے ایک سو تریسٹھ احادیث رسول اقدس ﷺ سے روایت کیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اپنی ہمشیرہ امام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی روایات بیان کیں، اور پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، ابوادریس خولانی، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ، خالد بن معدان رضی اللہ عنہ، ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ، عمیر بن ہانی رضی اللہ عنہ، سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، محمد بن سیرین، جریر بن عبداللہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر جیسے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین نے روایات بیان کیں:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علم وفضل کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ رسول اقدس ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا کی تھی۔

اللھم علم المعاویة الکتاب والحساب ووقه العذاب"

(بحوالہ فضائل صحابہ امام احمد بن حنبلؒ)

"الٰہی معاویہ کو قرآن اور حساب کا علم سکھلانا اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا"

آپ نے ان کے حق میں دوسری دعا یہ فرمائی:

"اللھم علمه الکتاب ومکن له فی البلاد ووقه العذاب"

الٰہی اسے قرآن کا علم سکھا اور اسے ملک میں اقتدار عطا کر اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا"

حضرت عبدالرحمان بن ابی عمیرہ المزنی کہتے ہیں- کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا-

"اللھم اجعله هادیا مهدیاً واهدبه"(بحوالہ تاریخ کبیر-بخاری)

الٰہی اسے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے-

امام احمد بن حنبل ابو امیہ عمرو بن یحیٰ بن سعید کے حوالے سے روایت کرتے ہیں- وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برتن پکڑا اور رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے لگے- یہ فریضہ حضرت ابو ہریرۃ سرانجام دیا کرتے تھے' لیکن وہ اس دن بیمار تھے- وضوء کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے ایک یا دو مرتبہ امیر معاویہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے معاویہ جب تجھے مسند اقتدار پر بٹھا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل وانصاف سے کام لینا-

رسول اقدس ﷺ کی یہ دعائیں اور خوش آئند تمنائیں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت' عظمت اور علمی برتری پر دلالت کرتی ہیں- آپ جید عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند حوصلہ اور طبعی طور پر بردبار بھی تھے-

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ سرکاری مراسلہ نویس بھی تھے اور باہر سے آنے والے مراسلات رسول اقدس ﷺ کو پڑھ کر بھی سنایا

کرتے تھے۔

امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں رقم طراز ہیں۔ کہ یمنی سردار وائل بن حجر مدینہ منورہ میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ نے اس کے مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک قطعہ اراضی اس کے نام الاٹ کر دیا۔ نشاندہی اور وثیقہ نویسی کے لیے آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کیونکہ وہ اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکتے تھے۔

بلال بن حارث مزنی کو ساحلی علاقے میں رسول اقدس ﷺ نے زمین عنایت کی تو اس کی وثیقہ نویسی کے لیے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حساب کتاب کا فن خوب جانتے تھے۔ اس لیے قطعات اراضی کا تعین، نشاندہی اور وثیقہ نویسی اور بادشاہوں کی طرف مراسلہ نویسی کے فرائض امیر معاویہ کے سپرد تھے، اور انہوں نے یہ ذمہ داری خوب اچھی طرح نباہی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہؓ کرام نے وحی الٰہی کی کتابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۵۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
۶۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ
۷۔ عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ
۸۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۹۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ
۱۰۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

ان تمام کاتبان وحی میں زیادہ نمایاں کردار حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا دکھائی دیتا ہے۔

* * *

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں حصہ لیا اور آپ کو مال غنیمت سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا کیا گیا۔ عہد صدیقی میں ۱۲ ہجری کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور اس جنگ میں مسیلمہ بن حبیب جھوٹے مدعی نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے نمایاں کردار سرانجام دیا۔

وحشی بن حرب نے مسیلمہ کذاب کو نیزہ مارا' ابو دجانہ سماک بن خرشہ نے تلوار سے زخم لگایا۔ عبداللہ بن زید انصاری اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے تلوار کے پے در پے وار کرتے ہوئے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سرزمین شام میں برسرپیکار لشکر اسلام کی مدد کے لیے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ کی زیر قیادت ایک لشکر دے کر بھیجا۔ درالخلافۃ مدینہ منورہ میں جذبہ جہاد سے سرشار مزید مجاہدین جمع ہوئے اور جنگ میں شمولیت کا مطالبہ کیا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ کو ان مجاہدین کا امیر نامزد کیا اور یہ حکم دیا کہ یزید بن ابی سفیان کی زیر قیادت لشکر میں جا کر شامل ہو جانا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی معروف کتاب البدایۃ والنہایۃ میں اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> “ثم اجتمع عند الصديق طائفة من الناس فامر عليهم معاوية بن ابی سفيان وارسله' ور اخيه يزيد بن ابی سفيان”

(بحواله البدايه والنهاية)

”پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ جمع ہوا۔

ان پر آپ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور اسے اس کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا‘‘

۱۵ ہجری کو معروف جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اردن اور اس کے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا انہوں نے کمانڈر انچیف حضرت ابوعبیدۃ سے مزید کمک کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جس کے مقدمۃ الجیش کا نگران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا۔

۱۸ ہجری کو لشکر اسلام سرزمین شام میں مصروف جہاد تھا کہ طاعون کی وبا پھیل گئی‘ بہت سے مجاہدین اس کی لپیٹ میں آ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے‘ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو طاعون پھیل جانے کا علم ہوا تو سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا پیغام بھیجا‘ وہ سمجھ گئے کہ امیر المومنین مجھے اس وبا سے بچانا چاہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک جرات مند جرنیل کا کردار ادا کرتے ہوئے لشکر اسلام میں موجود رہنے کو ترجیح دی۔ وہ بھی اسی دوران طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ دار الخلافۃ کی ہدایات کے مطابق مصر روانہ ہو چکے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معروف جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کا پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے۔ آپ نے اس کی جگہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار نامزد کیا۔ انہوں نے ۱۹ ہجری میں سرزمین شام کے مشہور و معروف شہر قیساریہ کو فتح کیا۔ وہ شہر عرصہ دراز سے لشکر اسلام کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ جب اس شہر کے فتح ہونے کی خبر دار الخلافہ مدینہ منورہ پہنچی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرزمین شام کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ انہوں نے اختیارات سنبھالتے ہوئے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کر دیا۔ ان کے عہد میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر گئے۔ امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ امیر المومنین کے استقبال کے لیے آئے- آپ نے یہ جاہ وجلال دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے یہ حکم دوں کہ حجاز تک پیدل چل کر جاؤ یہ شان و شوکت اور یہ جاہ وجلال؟ کیا تمہیں اس لیے گورنر بنایا گیا ہے؟

امیر معاویہ نے مودبانہ عرض کیا امیر المومنین یہ ایک ایسا علاقہ ہے کہ دشمن کے جاسوس ہر وقت گھات میں لگے رہتے ہیں- ان کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم رکھنے کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے- اگر آپ کا حکم ہو- تو میں اسے باقی رہنے دیتا ہوں اور اگر آپ پسند نہیں کرتے تو اسے ابھی ختم کئے دیتا ہوں- یہ بات سنتے ہی آپ نے خاموشی اختیار کی- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے امیر المومنین دیکھئے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کس خوبصورت انداز میں اپنا تحفظ کیا ہے- آپ نے فرمایا اسی لیے تو اسے اتنے بڑے اور حساس صوبے کی ذمہ داری سونپی ہے-

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے- معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کا کسریٰ ہے- یہ قریشی نوجوان ہے اور سردار کا بیٹا ہے-

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے اگرچہ ظاہری شان و شوکت کے قائل تھے- ورنہ طبعی طور پر وہ تواضع اور انکساری کو پسند کرتے تھے- عفو و درگزر، صبر و تحمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و خدا ترسی اور امانت و دیانت کا عکس ان کے آئینہ اخلاق میں نمایاں دکھائی دیتا ہے- رسول اقدس ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت ان کے دل میں پائی جاتی تھی- اس کا اندازہ آپ اس وصیت سے لگائیں جو انہوں نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اہل خانہ کو کی- آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ دوران سفر رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے کی سعادت حاصل کی- جب میں آپ کے مبارک ہاتھوں پر پانی انڈیل رہا تھا تو آپ نے میری طرف دیکھا میرا قمیص کندھے سے پھٹا ہوا تھا- آپ نے وضوء سے فارغ ہو کر مجھے اپنا قمیص عنایت فرمایا- میں نے اس بابرکت قمیص کو

صرف ایک مرتبہ پہنا اور پھر اسے سنبھال کر رکھ لیا اس طرح مجھے ایک دفعہ عمرے کی ادائیگی کے بعد آپ کے بال کاٹنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں نے آپ کے وہ مبارک بال بھی اپنے پاس محفوظ کر لیے، نیز آپ کے تراشیدہ ناخن بھی میں نے سنبھال لیے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو رسول اقدس ﷺ کا یہ قمیص میرے سینے پر رکھ کر کفن کی چادریں پہنانا، بال اور ناخن میرے ہونٹوں اور آنکھوں پر رکھ دینا۔ یہ چیزیں برزخ اور آخرت میں میرے لیے فائدہ مند ہوں گی۔ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ محبت اور وارفتگی کا یہ انداز سبحان اللہ!

* * *

دمشق کے ساحلی علاقہ جات مثلاً حیدا، غرقہ، جبیل اور بیروت کو فتح کرنے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا کردار ہے۔ خصوصاً غرقہ پر فتح کا جھنڈا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لہرایا۔

۲۳ ہجری میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے عسقلان پر فتح کا جھنڈا لہرایا۔ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام شریک تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کارکردگی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دس ہزار دینار سالانہ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ دارالخلافہ کی جانب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کا اعتراف تھا۔

۲۳ ہجری میں ایک بد بخت ایرانی نژاد مجوسی غلام فیروز ابولولو نے عین اس وقت جب کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز فجر کی جماعت کرا رہے تھے زہریلے خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا اور پے در پے چھ وار کئے، آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ زمین پر گر گئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز

مکمل کروائی۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حملے سے جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے اسلامی ریاست کا جائزہ لیا اور مختلف صوبہ جات کے ذمہ داران کو سرکاری ہدایات ارسال کیں۔ سرزمین شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ ان کو ہدایات دیتے ہوئے آپ نے لکھا کہ روم کے ساحلی علاقہ جات میں نظم و نسق کو اور زیادہ مربوط کریں۔ مجاہدین کے لیے مستقل مکانات تعمیر کریں اور انہیں خدمات کی روشنی میں مناسب جاگیریں عطا کریں۔ نئی مساجد کی تعمیر کا اہتمام کیا جائے۔ مفتوحہ قلعوں کی مرمت و صفائی کے بعد انہیں آباد کیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد فاروقی میں کئی بار دار الخلافتہ سے بحری جہاد کی اجازت طلب کی لیکن امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی صوابدید کی روشنی میں اجازت نہ دی۔

ان کا خیال تھا کہ بحری جنگوں میں مجاہدین کی قیمتی جانیں سمندر کی تلاطم خیز لہروں کی نذر نہ ہو جائیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت گزاری کا انداز دیکھیں، باوجود اس کے کہ تمام تر مادی وسائل ان کے پاس موجود تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رومی افواج کا مکمل خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سمندر میں موجود ان کے فوجی مراکز کو قبضے میں نہ لے لیا جائے۔ لیکن امیر المومنین کی موافقت کو وہ نظم کا ایک ضروری حصہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے از خود اپنی مرضی سے کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ عہد فاروقی میں دار الخلافتہ سے اجازت نہ ملی تو آپ خاموش رہے۔ جب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری جہاد کی اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۴ ہجری میں رومیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا، اسلامی نظم حکومت کو درہم برہم

کرنے کے لیے اپنی قوت کو مجتمع کیا' والی شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تازہ ترین صورت حال سے مرکز کو آگاہ کرتے ہوئے مدد کی اپیل کی امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پہلی فرصت میں کسی تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں لشکر شام کی طرف روانہ کیا جائے۔ لہذا انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سلمان بن ربیعہ کی قیادت میں آٹھ ہزار افراد پر مشتمل لشکر شام روانہ کر دیا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی کمک تھی جو مرکز کی طرف سے صوبے کو بہم پہنچائی گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام فتح کا پھریرا لہراتا ہوا عموریۃ تک پہنچا' انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان پائے جانے والے تمام قلعہ جات کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

* * *

چونکہ رومی فوج کا بحر روم کے جزائر پر تسلط قائم تھا۔ لہذا رومی لشکر کی قوت کو پامال کرنے کے لیے ضروری تھا کہ لشکر اسلام کا بحری ونگ تیار کیا جائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے بحری بیڑا قائم کرنے کی اجازت دے دی' تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری فوج بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور اس کے ذریعے مشہور و معروف جزیرہ قبرص کو فتح کیا۔ یہ جزیرہ ساحل شام سے مغرب کی جانب بحرابیض میں تھوڑے ہی فاصلے پر مستطیل شکل میں واقع ہے۔

ایک طرف سے قدرے چوڑا اور دوسری جانب سے دم نما باریک ہے۔ یہ جزیرہ انتہائی سرسبز و شاداب ہے۔ جس میں طرح طرح کے پھل پائے جاتے ہیں۔ اس کا کل رقبہ تین ہزار مربع میل ہے۔ یہ فوجی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ رومی لشکر یہاں سے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کیا کرتا تھا۔

۲۸ ہجری میں پہلی مرتبہ لشکر اسلام کی بحری فوج نے اس کی طرف پیش قدمی کی' امیر البحر کے فرائض حضرت عبداللہ قیس حارثی نے سرانجام دیئے۔ انہیں ساحل قبرص پر پہنچتے ہی رومی لشکر کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل قبرص پوری تیاری

کے ساتھ میدان میں اترے ہوئے تھے۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ معرکہ آرائی ابھی جاری تھی، کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذات خود لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کے ساحل پر اترے۔

رسول اقدس ﷺ نے اس جنگ میں حصہ لینے والوں کے لیے جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت ام حرام بنت ملحان زوجہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

> "اول جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ فیھم قال انت فیھم"
>
> میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

ام حرام رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں ان لوگوں میں شامل ہوں گی؟

فرمایا ہاں تم ان میں شامل ہوگی۔

یہ پہلا بحری اسلامی لشکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبرص کی طرف روانہ ہوا اس میں حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اپنے سرتاج حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل تھیں وہ اسی جنگ میں سواری سے گردن کے بل گر کر شہید ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کو شکست فاش دے کر جزیرہ قبرص پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ ٹیکس ادا کرنے کا معاہدہ کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امان کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ یہ لوگ چار برس تک باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتے رہے۔ لیکن ۳۲ ہجری میں انہوں نے بغاوت کر دی اور اسلامی سلطنت سے ناطہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ زوردار حملہ کر کے اس بغاوت کو کچل دیا۔ اہل قبرص نے دوبارہ امان حاصل کرنے کے لیے پہلی شرائط پر ہی ٹیکس ادا کرنے کے لیے اپیل کی۔ ان کی اپیل کو منظور تو کر لیا گیا

لیکن مستقبل ایک نئی بستی بنادی جس میں اسلامی فوج بروقت موجود رہتی جس سے دوبارہ اہل قبرص کو بغاوت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

جزیرہ قبرص پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دوسرے بڑے جزیرے روڈس کی طرف بڑھیں اہل جزیرہ کی شدید مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کرلیا گیا۔ یہاں تانبے کا ایک بہت بڑا بت بنایا گیا تھا جس کی لوگ پوجا کیا کرتے تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جزیرۃ روڈس پر قبضہ کرنے کے بعد اس بت کو اکھاڑا اور اس کو ریزہ ریزہ کردیا۔ ان دونوں جزیروں کی تسخیر سے مجاہدین اسلام کے حوصلے بہت بلند ہوگئے اور اسلامی سلطنت بحیرہ روم کے پانیوں تک وسیع ہوگی۔

۳۰ ہجری میں روم نے چھ سو بحری جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا تیار کیا اور مصر پر حملہ کردیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کو دندان شکن جواب دینے کے لیے بڑا بحری بیڑا تیار کیا جو ایک ہزار سات سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا۔ وہ بذات خود امیر البحر تھے۔ آپ کی قیادت میں لشکر اسلام نے ایسا زوردار حملہ کیا کہ قیصر روم کو اس کی کوئی توقع نہ تھی۔ رومی لشکر کشتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوا۔

۳۰ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک فقہی اختلاف پیدا ہوا اور وہ یہ تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ موقف تھا کہ کھانے پینے کے علاوہ جو کچھ بھی مسلمان کے پاس ہو' اسے اللہ کی راہ میں فوراً خرچ کردینا چاہیے۔'' اور وہ اپنے اس نظریئے کی تصدیق کے لیے قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کرتے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا موقف یہ تھا کہ مالی واجبات ادا

کرنے کے بعد جو مال انسان کے پاس بچ جاتا ہے۔ اسے اپنے پاس رکھنا اور اسے بوقت ضرورت استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بڑے سخت تھے۔ کسی کی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے زیادہ تر اسی مسئلہ کا پرچار کرتے اور اپنے پاس مال و دولت جمع کرنے والوں کے خلاف بڑا تلخ تبصرہ کرتے اور ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید سناتے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہرچند انہیں سمجھانے اور تسلی دینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانے حالانکہ آپ کے پاس اختیارات موجود تھے۔ لیکن ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں داخلی معاملات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی جانب سے پیش آنے والی صورت کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ طلب کر لیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ انہیں رخصت کیا۔ امیر المومنین نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کے طرز فکر اور طرز عمل کا انداز یہ ہے کہ اب اس دنیا سے ان کا دل بالکل اچاٹ ہو چکا ہے۔ لہٰذا مدینہ منورہ کے قریب ربذۃ نامی بستی میں ان کی رہائش کا اہتمام کر دیا۔ اس واقع سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مرکز کے کس قدر تابع تھے، کوئی بھی اہم ترین اقدام کرنے سے پہلے وہ مرکز سے رجوع کرتے، جو ہدایات انہیں وہاں سے ملتیں اس کے مطابق عمل کرتے۔

اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خودسر نہیں گردانتے تھے۔ بلکہ امیر المومنین کی اطاعت کو واجبات میں سے سمجھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی ملکیت کے بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا شدت آمیز رویہ دیکھا تو انہیں ہرچند سمجھایا کہ اس کا لوگوں میں پرچار نہ کریں مگر جب دیکھا کہ وہ بدستور اپنے رویے میں سخت ترین انداز اپنائے ہوئے ہیں اور کوئی لچک پیدا کرنے کے لیے جس سے

داخلی انتشار کا اندیشہ ہے۔ تیار نہیں تو اطلاع مرکز کو دی خود کوئی اقدام نہیں کیا' اس اعتبار سے ان کا دامن بالکل صاف شفاف دکھائی دیتا ہے۔

* * *

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دشمن کے سامنے شاہانہ انداز اختیار کرنے کے قائل تھے۔ لیکن جب آپ مسلمانوں میں ہوتے تو عاجزی وانکساری کا انداز اختیار کرتے۔

امام احمد بن حنبل مروان بن معاویہ لفزاری حبیب بن شہید کے حوالے سے اور وہ ابوحجاز کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک روز لوگوں کے پاس آئے اور وہ احتراما کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''کہ جو شخص اپنے احترام میں لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

ایک دفعہ امیر معاویہ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے نہ ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا بیٹھ جاؤ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے

من احب ان یتمثل له العباد قیاما فلیتبوا مقعده من النار''

''جسے یہ پسند آتا ہے کہ اس کے لیے بندے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں لوگوں کے عیب چھپانے اور غلطیوں کے درگذر کرنے کی عادت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ ایک موقعہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا:

قال رسول الله ﷺ انك لن تتبعت عورات الناس افسدتهم او كدت لن تفسدهم''

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تو لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑ گیا تو انہیں برباد کر دے گا- یا یہ فرمایا کہ قریب ہے کہ تو انہیں برباد کر دے''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

افضل الناس من اذا اعطي شكر و اذا بتلى صبر و اذا غضب كظم و اذا قدر غفر و اذا و عد انجزو اذا اساء استغفر"

لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جب اسے کچھ دیا جائے تو وہ شکر کرے، جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو صبر کرے، اور جب غضبناک ہو تو غصے کو پی جائے، اور جب قادر ہو تو معاف کر دے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، اور جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگے''

ان بیانات و فرمودات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمدہ، پاکیزہ اور قابل رشک شخصیت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے- آپ خوش اخلاق، شیریں کلام، حوشلہ مند، درگذر کرنے والے اور عیوب کو چھپانے والے تھے-

* * *

۳۵ ہجری ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعہ بعد نماز عصر کوفہ، بصرہ اور مصر سے آنے والے شرپسند عناصر نے مسلسل بائیس روز سخت ترین محاصرے کے بعد سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں قتل کر دیا جب کہ وہ تلاوت قرآن میں منہمک تھے اور اس دن روزہ بھی رکھا ہوا تھا- بروز ہفتہ مغرب اور عشاء کے درمیان زبیر بن عوام نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا-

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے شرپسند عناصر نے آگے چل کر خوارج کا روپ دھار لیا-

دارالخلافۃ مدینہ منورہ میں اتنا بڑا حادثہ رونما ہوا کہ بلوائیوں نے بائیس روز تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا جب کہ کبار صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ میں

موجود تھے۔ تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آگے بڑھ کر بلوائیوں اور ظالموں کا ہاتھ کیوں نہ روکا گیا۔ اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ نے بار بار امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے خلاف قتال کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اپنی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینہ منورہ کی گلیوں میں خون بہے۔ مدینہ منورہ میں شر پسند عناصر کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کی خدمت میں مودبانہ عرض کی کہ آپ میرے ساتھ دمشق تشریف لے چلیں آپ نے مدینہ منورہ سے والہانہ محبت کی بنا پر اس سے دور جانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جانب سے ایک حفاظتی دستہ متعین کرنے کی اجازت مانگی جو فسادیوں کو مار بھگائے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

بلوائیوں کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اپنے گھر میں محصور رہنا، ظالموں کے ظلم وستم سہنا اور جام شہادت نوش کرنا تو قبول کر لیا لیکن اپنی جانب سے کسی فسادی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ جس سے تاریخ اسلام کا یہ ہولناک واقعہ رونما ہوا کہ امیر المومنین، ذوالنورین، بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرنے والے، غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر تنگ دست کی مدد کر کے لسان رسالت ماب سے جنت کی بشارت پانے والے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے بسی کے عالم میں شہید کر دیا گیا جس سے ملت اسلامیہ لرز گئی۔ اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ شر پسند عناصر نے اس جنتی جسد خاکی کو جنت البقیع میں دفن نہ کرنے دیا، مجبوراً قبرستان کے احاطے کے باہر جسے حش کوکب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، دفن کیا گیا۔ یہ جگہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جنت البقیع قبرستان کا حصہ بنی۔

* * *

۳۵ ہجری ۲۴ ذوالحجہ کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوئے۔ جب کہ معاشرتی حالات انتہائی پیچیدہ تھے، کبار صحابہؓ کی جانب سے قاتلین عثمان رضی

اللہ عنہ سے قصاص کا پرزور مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام قصاص کے مطالبے میں پیش پیش تھے۔ عاقبت نااندیش قاتل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے پناہ لے چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ حالات قدرے پرسکون ہو جائیں تو ان شرپسندوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دونوں جلیل القدر صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے سے موجود تھیں۔ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے آگاہ کیا تو وہ بہت افسردہ ہوئیں۔ وہیں سے یہ قافلہ مدینہ لوٹنے کی بجائے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ جو شرپسند عناصر کا گڑھ تھا۔ جہاں سے سازشیں جنم لیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میری موجودگی میں امت کے افراد ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے باز رہیں گے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ لیکن جب یہ قافلہ بصرہ کے قریب پہنچا تو اس کا راستہ روک لیا گیا۔ صحابہ کرامؓ میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ان میں موجود تھیں۔ شرپسند عناصر نے یہاں بھی اپنے خبث باطن کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ۳۶ ہجری جمادی الاخر میں جنگ جمل وقوع پذیر ہوا۔ جو تاریخ اسلام کا ایک تاریک باب ہے۔ جنگ میں مکہ معظمہ سے آنے والے قدسی نفوس قافلے کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ پوری ملت اسلامیہ میں کہرام مچ گیا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی مختلف صوبوں کے گورنروں کو تبدیل کر کے ان کی جگہ اپنے ہم نوا نئے گورنر نامزد کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار جلیل القدر اور مدبر صحابی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اایسا کرنے سے روکا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ابھی حالات اس تبدیلی کے لیے سازگار نہیں حکومت کے کارندوں کو بدستور انہیں مناصب پر فائز رہنے دیا جائے۔ جن پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وہ فرائض سرانجام دیتے تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اردگرد شرپسندوں نے اپنا جال بچھا رکھا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ان عناصر کے پروپیگنڈا کی وجہ سے یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ جب تک سابقہ حکومتی نمائندوں کو بدلا نہ گیا حالات ان کے حق میں سازگار نہیں ہو سکتے۔

لیکن ہوا یہ کہ جن نئے نمائندوں کو نامزد کر کے مختلف صوبوں کی طرف روانہ کیا گیا مقامی لوگوں نے انہیں قبول ہی نہیں کیا۔ مثال کے طور پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر نامزد کیا گیا۔ جب وہ اپنے فرائض سنبھالنے کے لیے دمشق کی طرف روانہ ہوئے انہیں سرحد پر متعین حفاظتی دستوں نے روک لیا۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ہر چند کوشش کی انہیں بتایا کہ مجھے دارالخلافہ کی طرف سے شام کا گورنر نامزد کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا تعین امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کیا گیا تھا تو چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر ایسا نہیں تو آپ واپس تشریف لے جائیں۔ لہٰذا انہیں واپس لوٹنا پڑا۔

جنگ جمل کے بارے میں جب غمناک خبر دمشق پہنچی تو وہاں پر موجود صحابہ کرامؓ نے جن میں حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور عوام الناس شامل تھے نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے بیعت کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر شام کی طرف پیش

قدمی کا ارادہ کیا تاکہ اہل شام سے بیعت خلافت لی جائے۔ دارالخلافت کوفہ میں حضرت عقبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام نامزد کیا اور خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ لشکر کی آمد کی خبر جب شام پہنچی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ ۳۶ ہجری ذوالحجہ کو تاریخ اسلام کا یہ دوسرا اندوہناک سانحہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں ملت اسلامیہ ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوئی۔ ہار جیت کے بغیر یہ معرکہ اپنے اختتام کو پہنچا فریقین کے درمیان مستقبل کے لیے یہ معاہدہ طے پایا کہ عراق اور اس کے ملحقہ علاقوں پر حضرت علی المرتضیٰ کی حکومت ہوگی اور سرزمین شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا موقف یہ تھا کہ چونکہ مہاجرین و انصار نے میرے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی ہے لہذا اہل شام بھی پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کریں پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کریں تو شرعی حکم کے مطابق اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

لیکن اہل شام کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ پہلے قاتلوں کو اپنے انجام تک پہنچایا جائے۔ قاتلوں کو علوی لشکر سے نکال دیا جائے' دارالخلافۃ میں ان کے اثر و نفوذ کو روکا جائے' کم از کم پہلے شرپسند عناصر کو اپنے سے دور ہٹایا جائے۔ اس نقطہ نظر کے اختلاف نے امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ قاتلوں کو ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم خود ان سے بدلا لے لیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہونے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے' ان کے دل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت پائی جاتی تھی۔ ان کا مطالبہ تو صرف قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے سپرد کرنے کا تھا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت ابان بن عثمان

رضی اللہ عنہ بھی اس مطالبے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم نوا تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قاتلوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے حق میں نہیں تھے' ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ان قاتلوں کو قصاص میں فوری قتل کر دیا گیا تو فتنہ وفساد میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ حالات سنورنے کی بجائے مزید بگڑ جائیں گے' جنہیں قابو کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور برادری کی طرف سے قصاص کے معاملے کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ وہ قصاص کے مطالبے کو اپنا شرعی حق سمجھتے تھے۔ دونوں طرف جلیل القدر صحابہ کرامؓ تھے جن کی نیتوں میں اخلاص پایا جاتا تھا۔ صرف نقطہ نظر کا اختلاف تھا۔

البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں نبرد آزما ہیں وہ آپ سے ہر اعتبار سے اعلیٰ' مقدم اور افضل ہیں۔

فرمایا: میں بھی انہیں اپنے سے افضل و بہتر گردانتا ہوں' میرا ان سے مقابلہ صرف خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی خاطر ہے آپ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں ان سے کہیں کہ قاتلین عثمان کو ان کے جرم کی بنا پر کیفر کردار تک پہنچا دیں 'میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اہل شام میں سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا''

پھر وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے گئے' ان سے اس مسئلے پر بات کی تو انہوں نے فرمایا یہ دیکھو عراقی لشکر کا ہر فرد اپنے آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کہہ رہا ہے۔ کہ ہم قاتل ہیں لے لو ہم سے بدلہ' خود ہی بتاؤ میں کس سے بدلہ لوں حضرت ابو درداء اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ دونوں واپس آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سرزمین شام کی طرف پیش قدمی سے پہلے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو ایک خط دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جس میں یہ تحریر تھا کہ مہاجرین و انصار اور اہل عراق نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تم اور اہل شام بھی اب بیعت کر لو تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کا جواب دینے کے لیے اہل شام پر مشتمل مجلس شوری کو طلب کیا ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے میں گفتگو کی تو تمام ارکان شوری نے بیعت کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے ساتھ مشروط کر دیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو اہل شام کی رائے وزنی محسوس ہوئی۔ لہذا واپس کوفہ پہنچ کر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل شام کے جواب سے آگاہ کرنے کے بعد عراقی لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مکمل غیر جانبداری کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

* * *

جنگ صفین میں جب فریقین کی جانب سے مصالحت کی خوش آئند رائے سامنے آئی تو دونوں جانب سے ایک ایک نمائندہ نامزد کیا گیا۔ تاکہ یہ دونوں غور و فکر کے بعد ملت اسلامیہ کے لیے جو بہتر ہو وہ فیصلہ صادر کر دیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب سے جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ جن کا اصلی نام عبداللہ بن قیس تھا کو فیصلے کے لیے نمائندہ نامزد کیا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نمائندہ نامزد کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے وہ لوگ جو درحقیقت انتشار کا سبب تھے بگڑ گئے۔ وہ کہنے لگے۔ فیصلے کے لیے کسی کو حاکم بنانا شرعا درست نہیں۔ حاکم صرف اللہ ہے۔ انہیں ہر چند سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن وہ نہ مانے انہوں نے لشکر سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے حروراء مقام میں ڈیرے جما لیے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں تاریخ میں خارجی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وہ فتنہ پرداز تھے۔ جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر دونوں لشکر میں صلح ہو گئی تو ہمیں چن چن کر ختم کر دیا جائے گا۔ لہذا انہوں نے شاطرانہ انداز

اختیار کرتے ہوئے علیحدہ جماعت تشکیل دے لی۔ یہ بھی انتہاء پسند تھے۔ ان میں سے تین ناعاقبت اندیش خارجی عبدالرحمان بن ملجم، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی حرم کعبہ میں اکٹھے ہوئے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ ہماری جماعت کے لیے خطرہ ہے۔ لہذا اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے۔ انہیں ٹھکانے لگایا جائے۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ برک بن عبداللہ نے کہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا میرے ذمہ اور عمرو بن بکر نے کہا۔ عمرو عاص رضی اللہ عنہ کا قتل میرے ذمے۔ لہذا یہ طے کیا گیا کہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری نماز فجر کے دوران ایک ہی وقت میں تینوں پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ تینوں اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری کو اس ناعاقبت اندیش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس وقت حملہ کیا جب کہ آپ نماز فجر پڑھانے کے لیے مسجد کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ حملہ اچانک اور خطرناک تھا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ ۲۱ رمضان المبارک بروز جمعہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے۔ برک بن عبداللہ نے طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نماز فجر کے لیے جاتے ہوئے زہریلے خنجر سے حملہ کیا جو ان کی ران پر لگا حملہ آور کو پکڑ لیا گیا۔ تحقیقات کے بعد اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علاج کے بعد ٹھیک ہو گئے۔

مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طبیعت ۱۷ رمضان کو ناساز تھی۔ ان کے پیٹ میں درد تھا۔ انہوں نے خارجہ بن حبیب کو نماز فجر پڑھانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ لہذا حملہ آور اسے عمرو بن عاص سمجھتے ہوئے آگے بڑھا اور چشم زدن میں اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر جب حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ رونے لگے تو بیوی نے کہا زندگی میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبرد آزما رہے اور آج ان کی وفات پر آنسو بہا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں کہ آج امت اسلامیہ کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہوئی ہے آج علم و فضل کا پہاڑ گر گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت اور ان کی علمی فقاہت اور اجتہادی صلاحیت کا اعتراف تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت حسن بن علی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ آپ تقریباً ٦ ماہ کا عرصہ مسند خلافت پر جلوہ نشین رہے اور بالآخر اپنے ابا جان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے۔ ۴۱ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جمادی الاول ۴۱ ہجری کو پوری ملت اسلامیہ کے متفقہ طور پر حکمران تسلیم کیے گئے' ۴۱ ہجری کو تاریخ اسلام میں سال اتفاق جماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ پھر سے امت ایک مرکز کے تحت جمع ہو گئی تھی۔

* * *

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی خوارج کی گوشمالی کی طرف توجہ دی چونکہ یہ انتہاء پسند لوگ تھے۔ اور اسلام کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

بظاہر یہ اپنے آپ کو بڑے ثابت کرتے تھے۔ درحقیقت ان کے عزائم انتہائی خطرناک تھے۔ ان کی بدباطنی' بے حیائی اور شرپسندی کا آپ اس واقع سے اندازہ لگائیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنی بیگم کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ خارجیوں نے انہیں روک کر پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے بتایا میرا نام عبداللہ ہے میں جلیل القدر صحابی خباب بن ارت کا بیٹا ہوں اور مجھے خود بھی صحابی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور میرے ساتھ یہ خاتون میری بیوی ہے۔

انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ تیرا ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا یہ چاروں قابل تعریف ہستیاں ہیں۔ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں میں دل سے ان کا احترام کرتا ہوں۔ یہ بات سنتے ہی ناہنجار خارجیوں نے اسے پکڑ کر ذبح کر ڈالا پھر اس کی بیوی کو پکڑا اس نے آہ وزاری کا انداز اپناتے ہوئے کہا مجھے چھوڑ دو میں حاملہ ہوں۔

اللہ سے ڈرو مجھ ناتواں کو نہ مارو ان خبیثوں کے دل میں کوئی ترس نہ آیا خنجر مار کر اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس انتہا پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ پہلی فرصت میں ان شیاطین کو صفحہ ہستی سے مٹایا جائے لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اس فتنہ کو مٹانے کی طرف توجہ دی۔ خارجیوں کو معاشرے میں بے اثر کرنے کے لیے تقریباً تین سال کا عرصہ لگا۔ کوفہ اور بصرہ میں متعین اپنے حکومتی کارندوں کو ان کی سرکوبی کے لیے حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کی بیخ کنی کے لیے بنیادی کردار ادا کیا۔

* * *

خوارج کی بیخ کنی کے بعد ملت اسلامیہ کے تاجدار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کی حدود کا دائرہ وسیع کرنے کی طرف توجہ دی، بہادر، نڈر اور تجربہ کار سپہ سالاروں کی قیادت میں لشکر اسلام نے خراسان، ترکستان، بجستان، سمرقند اور بخارا کو فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا انہوں نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے۔ دریائے جیحون کو عبور کیا۔ اس لشکر میں رسول اقدس ﷺ کے منظور نظر صحابی حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ دریا عبور کرنے کے بعد لشکر اسلام نے سمر قند کی طرف پیش قدمی کی، اہل سمرقند نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، لڑائی تین دن تک جاری رہی آخر کار سمرقندیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سات لاکھ درہم سالانہ ٹیکس ادا کرنے کی

شرط پر صلح کی پیش کش کر دی‘ جسے حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا اس معرکہ آرائی میں حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلے ایک آنکھ ضائع ہوئی اور پھر شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے جسد خاکی کو سمرقند میں ہی دفن کر دیا گیا۔ یہ جلیل القدر صحابی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ معظمہ کے گورنر تھے۔ جنہیں شوق شہادت ماوراء النہر کے دور دراز علاقے تک کھینچ لایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں کابل فتح ہوا‘ بلوچستان کے ساحلی علاقے مکران پر اسلامی جھنڈا لہرایا گیا۔

۴۴ ہجری میں مہلب بن ابی حضر کی قیادت میں لشکر اسلام سرزمین ہند میں داخل ہوا۔ اس لشکر کی روانگی بصرے سے ہوئی جہاں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر نامزد تھے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے تجربہ کار جرنیل عبداللہ بن سوار کی قیادت میں ایک اور لشکر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ جو مختلف علاقے فتح کرتا ہوا کوکن تک پہنچا یہاں سے وافر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا جس میں بہت عمدہ نسل کے گھوڑے بھی تھے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔

دوبارہ جب عبداللہ بن سوار لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے کوکن پہنچے تو یہاں ایک معرکہ کے دوران جام شہادت نوش کر گئے ان کے جسد خاکی کو وہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

* * *

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں مشرقی علاقہ جات میں لشکر اسلام کی فتح کا جھنڈا لہراتا ہوا ہندوستان کے درمیانی علاقہ جات تک پہنچا اور سرزمین روم میں بھی مسلسل جہاد کو جاری رکھا گیا۔ اور تجربہ کار مجاہدین کی قیادت میں لشکر تشکیل دیئے گئے اور ایک مربوط نظم کے مطابق انہیں اپنے ہدف کی طرف روانہ کیا گیا۔

موسم سرما اور موسم گرما کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاد کے تسلسل کے لیے علاقہ جات کا

تعین کیا جاتا' سرزمین روم میں مہمات کی قیادت عبدالرحمان بن ام حکم' محمد مالک' مسعود بن ابی مسعود' عبداللہ بن قیس' مالک بن عبداللہ بن سنان اور عمرو بن مرہ جیسے مشہور و معروف تجربہ کار اور بہادر جرنیلوں نے کی۔

۵۲ ہجری کو قسطنطنیہ کی طرف لشکر اسلام نے پیش قدمی کی اس جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جو مجاہدین اس جنگ میں شریک ہوں گے۔ وہ سب جنت میں جائیں گے۔ بخاری شریف میں رسول اقدس ﷺ کے یہ الفاظ مذکور ہیں۔

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم"

میری امت کا پہلا وہ لشکر جو قیصر شہر میں جنگ کرے گا وہ جنتی ہے۔

اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جسے جلیل القدر صحابہ شریک ہوئے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں شرکت کی اور جام شہادت نوش کیا۔ اس جنتی لشکر کی قیادت کے فرائض یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی اور اس میزبان رسول ﷺ جلیل القدر صحابی کو استنبول شہر کی فصیل کے سائے میں دفن کر دیا گیا۔ ترکی کا یہ مشہور شہر وہی ہے۔ جسے تاریخ میں قسطنطنیہ یا شہر قصر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مجھے ایک دفعہ یہ شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا جب کہ میں برطانیہ جاتے ہوئے۔ ایک رات کے لیے استنبول رکا تھا۔

یہاں تاریخی جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں ہوئی تھی۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے لشکر اسلام کے جن مجاہدین کے لیے جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی اس لشکر کو ترتیب دینے کا اعزاز امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کو حاصل ہوا۔

پہلی خوشخبری یہ تھی۔

اول جیش من امتی یغزون البحر فقد اوجبوا"

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جنگ کرے گا۔ ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

اس لشکر کے قائد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود تھے۔ اور یہ بشارت ۱۷ ہجری کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔ جب کہ مشہور جزیرے قبرص پر حملہ کیا گیا تھا۔

اور دوسری خوشخبری "اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم"

''میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر حملہ کرے گا۔ وہ بخشا جائے گا''

یہ بشارت ۵۲ ہجری کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پوری ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشند

* * *

۵۳ ہجری میں دوسرا معروف اور سرسبز و شاداب جزیزہ روڈس فتح کیا گیا۔ اس جزیرے کی لمبائی ساٹھ میل تھی۔ اس کا پانی میٹھا تھا اور یہاں پھل دار درخت زیتون اور انگور وغیرہ کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اس جزیرے کو فتح کرنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو لشکر تشکیل دیا اس کی قیادت مشہور و معروف جرنیل جنادہ بن امیہ کے سپرد کی۔ ۵۴ھ میں ایک تیسرا جزیرہ فتح کیا گیا۔ جس کا نام ارواڈ ہے۔

۵۸ اور ۵۹ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق جہاد جاری رہا اور متعدد فتوحات کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار مین ہندوستان، کابل، بلخ، بخارا

سمرقند اور سرزمین شام کے بیشتر علاقے مفتوح ہونے کے علاوہ افریقی علاقہ جات پر لشکر اسلام نے فتح کا جھنڈا گاڑا۔ جنگجو قوم بربر کو زیر نگیں کیا۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

البدایۃ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔ کہ لشکر اسلام ایک ایسے گھنے جنگل میں داخل ہوا جہاں درندے اور موذی جانور کثرت سے دکھائی دے رہے تھے لشکر نے جنگل میں پڑاؤ کرنا چاہا لیکن یہ جگہ خطرناک تھی۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے دعا کرنے کے بعد اعلان کیا۔

کہ اے جنگل کے درندو آج ہم غلامان محمد یہاں پڑاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تم یہ جگہ چھوڑ کر دور چلے جاؤ۔

اس ایمان افروز اعلان کے بعد لوگوں نے عجیب منظر دیکھا کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے بھاگے جا رہے ہیں۔ اس جنگل میں ایک نئی بستی تعمیر کی گئی جو آگے چل کر مشہور شہر کی شکل اختیار کر گئی۔ جس کا نام قیروان رکھا گیا اور چالیس سال تک کسی درندے کا کوئی نام ونشان تک وہاں نہ دیکھا گیا۔

سبحان الله و بحمده، سبحان الله العظيم

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہندوستان روم اور افریقہ میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد داخلی نظام کو مربوط کرنے کی طرف توجہ دی۔ عامتہ الناس کو عدل و انصاف مہیا کرنے کے لیے قاضی مقرر کیے، زراعت کو فروغ دینے کے لیے نہریں کھدوائیں، حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے لیے قلعے تعمیر کروائے، رعایا کو خوشحال بنانے کے لیے وظائف مقرر کیے، عبادت گذاری کی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے مساجد تعمیر کروائیں، پیغام رسانی کے لیے ڈاک کا محکمہ تشکیل دیا۔ رعایا کی خبرگیری کے لیے باقاعدہ نظم قائم کیا۔ طب یونانی کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا یہ فریضہ مشہور زبان دان ابن اثال کے ذمہ لگایا گیا۔ جس نے زود قلمی کا مظاہر کرتے ہوئے بڑی سرعت میں طب یونانی کو عربی زبان میں منتقل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر کبار صحابہ کرام، امہات المومنین اور حسنین رضی اللہ عنہ کی خدمت گذاری کے لیے وافر مقدار میں تحائف اور عطیات بھیجتے رہے تمام صحابہ کرام ان کی اس فیاضی، ہمدردی اور خوش اخلاقی سے دلی طور پر بہت خوش تھے۔

ملت اسلامیہ کا یہ عظیم سربراہ ۸۲ سال کی عمر گذار کر بروز جمعرات ۱۵ رجب ۶۰ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا جنت الفردوس میں جا مقیم ہوا۔ انہوں نے بیس سال کا عرصہ سرزمین شام کے گورنر کی حیثیت سے اور انیس سال آٹھ ماہ کا عرصہ ملت اسلامیہ کے تاجدار کی حیثیت سے گذارا۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

* * *

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۳۲/۳
۲-نسبت قریش	۱۴۴
۳-التاریخ الکبیر	۳۲۶/۷
۴-المعارف	۳۴۴
۵-المعرفۃ والتاریخ	۳۰۵/۱
۶-انساب الاشراف	۱۳۶/۴
۷-الجرح والتعدیل	۳۷۷/۸
۸-تاریخ الطبری	۳۲۳/۵
۹-مروج الذہب	۱۸۸/۳
۱۰-جمہر انساب العرب	۱۱۳-۱۱۲
۱۱-تاریخ بغداد	۲۰۷/۱
۱۲-الجمع بین رجال الصحیحین	۴۸۹/۲
۱۳-تاریخ ابن عساکر	۳۳۶/۱۶

۱۴-طبقات فقہاء الیمن	۴۷
۱۵-جامع الاصول	۱۰۷/۹
۱۶-اسد الغابہ	۳۸۵/۴
۱۷-الکامل	۵/۴
۱۸-تہذیب الاسماء واللغات	۱۰۲/۱
۱۹-تاریخ اسلام	۳۱۸/۲
۲۰-تذہیب التہذیب	۱۵۰/۴
۲۱-مرآۃ الجنان	۱۳۱/۱
۲۲-البدایۃ والنہایۃ	۱۱۷-۲۰/۸
۲۳-مجمع الزوائد	۳۵۴/۹
۲۴-العقد الثمین	۲۲۷/۷
۲۵-الاصابۃ	۴۳۳/۳
۲۶-تہذیب التہذیب	۲۰۷/۱۰
۲۷-المطالب العالیۃ	۱۰۸/۴
۲۸-تاریخ الخلفاء	۱۹۴
۲۹-شذرات الذہب	۶۵/۱

والی مصر

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

اے عمرو: میں تجھے سپہ سالار بنا کر ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے وہاں سے سالم و غانم واپس لوٹائے۔

(فرمان نبویؐ)

اے عمرو: آپ کی عقل و دانش اور فہم و فراست کو جب دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ کو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا چاہیے تھا۔

(عمر بن خطاب ؓ)

ابو عبداللہ بن عمرو بن عاص زمین پر ایک حکمران کی شان سے چلتا ہے۔

(عمر بن خطاب ؓ)

شجاعت' بہادری' بے خوفی' استقلال' علم وحکمت' دین ودانش' ذکاوت وفطانت' عزم وہمت' فصاحت و بلاغت' اور حزم واحتیاط کا پیکر' جذبات واحساسات' خیالات وعواطف اور قلب ونظر پر مکمل قابو پانے والا جوانمرد قائدہ پاک دامن' پاک طینت' پاکیزہ طبیعت اور خوش اخلاق وخوش اطوار راہنما' سیادت وقیادت اور سیاست وامارت میں ید طولیٰ رکھنے والا ہردلعزیز حکمران عزت وشرف' ادب' شعر گوئی' سخاوت اور مہمان نوازی میں مشہور' مشکلات ومصائب میں پھنسے ہوئے لشکر اسلام کو اپنے تدبر اور تجربہ کی بنا پر آن واحد میں چھٹکارا دلانے والا عظیم جرنیل' پرخطر وادیوں میں بے دھڑک کود پڑنے والا نڈر سپاہی' ایک ماہر شہسوار' تیر انداز اور شمشیر زن مجاہد' جسے رسول اقدس ﷺ نے جنگ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنا کر روانہ کیا اور اس کے لیے اس معرکے سے صحیح سالم واپس لوٹنے کی نوید سنائی جسے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے حکم دیا تو اطاعت شعاری کا انداز اپناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں ایک تیر ہوں اور آپ اسے چلانے والے ہیں' جس طرف جی چاہے چلائیں آپ کو اختیار ہے''

جس نے سخت سردی کے باوجود جنگ ذات السلاسل میں مجاہدین کو آگ جلا کر تاپنے سے منع کر دیا۔ تاکہ دشمن لشکر اسلام کی افرادی قوت سے آگاہ نہ ہوسکے۔ جس نے جنگی تاریخ میں دشمن کو محاصرے میں لے کر بے بس کرنے کا حیرت انگیز طریقہ ایجاد کیا۔ جس نے دشمن پر چھاپہ مارنے اور اچانک حملہ کرنے کی جنگی حکمت عملی اختیار کر کے بحیثیت قائد میدان کارزار میں بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ جس نے میدان اجنادین

میں اپنے مدمقابل رومی جرنیل ارطبون کو اس وقت ورطہ حیرت میں ڈال دیا جب یہ بھیس بدل کر ایک معمولی قاصد کی حیثیت میں اس سے ملاقات کرنے اور اندرون قلعہ کا بغور جائزہ لینے کے بعد صحیح سالم واپس اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔

جب اسے پتہ چلا کہ تھوڑا عرصہ پہلے جو مجھ سے محو گفتگو تھا وہ خود لشکر اسلام کا جرنیل عمرو بن عاص تھا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ اس نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ شخص بڑا زیرک، ہشیار اور چاق و چوبند ہے، جو مجھے حکم دے کر سارے راز لے گیا۔ یقیناً یہ سرزمین عرب کا بہت بڑا سیاستدان ہے۔ جس نے سرزمین مصر کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور ایک کامیاب حکمران کی حیثیت سے تاریخ میں متعارف ہوئے، جس نے اخلاق و کردار اور عزم راسخ کی بنیاد پر بڑے بڑے معرکے سر کیے، جس نے لشکر اسلام کے جرنیل کی حیثیت سے جاسوسی، پھرتی، چھاپہ ماری، ناکہ بندی دشمن کی جانب جارحانہ پیش قدمی کو میدان کارزار میں کامیابی کے لیے جنگی اصول بنا دیا۔ جس نے ایک کامیاب حکمران کی حیثیت سے سرزمین مصر کے باشندوں کو خوشحالی سے ہمکنار کیا۔

جس نے سفارت کے فرائض انتہائی مہارت سے سرانجام دینے کا اعزاز حاصل کیا۔ جس کے حبشہ کے حکمران نجاشی کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے، جو نجاشی کے طرز عمل کو دیکھ کر اسلام کی طرف راغب ہوا۔ جس کا قد چھوٹا، گٹھا ہوا اور پھرتیلا، کشادہ پیشانی بارعب چہرہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی سردار چلا آ رہا ہے۔ اگرچہ اس دور میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا لیکن عمرو بن عاص نے اوائل عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، جوانی قریشی نوجوانوں کے ساتھ ہنستے کھیلتے گذری، شعر و شاعری سے شغف محض دل بہلانے کے لیے تھا پوری زندگی شاعری کو کسی کی مدح سرائی یا ہجوگوئی کے لیے استعمال نہیں کیا۔ مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت تصور کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ بچپن سے لے کر آخر دم تک مال و دولت کی فراوانی کے خواہش مند رہے۔ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کا باپ عاص بن وائل عطریات کا بہت بڑا تاجر تھا۔

اسی آبائی پیشے کو اختیار کرتے ہوئے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اعلیٰ قسم کے عطریات لے کر شام‘ حبشہ‘ یمن اور مصر جایا کرتے تھے۔ اس طرح انہیں مختلف نوعیت کے قبائل اور شخصیات سے مل کر بہت سے تجربات حاصل ہوئے۔ مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں انتہائی زیرک اور تجربہ کار تھے۔ ان کے دوست واحباب اور قبیلے کے لوگ جب کبھی کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنے سے عاجز آ جاتے تو وہ ان سے رجوع کرتے۔ یہ منٹوں میں مشکل ترین مسائل کو اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے حل کر دیتے۔ ان کے قبیلے بنو سہم میں ان جیسا عاقل معاملہ فہم انسان کوئی اور نہ تھا۔ میدان جنگ اور میدان سیاست میں قابل رشک کارنامے سرانجام دیئے۔ دور جاہلیت میں قریش کی جانب سے سفیر بن کر حبشہ کے حکمران نجاشی کے دربار میں گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شام‘ فلسطین‘ مصر اور شمالی افریقہ میں کفر والحاد کے خلاف نبرد آزما ہونے والے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیئے‘ دشمن کی صفوں میں ان کے رعب ودبدبے کی دھاک بیٹھ گئی۔ آپ نے ایک ممتاز سیاستدان‘ عظیم جرنیل‘ مصلح معلم اور عادل حکمران کی حیثیت سے قابل رشک زندگی بسر کی۔

آیئے اس جلیل القدر عظیم المرتبت حکمران صحابی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قابل رشک زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص واقعہ فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے جب کہ یمن کے بادشاہ ابرہہ نے دیوہیکل ہاتھیوں پر سوار اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لیے پیش قدمی کی جسارت کی تھی‘ جب یہ لشکر وادی محسر میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول درغول بھیجے جنہوں نے اپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں پکڑی ہوئی تھیں۔ جب یہ کنکریاں ہاتھیوں کو لگیں تو وہ چشم زدن میں بھسم ہو گئے۔

تاریخ میں یہ کہانی واقعہ فیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت عمرو کا والدہ عاص بن

وائل قبیلہ بنو سہم کا سردار تھا۔ یہ مکہ معظّمہ کا مشہور تاجر تھا۔ اس کے کارندے یمن سے چمڑا اور حبشہ سے عطریات لے کر شام جاتے اور وہاں سے کشمش اور انجیر لا کر یمن اور حبشہ میں فروخت کیا کرتے تھے۔ جس سے وافر مقدار میں نفع حاصل ہوتا۔ عاص ابھی زندہ تھا جب حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ لیکن وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہا۔

جب رسول اقدس ﷺ کے دونوں بیٹے قاسم اور عبداللہ فوت ہو گئے تو اسی نے پھبتی کستے ہوئے اور بغلیں بجاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ "ان محمدا ابتر" "محمد (ﷺ) کی نسل ختم ہو گئی" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "ان شانئك هو الابتر" بلاشبہ تیرا دشمن دم کٹا ہے اس کا کوئی نام لیوا نہیں ہوگا۔ مشہور و معروف جلیل القدر صحابی حضرت خباب بن ارت نے عاص بن وائل سے اپنی رقم کا تقاضا کیا تو اس نے کہا اگر اپنی رقم چاہیے تو اسلام چھوڑ دو انہوں نے کہا ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا یہ معمولی مال تو کیا جان بھی قربان کر سکتا ہوں لیکن اسلام کو ترک نہیں کروں گا۔ اگر میری رقم یہاں نہیں دو گے تو قیامت کے دن تجھ سے وصول کر لوں گا اس نے مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ٹھیک ہے قیامت کے دن میرے پاس مال و دولت وافر مقدار میں ہوگا اسی دن حساب کر لینا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ارایت الذی کفر بایتنا وقال لاوتین مالا و ولدا اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمان عهدا کلا سنکتب مایقول ونمدله من العذاب مدا ونرثه مایقول و یاتینا فردا۔ (مریم: ۷۷-۸۰)

بھلا کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے انکار کر دیا۔ ہماری آیات کا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد دی جائے گی۔ کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا ہے؟ یا اس نے رحمان سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ خبردار ہم لکھ لیتے ہیں وہ بات جو یہ کہہ رہا ہے۔ اور ہم اس کے لیے عذاب آہستہ آہستہ بڑھاتے چلے جائیں گے۔ اور جو یہ کہتا ہے ہم اس کے وارث بن جائیں گے۔ اور یہ اکیلا ہمارے پاس حاضر ہوگا"

حضرت عمرو کا والد عاص بن وائل ہجرت کے ایک ماہ بعد نوے سال کی عمر میں فوت ہوا، حضرت عمرو بن عاص مکہ کے مشہور و معروف قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے، قریش کا یہ قبیلہ متعدد خاندانوں پر مشتمل تھا۔ جن میں سے بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل، بنو اسد، بنو مخزوم، بنو تیم، بنو عدی اور بنو سہم قابل ذکر ہیں۔

بنو سہم کو جہاں ایک طرف افرادی قوت میں امتیاز حاصل تھا۔ وہاں سیاسی لحاظ سے وہ بلند مقام پر فائز تھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ تھا۔

عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب۔

* * *

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ حبشہ میں ہمارے دن خوشگوار گذر رہے تھے۔ وہاں کا حکمران نجاشی بھی ہم پر بڑا مہربان تھا۔ اس نے مہربانی کا واقعی حق ادا کیا۔

سرداران قریش کو جب پتا چلا کہ کچھ مسلمان حبشہ میں پناہ حاصل کر کے آسودہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو وہ بہت افسردہ ہوئے انہوں نے سوچا کہ اگر صورت حال یہی رہی تو یہ لوگ خوشحال ہو کر ہمارے لیے کسی وقت بھی خطرہ بن سکتے ہیں۔ کیوں نہ ان پر وہاں بھی کاری ضرب لگائی جائے۔ بڑی سوچ و بچار کے بعد سرداران قریش نے سرزمین عرب کے معروف سیاستدان عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اس کی معاونت کے لیے عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو قیمتی تحائف دے کر حبشہ بھیجا کہ وہاں نجاشی سے مل کر پناہ گزیں مسلمانوں کو سرداران قریش کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کریں۔ یہ دونوں قریشی نمائندے حبشہ پہنچے نجاشی کی ملاقات سے پہلے یہ فرداً فرداً وزراء اور اعیان حکومت سے ملے، ہر ایک کی خدمت میں تحائف پیش کیے اور اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے ان سے نجاسی کے سامنے اپنے موقف کے حق میں بھرپور تائید کی اپیل کی۔ سب نے انہیں

تسلی دی کہ آپ مطمئن رہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ایک دن یہ قریشی نمائندے نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اس کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کیے اور درباری آداب بجالاتے ہوئے عرض گذار ہوئے بادشاہ سلامت آپ کا اقبال بلند ہو۔ آپ کا سایہ تادیر اس ملک پر قائم و دائم رہے حضور ہم آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں۔ کہ مکہ سے چند سر پھرے لوگ یہاں آ کر پناہ گزیں ہوئے۔ اور اب وہ بڑے سکون سے آپ کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ شر پسند، دہشت گرد اور تخریب کار ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ انہیں اس پر امن ملک میں رہنے دیا جائے۔ ان کے ساتھیوں نے مکہ میں بھی گھر گھر فساد برپا کر رکھا ہے۔ بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے۔ باپ بیٹوں سے نبرد آزما ہے۔ انہوں نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ اور کوئی انوکھا ہی نظریہ حیات اختیار کیا ہے۔ آپ کا دین نصرانیت بھی انہیں پسند نہیں، ہم نے ان کا مواخذہ شروع کیا تو یہ وہاں سے بھاگ کر آپ کے پاس پہنچ گئے۔

بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سپرد کر دیں۔ ہم ان سے خود ہی نپٹ لیں گے ہم جانیں اور یہ، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا ماحول تو خراب نہ ہو۔

نجاشی نے قریشی نمائندوں کی باتیں سن کر درباری حاشیہ نشینوں کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا، سب سر جھکائے باادب انداز میں کھڑے ہوئے اور عرض گذار ہوئے۔

بادشاہ سلامت یہ ٹھیک کہتے ہیں۔

یہ ان کا اپنا داخلی معاملہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ان پناہ گزینوں کو ان قریشی نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔

نجاشی چونکہ پاکیزہ دل، منصف مزاج، صاف گو اور دور اندیش تھا۔ اس نے کہا میں پہلے ان پناہ گزینوں کی بات سنوں گا۔ پھر عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ دوسرے روز انہیں دربار میں بلایا تو مہاجرین کا وفد حضرت جعفر بن ابی طالب کی قیادت میں حاضر ہوا۔ سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ عمرو بن عاص نے پہلا پتہ پھینکا دیکھئے یہ لوگ کتنے

خودسر اور مغرور ہیں۔ انہوں نے درباری آداب ملحوظ خاطر نہیں رکھا ان کا اخلاقی فرض تھا کہ درباری آداب کو بجالاتے ہوئے آپ کے سامنے مودبانہ سجدہ ریز ہوتے۔

نجاشی نے ان سے پوچھا آپ لوگوں نے درباری آداب کو ملحوظ خاطر کیوں نہیں رکھا؟

قائد وفد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برجستہ یہ کہا: بادشاہ سلامت ہم صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ مخلوق کے سامنے جھکنے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ اور شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

نجاشی نے کہا!

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ لوگوں نے کوئی انوکھا دین اختیار کر رکھا ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا:

بادشاہ سلامت ہم جاہل قوم تھے۔ بتوں کے پجاری تھے، مردار کھاتے تھے، شراب پیتے تھے۔ بے حیائی کا بے دریغ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ بات بات پر لڑائی، دنگا فساد ہمارا معمول بن چکا تھا۔ صلہ رحمی کا ہمیں خیال تک نہ تھا۔ پڑوسی کے حقوق ہم یکسر بھول چکے تھے۔ ہمارا طاقت ور کمزور کو ہڑپ کر جایا کرتا تھا۔ ہم حیوانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کے لیے ہمیں میں سے ایک رسول بھیجا جس کے خاندان کو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی صداقت، امانت اور عفت و عصمت کے ہم معترف تھے۔ اس نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی اختیار کرنے اور پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ حرام سے اجتناب کرنے جھوٹ بولنے یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹا الزام لگانے سے منع کیا۔ ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیز اس

نے ہمیں نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ہم نے ان کی ہر بات کو تسلیم کرتے ہوئے عمل کرنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہماری کایا پلٹ گئی۔ چور' ڈاکو' زانی' شرابی' اوباش' بدمعاش' مادر پدر آزاد اور جھگڑالو امن و آشتی کے پیامبر بن گئے۔

جب ہم نے یہ پاکیزہ طرز عمل اختیار کیا تو قوم ہماری دشمن بن گئی۔ یہ ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ تاکہ ہم دوبارہ اس بے ہودہ زندگی کی طرف پلٹ آئیں۔ اسی دلدل میں پھر پھنس جائیں جس میں ہم پہلے دھنسے ہوئے تھے۔

جب انہوں نے ہم پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی تو ہم ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس چلے آئے۔ ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ عدل و انصاف کے خوگر ہیں۔ ہمدردی' فیاضی اور سخاوت کے پیکر ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

نجاشی نے کہا: میں نے سنا ہے کہ نبی اقدس حضرت محمد ﷺ پر الٰہی کلام نازل ہوتا ہے۔ کیا آپ اس کا کوئی نمونہ ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے۔ سورہ مریم کی تلاوت انتہائی دلسوز انداز میں شروع کی نجاشی کے دل پر ان آیات قرآنی کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔ اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ جن سے اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ دربار میں سناٹا طاری ہو گیا۔ درباری حاشیہ نشین یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

نجاشی نے گرجدار آواز میں کہا •

واللہ یہ کلام جو آج میں نے سنا ہے اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا' ان دونوں کا منبع ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات سن کر درباری حاشیہ نشینوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ لو ہمارے حکمران کے دل پر بھی جادو چل گیا۔ نجاشی نے قریشی نمائندوں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مخاطب ہو کر کہا سنو! یہ لوگ جب تک چاہیں میرے ملک میں رہ سکتے ہیں۔ ان کو ہماری طرف سے ہر سہولت مہیا کی جائے گی۔ میں یہ پاکیزہ کردار لوگ آپ کے سپرد نہیں کر سکتا۔ آپ

واپس جا سکتے ہیں!

سنو اپنے یہ تحائف بھی لے جاؤ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں یہ اپنے سرداروں کو جا کر واپس لوٹا دو۔ مجھے اگر کوئی سونے کا پہاڑ دے کر یہ مطالبہ کرے کہ میں اس کے بدلے یہ آپ کے سپرد کر دوں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

نجاشی کا یہ انداز دیکھ کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں۔ دونوں حیران و پریشان ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بڑے بے آبرو ہو کر دونوں قریشی نمائندے دربار سے نکلے۔ نظر جھکاتے ہوئے بغلیں جھانکتے ہوئے اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور منزل پر پہنچ کر ایک دوسرے سے حال دل کہنے لگے۔ اب کیا کریں؟ کس منہ سے مکہ واپس جائیں؟ قریشی سردار ہمیں کیا کہیں گے؟ ہماری ساری منصوبہ بندی اکارت گئی۔ دونوں سر جوڑ کر بیٹھے آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

کچھ سوچنے دیر کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا آہا میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔ صبح دربار میں پھر حاضر ہوں گے۔ میں نجاشی کو یہ بات بتا کر برانگیختہ کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ تیر نشانے پر پڑے گا۔ اب دیکھنا صبح کیا ہوتا ہے؟

ساتھی نے کہا مجھے بھی بتاؤ یہ کیسی نئی اور انوکھی تجویز تیرے ذہن میں آئی ہے۔ اس نے کہا یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور انسان مانتے ہیں۔ جب کہ نجاشی اسے اللہ کا بیٹا مانتا ہے۔

دیکھنا یہ ایک ایسا حربہ ہوگا جس سے دربار کی صورت حال بالکل بدل جائے گی۔ صبح آلینے دو میں ایسا جادو جگاؤں گا کہ ہر ایک سننے والا انگشت بدنداں رہ جائے گا، صبح ہوئی، تیار ہو کر دربار پہنچے درباری آداب بجالائے اور عرض کی:

بادشاہ سلامت ہم ایک بات آپ کے علم میں لانا بھول گئے۔

یہ لوگ بڑے گستاخ ہیں۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ اور انسان مانتے ہیں۔ ان سے ذرا پوچھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان نظریہ کیا ہے؟

نجاشی نے انہیں دوبارہ اپنے دربار میں بلایا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔

بادشاہ سلامت ہمیں رسول اقدس ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور کلمۃ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم بتول کی طرف القاء کیا:

یہ تفصیلی جواب سن کر نجاشی نے جوش و جذبے سے اپنا ہاتھ زمین پر مارتے ہوئے کہا:

تمہاری بات بالکل درست ہے عیسیٰ علیہ السلام یقیناً وہی کچھ ہیں جو تم نے بیان کیا۔ آپ کے بیان اور ان میں ایک ذرا برابر بھی فرق نہیں، پھر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں سے کہا:

آپ یہاں میرے ملک میں امن وسکون سے آئیں یہاں تمہارا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکے گا۔ قریشی نمائندوں عمرو بن عاص اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا آپ یہاں سے بخوشی جا سکتے ہیں اور یہ تحائف بھی ساتھ لیتے جائیں ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ وہ کھسیانے ہو کر اٹھے اپنی بغلیں جھانکتے ہوئے پشیمانی و ندامت کو اپنے چہروں پر سجائے ہوئے دربار سے نکلے اور اپنی راہ لی۔ عمرو بن عاص نے اس موقعہ پر اپنی فہم و فراست کو آزماتے ہوئے اپنے مشن میں کامیاب ہونے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مومنانہ بصیرت اور فصاحت و بلاغت سے مرصع گفتگو کے سامنے یہ اپنا جادو جگانے میں بری طرح ناکام رہے۔ واقعی یہ بات درست ہے کہ۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله"

''مومن کی فراست سے بچو بلا شبہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''

✿ ✿ ✿

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجاشی کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے اسلام کی طرف میری طبیعت مائل ہونا شروع ہوئی لیکن غزوہ احزاب میں مشرکین مکہ کا حشر دیکھتے ہوئے میرے دل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلام ایک سچا اور آفاقی مذہب ہے۔ اور یہ چہاردانگ عالم میں پھیل کر رہے گا۔

لشکر اسلام کے مشہور و معروف جرنیل حضرت خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں گہری نیند سویا ہوا تھا۔ مجھے خوب میں یہ دکھائی دیا کہ میں ایک تنگ و تاریک اور بے آب وگیاہ جگہ سے سرسبز و شاداب اور کھلے میدان کی طرف جا رہا ہوں۔ آنکھ کھلی تو میرے دل میں ایک خوش گوار احساس پیدا ہوا اور میں نے اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ میرے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش سوئے مدینہ جانے والا کوئی راہی مل جائے جس کا میں رفیق سفر بن سکوں' میں نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے اپنے دلی ارادے کا اظہار کیا تو وہ بخوشی میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

ہم دونوں دیدار نبی ﷺ کا خیال نہاں خانہ دل میں سمائے ہوئے سوئے مدینہ رواں دواں ہوئے' دوران سفر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے عمرو بن عاص اونٹ پر سوار کشاں کشاں چلے آ رہے ہیں۔ میں نے اسے دیکھ کر خوش آمدید کہا: اس نے پوچھا کہاں کے ارادے ہیں؟

میں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے مدینے جا رہا ہوں۔ مگر آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا یہی لگن مجھے بھی مدینہ کھینچے لیے جا رہی ہے۔ ہم تینوں ساتھی شاداں وفرحاں' خراماں خراماں سوئے منزل چلتے ہوئے یکم صفر ۸ ہجری کو مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

رسول اقدس ﷺ نے ہم تینوں کو دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا۔

لقد رمتکم مکہ بفلذات اکبادھا

مکہ نے تمہاری طرف اپنے جگر گوشے پھینک دیئے ہیں آپ کے یہ کلمات سن کر

ہمیں دلی خوشی محسوس ہوئی۔ میں نے نہایت ادب و احترام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

آپ نے مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمۂ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا تو رسول اقدس ﷺ نے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا:

خالد تمہاری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بنا پر مجھے بہت امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور اسلام قبول کر لو گے۔

میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے عرض کی۔

یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے بارگاہ رب کریم میں دعا کیجئے کہ وہ میرا یہ گناہ معاف کر دے جو میں بزور شمشیر لوگوں کو اسلام کی راہ سے روکتا رہا اور مسلمانوں کے لیے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرتا رہا۔

آپ نے میری یہ پریشانی دیکھتے ہوئے نہایت شفقت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

خالد گھبراؤ نہیں اسلام قبول کرنے سے دور جاہلیت کے سب گناہ از خود مٹ جایا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اس کے باوجود میری التجا ہے کہ میرے لیے بارگاہ ایزدی میں دعا کریں۔

آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

الٰہی خالد بن ولید کو بخش دے۔

الٰہی خالد بن ولید پر رحم کر۔

الٰہی خالد بن ولید کی جملہ خطائیں معاف کر دے، بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے بابرکت ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے آغوش اسلام میں پناہ گزیں ہوئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی

یارسول اللہ ﷺ میں اس شرط پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عمرو آگے بڑھو بیعت کرلو اسلام قبول کرنا پہلے گناہوں کو ختم کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔

* * *

بعض افراد نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ آپ نے اسلام قبول کرنے میں دیر کیوں کی۔ حالانکہ عقل و دانش کے اعتبار آپ کو بڑا امتیاز حاصل تھا؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا ہماری قوم کے سرداروں کو اپنی عقل و دانش پر بڑا ناز تھا۔ ضد کے بڑے پکے تھے۔ جو راستہ وہ اپنے لیے اختیار کر لیتے تھے۔ ہمیں بھی اس پر چلنا پڑتا تھا۔ خواہ وہ کتنا ہی دشوار گذار کیوں نہ ہوتا جب انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہ کیا تو ہم بھی اپنے سرداروں کے نقش قدم چلتے ہوئے اسی ڈگر پر چلنے لگے جب بڑے بڑے سردار اس دنیا سے کوچ کر گئے قوم کا بوجھ ہمارے کندھوں پر آن پڑا پھر ہم نے اسلام کے بارے میں غور و فکر کرنا شروع کیا تو دھیرے دھیرے اسلام کی حقانیت میرے دل پر آشکار ہونے لگی۔ میں نے تدریجا اسلام کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا اور قریش مکہ کی معاندانہ کارروائی میں عملاً حصہ لینا ترک کر دیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تو ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دلی رجحان اسلام کی طرف ہو چکا تھا؟ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم خود ہی دیانتداری کے ساتھ بتاؤ کہ ہم ہدایت پر ہیں یا ایرانی و رومی؟

اس نے کہا ہدایت پر ہم ہیں۔

میں نے اس سے دریافت کیا ہمارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے یا اہل فارس و روم کے پاس؟ اس نے کہا:

اہل فارس و اہل روم ہم سے زیادہ خوشحال ہیں۔ میں نے کہا اگر اس دنیا کے بعد کوئی زندگی نہیں تو پھر ہماری فضیلت اور ہدایت ہمارے کس کام آئی جب کہ طاقت، شوکت، عظمت، عزت، دولت اور سلطنت میں فارسی اور رومی ہم سے بہتر ہیں۔ اس لیے

میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم صداقت پر مبنی ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک اور جہاں بھی ہے۔ جہاں نیکی اور برائی کا حساب عدل و انصاف کے ساتھ چکایا جائے گا۔ میں تو آج کل مسلسل اسی نکتہ پر غور و خوض کر رہا ہوں۔ اور بتدریج میرا دل اسلام کی طرف راغب ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز عمرو بن عاص سے پوچھا تیری عقل و دانش اور فہم و فراست کی طرف دیکھتا ہوں۔ تو مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ تم نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیوں نہیں کیا؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا جناب عالی:

انسان کا دل اس کے اپنے اختیار میں نہیں۔ بلکہ یہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے وہ جدھر چاہتا ہے اسے اسی طرف پھیر دیتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنتے ہی کہا آپ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اس طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلسل غور و خوض کرتے ہوئے اسلام کی طرف مائل ہونے لگے یہاں تک کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

❁ ❁ ❁

رسول اقدس ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جنگ ذات السلاسل میں لشکر اسلام کا امیر نامزد کیا۔ فتح مکہ کے بعد سواع نامی بت کو منہدم کرنے کے لیے رسول اقدس ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ یہ بت مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر نصب تھا۔ قبیلہ بنو ہزیل اس کا پجاری تھا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچتے ہی اس کے پرخچے اڑا دیئے مجاور کا خیال تھا۔ کہ بت خود ہی اپنا دفاع کرے گا۔ جب اس نے بت کی بے بسی کا مشاہدہ کیا تو وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

❁ ❁ ❁

یمن کے مشہور شہر عمان میں جیفر اور عباد نامی دو بھائی حکمران تھے اور یہ دونوں

آگ کے پجاری تھے رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر ان کی طرف بھیجا جس میں اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی گئی تھی۔

دونوں بھائیوں نے خط کو عزت و احترام سے دیکھا اسے بار بار پڑھا اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ خط کی عبارت کا مفہوم یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ ﷺ کی جانب سے جلندیٰ کے دونوں بیٹوں جیفر اور عبد کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

امابعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرے سے آگاہ کر دوں اور کافروں پر قول برحق ہو جائے، اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو گے تو تم دونوں کو ہی حاکم بناؤں گا۔ اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہو گی تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آ کر رہے گی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمان پہنچ کر حالات کا جائزہ لیتے ہوئے پہلے عبد سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے اسے اسلام قبول کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ پھر اسے اپنا ہمنوا بنا کر جیفر کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی جب دونوں بھائی مسلمان ہو گئے تو ان کو دیکھ کر عمان کے بیشتر باشندوں نے اسلام قبول کر لیا اسلامی انقلاب کی یہ خبر جب رسول اقدس ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے از حد خوشی کا اظہار کیا زکوٰۃ وصول کرنے اور نو آموز مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا عامل اور معلم نامزد کر دیا۔

مسند اقتدار پر دونوں بھائی ہی فروکش رہے کیونکہ وہ دونوں اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ اس لیے دین و دنیا کی نعمتیں ان کے دامن میں سمٹ کر آ گئیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دو سال تک رسول اقدس ﷺ کی طرف سے تفویض

کردہ فرائض بڑے احسن انداز میں سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے حکمت، فطانت اور مومنانہ تدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزمین یمن کے ساحلی شہر عمان کے باشندوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہاں کے تمام باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عمان میں ہی تھے کہ انہیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خط موصول ہوا جس میں رسول اقدس ﷺ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کی اندوہناک خبر درج تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تا اطلاع ثانی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو وہیں تفویض کردہ فرائض سرانجام دینے کا حکم دیا۔ اور وہ پورے اخلاص کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لیے مصروف عمل رہے۔

❖ ❖ ❖

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر واقع بستی وادی القری میں آباد قبیلہ بنو قضاعہ کی سرکوبی کے لیے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیئے اس مہم کو سر کرنے کے لیے رسول اقدس ﷺ کی نظر انتخاب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر پڑی آپ نے تین سو مجاہدین پر مشتمل لشکر کا قائد نامزد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کہ اے عمرو میں تجھے ایک ایسی مہم پر روانہ کر رہا ہوں جہاں تجھے کامیابی نصیب ہوگی اور مال و دولت بھی۔ رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے مال و دولت سمیٹنے کے لیے اسلام قبول نہیں کیا۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا متمنی ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا:

کسی نیک مرد کو اگر حلال دولت میسر آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں

اس معرکے میں لشکر اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی۔ بنو قضاعہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر

اسلام کی پیش قدمی نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا۔

رسول اقدس ﷺ کا اس دنیا سے کوچ ہوا تو آپ اپنے جاں نثار صحابی عمرو بن عاص پر خوش تھے۔ اور آپ نے اس کے مخلص مومن ہونے کی شہادت دی' اس کی ذہانت و فطانت کا اعتراف کرتے ہوئے اسے لشکر اسلام کا قائد نامزد کیا' اور اپنا قابل اعتماد سفیر بنا کر سرزمین یمن کے ساحلی شہر عمان میں جلندی کے دو حکمران بیٹوں جیفر اور عبد کی طرف خط دے کر بھیجا جب عمان کے باشندے مسلمان ہو گئے تو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہی نامزد کیا اور زکوٰۃ وصول کرنے کا فریضہ بھی انہیں ہی سونپا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ابتدائی ایام میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان میں ہی مفوضہ امور سرانجام دینے کا حکم دیا۔ جب چاروں طرف سے طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا تو انہیں کچلنے کے لیے آزمودہ کار افراد کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان سے واپس بلا کر ارشاد فرمایا:

دیکھئے میں تجھے اہل طائف' بنو ہوازن اور بنو کلاب کے ۹ ہزار مجاہدین کا امیر نامزد کر رہا ہوں۔ تم اس لشکر کی قیادت کرتے ہوئے فلسطین روانہ ہو جاؤ' وہاں پہنچتے ہی ابو عبیدہ بن جراح سے رابطہ قائم کرنا۔ جب اسے ضرورت پڑے تو اس کی مدد کے لیے محاذ پر پہلی فرصت میں پہنچنا۔ ہر اہم کام سرانجام دیتے ہوئے اس سے مشورہ ضرور کرنا۔ خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے سرانجام دینا۔ فلسطین پہنچنے کے لیے ایلیاء کا راستہ اختیار کرنا۔ ہر کام تن دہی سے سرانجام دینا۔ سستی' کاہلی اور بے دلی کو قریب بھی نہ آنے دینا یاد رکھنا تیرے لشکر میں ایسے خوش نصیب افراد بھی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھنا' اپنی ماتحت فوج میں اس طرح زندگی بسر کرنا کہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہو جیسے تم انہیں میں سے ایک فرد ہو۔

نماز کی پابندی کرنا، دشمن کی چالوں سے خبردار رہنا، اپنے ساتھیوں کو ہر دم چوکس رہنے کی تلقین کرتے رہنا۔ دشمن کے تمام حالات سے باخبر رہنے کی ہر ممکن کوشش کرنا، دشمن کو سامنے دیکھ کر صبر و ثبات سے کام لینا اور قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے، اپنے ساتھیوں کو قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی تلقین کرتے رہنا، تم ایسا طرز عمل اختیار کرنا کہ تمہارا شمار ایسے آئمہ میں کیا جائے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

> وجعلنا هم آئمة يهدون بامرنا و اوحينا اليهم فعل الخيرات
> و اقام الصلواة و ايتاء الزكواة و كانوا لنا عابدين۔

> اور ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے حکم سے حاصل کرتے ہیں۔ ہم نے انہیں نیکیاں کرنے، نماز ادا کرنے اور زکوا دینے کی وحی کی اور وہ ہماری ہی عبادت کرتے ہیں۔

یہ قیمتی نصیحتیں کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اب تم لشکر لے کر فلسطین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کام میں برکت عطا کرے، دربار خلافت سے حکم ملتے ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ۹ ہزار افراد پر مشتمل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے تفویض کردہ منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق ایلیاء کے راستے فلسطین پہنچ گئے شاہ روم ہرقل کو لشکر اسلام کی پیش قدمی کا علم ہوا تو اس نے مقابلے کے لیے نوے ہزار افراد پر مشتمل رومی لشکر اپنے بھائی کی قیادت میں روانہ کیا اس نے لشکر کو دس حصوں میں تقسیم کیا تا کہ مختلف اطراف سے اسلامی لشکر پر حملہ کیا جائے اور اسے ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ مسلمان دوبارہ سرزمین روم کی طرف پیش قدمی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ رومی لشکر کی تعداد دیکھ کر لشکر اسلام کی صفوں میں سراسیمگی تو پیدا ہوئی۔ لیکن امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جرات مندانہ انداز میں قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے۔ رومی لشکر

کے مقدمتہ الجیش جو دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ایک ہزار مجاہدین کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرتے ہوئے سامنے سے حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

اور خود حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے دوسری جانب سے مقدمتہ الجیش پر حملہ آور ہوئے۔ رومی لشکر نے کچھ دیر مقابلہ تو کیا لیکن وہ میدان میں جم نہ سکے۔ رومی لشکر کا جرنیل ہرقل کا بھائی تیر لگنے سے زمین پر ڈھیر ہو گیا اس کے واصل جہنم ہونے کے بعد رومی لشکر کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور میدان سے دم دبا کر بھاگنے لگے۔ اس میدان میں وافر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا اور دشمن فوج کے سات سو فوجی گرفتار ہوئے۔ اتنے بڑے لشکر کو صرف دو ہزار مجاہدین کے ساتھ پسپا کرنا یہ جنگی تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مومنانہ بصیرت جرات اور شجاعت کی بنا پر سرانجام دیا گیا۔

* * *

یرموک ایک دریا ہے جو حوازن کی بلند سطح سے نکلتا ہے۔ اور دریائے اردن میں جا ملتا ہے۔ دونوں دریاؤں کے ملاپ سے تیس میل پہلے دریائے یرموک نصف دائرے کا زوایہ بناتا ہے جس کی وجہ سے دونوں دریاؤں کے درمیان ایک وسیع میدان بن جاتا ہے جو میدان یرموک کے نام سے مشہور ہے۔ اس مقام پر رومی فوج کا مقابلہ لشکر اسلام سے ہوا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کی تعداد اور تیاری کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ سرزمین شام میں چاروں لشکر جو میری' ابوعبیدہ بن جراح' یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں برسر پیکار ہیں وہ رومی لشکر کے مقابلے کے لیے جمع ہو جائیں۔ یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی جنگ یرموک میں لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد لشکر اسلام نے دمشق کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر دمشق شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ یہ محاصرہ تقریباً دو ماہ دس دن تک جاری رہا متعدد مورچے بنائے گئے۔ جن پر مجاہدین کو متعین کیا گیا اور ان کی قیادت کے فرائض حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ'

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت قیس بن ہیدہ جیسے تجربہ کار جرنیلوں نے سرانجام دیئے۔ شہر میں بند رومیوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ اور لشکر اسلام کے شہر میں داخل ہونے کے لیے دروازے کھول دیئے گئے۔

دمشق فتح ہو جانے کے بعد لشکر اسلام نے محل کی طرف پیش قدمی کی۔ اس میں قیادت کے فرائض حضرت شرحبیل بن حسنہ نے سرانجام دیئے جب کہ لشکر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ضرار بن ازور جیسے آزمودہ کار جرنیل موجود تھے سخت مقابلے کے بعد لشکر اسلام نے فحل بیان اور طبریہ تینوں مشہور مقامات پر قبضہ کر لیا۔

✿ ✿ ✿

شاہ روم کی جانب سے فلسطین کا گورنر ارطبون کو نامزد کیا گیا تھا جو جرات بہادری اور چالاکی میں بڑا مشہور تھا۔ سرزمین فلسطین کا دارالحکومت اجنادین شہر تھا جس کے مضبوط قلعے میں گورنر ارطبون براجمان تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں مدد کے لیے پیغام بھیجا جہاں اب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز تھے۔ امیر المومنین نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم نے رومی ارطبون کے مقابلے میں عربی ارطبون کو لا کھڑا کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کون سا ارطبون بازی لے جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اجنادین کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن یہ شہر شدید محاصرے کے باوجود فتح نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بہت سے قاصد قلعے کی اندرونی حالت معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے لیکن کوئی بھی تسلی بخش رپورٹ دینے میں کامیاب نہ ہو سکا پھر ایک روز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خود قاصد کا بھیس بدل کر ارطبون سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اور اس کے پاس پہنچ گئے

انداز گفتگو سے ارطبون کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے ساتھ محو گفتگو کوئی عام سپاہی نہیں ہوسکتا ہے ممکن ہے یہ لشکر اسلام کا جرنیل عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی ہو۔ یہ خیال آتے ہی قلعے کے مرکزی دروازے پر متعین دستے کو پیغام بھیج دیا کہ جب لشکر اسلام کا یہ قاصد دروازے کے پاس آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب واپس ہونے لگے تو وہ قلعے کے اندرونی حالات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے قدم بڑھا رہے تھے۔ ان کی عقابی نگاہ مرکزی دروازے پر متعین سپاہیوں پر پڑی تو ان کے دل میں خیال آیا کہ معاملہ کچھ گڑ بڑ دکھائی دے رہا ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے ختم کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے۔ دل میں یہ احساس پیدا ہوتے ہی یکدم واپس پلٹے دوبارہ ارطبون سے ملے اور مسکراتے ہوئے کہا جناب من مجھے آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی اور آپ کی گفتگو سے میں ذاتی طور پر بہت متاثر ہوا جاتے ہوئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے لشکر میں بیس افراد ایسے ہیں جو جنگی اعتبار سے بڑے تجربہ کار ہیں امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کے مشورے کے بغیر کوئی اقدام نہ کیا جائے اگر آپ اجازت دیں تو ان کی ملاقات بھی آپ سے کرا دی جائے۔ میرا خیال ہے وہ آپ سے مل کر میری طرح متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

یہ تجویز سنتے ہی گورنر ارطبون کے دل میں خیال آیا کہ ایک کی بجائے دس کو تہہ تیغ کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آ رہا ہے۔

اس سے لشکر اسلام کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا بہت خوب انہیں لائیں چشم ما روشن دل ماشاد اور ساتھ ہی مرکزی دروازے پر متعین فوجی دستے کو پیغام بھیج دیا کہ قاصد کو دروازے سے صحیح سالم گذرنے دیا جائے۔ اس طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قلعے سے مکمل جائزہ لینے کے بعد واپس جانے میں کامیاب ہو گئے۔

ارطبون کو جب پتہ چلا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ یہ داؤ کھیلا ہے۔ تو وہ بھی ان کی بیدار مغزی کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ جب امیر المومنین حضرت

فاروق اعظم کو پتہ چلا تو آپ نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

آخر کار لشکر اسلام نے اجنادین کو بھی فتح کر لیا۔ اس مرکزی شہر پر قبضہ کرتے ہی فلسطین کے دیگر متعدد مشہور شہر نابلس‘ عسقلان‘ غزہ‘ رملہ‘ بیروت‘ لد اور جبلہ بھی زیر نگیں آ گئے۔

ان متعدد مقامات کو زیر اثر لانے کے بعد لشکر اسلام نے دمشق کی طرف رخ کیا اس مرکزی شہر کا محاصرہ لمبے عرصے تک جاری رہا رومی لشکر کا جرنیل ارطبون نازک ترین صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے موقع پاتے ہی دمشق چھوڑ کر مصر کی طرف بھاگ گیا جس سے رومی لشکر اور شہر کے باشندوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مذہبی پیشوا پوپ نے قلع کی دیوار پر چڑھ کر یہ اعلان کر دیا کہ ہم شہر کے دروازے اس شرط پر کھولنے کے لیے تیار ہیں کہ امیر المومنین بذات خود تشریف لائیں۔ شہر کی چابیاں انہیں سپرد کی جائیں گی۔

یہ پیغام امیر المومنین کی خدمت میں پہنچایا گیا تو آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے جابیہ مقام پر ایک معاہدہ تحریر کیا گیا۔ جس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بھی دستخط لیے گئے‘ بیت المقدس کے باسیوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آمد پر شہر کے دروازے کھول دیئے۔ یہ عالی شان فتح ۱۵ ہجری کے آخر میں وقوع پذیر ہوئی۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں مصر دیکھ چکے تھے۔ انہیں یہ زرخیز ملک بہت پسند آیا‘ دریائے نیل کے دلکش نظارے‘ سبزے کی فراوانی‘ لہلہاتے کھیت‘ گھنے باغات اور اناج کی بہتات نے انہیں متاثر کیا۔ دمشق فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت طلب کی۔ امیر المومنین نے دور دراز سفر کی بنا پر پہلے تو انکار کر دیا۔ لیکن جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اصرار دیکھا تو چار ہزار

مجاہدین کو ان کی قیادت میں مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے جنگی تجربات کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ اب رومی حکومت آخری ہچکی لے رہی ہے، رومی فوج میں مایوسی اور بے دلی سرایت کر چکی ہے۔ مصری باشندے اجنبی حکومت سے تنگ آ چکے ہیں۔ اسلامی لشکر اگر اس وقت پیش قدمی کر دے تو سرزمین مصر کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں یہ بھی یقین تھا بوقت ضرورت امیر المومنین فوجی امداد بہم پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے لہذا چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر صحرائے سینا کو عبور کرتے ہوئے مصر کے سرحدی شہر العریش پر قبضہ کیا۔ یہ تاریخی فتح ۱۰ ذی الحجہ ۱۸ ہجری کو نصیب ہوئی اس طرح سرزمین مصر میں لشکر اسلام نے پہلی عید الاضحیٰ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی اور قربانی کے جانور ذبح کیے۔ العریش پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے وسیع و عریض صحرا کے راستے مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ وہی عالمی گذرگاہ ہے جس کے ذریعے براعظم افریقہ سے ایشیاء میں داخل ہوا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اسی راستے سے مصر میں داخل ہوئے تھے۔ تاجروں، سیاحوں اور حاجیوں کی گذرگاہ بھی یہی تھی۔ یہ لق و دق صحرا عبور کرنے کے بعد لشکر اسلام دریائے نیل کے کنارے پر واقع مشہور و معروف شہر ''فرما'' میں پہنچ گیا۔ مسلسل ایک مہینے کے محاصرے کے بعد اس شہر کو بھی فتح کر لیا گیا۔ اس شہر کو مصر میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یہاں کے باشندے بڑے خوشحال تھے۔ شہر کی عمارتیں بلند و بالا تھیں۔ دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہونے کی بنا پر اسے تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اس شہر پر قبضہ یکم محرم ۱۹ ہجری کو ہوا۔

دمشق کے محاصرے کے دوران رومی فوج کا کمانڈر ارطبون بھاگ کر مصر پہنچ چکا تھا اور اس نے مصر کی مشہور چھاؤنی بلبیس میں پہنچ کر رومی لشکر کی قیادت سنبھال لی تھی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی لشکر لے کر اس مشہور و معروف چھاؤنی تک پہنچ چکے تھے یہاں رومی لشکر سے شدید جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں تقریبا ایک ہزار رومی فوجی

موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور تین ہزار کو گرفتار کر لیا گیا اور بلبیس شہر پر ۱۹ ہجری کو مکمل قبضہ کر لیا گیا۔

ام دنین مصر کا ایک مشہور قصبہ ہے جو دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہے۔ اسے فوجی نقطہ نگاہ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی۔ رومی لشکر نے اس کی حفاظت کے لیے بڑے وسیع انتظامات کیے تھے۔ یہاں رومی لشکر خم ٹھونک کر لشکر اسلام کے مقابلے میں آیا۔ مقابلہ زوردار تھا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ سے فوجی مدد طلب کی تو امیر المومنین نے چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ جس میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ‘ عبادہ بن صامت‘ مقداد بن اسود اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ اور ان کی عظمت‘ ہمت اور جرات و شجاعت کا اعتراف کرتے ہوئے امیر المومنین نے لکھا کہ ان چاروں میں سے ہر ایک ہزار افراد پر بھی بھاری ہے۔

ام دنین قصبے پر مکمل قبضہ کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کرنا پڑی کیونکہ دشمن کا دفاعی حصار بہت زیادہ مضبوط تھا۔ لشکر اسلام کو بھی یہاں بھاری نقصان اٹھانا پڑا لیکن قائد لشکر کی جرات و شجاعت اور عزم و ہمت سے یہ معرکہ بھی سر کر لیا گیا۔

قلعہ بابلیون جسے قصر شمع کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کہ مصر کا گورنر مقوقس اس قلعے میں رہائش پذیر تھا۔ مقوقس کو مذہبی اور سیاسی بصیرت میں امتیاز حاصل تھا۔ لشکر اسلام نے جب قلعہ بابلیون کا محاصرہ کیا اس وقت دریائے نیل میں طغیانی تھی‘ پورا قلعہ سیلاب کی لپیٹ میں تھا قلعے کے اردگرد جو حفاظتی خندق کھدوائی گئی تھی۔ وہ پانی کی فراوانی کی بنا پر دریائے نیل کا حصہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔ لشکر اسلام نے مسلسل سات ماہ تک قلعہ بابلیوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ مقوقس نے اس دوران لشکر اسلام کے جرنیل حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا ایلچی بھیجا تاکہ تبادلہ خیال سے مصالحت کا کوئی راستہ نکالا جا سکے۔ اپنے ایلچی کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں دھمکی اور خیر خواہی کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ چونکہ بڑے ذہین وفطین تھے انہوں نے مقوقس کے ایلچی کو دو دن کے لیے اپنے پاس روک لیا تا کہ وہ اسلامی لشکر کے معمولات کا بچشم خود جائزہ لے سکے۔

دو دن گذر جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس ایلچی کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور اس سے گفت وشنید کے لیے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک وفد روانہ کیا اور مقوقس کو جوابی خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔ کہ ہماری طرف سے صرف تین شرائط ہیں۔

۱۔مسلمان ہو جاؤ۔ تمہیں وہی حقوق حاصل ہو جائیں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ بایں صورت تم ہمارے معزز بھائی بن جاؤ گے۔

۲۔اگر اسلام قبول نہیں کرنا چاہتے تو ہمیں جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اس طرح تمہاری جان و مال کی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی۔

۳۔اگر یہ دونوں صورتیں منظور نہیں تو پھر تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار جرنیل تھے۔ ان کا قد بہت لمبا تھا۔ رنگ بہت کالا تھا جب یہ مقوقس کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا اس نے وفد سے کہا کہ اگر کوئی دوسرا شخص میرے ساتھ گفتگو کے لیے آگے بڑھے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وفد کے تمام ارکان نے کہا یہ ہمارا قائد ہے ہم سب سے بڑا عالم فاضل ہے۔ گفتگو کا سلیقہ اس میں ہم سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسے ہمارا امیر نامزد کیا گیا ہے اس کی موجودگی میں ہم سے کوئی بھی آپ سے بات نہیں کرے گا۔ مقوقس نے یہ باتیں سن کر کہا اگر تمہارا فیصلہ یہی ہے تو ٹھیک ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ہماری وہی تین شرائط ہیں جو ہمارے قائد نے پیش کی ہیں ان کے علاوہ ہمارا کوئی اور مطالبہ نہیں:

مقوقس نے کہا میں آپ لوگوں کا خیر خواہ ہوں میں نہیں چاہتا کہ رومی لشکر کے ہاتھوں تمہیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے۔ رومی لشکر کے عزائم بڑے خطرناک

ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تمہاری مالی مدد کر دیتے ہیں وہ لے کر واپس چلے جاؤ ورنہ تمہارا ایسا جانی نقصان ہوگا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ رومی فوجی بڑے بپھرے ہوئے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو۔ ہمارا ہر فرد رات کو گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے شہادت حاصل کرنے کی التجا کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں موت کو ہم اپنے لیے سب سے بڑی نعمت اور سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ جواب سن کر مقوقس کا دل کانپ اٹھا وہ اپنی بصیرت سے بھانپ گیا کہ اس قوم سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اس نے رومی فوج کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ ہتھیار ڈالنے کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔ لشکر اسلام نے مسلسل سات ماہ تک قلعہ بابلیون کا محاصرہ جاری رکھا۔ سیلاب کا ریلا جب گذر گیا تو ایک روز حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیڑھی کے ذریعے قلعے کی دیوار پر چڑھ گئے چند اور ساتھی بھی آپ کے ہمراہ دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئے انہوں نے بیک زباں ہوکر پورے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا باہر موجود لشکر نے جواب میں نعرہ تکبیر بلند کیا نعروں کی آواز قلعے کے اندر اس انداز میں گونجی کہ رومیوں میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا قلعے کے اندر بھگدڑ مچ گئی۔ ہر طرف چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یہ صورت حال دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے کی دیوار سے نیچے اترے اور قلعے کا دروازہ کھلتے ہی لشکر اسلام تیزی سے قلعے میں داخل ہوا۔ سات ماہ کے مسلسل محاصرے کے بعد قلعہ بابلیوں پر لشکر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔

* * *

اسکندریہ مصر کا دوسرا بڑا مشہور و معروف تاریخی شہر ہے یہ بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے اسے سلطنت روما میں بہت بڑے سیاسی‘ فوجی اور تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ شاہ روم نے اس شہر کی حفاظت اور دفاع کے لیے بہت بڑی چھاؤنی یہاں تیار رکھی تھی۔ بحیرہ روم پر واقع ہونے کی وجہ سے یہاں فوجی ساز و سامان پہنچانا بہت آسان تھا۔ لشکر اسلام نے چودہ مہینے کے مسلسل محاصرے کے بعد اس مرکزی شہر کو فتح کرنے کا بھی اعزاز

حاصل کرلیا۔

اسکندریہ فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو شہر کی اندرونی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ تاریخی شہر میں چار ہزار حمام' بارہ ہزار سبزی فروش' ستر ہزار یہودی اور دولاکھ رومی آباد ہیں۔

* * *

اگرچہ لشکر اسلام نے سرزمین مصر کے مشہور و معروف شہر فرما' بلبیس' ام دنین اور اسکندریہ کو بزور شمشیر زیر نگیں کیا لیکن امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق مصر کے باشندوں کو ذمی قرار دیتے ہوئے ان کے گھر اور مال و اسباب انہیں کی ملکیت رہنے دیئے گئے۔ مصریوں کے ساتھ نرمی کا سلوک اختیار کر کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اعلیٰ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصریوں نے اکثر مقامات پر لشکر اسلام کا سخت مقابلہ کیا اسے بہت سی مشکلات میں مبتلا کیا۔ لیکن اس کے باوجود ان سے مفتوحین کا سا سلوک روانہ رکھا گیا۔ انہیں ذمی قرار دے کر ان کے دل موہ لیے گئے وہ یہ حسن سلوک دیکھ کر اسلامی حکومت کی دل و جان سے قدر کرتے ہوئے اطاعت گذاری کو اپنے لیے سعادت سمجھنے لگے۔

اسکندریہ فتح کر لینے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ مصر کے مشہور سرحدی شہر برقہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں بھی فتح و نصرت نے لشکر اسلام کے قدم چومے پھر آگے بڑھتے ہوئے طرابلس پہنچے یہاں کے باشندے خوف زدہ ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ سامنے سے قلعہ سر کرنے کی کوئی واضح صورت دکھائی نہ دے رہی تھی۔

تو سمندر کے ذریعے شہر کی پچھلی جانب سے قلعے میں داخل ہونے کی تدبیر اختیار کی گئی کیونکہ سمندر کی جانب سے قلعے کی کوئی دیوار حائل نہ تھی۔ اس طرح آسانی کے ساتھ قلعہ طرابلس پر لشکر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ امیر المومنین کو طرابلس فتح ہونے کی اطلاع دی گئی

اور پیش قدمی کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے مزید آگے بڑھنے سے روک دیا۔ تو امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کو طرابلس کا گورنر نامزد کر کے لشکر اسلام کو واپس مصر روانگی کا حکم دے دیا۔

اس دوران اسکندریہ کے باشندوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے شاہ روم ہرقل کے بیٹے قسطنطین سے مدد طلب کی تا کہ دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس نے فوری طور پر بحری بیڑے کو اسکندریہ کی طرف روانہ کر دیا۔ رومی فوج نے بڑی آسانی سے اسکندرہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ جسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے زوردار حملہ کر کے دوبارہ اس تاریخی شہر پر قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل کی دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کرتے ہی شہر کی دیوار کو گرا دیا گیا۔ تا کہ دشمن کو قلعہ بند ہونے کا موقع ہی میسر نہ آ سکے پورا مصر لشکر اسلام کے قبضے میں آ گیا' درالخلافہ مدینہ منورہ کی جانب سے فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر کا گورنر نامزد کر دیا گیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کے درمیان درج ذیل چھ شرائط پر مشتمل مصالحت کا معاہدہ طے پایا۔

۱۔ اہل مصر اپنے گھروں سے نکالے نہیں جائیں گے
۲۔ اہل مصر کی عورتوں کو لونڈیاں نہیں بنایا جائے گا۔
۳۔ اہل مصر کا مال اسباب انہیں کے پاس رہنے دیا جائے گا۔
۴۔ اہل مصر کی زمینیں چھینی نہیں جائیں گی۔
۵۔ ٹیکس کی شرح میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔
۶۔ دشمن کے حملے کی صورت میں اہل مصر کی حفاظت کی جائے گی۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مصر کے تفصیلی حالات ایک خط کے ذریعے ارسال کیے۔

آپ نے یہ خط پڑھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا عمرو بن عاص رضی

اللہ عنہ نے اپنی تحریر کے ذریعے مصر کا مکمل نقشہ میری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا' اس کی ذہانت وفطانت اور عقابی نگاہ کی جس قدر بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا کہ

''مصر کی سرزمین نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ اس ملک کا طول ایک مہینے کی مسافت اور چوڑائی دس مہینوں کی مسافت کے برابر ہے۔ اسے ایک خاکستری رنگ کے پہاڑ اور سرخی مائل صحراء نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اس کے درمیان سے ایک دریا گذرتا ہے جس کے پانی کی روانی انتہائی دلفریب ہے۔ پانی کے بہاؤ میں کبھی کمی اور کبھی اضافہ ہوتا ہے جب پانی چڑھتا ہے تو تمام چشمے اور نہریں لبالب بھر جاتے ہیں جب اس کی موجیں جوش مارتی ہیں۔ تو باشندے منزل مقصود پر صرف کشتیوں کے ذریعے ہی پہنچ سکتے ہیں۔ جب اس کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو یہ اسی تیزی سے اترتا ہے جس تیزی سے یہ چڑھتا ہے۔ پانی کے اتر جانے کے بعد کاشتکار دریا کے ساحلی نشیب و فراز میں دانے بکھیر کر اللہ تعالیٰ سے اچھی فصل کی امید رکھتے ہیں۔ جب دانے پھوٹتے ہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ ان دنوں زمین کی دولت شکم سے نکل کر پشت پر آ جاتی ہے۔ اس وقت مصر کی زمین عجب بہار دکھلاتی ہے۔ ابھی دمکتا ہوا موتی' ابھی عنبر سیاہ اور ذرا سی دیر میں زمرد سبز' یہ اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں جس نے اس زمین میں یہ صلاحیت پیدا کر دی۔

امیر المومنین! یہاں کا خراج معین وقت سے پہلے وصول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ خراج کا تہائی حصہ یہاں کی نہروں اور پلوں کی تعمیر و مرمت میں صرف کیا جائے کیونکہ اس سے آمدن میں اضافہ ہوگا جس سے سلطنت کی اقتصادی حالت بہتر ہوگی۔

''اول و آخر اللہ ہی ہمیں بہتری کی توفیق عطاء کرتا ہے''

اس خط کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی نگاہ کس قدر تیز ہے اور کس ذہانت وفطانت کے ساتھ سرزمین مصر کے بارے میں انہوں

نے تفصیلی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ امیر المومنین قابل رشک اوصاف کی بنا پر عبقری شخصیت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔ گاہے بگاہے ان کی تعریف کرتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے طرز عمل پر کڑی نگاہ بھی رکھتے کہ کہیں دنیاوی مال و متاع کی چمک دمک پر فریفتہ ہو کر اپنی اصل منزل سے دور نہ ہٹ جائیں۔

امیر المومنین کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کسی شخص کو کسی صوبے کا گورنر مقرر کرتے تو اس کے مال و اسباب کی فہرست بنوا کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے جب آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی گورنر کے پاس اس کی آمدنی سے زیادہ مال جمع ہو گیا ہے تو اس کا سختی سے محاسبہ کرتے اور جس قدر مال زیادہ ہوتا اسے بحق سرکار ضبط کر لیتے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ والی مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے۔ تو محاسبہ کے لیے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خصوصی نمائندہ بنا کر مصر بھیجا اور ساتھ ہی حکمنانہ بھی ارسال کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آج کل تمہارے پاس مال و دولت وافر مقدار میں جمع ہو چکا ہے۔ غلام اعلی نسل کے، مویشی بیش قیمت، برتن اور بہت سا تعیش کا سامان جمع کر رکھا ہے۔

حالانکہ جب تجھے مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا یہ چیزیں تمہارے پاس موجود نہ تھیں۔ جواب دو کہ یہ سب کچھ تم نے کہاں سے اور کیسے حاصل کیا۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو چھان بین اور محاسبے کے لیے بھیج رہا ہوں یہ تم سے جو حساب مانگیں فوراً اس کے سامنے پیش کر دینا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جب مصر پہنچے والیٔ مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی امیر المومنین کا حکمنامہ انہیں دیا تو انہوں نے کمال اطاعت گذاری کا مظاہرہ کرتے پورا مال ان کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے نصف مال واپس لوٹا دیا۔ اور نصف بیت المال میں جمع کرانے کے لیے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مصری باشندوں کے ساتھ سلوک انتہائی مشفقانہ تھا، ٹیکس وصول کرنے میں آپ سختی نہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ زرعی پیداوار کا اندازہ لگاتے ہوئے مناسب ٹیکس وصول کیا کرتے، جس سے سرکاری محصولات میں خاصی کمی واقع ہو گئی۔ آمدن کی یہ صورت حال دیکھ کر امیر المومنین حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بہت طیش آیا اور خطوط کے ذریعے والی مصر کی سرزنش کی تو انہوں نے امیر المومنین کو صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ آمدن کی اس قدر کمی کی چند ایک وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار دریائے نیل کے اتار چڑھاؤ پر موقوف ہوتی ہے۔

کبھی کم اور کبھی زیادہ۔

میں نہیں چاہتا کہ مصر کے کسی باشندے پر خراج وصول کرتے ہوئے کوئی ظلم ہو۔ بعض اوقات خراج وصول کرنے میں تاخیر بھی اسی لیے ہے کہ فصل کے پک جانے سے پہلے وہ خراج دینے کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مصری باشندے کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو اسلام قبول کر لیتا ہے میں اس سے خراج کیوں کر وصول کروں۔ نیز وصول کردہ خراج کی رقم سے فوجیوں کی تنخواہیں سڑکوں کی مرمت ملوں کی تعمیر بھی کرانا ہوتی ہے۔ جس پر بہت بھاری اخراجات کرنا پڑے ہیں۔

امیر المومنین میں نے رسول اقدس ﷺ اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں نہایت ایمانداری و دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اور اب امانت' دیانت اور اخلاص کے ساتھ فرائض منصبی ادا کر رہا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں میں کبھی بھی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کروں گا۔ جس سے آپ کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑے امیر المومنین تمام صوبہ جات کے حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ گاہے بگاہے ان کا محاسبہ کرتے رہتے تاکہ سستی' کاہلی اور دنیاوی حرص و ہوس ان کے قریب بھی پھٹکنے نہ پائے۔ کوئی شخص اپنے فرائض سے کوتاہی کر کے امیر المومنین کے عتاب سے بچ نہیں سکتا تھا۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوتے ہی نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لیے بعض ایسے عمدہ اقدامات کیے جن کی تاریخ انسانی میں

پہلے مثال نہیں ملتی۔

۱- آپ نے دریائے نیل کے پانی کی مقدار معلوم کرنے کے لیے پیمائش کا آلہ ایجاد کیا۔

۲- رعایا کی سہولت کے لیے جگہ جگہ تالاب’ کنوئیں اور پل تعمیر کرائے۔

۳- منزل مقصود پر آسانی سے پہنچنے کے لیے سڑکیں بنوائیں۔

۴- رعایا سے خراج وصول کرتے وقت ہر ایک کی آمدنی کو پیش نظر رکھنے کا طریقہ جاری کیا تاکہ کوئی بھی شخص خراج دیتے وقت دل گرفتہ نہ ہو۔

۵- رومی دور حکومت کے ظالمانہ نظام معاشرت ومعیشت کو یکسر بدل کر عدل و انصاف پر مبنی نظام کو رائج کیا گیا۔ جس سے رعایا کو امن وسلامتی سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔

۶- مصر میں آباد غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے انتظامات کیے گئے۔ اور ان کے مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کی گئی۔

۷- مصر میں آباد غیر مسلموں کی جائیداد’ گھر زمینیں انہیں کی ملکیت میں رہنے دی گئیں۔ جس سے ان کے دلوں پر انتہائی خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے رومی سلطنت کا ظلم وستم بھی دیکھا تھا اور اب اسلامی سلطنت کا عدل وانصاف اور ہمدردی ورواداری کا دلکش انداز ان کے سامنے تھا۔

۸- خراج وصول کرنے سے پہلے مصری باشندوں کے سامنے یہ وضاحت کی جاتی کہ یہ خراج آپ سے اس لیے وصول کیا جاتا ہے۔ تاکہ ملک کا نظم ونسق بہتر بنایا جائے’ اہل مصر کا معیار زندگی بلند کیا جائے’ رعایا کی فلاح و بہبود کے انتظامات بہتر بنائے جائیں۔

۹- تمام باشندوں کے لیے مساویانہ طرز عمل کی پالیسی اختیار کی گئی۔ قانون کی نظر میں سب لوگ یکساں تھے کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ تھی۔

۱۰- مصری باشندوں سے وصول کردہ خراج کی رقم سے فوجیوں اور حکومتی کارندوں

کی تنخواہوں کی ادائیگی' سڑکوں' پلوں اور تالابوں کی تعمیرات پر خرچ کرنے کے لیے رقم رکھنے کے بعد باقی جو کچھ بچتا وہ مدینہ منورہ بیت المال کے لیے روانہ کر دیا جاتا۔

۱۲-نصرانیت کے مذہبی مراکز' گرجوں کی املاک میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا بلکہ ان کی ہر طرح حفاظت کی گئی۔ جس سے مصری عوام میں امن وسکون سلامتی اور تحفظ کا احساس پیدا ہوا۔

۱۲-مصری عوام کو مذہبی اور فکری آزادی دی گئی جس کی وجہ سے روم اور مصر کے بہت سے فلسفی اپنی اپنی مذہبی درسگاہیں قائم کر کے اپنے اپنے مذہب کی تعلیم دینے لگے۔ اور جب انہوں نے آزادانہ مطالعہ اور تحقیق کے ذریعے مسیحیت میں الجھاؤ اور متبعین نصرانیت میں باہمی ٹکراؤ دیکھا۔ تو اس آزادی فکر کی بنا پر وہ کسی ایسے مذہب کی تلاش کرنے لگے جو نقائص سے پاک ہو۔ اس طرح اسلام کی طرف ان کے دل مائل ہونے لگے۔

۱۳-انہار مصر کی کھدائی اور صفائی' مناسب مقامات پر بنوں کی تعمیر و مرمت' فوجیوں اور حکومتی کارندوں کو بروقت تنخواہوں کی ادائیگی تجربہ کار افسران بالا کا تقرر اور تبادلے'

۱۴-والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ٹیکس کی وصولی کا ایسا عمدہ اور جدید نظام جاری کیا کہ اہل مصر بخوشی اس کی ادائیگی کے لیے تیار ہو گئے۔ رومی نظام کے مقابلے میں جدید اسلامی نظام کی خوبی یہ تھی کہ اس میں ٹیکس کی مقدار کو فصل کے حالات' پانی کی مقدار اور پیداوار کی کمی بیشی کا تابع کر دیا گیا تھا۔

ہر گاؤں کا ایک نمبردار مقرر کیا گیا' ہر علاقے میں نمبرداروں کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو سالانہ پیداوار کا اندازہ لگا کر ٹیکس کا تعین کرتی۔

۱۵-حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے نام پالیسی بیان جاری کرتے ہوئے کہا:

ہر راعی پر اپنی رعیت اور ہر نگران پر اپنے حلقہ نگرانی کی حفاظت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مصر کے سبزہ زاروں کی شکل میں تم پر اپنی برکات نازل کی ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ' زرعی پیداوار اور مویشیوں کے دودھ کو اپنی خوراک بناؤ' چراگاہوں میں اپنے گھوڑے چرا کر فربہ اور طاقتور کر لو۔

گھوڑوں کی نگہداشت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا اس لیے کہ یہ گھوڑے دشمن کے مقابلے میں تمہاری ڈھال ہیں۔ اور انہی کی بدولت تم میدان جہاد میں مال غنیمت حاصل کرتے ہو میرے نزدیک گھوڑے اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں جتنی ان کے سواروں کی اہمیت ہے۔

یاد رکھو جس مجاہد کے گھوڑے کو میں نے کسی بیماری کے بغیر نحیف و لاغر دیکھ لیا اس کے وظیفے میں سے اسی نسبت سے رقم کاٹ لی جائے گی۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے تقریباً چالیس احادیث مروی ہیں۔ اور ان سے آگے عبداللہ بن عمرو عمرو بن زبیر' حسن بصری' عمارہ بن خزیمہ' ابو عبداللہ اشعری' علی بن رباج' عبدالرحمان شماسہ' قیس بن ابی حازم' عبداللہ بن منین' محمد بن کعب قرظی' ابو مرۃ اور ابو قیس نے روایت کیا ہے۔

ابراہیم نخعی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ ذات السلاسل میں امیر لشکر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا جب کہ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی موجود تھے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عاص بن وائل کے دونوں بیٹے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ مومن ہیں۔

رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان بلاشبہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بڑا اعزاز ہے۔

قبیصہ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اس سے بڑھ کر صاف گو، صائب الرائے، معزز ہم نشین اور صاف دل کسی اور کو نہ پایا۔ ''اس کا ظاہر اور باطن مجھے بالکل یکساں دکھائی دیا''۔

محمد بن سلام جمحی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھتے تو ارشاد فرماتے کہ اس شخص اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خالق ایک ہے۔ یعنی یہ دونوں کمال درجے کے فصیح و بلیغ انسان ہیں۔ ان دونوں کا انداز گفتگو یکساں ہے اور ان دونوں کے انداز بیاں میں ذرا برابر بھی فرق نہیں۔ موسی بن علی اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں انہوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب تک میرا لباس بوسیدہ نہ ہو جائے۔ جب تک میری بیوی خدمت گذار رہے اور میری سواری بوجھ اٹھانے کے قابل رہے اس وقت تک میں ان چیزوں سے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اکتاہٹ کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔

یہ باتیں آپ نے اس وقت ارشاد فرمائیں جب کہ آپ اپنی لاغر خچر پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کسی نے کہہ دیا کہ اے عمرو آپ اور یہ لاغری سواری؟ تو آپ نے برجستہ یہ جواب دیا!

ابو عمر بن عبداللہ اپنی کتاب استیعاب میں رقمطراز ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قریش کے شہسوار، مشہور و معروف جوانمرد بہادر اور فصیح البیان شاعر تھے۔ عمر میں یہ حضرت فاروق اعظم سے بڑے تھے۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قریش کے تجربہ کار سیاستدان، بہادر، جرنیل، معروف دانشور، پارلیمانی امور کے ماہر اور معزز حکمران تھے۔

مسند امام احمد میں قیس بن سمن کے حوالے سے روایت مذکور ہے۔ کہ اسلام قبول کرتے وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک

پر بیعت کرتے وقت اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری ایک شرط ہے آپ نے فرمایا کیا؟ عرض کی میں اس شرط پر اسلام قبول کروں گا کہ میرے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں آپ نے ارشاد فرمایا اے عمرو اسلام اور ہجرت سے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بخدا میں زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کو شرم وحیاء کی بنا پر نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکا۔ موسیٰ بن علی اپنے باپ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے حضرت عمرو بن عاص کی زبانی یہ بات سنی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا کہ اپنے کپڑے اور ہتھیار لے کر آؤ۔

میں حاضر ہوا تو آپ وضوء کر رہے تھے۔ میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا۔

میں آپ کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تجھے اس میں سلامت رکھے گا اور مال غنیمت سے بھی نوازے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے مال و دولت کی خاطر اسلام قبول نہیں کیا۔ میں تو بس رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا طلب گار ہوں''

آپ نے ارشاد فرمایا:

”نعما بالمال الصالح للرجل الصالح“

مرد صالح کے لیے مال صالح بہتر ہوتا ہے۔

(بحوالہ بخاری، مسند امام احمد)

اسماعیل بن ابی خالد قیس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جنگ ذات السلاسل میں امیر لشکر نامزد کیا تو انہوں نے میدان جنگ میں آگ جلانے پر پابندی عائد کر دی شدید سردی کا موسم تھا۔ مجاہدین نے آگ تاپنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے سختی سے ممانعت کرتے ہوئے کہا اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اسے اسی آگ میں پھینک دوں گا۔

جنگ سے فتح یابی کے بعد جب لشکر مدینہ پہنچا تو دربار رسالت میں شکایت کی گئی

کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جنگ کے دوران مجاہدین کے خلاف بڑا سخت رویہ اختیار کیا' سخت سردی سے بچاؤ کے لیے کسی کو آگ تاپنے کی اجازت بھی نہ دی رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی تو آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمارے لشکر کی افرادی قوت دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر آگ جلائی گئی تو اس کی روشنی میں ہماری یہ کمزوری دشمن پر واضح ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے اندھیرے کو لشکر اسلام کے لیے مفید سمجھا یہ رائے سن کر رسول اقدس ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا'

اب بھی اس جدید دور میں جنگ کے دوران اندھیرا رکھنے کے لیے عوام الناس کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے بار بار تلقین کی جاتی ہے جسے موجودہ اصطلاح میں بلیک آؤٹ کا نام دیا گیا۔ بلیک آؤٹ کی تدبیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے۔ جسے ہر دور میں دوران جنگ مفید قرار دیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبدالرحمان بن جبیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

جنگ ذات السلاسل کے دوران میں ایک خنک رات میں بوجہ احتلام جنبی ہو گیا' میں نے تیمم کیا اور نماز فجر پڑھا دی جب جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو صحابہ کرام نے اس کا تذکرہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں کر دیا آپ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا اے عمرو تم نے ساتھیوں کو جنبی حالت میں نماز پڑھا دی میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میں غسل کرتا تو میری موت واقع ہو جاتی تو میں نے اجتہاد کرتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھا دی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی میرے پیش نظر تھا'

"ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما"

اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پہ رحم کرنے والا ہے"

رسول اقدس ﷺ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ استدلال سن کر مسکرا دیئے اور اسے کچھ نہ کہا:

مسند امام احمد میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا سے کوچ ہوا تو آپ اس شخص سے محبت کرتے تھے۔ کیا اس کے صالح انسان ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر فرمایا واقعی آپ کی بات درست ہے اس شخص کے صالح انسان ہونے میں کیا شک ہے جس سے رسول اقدس ﷺ محبت کرتے ہوں۔ اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اقدس ﷺ کا وصال ہوا وہ آپ پر خوش تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے۔ اس بنا پر آپ کو لشکر کا امیر بھی نامزد کیا گیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے یہ خوش گوار تاثرات سنتے ہی ارشاد فرمایا:

بخدا مجھے معلوم ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ رویہ میرے ساتھ محبت کی بنا پر اختیار کیا میری مدد آپ کے پیش نظر تھی۔ البتہ میں دو اشخاص کے بارے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب رسول اقدس ﷺ کا وصال ہوا۔ تو آپ ان پر خوش تھے اور دونوں سے آپ کو پیار تھا اور وہ تھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

تاریخ خلیفہ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین اور اردن کا گورنر نامزد کیا۔ پھر انہیں لشکر اسلام کا قائد بنا کر مصر فتح کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو مصر بھیجا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ۲۱ ہجری کو اسکندریہ فتح کر لیا تھا۔ ۲۷ ہجری کو لیبیا کے دار الحکومت طرابلس کو لشکر اسلام نے فتح کیا اس وقت امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔

قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا تو

اسے سب سے بڑھ کر قرآن حکیم کا عالم وفقیہہ پایا اور وہ مہمان کی خاطر مدارات بھی بہت احسن انداز میں کیا کرتے تھے۔

طلحہ بن عبید اللہ کی صحبت اختیار کی تو انہیں دیکھا کہ وہ بغیر مانگے ہی عطیات دے دیا کرتے تھے۔

معاویہؓ بن ابی سفیان کو میں نے بڑا حلیم الطبع پایا' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تو بڑے فصیح البیان اور شیریں کلام ہم نشین ثابت ہوئے۔ اور مغیرہ بن شعبہ عقل و دانش کے پہاڑ دکھائی دیئے۔ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور سب پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہوں اور یہ شرط لگا دی جائے اپنی تدبیر سے صرف ایک دروازے سے نکل کر کوئی دکھائے تو یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنی بیدار مغزی کی بنا پر آٹھوں دروازوں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ فتح کرنے کے بعد دوبارہ قلعہ بابلیون کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ایک نئے شہر فسطاط کی بنیاد رکھی۔ بعد میں اس شہر کو مصر کا دارالحکومت قرار دے دیا گیا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ کسی شہر کو آباد کرنے کے لیے چار چیزوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

۱- شہر کے لیے ایسی جگہ منتخب کی جائے جو عام سطح سے قدرے اونچی ہو۔

۲- وہ جگہ پہاڑ' سمندر یا دریا سے گھری ہوئی ہو تا کہ دشمن آسانی سے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔

۳- وہاں کی آب و ہوا صاف ستھری ہو تا کہ اس شہر کے باشندے وبائی امراض سے محفوظ رہ سکیں۔

۴- اس جگہ کے ارد گرد زمین زراعت کے قابل ہو تا کہ شہر کے باشندوں کو خوراک وافر مقدار میں ملتی رہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نیا شہر آباد کرتے ہوئے انہی چار چیزوں کو

پیش نظر رکھا۔

شہر کے ایک طرف دریائے نیل رواں دواں تھا دوسری طرف کوہ مقطم پورے جاہ جلال سے دلکش منظر پیش کر رہا تھا یہاں کی آب و ہوا بھی خوشگوار تھی اور قریبی زمین بڑی زرخیز تھی۔ اس شہر کا نام فسطاط اس لیے رکھا گیا کہ جب قلعہ بابلیون پر حملہ کرنے کے لیے لشکر اسلام نے کوہ مقطم کے دامن میں پڑاؤ کیا تو امیر لشکر کا خیمہ یہاں نصب کیا گیا جب قلعہ فتح ہوگیا تو لشکر اسلام کو یہاں سے روانگی کا حکم ہوا سب خیمے اکھاڑ لیے گئے۔ جب امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خیمے کو اکھاڑنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کبوتری نے گھونسلہ بنا رکھا اور اس میں انڈے ہیں آپ نے حکم دیا کہ خیمے کو نہ اکھاڑا جائے اس طرح وہ خیمہ بدستور نصب رہنے دیا گیا۔

جب دوبارہ لشکر اس مقام کی طرف آیا تو امیر لشکر نے مجاہدین سے پوچھا کہاں پڑاؤ کرنے کا ارادہ ہے تو سب نے کہا فسطاط کے پاس اس طرح اس شہر کا نام فسطاط مشہور ہوگیا۔

اس شہر کا نقشہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بنایا۔ خیمے کے سامنے مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام جامع عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ رکھا گیا۔ اور یہ مسجد عتیق کے نام سے بھی تاریخ میں جانی پہچانی جاتی ہے اس مسجد کی بنیاد ۲۱ ہجری میں رکھی گئی۔ یہ پہلی مسجد ہے جو سرزمین مصر میں تعمیر کی گئی۔ مسجد کی لمبائی پچاس گز اور چوڑائی تیس گز تھی۔ بعد میں حسب ضرورت اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کے چھ دروازے تھے مسجد کا ہال بغیر محراب کے بنایا گیا۔ اس میں ایک منبر بھی تعمیر کیا گیا جس پر کھڑے ہو کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔

مسجد کی چھت زیادہ بلند نہیں تھی۔ دیواروں میں کھڑکیاں اور روشن دان بھی نہیں رکھے گئے تھے۔ مسجد کا سنگ بنیاد قرۃ بن شریک کے ہاتھ سے رکھوایا گیا۔ بعد میں یہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے دور حکومت سے پہلے تقریباً ۹۰ سے لے کر ۹۶ تک پورے چھ سال مصر کا گورنر رہا۔ مسجد کے قبلے کا تعین صحابہ کرام نے اجتماعی طور پر کیا ان میں سب

سے زیادہ تجربہ کار اور قیافہ شناس حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی موجود تھے۔

* * *

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور حکومت میں دریائے نیل خشک ہو گیا۔ قحط سالی کا خطرہ محسوس ہونے لگا مصری باشندوں کا ایک وفد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ قدیم زمانے سے یہاں یہ رسم ادا کی جاتی ہے کہ جب دریائے نیل خشک ہوتا ہے تو کسی کنواری لڑکی کا انتخاب کیا جاتا ہے اس کے والدین کو منہ مانگی قیمت دے کر حاصل کیا جاتا ہے۔

اسے قیمتی لباس زیب تن کرانے کے بعد دریا کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر دریا میں طغیانی آتی ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا اب یہاں اسلامی تہذیب وتمدن کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج یکسر ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اتنا بڑا ظلم اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' وفد مایوس ہو کر واپس پلٹ گیا۔ دریائے نیل کے بہاؤ میں وہی مردنی چھائی رہی۔ خشک سالی سے مصری باشندے پریشان ہو گئے۔ نقل مکانی کے لیے انہوں نے تیاری شروع کر دی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال سے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ آپ نے یہ اطلاع پا کر جوابی خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ آپ نے اس جاہلانہ رسم پر پابندی عائد کر کے اچھا اقدام کیا ہے۔ میں نے دریائے نیل کے نام یہ رقعہ تحریر کیا ہے۔ اسے جا کر دریائے نیل میں پھینک دینا۔ رقعے میں صرف یہ لکھا ہوا تھا اللہ کے بندے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دریائے نیل کے نام:

اے دریائے نیل اگر تو اپنے اختیار سے بہتا تھا تو بے شک سویا پڑا رہ اور اگر تو اللہ وحدہ لاشریک کے حکم سے بہتا تھا تو ہم اللہ واحد وقہار سے عرض کرتے ہیں کہ تجھ کو رواں دواں کر دے''

امیر المومنین کی ہدایات کے مطابق یہ رقعہ دریائے نیل میں پھینک دیا گیا۔ رات

گذری صبح دیکھا تو نیل میں طغیانی آ چکی تھی۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ عروس نیل کی جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی بلاشبہ یہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ جس کا ظہور اس انداز میں ہوا۔

* * *

والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خراج وصول کرتے وقت مصری باشندوں کی اقتصادی حالت کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔ زرعی پیداوار کی کمی بیشی کا بھی خیال رکھا جاتا۔ خراج کی جبراً وصولی سے احتراز برتا جاتا۔ وصول شدہ خراج سے رفاہی کاموں پر خرچ کیا جاتا۔ جو رقم بچ جاتی وہ دارالخلافہ مدینہ منورہ بھیج دی جاتی۔ اس طرح ظاہر ہے کہ جو رقم مدینہ پہنچتی وہ توقع سے بہت کم ہوتی۔ اس لیے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خراج کی تاخیر اور کمی کی طرف بار بار توجہ دلاتے ایک دفعہ آپ نے والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور اس میں خوب سرزنش کی۔ کہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ مصر ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ زرعی پیداوار میں یہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں کے باشندے جفاکش اور محنتی ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ خراج اتنا کم مقدار میں کیوں وصول ہو رہا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو وجوہات بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا، خراج کے اموال سے فوجیوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی ہے۔ سڑکیں اور پل تعمیر کیے جاتے اور رفاہ عامہ کے لیے اسی مد سے خرچ کیا جاتا ہے۔

خراج کم وصول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مصری باشندے دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں جو مسلمان ہو جاتا ہے اس سے خراج وصول نہیں کیا جاتا۔

خراج وصول کرتے وقت زرعی پیداوار کی کمی بیشی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے تاکہ کسی باشندے پر کوئی ظلم نہ ہو جائے۔

مصر میں زرعی پیداوار کی کمی بیشی کا انحصار دریائے نیل کے اتار چڑھاؤ پر ہے۔

والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصری باشندوں کے ساتھ ایسا

ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جس سے پورے ملک میں خوشحالی کی لہر دوڑ گئی اور تمام باشندے اسلامی طرز حکومت کے گرویدہ ہو گئے۔

* * *

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو انہوں نے والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مصر سے خراج کی رقم اس قدر کم کیوں وصول ہو رہی ہے۔ تفصیلات سے آگاہ کیا جائے۔

آپ نے جواباً تحریر کیا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی۔

تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو خراج وصول کرنے کی ذمہ داری سونپ کر مصر روانہ کر دیا۔ مصریوں سے انہوں نے سختی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے خراج وصول کیا جس سے آمدن دوگنی ہو گئی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے والی مصر سے دریافت کیا کہ اب اونٹنی نے زیادہ دودھ کیسے دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اونٹنی کے بچے بھوکے مر گئے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سرزمین مصر کے خراج کا محکمہ مستقل طور پر حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور جنگی امور کا انچارج حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رہنے دیا گیا لیکن انہیں یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی یہ تھی کہ دفاع، مالیات اور انتظامیہ کے محکمے ایک شخص کے اختیار میں ہوں لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی یہ تھی کہ دفاع اور مالیات کے محکمے الگ الگ ہوں تاکہ خوش اسلوبی سے تمام معاملات انجام دیئے جا سکیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پالیسی کے حق میں تھے۔

چونکہ وہ مصر کے فاتح بھی تھے اس لیے وہ اپنا یہ حق سمجھتے تھے کہ ملک کی باگ ڈور

انہی کے سپرد ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس پالیسی سے اتفاق نہ تھا لہذا انہیں مصر کی گورنری سے معزول کر دیا گیا۔ معزولی کے احکامات ملتے ہی وہ مصر کو خیر باد کہتے ہوئے مدینہ پہنچے اور پھر وہاں سے فلسطین روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر عجلان میں واقعہ اپنے محل میں رہائش پذیر ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں گاہے بگاہے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں نے شورش برپا کی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مشورے کے لیے طلب کیا تو آپ نے دوٹوک انداز میں ارشاد فرمایا۔

اس افسوسناک فتنے کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ نے شرپسندوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ نرمی کا برتاؤ کیا جس سے وہ سر چڑھ گئے۔ جب تک ان بلوائیوں کے سرغنوں کی سرکوبی نہیں کی جائے گی۔ اس وقت تک یہ لوگ اپنی دسیسہ کاریوں سے باز نہیں آئیں گے ضروری ہے کہ ایسے موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پالیسی اختیار کی جائے۔

اس کے بغیر فتنے پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نرم دل تھے اس لیے کسی پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ جن دنوں آپ پر بلوائیوں کی جانب سے دباؤ بڑھا تو امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کہ آپ دمشق تشریف لے چلیں وہاں آپ کو ہر طرح کا اطمینان میسر ہوگا۔ آپ نے مدینہ منورہ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا، انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ ان شرپسندوں کو یہاں سے مار بھگائیں۔ آپ نے اس کی بھی اجازت نہ دی آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینہ منورہ میں کوئی خون خرابہ ہو۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی مخدوش صورت حال دیکھتے ہوئے دل گرفتہ ہوئے۔ کیونکہ امیر المومنین کی جانب سے کسی کو کچھ کہنے کی اجازت نہ تھی اس لیے سبھی بے بس تھے۔

جب شر پسند عناصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فلسطین میں مقیم تھے۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں اس طرح باہمی اختلافات بڑھتے چلے گئے جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے حادثات معرض وجود میں آئے۔ خوارج کا فتنہ رونما ہوا۔ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ مسئلہ تحکیم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نمائندگی کے فرائض سرانجام دیئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نمائندہ تھے اس تاریخی موقع پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی عقل و دانش کے بل بوتے پر ایسا انداز اختیار کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں پلٹا کھا گئے۔ جس کے نتیجے میں یہ معاہدہ طے پایا کہ سرزمین شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا۔ اور عراق و حجاز پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختیارات تسلیم کر لیے گئے۔

خوارج نے مسئلہ تحکیم کو بنیاد بنا کر مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو صفحہ ہستی سے مٹائے بغیر امت مسلمہ میں امن و سکون قائم نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا تین خوارج نے بیت اللہ میں بیٹھ کر یہ معاہدہ کیا کہ ایک ہی تاریخ میں وقت مقررہ پر تینوں شخصیات پر قاتلانہ حملہ کیا جائے' لہٰذا ایسا ہی ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے کی بنا پر شہید ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ران پر زخم آیا علاج کے بعد مندمل ہوگیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طبیعت کے ناساز ہونے کی بنا پر اس روز فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لے گئے تھے اس روز ان کی جگہ قاضی خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی۔ ان پر قاتلانہ حملہ ہوا جس سے وہ جاں بحق ہوگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی لیکن وہ چھ ماہ مسند خلافت پر جلوہ افروز رہنے کے بعد ۴۱ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اس طرح امت مسلمہ پھر دوبارہ ایک قیادت کے تحت آ گئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۳۸ ہجری میں ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو چھ ہزار کا لشکر دے کر مصر روانہ کر دیا وہاں اس وقت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ والی مصر تھے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس منصب پر فائز کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پورے مصر پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ اور انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صوابدید کے مطابق مصر کا نظام چلانے کے اختیارات تفویض کر دیئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ دور حکومت بہت مختصر ثابت ہوا۔ آپ مصر کے دارالحکومت فسطاط میں رہائش پذیر تھے۔ کہ بخار میں مبتلا ہوگئے آپ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک روز زار و قطار رو رہے تھے۔ آپ کے فرزند عبداللہ نے پوچھا ابا جان آپ روتے کیوں ہیں رسول اللہ ﷺ نے تو آپ کے لیے بشارتیں دی ہیں۔

آپ نے فرمایا بیٹا زندگی میں مجھ پر تین دور گذرے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب میں اسلام کے دشمنوں میں شامل تھا ان دنوں میری دلی خواہش تھی کہ میرا اگر بس چلے تو پیغمبر اسلام کو قتل کردوں اگر میں اس دور میں مرجاتا تو یقیناً جہنم رسید ہوتا۔ دوسرا دور وہ تھا جب میں اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے بیعت کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا پھر اچانک پیچھے کرلیا آپ نے ارشاد

فرمایا اے عمرو یہ کیا؟

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری ایک شرط ہے آپ نے فرمایا وہ کیا؟

میں نے کہا میں اس شرط پر اسلام قبول کرتا ہوں کے میرے سارے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

آپ نے فرمایا اے عمرو اسلام قبول کرنے اور ہجرت اختیار کرنے سے پہلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

یہ میرے لیے ایسا سنہری دور تھا کہ آپ کی محبت' عظمت اور جاہ وجلال میرے رگ وریشے میں رچے بسے ہوئے تھے۔ میں ان دنوں نگاہ بھر کر آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ اگر اس دور میں مجھے موت آجاتی تو سیدھا جنت میں جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد میری زندگی کا تیسرا دور بڑا ہنگامہ خیز گذرا۔

اب میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ آخرت میں کیا سلوک کیا جائے گا۔

میرے بیٹے خیال رکھنا جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوحہ نہ کرے۔ مجھے قبر میں اتارنے کے بعد مجھ پر مٹی قدرے آہستہ گرانا دیکھنا مٹی میں کوئی اینٹ یا پتھر نہ ہو۔ پھر کہا بیٹا مجھے سہارا دے کر بٹھاؤ تو بیٹے نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سہارا دے کر بٹھا دیا تو آپ نے مناجات کے انداز میں یہ کہنا شروع کر دیا۔

الٰہی تو مجھے معاف کر دے تو تیرا کرم ہے الٰہی میں طاقت ور نہیں کہ غالب آجاؤں۔

الٰہی گنہگار ہوں معافی چاہتا ہوں تیری بخشش کا امیدوار ہوں۔ میرا سرمایہ حیات لا الہ الا اللہ ہے یہ توحیدی کلمات مسلسل اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے آپ کی وفات یکم شوال ۴۳ ہجری یکم جون ۶۶۴ء بروز ہفتہ ہوئی۔

یہ اللہ سے راضی اور اللہ ان پہ راضی

والی مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے

کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-مسند امام احمد	۲۰۲/۴
۲-طبقات ابن سعد	۴۹۳/۷=۲۵۴/۴
۳-نسب قریش	۴۰۹
۴-المحبر	۷۷، ۱۲۱، ۱۷۷
۵-تاریخ بخاری	۳۰۳/۶
۶-المعارف	۲۸۵
۷-المستدرک	۴۵۵-۴۵۲/۳
۸-المعرفۃ والتاریخ	۳۲۳/۱
۹-تاریخ الطبری	۵۵۸/۴
۱۰-مروج الذہب	۲۱۲/۳
۱۱-جمہرۃ انساب العرب	۱۶۳
۱۲-الجمع بین رجال الصحیحین	۳۶۲/۱
۱۳-تاریخ ابن عساکر	۲۴۵/۱۳
۱۴-اسد الغابۃ	۱۱۵/۴
۱۵-جامع الاصول	۱۰۳/۹
۱۶-الکامل	۲۷۴/۳
۱۷-تاریخ الاسلام	۳۳۵/۲
۱۸-تذہیب التہذیب	۱۰۱/۳
۱۹-مرآۃ الجنان	۱۱۹/۱
۲۰-العقد الثمین	۳۹۸/۶
۲۱-تہذیب التہذیب	۵۶/۸
۲۱-النجوم الزاہرۃ	۱۱۳/۱

۲۲-خلاصہ تذہیب الکمال	۲۴۶
۲۳-شذرات الذہب	۵۳/۱
۲۴-احسن المحاضرہ	۲۲۴/۱
۲۵-البدایۃ والنہایۃ	۲۳۶/۴

فاتح ایران

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

(فرمان نبویؐ)

الٰہی، سعد جب دعا کرے تو اسے قبول کر لینا۔

(فرمان نبویؐ)

سعد بن ابی وقاص جنتی ہے۔

(فرمان نبویؐ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

مضبوط، قدرے فربہ اور دراز جسم، چوڑی پیشانی، بڑا سر، چپٹی ناک، گھنگھریالے بال، گندمی رنگ، جاذب نظر شخصیت جس نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی جس کے اسلام قبول کرنے پر اس کی والدہ نے بھوک ہڑتال کر دی تو اس نے برملا کہا اماں جان ہر چند کہ میرے دل میں تیرا بہت احترام ہے لیکن میں اسلام کو کسی صورت میں بھی چھوڑ نہیں سکتا۔

وہ جانباز جس کو غزوہ احد میں تیر چلاتے دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں، جس کے مستجاب الدعوات ہونے کے لیے رسول اقدس ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی، جس نے ایک تجربہ کار جرنیل اور ایک مدبر حکمران کی حیثیت سے اپنی زندگی میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، جس کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ میرا ماموں ہے اس جیسا کسی کا ماموں ہو تو مجھے دکھلائے، جس نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیدا ہونے والے فتنے کے دور میں گوشہ نشینی اختیار کرنے کو ترجیح دی، جسے رسول اقدس ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی۔

تیمارداری کرتے ہوئے جس کے سینے پر رسول اقدس ﷺ نے ہاتھ رکھا تو زندگی بھر اس کی ٹھنڈک اپنے دل و جگر میں محسوس کرتے رہے، جس کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے یہ دعا کی الٰہی اس کی دعا کو قبول کر اور اس کے تیر کو سیدھا رکھ، جس نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دریائے دجلہ میں گھوڑے اتارے اور وہ صحیح سالم دریا کو عبور کر گئے، وہ جلیل اقدس صحابی جسے غزوہ بدر، احد اور بیعت رضوان میں شرکت کا

اعزاز حاصل ہوا، ان چھ عظیم المرتبت صحابہ میں سے ایک جن کو فاروق اعظم نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لیے نامزد کیا تھا، جس کا نام سعد تھا اور اس کے والد کا نام مالک تھا جو ابو وقاص کے نام سے مشہور تھا جس کی بنا پر تاریخ میں آپ سعد بن ابی وقاص کے نام سے پہچانے جاتے ہیں آیئے اس بطل قادسیہ، فاتح مدائن اور آتشکدہ ایران کو ہمیشہ کے لیے گل کرنے والے عظیم جرنیل، اس مستجاب الدعوات، لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے صحابی کی حیات طیبہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنے راستے کی تاریکی کو اجالے میں بدل دیں۔

* * *

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دو سو ستر احادیث مروی ہیں ان سے عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمر، سائب بن یزید، مصعب بن عمیر، قیس بن ابی حازم، سعید بن مسیب عمرو بن میمون، احنف بن قیس، علقمہ بن قیس، ابرھیم بن عبدالرحمان بن عوف، مجاھد، شریح بن عبید، بشر بن سعید اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا دیتے وقت مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی اپنے والدین کے قربان جانے کے الفاظ کا استعمال نہیں کیا یہ سعادت صرف مجھے حاصل ہے کہ آپ نے غزوہ احد کے دوران مجھے پکارتے ہوئے ارشاد فرمایا ''ارم یا سعد فداک ابی و امی'' تیر چلاؤ تجھ پہ میرے ماں باپ قربان ہوں'' حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں وہ پہلا شخص میں ہوں جس نے مشرکین پر سب سے پہلے تیر پھینکنے کا اعزاز حاصل کیا۔

مسلم شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عامر بن سعد اپنے باپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مشرک غزوہ احد کے دوران مسلمانوں پر پے در پے تیر برسا رہا تھا جس نے لشکر اسلام کی صفوں میں آگ لگا رکھی تھی یہ صورت حال دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا سعد تیر چلاؤ میرے

ماں باپ تجھ پر قربان ہوں میں نے تاک کر ایک تیر اس دشمن کی طرف پھینکا جو سیدھا اس کی پیشانی پر لگا جس سے وہ یکدم زمین پر گر پڑا اور وہ برہنہ ہوگیا اس خطرناک دشمن کا یہ عبرتناک انجام دیکھ کر رسول اقدس ﷺ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہنس پڑے۔

(مسلم شریف)

سیرت ابن ھشام میں امام زھریؒ کے حوالے سے مذکور ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کا ایک جتھا رابغ مقام کی طرف روانہ کیا وہاں ان کا مشرکین سے ٹکراؤ ہوگیا دشمن کا پلہ بھاری تھا اس روز حضرت سعد بن وقاص نے اپنی ماہرانہ تیر اندازی سے اپنے ساتھیوں کا دفاع کیا اور یہ شعر کہے۔

الاهل اتت رسول الله انی حميت صحابتی بصدور نبلی
فما يعد رام فی عدو بسهم يارسول الله قبلی

”کیا یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کی اپنے نیزے کی انی سے حفاظت کی ہے یارسول اللہ دشمن پر وار کرنے کے لیے مجھ سے پہلے کوئی تیرانداز تیار نہ تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کو نیند نہیں آ رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا: کاش آج رات کوئی مرد صالح میرے پاس پہرہ دے یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ ہم نے ہتھیار کی آہٹ سنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ آواز آئی یارسول اللہ ﷺ میں سعد بن ابی وقاص ہوں پہرہ دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں اس کے بعد آپ گہری نیند سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے۔ (صحیح بخاری)

مستدرک حاکم، صحیح مسلم اور حلیہ الاولیاء میں یہ روایت مذکور ہے عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان حضرت سعد بن ابی وقاص جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ میرے بھائی عمر بن سعد نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو عرض کیا ابا جان آپ

یہاں بکریاں چرا رہے ہیں جبکہ لوگ مدینہ منورہ میں حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔
بیٹے کی بات سن کر اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا بیٹے خاموش رہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"ان اللہ عزو جل یحب العبد التقی الغنی الخفی"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک، تونگر اور گوشہ نشین کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، متدرک حاکم، حلیۃ الاولیاء)

مسند امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حلیۃ الاولیا، میں مذکور ہے ریاح بن حارث بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ کوفے کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص نے ان کے سامنے آ کر واہی تباہی بکنا شروع کر دی حضرت سعید بن زید بھی وہاں تشریف فرما تھے انہوں نے پوچھا اے مغیرہ یہ کون ہے؟ اور کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے حضرت مغیرہ نے بتایا کوفی ہے اور حضرت علی کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا ہے یہ بات سن کر حضرت سعید بن زید کو طیش آ گیا فرمانے لگے اے مغیرہ تیرے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کے خلاف یہ زبان درازی، بڑے ہی افسوس کی بات ہے میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ابوبکر فی الجنۃ عمر فی الجنۃ عثمان فی الجنۃ علی فی الجنۃ وطلحہ فی الجنۃ زبیر فی الجنۃ عبد الرحمان بن عوف فی الجنۃ ابو عبیدہ فی الجنۃ۔

نیز ایک اور شخص بھی جنتی ہے۔ کوفہ کی یہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ بات سن کر ہر طرف سے شور اٹھا کہ اے صحابی رسول اس مومن کا نام بھی بتا دیجئے جسے رسول اللہؐ نے اپنی زبان مبارک سے جنت کی بشارت دی تو فرمایا وہ میں سعید بن زید ہوں جسے آپ نے جنت کی بشارت دی۔

(بحوالہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، حلیۃ الاولیاء، مسند امام احمد)

متدرک حاکم میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول

اقدس ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہوگا ہم نے دیکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دروازے سے اندر داخل ہوئے ''بحوالہ مستدرک حاکم''۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔

وان جاھداك علی وان لشرك بی مالیس لك به علم فلا تطعهما“

حضرت سعد بن آبی وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار تھا جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو میری والدہ ناراض ہوکر کہنے لگی یہ کون سا نیا دین تم نے اختیار کرلیا ہے؟ اس نئے دین کو چھوڑ ورنہ میں نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ ہی پانی پیوں گی یہاں تک کہ میں مرجاؤں گی بعد میں لوگ تجھے اپنی ماں کا قاتل کہہ کر پکارا کریں گے۔

میں نے کہا اماں جان ایسا نہ کرو میں یہ دین نہیں چھوڑوں گا والدہ نے بھوک ہڑتال ختم نہ کی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کہا اماں جان خوب اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کرلو اگر تیری سو جان ہو اور وہ ایک ایک کرکے نکلنے لگے میں پھر بھی اس دین کو نہیں چھوڑوں گا تمہاری مرضی ہے کچھ کھاؤ یا نہ کھاؤ والدہ نے جب میرا یہ عزم دیکھا تو چپکے سے کھانا شروع کر دیا۔ (صحیح مسلم)

ترمذی، طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اقدس ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے آپ نے اسے آتا دیکھ کر ارشاد فرمایا یہ میرا ماموں ہے کوئی اس جیسا اپنا ماموں دکھلائے عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ میرے ابا جان نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مجھے تیز بخار ہوا رسول اقدس ﷺ میری تیمار داری کے لیے تشریف لائے میرے چہرے، سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا کی اللھم اشف سعدا (الٰہی سعد کو شفا عطا کر) آپ کے ہاتھ پھیرنے سے مجھے ایسی ٹھنڈک

محسوس ہوئی میرا خیال ہے کہ یہ کیفیت مجھے قیامت تک محسوس ہوتی رہے گی۔

(صحیح بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ نے میرے حق میں یہ دعا کی الٰہی سعد جب آپ نے دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول کر لینا۔

(ترمذی، ابن حبان، مستدرک حاکم، مجمع الزوائد)

جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفیوں نے اپنے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وضاحت کرتے ہوئے امیر المومنین سے کہا میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرز پر نماز پڑھاتا ہوں پہلی دو رکعت قدرے لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو رکعت مختصر کر دیتا ہوں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر کہا ابو اسحاق یہ تیرا ذاتی خیال ہے۔

انہوں نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے ایک نمائندہ وفد کوفے بھیجا جس نے کوفے کی تمام مساجد میں جا کر والی کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو سب نے آپ کی تعریف کی صرف ایک مسجد میں ابو سعدہ نامی شخص نے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ سعد بن ابی وقاص فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف نہیں کرتے، مال کی تقسیم میں مساوات کو پیش نظر نہیں رکھتے، جنگ میں خود شریک نہیں ہوتے اس شخص کے اس بہتان پر حضرت سعد نے یہ دعا کی:

''الٰہی اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اسے اندھا کر دے اسے فقر و فاقہ میں مبتلا کرنا، لمبی عمر عطا کرنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کرنا، عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے کوفے کو گلیوں میں در در کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے دیکھا وہ واقعی اندھا ہو گیا وہ رذیل عمر تک پہنچا اور طرح طرح کے فتنوں میں بھی مبتلا ہوا جب اس سے پوچھا جاتا کہ تجھے یہ کیا ہوا تو وہ کہتا لوگو میں تمہیں کیا بتاؤں سعد بن ابی وقاص کی بددعا لگ گئی ہے میں آجکل بڑی آزمائش میں مبتلا ہوں۔ (بخاری، مسلم مسند احمد، نسائی، ابوداؤد)

اسحاق بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ غزوہ احد کے دوران عبداللہ بن جحش نے مجھ سے کہا آؤ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں ہم دونوں ایک طرف الگ ہو گئے اور میں نے یہ دعا کی ''اے میرے رب کل جب ہمارا دشمن سے سامنا ہو تو میرے مقابلے میں بہادر' نڈر جوانمرد آئے' میرا اس سے سخت مقابلہ ہو وہ مجھے گرائے میں اسے گراؤں پھر مجھے اس پر غلبہ عطا کر دینا' عبداللہ بن جحش نے میری دعا سن کر آمین کہا۔

پھر اس نے یہ دعا کی ''الٰہی کل میرا مقابلہ سخت جان دشمن سے ہو میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھ پر قابو پالے میری ناک کاٹ دے میرے کان کاٹ دے جب قیامت کے دن میں تجھ سے ملوں تو مجھ سے پوچھے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں الٰہی یہ تیری امانت تھے جو تیرے نام پر قربان کر دیئے تیری طرف سے جواب ہو عبداللہ تو نے سچ کہا حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے کہیں بہتر تھی میں نے دوسرے روز شام کے وقت دیکھا کہ دشمن نے اس کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پرو کر ایک درخت کے ساتھ لٹکائے ہوئے ہیں۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد' مستدرک حاکم)

حضرت ابوامامہ باھلی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اقدس ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی آپ کا انداز بیاں انتہائی رقت انگیز تھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ آہیں بھرتے ہوئے کہنے لگے کاش کہ میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا میرے ہوتے ہوئے تم موت کی تمنا کرتے ہو یہ بات آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے تین مرتبہ دہرائی اے سعد سنو اگر تجھے جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جتنی بھی لمبی عمر ہوگی اچھے عمل ہوں گے اتنا ہی تیرے لیے بہتر ہوگا۔ (بحوالہ مسند امام احمد)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں بیت المال کے امین تھے والی کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے

اپنی ذاتی ضرورت کے لیے بیت المال کے امین سے قرض حاصل کیا۔ جو وقت پر ادا نہ کیا جا سکا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سختی سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جس سے دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا تو تو میں میں کی نوبت آئی تو ہاشم بن عقبہ نے کہا آپ دونوں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کو پھینکا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابھی انہوں نے اپنی زبان سے اللھم رب السموات کے الفاظ کہے ہی تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا دیکھئے بددعا نہ کرنا۔ یہ بات سنتے ہی وہ خاموش ہو گئے پھر فرمانے لگے اگر میرے دل میں اللہ کا ڈر نہ ہوتا۔ تو آج تیرے خلاف ایسی دعا کرتا جو قطعاً خطا نہ جاتی۔ (بحوالہ مجمع الزوائد)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ باز آ جاؤ صحابہ کرام کے خلاف زبان درازی نہ کرو لیکن وہ باز نہ آیا تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے خلاف دعا کرنے لگے اچانک کیا دیکھتے ہیں۔ ایک بختی نسل کا خراسانی اونٹ مجمع کو چیرتا ہوا آیا اور اس نے اس شخص کی گردن کو اپنے جبڑے سے پکڑ کر پہلے خوب جھنجھوڑا اور پھر زمین پر پٹخ دیا اور ساتھ ہی اسے سینے کی چکی کے نیچے مسل دیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ میں نے لوگوں کو یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ اس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔

(بحوالہ مجمع الزوائد، المعجم الکبیر طبرانی)

حسین بن خارجہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ امت مسلمہ فتنہ میں مبتلا ہو گئی۔ مسلمانوں کی آپس میں تلواریں ٹکرانے لگیں تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

الٰہی مجھے حق کا راستہ دکھلا دے جس پر میں گامزن ہو سکوں۔

تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دنیا و آخرت کے درمیان ایک دیوار حائل ہے۔ میں نے اس دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو لوگوں کا جم غفیر نظر آیا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم فرشتے ہیں۔ میں نے پوچھا شہداء کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا ذرا اور اوپر چڑھو میں نے اوپر چڑھنا شروع کیا تو مجھے حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دکھائی دیئے۔ رسول اقدس ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ کہ میری امت کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا آپ کو معلوم نہیں ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا گل کھلائے؟ کیسے خون خرابہ کیا؟ انہوں نے اپنے امام کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے میرے خلیل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مانند گوشہ نشینی اختیار کیوں نہیں کر لی۔ میں نے یہ خواب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ تو وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے واقعی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفاقت میسر نہیں وہ خائب و خاسر ہے۔

میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس فتنے کے دور میں کس کے طرفدار ہیں انہوں نے فرمایا میں دونوں گروہوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ میں نے عرض کیا میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے پاس بکریاں ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا بکریاں خرید لو اور انہیں جنگل میں چرایا کرو۔

(بحوالہ مستدرک حاکم والاصابتہ فی تمیز الصحابہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ عنفوان شباب میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہ پہلے تربیتی مرکز دار ارقم میں رسول اقدس رضی اللہ عنہ سے فیضیاب ہوئے اور ان خوش نصیب صحابہ کرام میں شامل ہوگئے۔ جنہوں نے پہلے مرحلے میں ہی اسلام کی دولت سے اپنے دامن بھر لیے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کافروں کے شر سے بچنے کی خاطر عام طور پر مکہ معظمہ کے گردونواح میں ویران و سنسان جگہوں پر چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک خفیہ جگہ میں مصروف عبادت تھے۔ قریش مکہ کے چند شرارتی نوجوان اس طرف آ نکلے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کومصروف عبادت دیکھا۔ تو کھلکھلا کرہنس دیئے اورتوہین آمیز مذاق کرنے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ صورت حال دیکھ کر بڑے کبیدہ خاطر ہوئے اور غصے میں آ کر قریب پڑی اونٹ کی ہڈی اٹھا کر پورے زور سے انہیں دے ماری جو تیر کی طرح سیدھی ان کے ایک ساتھی کے سر پر جا لگی جس سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور سب خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسلامی حمیت اور دینی غیرت کا یہ پہلا جرات مندانہ اقدام تھا جو دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے موثر ثابت ہوا۔

حضرت سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں یوں تو بے شمار اوصاف پائے جاتے ہیں لیکن دو وصف ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسرے تمام صحابہ کرام سے ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔

پہلا وصف یہ ہے کہ وہ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ جہاں تاک کر مارا وہیں جا کر پیوست ہوا۔ غزوہ احد کے دوران جب رسول اقدس ﷺ نے انہیں تیر چلاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

”ارم یا سعد فداك ابی و امی“

”اے سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تجھ پر قربان“ تمام صحابہ کرامؓ میں صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی وہ جلیل القدر صحابی دکھائی دیتے ہیں جن کے لیے رسول اقدس رضی اللہ عنہ نے ”فداك ابی و امی“ کے الفاظ استعمال کیے۔

دوسرا امتیاز انہیں یہ حاصل ہے کہ رسول اقدس رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہا۔

”اللهم استجب لسعد اذا دعاك“

الٰہی سعد جب دعا کرے تو اسے شرف قبول عطا کرنا۔ رسول اقدسؐ نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا بھی کی:

"اللھم استجب دعوته و سدد رمیته"

الٰہی اس کی دعا قبول کر اور اس کے تیر کو سیدھا رکھنا

دشمن کو زیر کرنے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس دو موثر ہتھیار تھے۔ ایک تیر اور دوسرا دعا تیر کا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا اور دعا بھی اللہ کے دربار میں شرف قبولیت پاتی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے آپ نے ورثے میں بڑی جائیداد چھوڑی حجۃ الوداع میں آپ رسول اقدس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو آپ تیمار داری کے لیے تشریف لائے۔ ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر شفا کے لیے دعا کی۔

عرض کی یارسول اللہؐ میں مالدار ہوں صاحب جائیداد ہوں۔ میری ایک ہی بیٹی ہے جو جائیداد کی وارث بنے گی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی جائیداد کا دو تہائی حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ دے دوں آپؐ نے فرمایا نہیں یہ بہت زیادہ ہے عرض کی آدھا مال اللہ کی راہ میں دے دوں فرمایا نہیں یہ بھی زیادہ ہے عرض کی کیا تیسرا حصہ مال اللہ کی راہ میں دینے کی اجازت ہے فرمایا ہاں تیسرا حصہ آپ دے سکتے ہیں اور یہ تیرے لیے کافی ہے۔

اے سعد یاد رکھو ورثاء کو مالدار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونا بہتر ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ انسان جب دنیا سے رخصت ہو تو ورثاء کو کنگال کر کے جائے کہ وہ بعد میں لوگوں سے مانگنے پر مجبور ہوں:

سعد اللہ کی راہ میں جو تم خرچ کرو گے اس کا اجر و ثواب تمہیں دیا جائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری روز بروز پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی۔ آپ کو مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت تھی آپ کا دل یہی چاہتا تھا کہ موت مدینہ منورہ میں آئے۔ رسول اقدس رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بے چینی کو دیکھ کر اس کے سینے پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور تین مرتبہ یہ کہا:

الٰہی سعد کو شفا عطا فرما:

آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے۔ آپ تندرست ہوئے اور لمبی عمر پائی۔ اور اسلام کی سر بلندی کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

ایک روز رسول اقدس ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا تم اس وقت تک نہیں مرو گے جب تک تمہارے ذریعے ایک قوم کو فائدہ اور دوسری قوم کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بحیثیت جرنیل ایسے جنگی اقدامات کیے جس سے عجمی پسپا ہوئے اور عربوں کو سرفرازی نصیب ہوئی۔ صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے اور شادیاں بھی کیں جن سے کثیر تعداد میں لڑکیاں اور لڑکے پیدا ہوئے۔

* * *

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو سرزمین ایران میں اضطراب و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی۔ عظیم المرتبت مشہور جرنیل صحابی مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایران کی تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ یزدجرد سوئم ایران میں ابھی ابھی تخت نشین ہوا ہے۔ یہ ابھی نو عمر اور ناتجربہ کار ہے۔ ایران پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اسے اسلامی ریاست میں شامل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

امیر المومنین ۱۵ ہجری میں لشکر اسلامی کی شاندار کامیابی سے سرزمین شام کی جانب سے قدرے مطمئن ہو چکے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اب پوری توجہ عراق فتح کرنے کی طرف دی جائے لہذا لشکر کو عراق کی جانب روانگی کے لیے تیار ہونے کا حکم صادر فرمایا دیا۔ لشکر جب تیار ہوا تو امیر المومنین نے حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب نامزد کیا اور خود لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے روانہ ہونے لگے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے کہا آپ کا مرکز کو

چھوڑ کر جانا مناسب نہیں آپ کسی دوسرے تجربہ کار صحابی رضی اللہ عنہ کو لشکر کا قائد نامزد کریں جنگ میں کوئی صورت بھی پیش آ سکتی ہے ابھی آپ کی امت مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔ امیر المومنین یہ تجویز سن کر خاموش ہو گئے۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

> ایھا الناس انی کنت عازما علی الخروج معکم وان ذوی اللب والرای منکم قد صد فونی عن ھذا الرای واشارو بان اقیم وابعث رجلا من الصحابة یتولی امرالحرب۔
>
> لوگو! میں نے تمہارے ساتھ جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا لیکن تم میں سے بعض اہل دانش نے میرا رخ اس ارادے سے پھیر دیا۔ اور مجھے یہ اشارہ دیا کہ میں یہاں مرکز میں مقیم رہوں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی مرد میدان کو جنگی ذمہ داری سونپ کر روانہ کر دوں۔

نظر انتخاب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر پڑی انہیں اس منصب کے لیے موزوں قرار دیا گیا۔ امیر المومنین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو قائد نامزد کر کے لشکر اسلام کو عراق فتح کرنے کی مہم پر روانہ کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر کے ہمراہ منزلیں طے کرتے ہوئے عراق کے دروازے قادسیہ تک ۱۵ ہجری بمطابق ۶۳۶ء کو پہنچ گئے۔ یہاں پر ایرانی فوج اپنے ملک کے دفاع کے لیے خیمہ زن تھی۔ مشہور و معروف جرنیل رستم قیادت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اسی کی کمان میں تیس ہزار ایرانی فوج مورچہ لگائے ہوئے تھی۔ جب کہ لشکر اسلام تقریبا آٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

پہلے مرحلے میں عربی اور ایرانی لشکر کے دونوں جرنیلوں کے درمیان تبادلہ خیال کا دور شروع ہوا۔ عربی لشکر کا نمائندہ ایرانی جرنیل رستم کے پاس آیا دیکھا کہ وہ ایک سونے کے تخت پر براجمان ہے۔ اردگرد دیو ہیکل ہاتھیوں پر سوار فوجی دستہ پہرہ دے رہا ہے۔ عربی نمائندہ اپنے گھوڑے کی لگام تھامے تلوار کندھے پر لٹکائے بڑی بے نیازی

کے انداز میں آگے بڑھا اور گھوڑا تخت کے پائے کے ساتھ باندھ دیا درباری یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں۔ روباہی

علامہ بلاذری فتوح البلدان میں رقمطراز ہیں کہ رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ آپ میرے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کے لیے کسی مناسب نمائندے کو بھیجیں۔ تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ رستم کے دربار میں پہنچے اور اس کے تخت پر بیٹھنے لگے تو پہرے داروں نے رستم کے برابر بیٹھنے سے روک دیا' دوران گفتگو رستم نے کہا:

"لقد علمت انه لم تحملكم على ما انتم فيه الاضيق المعاش و شدوا لجهد ونحن نعطيكم ماتتشبعون به ونصرفكم ببعض ماتحبون۔

فقال المغيره ان الله بعث الينا نبيه ﷺ فسعدنا باجابته واتباعه وامرنا بجهاد من خالف ديننا "حتى يعطوا الجزية عنهم وهم صاغرون" ونحن ندعوك الى عباد الله وحده والايمان نبيه فان فعلت و الا فاليسف بيننا وبينكم فقال له رستم والشمس والقمر لا يرتفع الضحى غدا حتى نقتلكم اجمعين فقال المغيرة۔

لاحول ولا قوة الا بالله وانصرف عنه"

مجھے معلوم ہوا کہ غربت و افلاس نے تمہیں یہاں آنے پر انگیخت کیا ہم تمہیں اتنا مال و دولت دے دیں گے کہ تم سیر ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں پسندیدہ اشیاء دے کر واپس لوٹائیں گے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا نبیؐ بھیجا ہم نے آپ کا حکم مانا اور آپ کی اتباع اختیار کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اور ہمیں ہر اس (قوم) کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا جس نے ہمارے دین کی مخالفت کی یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں۔

ہم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے نبیؐ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم اسے قبول کر لو تو بہتر ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ رستم نے جواب دیا کہ کل صبح طلوع آفتاب ہوتے ہی ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت مغیرہ نے کہا:

لاحول ولا قوة الا بالله

اور واپس اپنے لشکر کی طرف پلٹ گئے۔

اس کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان زوردار جنگ ہوئی جسے جنگ قادسیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی اپنی معروف کتاب معجم البلدان میں رقمطراز ہیں کہ قادسیہ سرزمین عراق میں ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے۔ یہاں لشکر اسلام اور ایرانی لشکر آپس میں ٹکرائے۔ اسلامی فوج کے قائد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے لیکن یہ ناسازیٔ طبیعت کی بنا پر بذات خود اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان کا پورا جسم پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور پاؤں میں آبلے ظاہر ہونے کی وجہ سے آپ چل بھی نہیں سکتے تھے۔ اپنی جگہ خالد بن عرفطہ کو لشکر اسلام کا کمانڈر نامزد کیا اور خود محل کے بالائی مقام پر بیٹھ کر مسلسل ہدایات دیتے رہے لیکن بیماری کی وجہ سے خود جنگ میں شریک نہ ہو سکے قبیصہ بن جابر بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ایک چچا زاد منچلے بھائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ شعر کہا

الم تر ان الله انزل نصره
وسعد بباب مغلق
فابنا فقد امت نساء كثيرة

ونسوة سعد ليس فيهن ايم

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے اپنی مدد نازل کی اور سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ کے دروازے پر بند ھا رہا۔

ہم واپس لوٹے کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی تو بیوہ نہ ہوئی۔

یہ ہجو گوئی کی خبر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

اللهم اقطع عني لسانه ويده۔

الٰہی اس شخص کی زباں گنگ ہو جائے اور ہاتھ کٹ جائے۔

ہم نے دیکھا کہ واقعی اس کی زبان بند ہوگئی اور لڑائی میں ہاتھ بھی کٹ گیا۔

جنگ قادسیہ چار روز جاری رہی۔ پہلے دن کو یوم ارماث دوسرے دن کو یوم اغواث تیسرے دن کو یوم عماس اور چوتھے دن کو یوم قادسیہ کے نام سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس دن تیز آندھی چلی جن سے جنگ کا پانسا پلٹ گیا۔

جنگ قادسیہ میں لشکر اسلام کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ ایرانی فوج کا جرنیل رستم اس جنگ میں مارا گیا اور بہت سے ایرانی فوجی میدان کارزار میں موت کے گھاٹ اتارے گئے جو باقی بچے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

* * *

جنگ قادسیہ سے فتح یاب ہو کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے' راستے میں دریائے دجلہ حائل تھا جس کے پلوں کو حفاظتی اقدامات کے پیش نظر ایرانی فوج نے اکھاڑ پھینکا تھا۔ کشتیاں بھی غائب کر دی گئی تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو اپنے لشکر کو لے کر گھوڑوں پر سوار دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچ چکے تھے صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے مجاہدین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

ساتھیو! دشمن نے اپنی جان بچانے کے لیے دریا کا سہارا لیا ہے۔ آگے بڑھو اور ان کا یہ سہارا بھی چھین لو یہ کہا اور اپنا گھوڑا دریا میں اتار دیا سپہ سالار کی پختہ ایمانی اور جرات کو دیکھتے ہوئے سب مجاہدین نے اپنے گھوڑے دریائے دجلہ میں اتار دیئے اور یوں منظم طریقے سے آگے بڑھنے لگے جیسے میدان میں دوڑے جا رہے ہوں دریا کی موجوں کے ٹکرانے کی کوئی پروا نہیں تھی مجاہدین کے چہرے فاتحانہ مسکراہٹوں سے چمک رہے تھے دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے ایرانی فوج کھڑی یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہی تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ سب لوگ پانی میں غرق ہو جائیں گے لیکن جب ہنستے مسکراتے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے کے قریب پہنچنے لگے تو ایرانی فوج کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی فضا میں یہ آواز گونجنے لگی۔

دیواں آمدند، دیواں آمدند

یہ کہتے ہوئے کہ دیو آ گئے دیو آ گئے سر پر پاؤں رکھ کر ایرانی فوج بھاگنے لگی۔

سپہ سالار چند فوجیوں کو لے کر مقابلے میں کھڑا ہوا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔

شاہ ایران یزدجرد نے لشکر اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اہل وعیال کو حلوان روانہ کر دیا تھا۔ اور بعد میں خود بھی شاہی محلات کو حسرت بھری نگاہوں سے خیر باد کہتے ہوئے مدائن سے حلوان کی جانب فرار ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب لشکر کو لے کر شہر میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آپ کی زبان پر بے ساختہ قرآن حکیم کی یہ آیات آ گئیں۔

کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم و نعمة کانوا فیها فاکهین کذالك و اورثنها قوما آخرین۔ الایة

کس قدر باغات چشمے کھیتیاں عمدہ مقام اور نعمتیں چھوڑ گئے جس میں خوش وخرم زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ہم نے ان چیزوں کا مالک دوسری قوموں کو بنا دیا۔

شاہ ایران یزدجرد کے محل میں تخت شاہی کی جگہ منبر نصب کیا گیا۔ حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا:

چند دن گذرنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شاہی خزانہ اور نوادرات کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا تو سونے چاندی جواہرات اور تاریخی نوادرات کا ڈھیر لگ گیا جس سے میدان جگمگا اٹھا دستور کے مطابق مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت مدینہ منورہ کو روانہ کرنے کے بعد باقی سارا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

بغداد سے خراسان کی طرف جانے والی سڑک پر ایک مشہور تاریخی شہر آباد ہے جس کا نام جلولاء ہے۔ قریب ہی ایک بہت بڑا دریا بھی بہتا ہے یہاں پہ لشکر اسلام اور ایرانی فوج کے درمیان ۱۶ ہجری کو جنگ ہوئی جس میں ایک لاکھ ایرانی فوجیوں نے حصہ لیا لشکر اسلام کو اس تاریخی معرکے میں شان دار کامیابی نصیب ہوئی۔ تیز آندھی کی صورت میں اللہ تعالی نے لشکر اسلام کی مدد کی ایرانی فوج اس خوفناک آندھی میں سراسیمہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلی۔ یہ مقام چونکہ عراق کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں پیش آنے والا معرکہ مکمل ایران کے فتح ہو جانے کا باعث بنا اس کے سرنگوں ہوتے ہی پورے ایران پر اسلامی حکومت کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ جب یہاں سے ملنے والا مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے اور عرض کی کہ حضرت یہ تو خوشی کا موقع ہے آپ آنسو بہا رہے ہیں۔ فرمایا ہاں جہاں مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے وہاں حسد، بغض اور عناد کی آفت بھی در آتی ہے۔ اس طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سرزمین عراق کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

* * *

۲۳ ہجری کو ایرانی نسل کے ایک آتش پرست غلام ابو لولو نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ زندگی کے آخری لمحات میں امیر المومنین نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے چھ جلیل القدر صحابہ کی

ایک مجلس تشکیل دے دی جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ اس موقع پر امیر المومنین نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے کسی شخص کو خلیفہ نامزد کرنا ہوتا تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نامزد کرتا چونکہ یہ امت مسلمہ کا حق ہے جسے وہ پسند کرے اسے اپنا خلیفہ بنا لے آپ نے اس تاریخی موقعہ پر یہ بھی وصیت کی کہ اگر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے تو بہتر ورنہ جو بھی خلیفہ منتخب ہو وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائے اسے کسی صورت میں نظر انداز نہ کیا جائے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر نامزد کر دیا تو وہ حکومت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے عراق کے دارالحکومت کوفہ پہنچ گئے تین سال تک وہاں اپنے فرائض منصبی ادا کیے ایک روز انہیں ذاتی ضرورت پیش آئی تو بیت المال کے امین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رقم حاصل کی جو وقت پر ادا نہ کی جا سکی انہوں نے سختی سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا جس کے نتیجے میں دونوں حضرات کے مابین اختلافات پیدا ہوئے شکایت دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچی تو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بلا لیا۔ مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلے پر انہوں نے اپنے لیے ایک گھر تعمیر کر لیا تھا۔ جس میں رہائش اختیار کر کے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شدید فتنے کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بالکل الگ تھلگ رہے۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ مجھے مسلمانوں کی باہمی لڑائی کے بارے میں کوئی واقعہ بھی نہ بتایا جائے مجھے یہ سن کر دلی دکھ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں بھائی اپنے بھائی کی گردن کاٹے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا جائے۔ دونوں طرف قابل احترام ساتھی ہیں۔ میں

کسی کے خلاف تلوار اٹھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس دوران کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ ان حالات میں کس کا ساتھ دینا پسند کریں گے آپ نے فرمایا میں کسی کا بھی ساتھ نہیں دوں گا۔ میں اس فتنے سے بالکل الگ تھلگ ہوں۔ اس نے کہا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا بکریاں خرید و اور جنگل میں جا کر انہیں چراؤ اس میں عافیت ہے تمہارے لیے بہتر یہی ہے۔

* * *

۵۴ ہجری میں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۸۰) برس کے ہوئے مقام عقیق پر واقع اپنے محل میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ موت کا پیغام آ گیا۔ آپ کے فرزند ارجمند زندگی کے آخری لمحات کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ابا جان کا سر میری گود میں تھا آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا۔ آپ نے فرمایا بیٹا کیوں رو رہے ہو۔ مطمئن رہو۔ یقیناً اللہ مجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ میں ان شاء اللہ جنت میں جاؤں گا کیونکہ اپنے جنتی ہونے کی بشارت میں نے خود رسول اقدس رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنی ہے۔ پھر آپ نے الماری کی طرف اشارہ کیا اسے کھولا گیا۔

اس میں ایک پرانی چادر پڑی ہوئی تھی۔ اسے نکالا گیا آپ نے فرمایا غزوہ بدر میں یہ چادر میرے زیب تن تھی میں نے اسے بہت سنبھال کر رکھا۔ مجھے اس کا کفن پہنایا جائے بوسیدہ ہے تو کیا ہوا؟ میری دلی خواہش ہے کہ یہ بابرکت اور تاریخی چادر میرے ساتھ قبر میں جائے یہ کہا اور پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اے عراق کے ہر دلعزیز گورنر اور فاتح۔

اے دریائے دجلہ میں بے خطر گھوڑے دوڑانے والے

اے آتش کدہ ایران کو ہمیشہ کے لیے بجھا دینے والے۔

اے لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے۔

اے عظیم جرنیل' بطل حیرت اور ہر دلعزیز حکمران سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

الوداع: الوداع: الوداع

سدا بہار جنت میں خوش رہو' آباد رہو' شاداب رہو' جنت کی پر کیف فضاؤں میں شگفتہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہو۔ جنت کی بہاروں سے دل بہلاتے رہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی' خوشحالی کی زندگی بسر کی' کثیر اولاد کی نعمت سے سرفراز ہوئے ایک کامیاب جرنیل اور ہر دلعزیز حکمران کی حیثیت سے شہرت پائی مستجاب الدعوات ہونے کا اعزاز حاصل کیا بلا کے تیر انداز تھے۔ نشانہ کبھی خطا نہ جاتا۔ رقیق القلب ایسے کہ خوف خدا سے لرزہ براندام ہو جاتے۔

یہ اپنے اللہ پر راضی اور اللہ ان پر راضی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- مسند امام احمد	۱/۱۶۸-۱۸۷
۲- فتوح البلدان	۳۱۵
۳- طبقات ابن سعد	۳/۹۷
۴- نسب قریش	صفحات ۹۴-۲۵۱-۲۶۳-۲۶۹-۳۹۳-۴۲۱
۵- طبقات خلیفہ	صفحہ: ۱۵-۱۲۶
۶- تاریخ خلیفہ	۲۲۳
۷- التاریخ الکبیر	۴/۴۳
۸- التاریخ الصغیر	۱/۹۹-۱۰۱
۹- المعارف	۲۴۱-۲۴۴
۱۰- حلیۃ الاولیاء	۱/۹۲-۹۵
۱۱- الاستیعاب	۴/۱۷۰-۱۷۷

۱۲- تاریخ بغداد	۱۴۶-۱۴۴/۱
۱۳- تاریخ ابن عساکر	۶۶/۷
۱۴- جامع الاصول	۱۸/۹
۱۵- اسد الغابۃ	۳۷۰-۳۶۶/۲
۱۶- تہذیب الاسماء واللغات	۲۱۴-۲۱۳/۱
۱۷- تہذیب الکمال	۴۷۸
۱۸- دول الاسلام	۴۰/۱
۱۹- تاریخ الاسلام	۲۸۱/۲
۲۰- العبر	۶۰/۱
۲۱- نکت الہمیان	۱۵۵
۲۲- مجمع الزوائد	۱۵۳/۹
۲۳- العقد الثمین	۵۴۷-۵۳۷/۴
۲۴- طبقات القراء	۳۰۴/۱
۲۵- تہذیب التہذیب	۴۸۳/۳
۲۶- الاصابۃ	۱۶۴-۱۶۰/۴
۲۷- النجوم الزاہرۃ	۱۴۷/۱
۲۸- تاریخ الخلفاء	۲۵۰
۲۹- خلاصۃ تذہیب الکمال	۱۳۵
۳۰- کنز العمال	۲۱۳-۲۱۲/۱۳
۳۱- شذرات الذہب	۶۱/۱
۳۲- تہذیب تاریخ ابن عساکر	۱۱۰-۹۵/۶

والی کوفہ و بحرین

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

"اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں سے کسی ایک دروازے میں سے بھی کسی خاص تدبیر کے بغیر نکلا نہ جا سکتا ہو تو مغیرہ بن شعبہ اتنے زیرک ہیں کہ وہ باری باری آٹھوں دروازوں سے نکل جائیں گے"

(قبیصہ بن جابر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دراز قد' کشادہ سینہ' فراخ بازو' بڑا سر' بھورے بال' بارعب چہرہ' عقابی آنکھیں' پیوستہ لب' بیدار مغز' گٹھا ہوا چھریرا بدن' بلا کا ذہین سیاستدان' جو الجھے ہوئے مسائل کی گتھی کو سلجھانے کا بڑا ماہر تھا جس کی انتظامی صلاحیت دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے اسے بحرین کا گورنر نامزد کر دیا۔ جس کی ذہانت وفطانت اور باریک بینی سے متاثر ہو کر امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ نے بصرے کا گورنر مقرر کیا' جس کی بلند خیالی اور عالی ظرفی کو دیکھتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں کوفے کا حاکم متعین کیا' جس نے عہد صدیقی میں حیرت انگیز انداز میں جنگی کارنامے سرانجام دیئے' جس نے مرتدین کا قلع قمع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا وجس نے جرات مندانہ انداز سفارت کے فرائض سرانجام دیئے وجو عقل ودانش اور فہم وفراست کے اعتبار سے سرزمین عرب کا ممتاز سیاستدان تھا وجو ایک مدبر حکمران اور تجربہ کار جرنیل تھا جسے تاریخ اور میرت کی کتابوں مین مغیرہ بن شعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آیئے اس جلیل القدر صحابی کی سیرت کے نمایاں اور درخشاں پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی تدبیر کریں۔

* * *

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ کی کنیت ابوعیسیٰ تھی خود بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری کنیت ابوعیسی رکھی ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابومحمد بھی بتائی جاتی ہے۔

تاریخ دمشق میں زید بن اسلم کے حوالے سے روایت مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہا اگر آپ اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھتے تو

میری نظر میں بہتر تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری کنیت ابوعیسی رسول اللہ ﷺ کی تجویز کردہ ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ علم، سیاست اور جہاد کے میدان میں زندگی بھر نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان سے تقریباً ۱۳۳ احادیث مروی ہیں ان کے شاگردوں میں ابوامامہ باہلی، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، ابووائل، عروہ بن زبیر، ابوادریس خولانی اور علی بن ربیعہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص، معاویہ بن ابی سفیان، قیس بن سعد اور مغیرہ بن شعبہ سرزمین عرب کے معروف سیاستدان تھے۔

ابوموسیٰ ثقفی کا بیان ہے کہ مغیرہ بن شعبہ دراز قد تھے ان کی ایک آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہو گئی تھی بعض نے ان کی ایک آنکھ کے ضائع ہونے کا سبب سورج گرہن کو قرار دیا کہ انہوں نے گرہن لگے سورج کی طرف دیکھا تھا جس سے ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد)

ابن اسحاق عامر بن وہب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ بن مالک چھ افراد کے ہمراہ تجارت کی غرض سے مکہ سے مصر کی جانب روانہ ہوئے مکہ معظمہ سے تھوڑے فاصلے پر واقع بزاق مقام پر پہنچے تو انہوں نے ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ان کا سامان اپنے ساتھ لیا اور رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوئے آپ نے پوچھا بنو مالک کے افراد کا کیا بنا عرض کی یارسول اللہ میں نے سب کو قتل کر دیا ہے۔ اور سامان کو مال غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے ساتھ لے آیا اور یہ سامان بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ نے فرمایا آپ کا اسلام تو قبول ہے لیکن یہ سامان ہم نہیں لیں گے۔ رسول اقدس ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا۔

فان الاسلام یجب ما کان قبلہ

اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کمال درجے کے ذہین وفطین تھے۔ دشمن کی چال کو فوری طور پر بھانپ لیتے تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد بحرین کے باشندے ان کے خلاف ہو گئے دربار خلافت میں ان کے خلاف شکایت کی امیر المومنین نے انہیں واپس بلا لیا۔ بحرین کے باشندوں نے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک لاکھ درہم اکٹھا کیا اور یہ رقم دے کر اپنے ایک نمائندے کو دربار خلافت مدینہ منورہ روانہ کر دیا اس نے جا کر امیر المومنین کی خدمت میں وہ رقم پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک لاکھ درہم مغیرہ بن شعبہ نے خفیہ طور پر میرے پاس رکھا ہوا تھا اسے بیت المال میں جمع کر لیجئے اہل بحرین نے یہ چال اس لیے چلی تھی کہ اس طرح امیر المومنین مغیرہ بن شعبہ کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے آئندہ کبھی بھی انہیں بحرین کا حاکم نامزد نہیں کریں گے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے خلاف اس سازش کو دیکھا تو فورا معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے امیر المومنین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے دریافت کیا کہ تم نے اس خیانت کا ارتکاب کیوں کیا عرض کی امیر المومنین میں نے دو لاکھ جمع کرائے تھے انہوں نے ایک لاکھ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ایک لاکھ خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں' بحرین سے آئے ہوئے نمائندے نے جب یہ بات سنی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے آئیں بائیں شائیں کرنے لگا' پاؤں تلے سے زمین سرکتی دکھائی دینے لگی۔

اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اب مزید ایک لاکھ اور کہاں سے لائے اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ حقیقت حال سے امیر المومنین کو آگاہ کر دیا جائے اس نے دربار خلافت میں معافی کی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بالکل بری ہیں۔ انہوں نے کسی خیانت کا ارتکاب نہیں کیا یہ ہماری شرارت ہے۔ ہم نے اپنی نادانی کی بنا پر یہ سوچا تھا کہ اس طرح انہیں دوبارہ کبھی بحرین نہیں بھیجا جائے گا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ اتنے زیرک انسان ہیں جو ہمارے بنائے ہوئے جال میں ہمیں ہی پھنسا دیں گے۔

امیر المومنین نے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے دو لاکھ کا بڑے کھلے دل سے اعتراف کیوں کر لیا تھا۔؟

عرض کی امیر المومنین چونکہ انہوں نے مجھے بدنام کرنے کے لیے یہ سازش تیار کی تھی اتنی بڑی رقم دیکھتے ہی میں صورت حال کو بھانپ گیا تھا۔ اگر میں اس ایک لاکھ کا انکار کرتا تو شاید آپ تسلیم نہ کرتے کیونکہ نقد رقم آپ کی خدمت اس نے پیش کر دی تھی اور گواہی کے لیے افراد بھی موجود تھے میں یہ جانتا تھا کہ میرے خلاف یہ ایک گھناؤنی سازش ہے میں نے مزید ایک اور لاکھ کا اعتراف اس لیے کیا کہ یہ بقایا رقم پیش نہیں کر سکیں گے اور حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

یہ جواب سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت کا اندازہ ہوا کہ یہ کس قدر بیدار مغز تھے۔ کتنی جلدی معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۳۸)

ابلہ بصرہ کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے ایک مشہور و معروف شہر ہے۔ معروف جرنیل حضرت عتبہ بن غزوان کی زیر قیادت لشکر اسلام نے اسے فتح کیا جب یہ جلیل القدر جرنیل امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھا دیا کریں جب یہ فوت ہوئے تو امیر المومنین نے مغیرہ بن شعبہ کو بصرہ کا گورنر نامزد کر دیا۔ یہ تین سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ (بحوالہ تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۳۸)

امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے قبیصہ بن جابر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ رہا ہوں۔ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں ان میں سے کسی ایک سے بھی بغیر تدبیر کے نکلنا ممکن نہ ہو تو مغیرہ بن شعبہ اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے آٹھوں دروازوں سے نکل جائیں گے۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر ۱۷/۴۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں تقریباً ستر عورتوں سے نکاح

کیا وہ کہا کرتے تھے کہ ایک عورت کے خاوند کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب وہ بیمار ہوتی ہے تو وہ بھی مریض بن جاتا ہے جب اسے ماہواری کے دن ہوتے ہیں وہ بھی اس زمرے میں آ جاتا ہے۔

دو بیویوں کا خاوند دو بھڑکتے ہوئے شعلوں کے درمیان پھنسا ہوا ہوتا ہے۔ وہ چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا کرتے تھے اور چاروں کو بیک وقت ہی طلاق دے دیا کرتے تھے۔ (بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ۸/۴۹)

* * *

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ۴ ہجری میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اور ہجرت کا اعزاز بھی اسی وقت حاصل کیا۔

بیعت رضوان میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی اور مسلح ہو کر رسول اقدس ﷺ کا پہرہ دیتے رہے قریش کی جانب سے آنے والا نمائندہ عروہ بن مسعود ثقفی دوران گفتگو بار بار اپنا ہاتھ رسول اقدس ﷺ کی ریش مبارک کی طرف لے جاتا تھا۔ یہ انداز صحابہ کرام کو بہت ناگوار گذرا' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا ارے کمبخت اپنے ہاتھ کو نیچے رکھو ادب سے بات کرو۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا تم وہی ہو جس نے ہمارے ساتھ دغا کیا تھا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے چند افراد کو قتل کر دیا تھا۔ (بحوالہ بخاری)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی یہ چاہتے تھے کہ میں کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دوں جو تاریخی اعتبار سے میری پہچان بن جائے۔ اور میں اپنی وہ خصوصیت فخر سے بیان کیا کروں انہوں نے ایسے کیا کہ جب رسول اقدس ﷺ کے جسد اطہر کو لحد میں اتارا جا رہا تھا انہوں نے عمدا اپنی انگوٹھی اتار کر قبر میں پھینک دی ابھی مٹی ڈالنی شروع نہیں کی گئی تھی کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی کے گرنے کا ذکر کیا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو قبر میں کھڑے تھے فرمایا آؤ خود ہی اپنی انگوٹھی اٹھا لو یہ نیچے اترے پہلے انہوں نے رسول اقدس ﷺ کے قدموں کو محبت بھرے

انداز میں ہاتھ لگایا اور پھر اپنی انگوٹھی لی اور باہر آ گئے۔ یہ اکثر بیان کیا کرتے تھے کہ پوری امت میں سے مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں وہ آخری انسان ہوں جس نے رسول اقدس ﷺ کے مبارک قدموں کو ہاتھ لگایا۔ اس کے بعد رسول اقدس ﷺ کے جسد اطہر کو دفن کر دیا گیا۔ پھر کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی میں مرتدین کی سرکوبی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عہد فاروقی میں سفارت کے فرائض بڑے ہی جرات مندانہ انداز میں سرانجام دیئے جب عتبہ سفیر کی حیثیت سے رستم کے دربار میں پہنچے دیکھا کہ دربار سجا ہوا ہے دیدہ زیب قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں درباری فاخرانہ لباس پہنے باادب انداز میں بیٹھے ہوئے ہیں ہیرے جواہرات کی چمک دمک سے دربار جگمگاتا دکھائی دے رہا ہے۔

رستم تخت پر گردن اکڑائے بڑے رعب سے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بڑے پراعتماد انداز اختیار کرتے ہوئے دربار میں داخل ہوئے اور بڑی ہی بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے تخت پر چڑھے اور رستم کے برابر جا بیٹھے درباریوں کو یہ انداز بڑا ناگوار گذرا پہرے داروں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور تخت سے نیچے اتار لائے۔ اور کہا کہ آپ یہاں نیچے بیٹھیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے غضبناک لہجہ اختیار کرتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا یہ کیا بدتمیزی ہے تم نے خود ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ ہم اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے۔ گھر بلا کر یہ سلوک اخلاقی پستی کی علامت ہے۔

درباریو سنو۔ ہم عرب ہیں، ہم خوددار قوم ہیں، ہمارے ہاں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بن بیٹھے اور دوسرے اس کی پوجا کرنے لگیں۔ ہم سب برابر ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ تمہارا اگر یہی حال رہا تو بہت جلد تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ تمہارا دنیا سے نام ونشان مٹ جائے گا۔

دربار میں موجود تمام لوگ یہ خیالات سن کر حیران ہوئے کیونکہ انہوں نے مساوات کا یہ تصور پہلی دفعہ سنا تھا۔

رستم بھی باتیں سن کر پشیمان ہوا اپنی ندامت کو چھپانے کے لیے اس نے چاپلوسی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ نہیں نہیں آپ یونہی ناراض ہوگئے آیئے تشریف رکھیے۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔

پھر بات کو ٹالنے کے لیے ان تیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ترکش میں موجود تھے۔ یہ باریک سی تاروں سے ایران فتح کرنے کے ارادے ہیں۔ یہ کیا خوب قلندرانہ انداز ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رستم کی طنز آمیز گفتگو کا جواب دیتے ہوئے کہا آگ کی لو اگرچہ باریک ہوتی ہے لیکن اس میں طوفاں برپا کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

پھر رستم نے تلوار کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا واہ کیا کہنے یہ بوسیدہ تلوار اور ایران کی مسلح افواج کا مقابلہ کرنے کی امنگ۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہوا اگر یہ تلوار بوسیدہ ہے، پرانی ہے، زنگ آلود ہے لیکن اس کی دھار بڑی ظالم ہے۔ دشمن کے پرخچے اڑانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

رستم نے کہا ایرانی قوم کے حوصلے بڑے بلند ہیں یہ جاہ و جلال، عظمت و شوکت اور سرفرازی و سربلندی سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اس کے مقابلے میں عرب چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی ایک حقیر قوم ہے۔ غربت و افلاس نے اسے دیوالیہ بنا رکھا ہے مجھے یہ بتاؤ تم ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو میری مانو تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ تم یہاں سے اپنی جان بچا کر واپس لوٹ جاؤ۔ اگر تم میری بات مانتے ہوئے واپس جانے کے لیے تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں تمہارے تصور سے بھی زیادہ انعام سے نوازوں گا جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ چلو شاباش تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری بات تسلیم کر لو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا:

اسلام قبول کرلو تو یہ ملک تمہارا تمہارے پاس ہی رہے گا۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ یا جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوجاؤ ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ رستم یہ جواب سن کر آگ بگولہ ہوگیا کہنے لگا مجھے سورج کی قسم اس کے طلوع ہونے سے پہلے تم پر ایسی یلغار کروں گا کہ کسی ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

یہ بات سنتے ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر نکل گئے اب میدان میں جوڑ پڑے گا تو دیکھا جائے گا۔ (بحوالہ تاریخ طبری)

* * *

۹ ہجری کو جنگ نہاوند میں لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خود شرکت کا ارادہ کیا لیکن آپ کو صحابہ کرام نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ آپ نے خود جانے کا ارادہ ترک کردیا لیکن یہ فرمان جاری کیا کہ میں لشکر اسلام کا قائد نعمان بن مقرن کو نامزد کرتا ہوں اگر یہ دوران جنگ شہید ہو جائے تو حذیفہ بن یمان لشکر کی قیادت سنبھال لیں، وہ شہید ہو جائیں تو جریر بن عبداللہ بجلی یہ فریضہ سرانجام دیں اگر وہ بھی معرکہ کے دوران جام شہادت نوش کر جائیں تو پھر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر لشکر کی قیادت کی ذمہ داری سنبھال لیں۔

(بحوالہ فتوح البلدان بلاذری)

جنگ نہاوند میں ایرانی فوج کا سپہ سالار مردان شاہ تھا۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے باہمی تبادلہ خیال کرنے کے لیے لشکر اسلام کی جانب سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنایا گیا چونکہ انہیں سفارتی فرائض سرانجام دینے کا خاصہ تجربہ تھا۔ یہ جرات مندانہ انداز اختیار کرتے ہوئے مردان شاہ کے پاس پہنچ گئے وہ اپنا دربار سجائے بیٹھا تھا دربار کی سج دھج دیکھنے والوں کو متاثر کرنے والی تھی۔ ایرانی فوج کا سربراہ تخت پر براجمان تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ قلندرانہ انداز اختیار کیے ہوئے دربار میں داخل ہوئے اور سیدھے مردان شاہ کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ پہرہ داروں نے ہر چندراستہ روکنے کی کوشش کی لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جلالی انداز میں

انہیں پیچھے ہٹ جانے کا کہا۔ وہ ان کے مومنانہ جلال کی تاب نہ لاتے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے۔

مردان شاہ نے انہیں دیکھتے ہی تکبر سے غراتے ہوئے کہا عرب بڑی منحوس بدبخت مفلس وقلاش قوم ہے' ایرانی فوج ان کا کام عرصہ دراز پہلے ہی تمام کر چکی ہوتی لیکن ہم اپنے ہتھیار اس قوم کے گندے خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے ورنہ یہ ہمارے مقابلے میں کیا ہیں۔

ہم چشم زدن میں انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیں۔ یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ پھر اس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ واپسی میں تمہارا راستہ نہیں روکا جائے گا۔ اگر ہمارے مقابلے میں آئے تو میدان میں تمہاری لاشیں تڑپتی ہوئی دکھائی دیں گی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کی باتیں سن کر مسکراتے ہوئے کہا۔

واقعی اسلام قبول کرنے سے پہلے ہماری یہی حالت تھی جو تم نے ابھی بیان کی لیکن رسول اقدسؐ کے دامن گیر ہوتے ہی ہمارا کایا پلٹ گئی۔ اب ہمارے جسم ایمانی حرارت کی وجہ سے بارود بن چکے ہیں۔ اب ہم نے یہ تہیہ کیا ہے کہ تمہارا تخت وتاج چھینے بغیر ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے یہ زمین اللہ کی ہے اس پر اقتدار کا حق انہی لوگوں کا ہے جو اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ کہا اور اپنے لشکر کی طرف واپس چلے گئے۔

(بحوالہ فتوح البلدان)

* * *

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ۴۱ ہجری میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر نامزد کیا تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فضا کو ہموار کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ خوارج کو پسپا کرنے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔

انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ رضی اللہ

عنہ زبیر رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ ان کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے لیکن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ میری پہلی شرط یہ ہے کہ یہ حضرات پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کریں‘ امیر معاویہ بن ابی سفیان نے بیعت کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے ساتھ مشروط کر دیا تھا۔ اس نظریاتی اختلاف سے امت کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

* * *

بصرہ کے گورنر معروف جرنیل حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا انہوں نے اس نئے آباد کیے گئے شہر کے نظام کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے دفتر قائم کیا جس میں پورے شہر کی معلومات مرتب کی گئیں۔ اہل بصرہ کے وظائف‘ فوجیوں کے مشاہرات کا ریکارڈ اور وثیقہ نویسی کا نظام قائم کیا گیا۔

بصرہ میں بحیثیت گورنر قیام کے دوران ام جمیل نامی خاتون کا خاوند جنگ کے دوران شہید ہو گیا تو اقتصادی مشکلات میں مبتلا ہو گئی۔ گھریلو اخراجات کے لیے وہ اصحاب ثروت سے مالی تعاون حاصل کیا کرتی تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صوبے کے گورنر ہونے کی وجہ سے چونکہ ممتاز مقام پر فائز تھے۔ لہذا یہ عورت مالی مدد کے لیے ان کے پاس بھی جاتی‘ شرپسند عناصر نے موقع سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اخلاقی الزام عائد کر دیا یہ خبر مدینہ منورہ میں دربار خلافت میں پہنچی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر نامزد کر دیا اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو فوری طور پر مدینہ منورہ طلب کر لیا۔ آپ حکم نامہ ملتے ہی نئے گورنر کو چارج دے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ الزام کی تحقیق کی گئی تو یہ بالکل غلط ثابت ہوا کچھ عرصے کے بعد انہیں پھر کوفے کا گورنر نامزد کر دیا گیا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ

عنہ کو بحرین کا گورنر بھی نامزد کیا تھا۔ وہاں کے باشندوں نے ان کے خلاف شورش برپا کر دی تھی تو آپ نے انہیں مدینہ منورہ بلا لیا جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

* * *

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر نامزد کر دیا تھا۔ معزول ہونے کے بعد یہ جہاد پر چلے گئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام آرمینیہ میں مصروف جہاد ہوئے' وہاں سے مدینہ منورہ پہنچے اور پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں گوشہ نشینی اختیار کیے رہے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باغیوں نے شورش برپا کی' ان کے محل کا محاصرہ کر لیا گیا' حالات بڑی نازک صورت اختیار کر گئے تو یہ بڑے کبیدہ خاطر ہوئے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کا میرے نزدیک یہ حل ہے کہ آپ باغیوں کے خلاف نبرد آزمائی کا حکم دیں پھر دیکھیں کہ ان ناعاقبت اندیش باغیوں کو کس طرح مدینہ منورہ سے نکالا جاتا ہے۔ عام لوگ تو آپ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ بات سن کر فرمایا میرا دل نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے امت کے کسی فرد کا کوئی نقصان ہو یا اسے کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔

میں کسی کی بھی خون ریزی کو پسند نہیں کرتا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دوسری تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ مکہ معظمہ تشریف لے جائیں۔ ہو سکتا ہے وہاں یہ لوگ حرم مکی کے احترام میں خاموش ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا اگر یہ باز نہ آئے تو حرم کا احترام پامال ہونے کا اندیشہ ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تیسری تجویز پیش کی آپ دمشق تشریف لے چلیں وہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا مکمل طور پر تسلط قائم ہے آپ وہاں امن سے زندگی گزار سکیں گے۔

فرمایا مدینہ منورہ کی جدائی میں کیسے برداشت کرسکتا ہوں۔

باغیوں نے محاصرہ جاری رکھا یہاں تک کہ ۳۵ ہجری کو بعض ناعاقبت اندیش باغی افراد نے محل کی دیوار پھلانگ کر امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کس قدر بیدار مغز اور باریک بین تھے۔ مشکلات و مصائب سے نکلنے کے راستوں سے کس قدر انہیں واقفیت حاصل تھی' الجھے ہوئے مسائل کی گتھی سلجھانے کا سلیقہ کتنا اچھا ان میں پایا جاتا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ سال کا عرصہ گوشہ نشینی میں گذارا جنگ جمل اور جنگ صفین میں بالکل حصہ نہیں لیا اس دوران یہ اپنے آبائی مقام طائف جا کر رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ ۳۵ سے ۴۰ھ تک مسلسل پانچ سال یہ طائف ہی میں مقیم رہے۔

۴۱ ہجری میں امیر معاویہ بن ابن سفیان رضی اللہ عنہ پوری امت مسلمہ کے حکمران تسلیم کر لیے گئے۔ امت پھر سے ایک جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر نامزد کیا۔ انہوں نے خوارج کے سرغنہ شبیب بن بحرہ اور اس کے حواریوں کا صفایا کر دیا۔ کوفہ میں زیاد بن ابیہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کا سخت ترین دشمن تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اپنی حکمت عملی سے اسے تھوڑے ہی عرصے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اطاعت گزاروں کی صف میں لا کھڑا کیا کوفے کے باشندے بڑے ضدی' مفاد پرست اور حریص واقع ہوئے تھے کسی حکمران کو وہ زیادہ دیر امن سے رہنے نہیں دیتے تھے۔ لیکن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مدبرانہ انداز اختیار کرتے ہوئے انہیں اپنے شیشے میں اتار لیا تھا۔

اس دور میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلسل نو سال تک کوفہ کے گورنر رہے اور ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ کوفہ کے باشندے دم بخود رہ گئے۔

حجر بن عدی حکومت کا بڑا مخالف تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرکے اس کے شرپسندانہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

کوفہ کے باشندوں کی سرشت کو دیکھتے ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ طرز عمل اختیار کیا کہ ان پر سختی کرنے کی بجائے نرمی سے برتاؤ کرنا بہتر ہے۔ ان کا خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں درگذر کرنا ہی مسائل کا حل ہے۔ ان کی طرز فکر یہ تھی کہ کوفیوں کا خون بہانے سے مجھے کیا فائدہ کہ یہ ظلم میں اپنے نامہ اعمال میں لکھواؤں۔ اس طرز فکر سے کوفے کا داخلی امن کافی حد تک بہتر صورت اختیار کر گیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے کامیاب گورنر ثابت ہوئے۔

* * *

بخاری شریف اور تاریخ ابن عساکر میں مذکور ہے کہ یونس بن میسرہ نے ابوادریس خولانی سے یہ بات سنی کہ وہ حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے دمشق میں ملے' فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا غزوہ تبوک میں میں نے رسول اقدس ؐ کو وضوء کروایا۔ آپ نے موزوں پر مسح کیا۔ (بحوالہ بخاری۔ تاریخ ابن عساکر)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ماہ شعبان ۵۰ ہجری کو ستر سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت یہ گورنر کی حیثیت سے کوفہ میں مقیم تھے۔

* * *

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۲۸۴/۴
۲-طبقات خلیفہ	۳۶۱
۳-تاریخ البخاری	۳۱۶/۷
۴-المعارف	۲۹۴
۵-الجرح والتعدیل	۲۲۴/۸
۶-تاریخ الطبری	۲۳۴/۵

۷-مروج الذہب	٦۸/۳
۸-الاغانی	۷۹/۱٦
۹-جمہرۃ انساب العرب	۲٦۷
۱۰-تاریخ بغداد	۱۹۱/۱
۱۱-الجمع بین رجال الصحیحین	۴۹۹/۲
۱۲-تاریخ ابن عساکر	۳۳/۱۷
۱۳-اسد الغابتہ	۴۰٦/۴
۱۴-الکامل فی التاریخ	۴٦۱/۳
۱٥-تہذیب الاسماء واللغات	۱۰۹/۲
۱٦-تہذیب الکمال	۱۳٦۰
۱۷-تاریخ الاسلام	۲۴۷/۲
۱۸-تذہیب التہذیب	٦۰/۴
۱۹-العبر	٥٦/۱
۲۰مراۃ الجنان	۱۲۴/۱
۲۱-البدایۃ والنہایۃ	۴۸/۸
۲۲-العقد الثمین	۲٥٥/۷
۲۳-تہذیب التہذیب	۲٦۲/۱۰
۲۴-خلاصۃ تذہیب الکمال	۳۲۹
۲٥-شذرات الذہب	٥٦/۱
۲٦-اابوداؤد	۱٥۱،۱۴۹
۲۷-ترمذی	۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷
۲۸-نسائی	۸۲/۱
۲۹-سیرت ابن ہشام	۳۱۳/۲

والیٔ یمن

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

(الٰہی عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کے گناہ بخش دے اور اسے قیامت کے دن عزت واکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرنا۔

(دعائے رسول ﷺ بحوالہ بخاری، مسلم)

''ابوموسیٰ اشعری کولحن داؤدی عطا کیا گیا ہے۔

(فرمان نبویؐ)

''ابوموسیٰ قرآن حکیم کی تلاوت سے مجھے حب الٰہی اور قرب الٰہی کی لذت سے شادکام کریں''

(عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

خشیت الٰہی کا خوگر' سنت نبوی کا شیدائی' شرم و حیاء کا پیکر' طہارت' پاکیزگی اور صفائی کا سختی سے اہتمام کرنے والا' کثرت سے نفلی روزے رکھنے والا۔ تجربہ کار بہادر اور نڈر جنگجو' نرم دل' خوش اخلاق اور شیریں کلام ہم نشین' ذہین' بیدار مغز اور باریک بین دانشور' فقہی مسائل اور سیاسی امور پر گہری نظر رکھنے والا مدبر حکمران' یمن کے اشعر قبیلے کا سردار جس کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ جو ابوموسیٰ اشعری کے نام سے معروف ہوا۔ جس نے پیغمبر اسلام کے ظہور کی خبر سنتے ہی مکہ معظمہ پہنچ کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی' جسے رسول اقدس ﷺ نے یمن کے علاقے مارب کا گورنر نامزد کیا' جسے لسان رسالت ماب نے شہسواروں کا سردار قرار دیا' جس کی آواز میں وہ سوز و گداز تھا کہ سننے والا محو حیرت ہو جاتا' جس کی تلاوت سن کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابوموسیٰ کو قدرت کی طرف سے لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے' جسے دیکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی تلاوت سنا کر مجھے قرب الٰہی اور حب الٰہی کی لذت سے شادکام کرو'

جسے جنگ صفین کے موقع پر امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنا نمائندہ نامزد کیا۔

جس کا قد چھوٹا اور جسم دبلا پتلا تھا۔

جس نے یمن' بصرہ اور کوفہ جیسے اہم صوبہ جات میں ایک کامیاب گورنر کی حیثیت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

جس نے اہل بصرہ کو میٹھا پانی بہم پہنچانے کے لیے ایک نہر کھدوانے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جو نہر ابوموسیٰ کے نام سے مشہور ہوئی۔

جس کی مغفرت اور جنت میں اعزاز و اکرام کے ساتھ داخلے کے لئے رسول اقدس ﷺ نے خصوصی دعا کی۔

آیئے اس جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب جو ابوموسیٰ اشعری کے نام سے مشہور ہوئے۔ یمن کے قبیلہ اشعر کے سردار تھے۔ رسول اقدس ﷺ کی بعثت کی خبر سنتے ہی مکہ معظمہ پہنچے اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی علم حدیث حاصل کرنے اور پھر اسے پھیلانے میں خاص طور پر دلچسپی لیتے رہے۔ ان سے تقریباً ۱۳۶۰ احادیث مروی ہیں۔ ان سے درج ذیل جلیل القدر صحابہ کرام اور کبار تابعین نے احادیث روایت کیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' انس بن مالک' سعید بن مسیّب' ابو امامہ باہلی' بریدہ بن حصیب' زید بن وہب' ابوعثمان نہدی' ابوعبدالرحمان نہدی اور طارق بن شہاب نے احادیث روایت کی ہیں۔

انہوں نے اہل بصرہ میں سے بیشتر افراد کو علم حدیث سے آشنا کیا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم یمن سے مدینہ منورہ جانے کے لئے تقریبا پچاس افراد کشتی میں سوار ہوئے۔ سمندر کی تلاطم خیز موجوں نے کشتی کا رخ حبشہ کی طرف پھیر دیا۔ ہم نجاشی کے ملک حبشہ کے ساحل پر کشتی سے اترے وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجر صحابہ کرام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ پھر وہاں موجود تمام مسلمانوں کو مدینہ منورہ بھیجنے کے لئے نجاشی نے کشتیوں کا اہتمام کیا جب مہاجرین کا یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اقدس ﷺ نے مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ دیا۔ اور ہمیں دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا:

لکم الهجرة مرتين هاجر تم الى النجاشي و ها جرتم الى"

''تمہیں دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ پہلے تم نے نجاشی کی طرف اور پھر میری طرف ہجرت کی'' (بحوالہ بخاری' مسلم' طبقات ابن سعد' مسند امام احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کل تمہارے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جن کے دل اسلام کے لئے تم سے زیادہ نرم ہوں گے۔ ہم نے دیکھا کہ یمن کے قبیلہ اشعر کے لوگ تشریف لائے جب وہ قریب آئے تو وہ بیک زباں ہو کر یہ شعر پڑھنے لگے۔

غدا نلقی الاحبہ محمدا وحزبہ

''کل ہم پیارے دوست واجباب سے ملیں گے۔ جن میں محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہوں گے''

دوسرا انوکھا منظر یہ دیکھنے میں آیا کہ جب وہ قریب آئے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے لگے۔ تاریخ میں پہلی دفعہ انہوں نے ملاقات کے وقت مصافحہ کی رسم کو رواج دیا۔ (بحوالہ مسند امام احمد تاریخ ابن عساکر' طبقات ابن سعد)

ابو بردہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اقدس ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر اشعری کو ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ اس کا درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا اور اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ دشمن نے ابو عامر کے نیزا مارا جو اس کے زانو میں پیوست ہو گیا۔ میں نے پوچھا چچا جان آپ کو یہ نیزا کس نے مارا تو انہوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا میں غصے سے آگ بگولہ ہو کر یکدم اس کی طرف پلٹا تو خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا میں نے بھی اسے پکڑنے کے لئے دوڑ لگا دی میں نے با آواز بلند کہا ارے بزدل شرم کرو ڈوب مرو تو غیرت مند عربی ہوتا تو اس طرح دم دبا کر نہ بھاگتا میری یہ بات سن کر وہ کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ میں نے اس پر وار کیا اور اس نے مجھ پر وار کیا۔ میں نے اس پر قابو پا کر قتل کر دیا۔ پھر میں ابو عامر کے پاس گیا اسے اطلاع دی کہ اللہ نے اسے واصل

جہنم کردیا ہے۔ وہ قتل ہو چکا ہے۔

اس نے کہا میرے گھٹنے سے نیزا تو نکالو میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے نیزا نکالا جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اس نے بڑی ہی نحیف آواز میں مجھے کہا۔ میرا رسول اقدس ﷺ کو سلام کہنا اور میرے لئے مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا۔ چند لمحات کے بعد وہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میں نے رسول اقدس ﷺ کو اطلاع دی آپ غمزدہ ہوئے وضو کیا اور ہاتھ بلند کئے یہاں تک کہ میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ آپ نے دعا کی الٰہی ابو عامر کو بخش دے اور اسے قیامت کے دن بلند درجات عطا کرنا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے بھی دعا فرمائیں تو آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

اللهم اغفر لعبدالله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كريما۔

الٰہی عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف کردے اور اسے قیامت کے دن عزت و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرنا۔ (بحوالہ بخاری۔ مسلم۔ تاریخ ابن عساکر)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جعرانہ مقام پر میں رسول اقدس ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدوی آیا اور اس نے اپنے گنوارپن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ جو آپ نے وعدہ کیا تھا کیا اسے پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا بشارت ہو اس نے کہا بہت بشارت ہو چکی اس کی یہ بات سن کر رسول اقدس ﷺ نے میری اور بلال بن رباح کی طرف دیکھا اور یہ ارشاد فرمایا اس شخص نے بشارت کو مسترد کیا ہے تم قبول کرلو۔

ہم دونوں نے یکدم کہا یارسول اللہ ﷺ ہمیں منظور ہے۔ آپ نے ایک پیالہ منگوایا اس میں ہاتھ منہ دھوئے پھر فرمایا کچھ پانی پی لو اور باقی اپنے سروں اور سینوں پر مل لو۔

ہم دونوں نے ایسے ہی کیا ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے کہا۔ اس میں سے کچھ پانی اپنی ماں کے لئے بھی چھوڑ دینا تو ہم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کچھ پانی باقی رہنے دیا۔ (بحوالہ بخاری، مسلم، تاریخ ابن عساکر)

ابن بریدہ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک رات میں مسجد سے نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہیں کچھ فاصلے پر ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ بریدہ کیا خیال ہے یہ شخص میری وجہ سے ریا کا اظہار کر رہا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شخص مومن اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ بلاشبہ اسے لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے۔ میں اس شخص کے قریب گیا تو وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے میں نے اسے یہ بات بتائی۔ (بحوالہ مسلم، تاریخ ابن عساکر، مجمع الزوائد)

ابن بریدۃ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اقدس ﷺ مسجد میں تشریف لائے میں دروازے پر کھڑا تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا مجھے اپنے ساتھ مسجد میں لے کر داخل ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص نماز ادا کر رہا ہے۔ اور اس نے دعا میں یہ کلمات کہے:

اللهم انی اسلك بانی اشهد انك الله لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوا اور گواہی دیتا ہوں کہ تو ایک بے نیاز اللہ معبود برحق ہے۔ جس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

یہ دعائیہ کلمات سن کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی بیده لقد سال الله باسمه الاعظم الذی اذا سئل به اعطی واذا دعی به اجاب۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ

تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے حوالے سے سوال کیا ہے۔ جب اس سے اس کے اسم اعظم کے واسطے سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعے سے دعا کی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے''

وہ شخص قرآن حکیم کی تلاوت کرنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسے لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اسے یہ بات بتادوں آپ نے فرمایا ہاں بتادو۔ میں نے اسے اس کے حق میں رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے تعریفی کلمات بتائے تو اس نے خوش ہو کر مجھے کہا آج سے تم میرے دوست ہو مجھے پتا چلا کہ وہ تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔

(بحوالہ مسند امام احمد تاریخ ابن عساکر ابوداؤد اور صحیح ابن حبان)

ایک روز نبی اکرم ﷺ اور حضرت عائشہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ اپنے گھر میں قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھے۔ دونوں نے اس کی تلاوت سنی صبح کے وقت نبی اقدس ﷺ نے اسے بتایا کہ ہم نے تیری تلاوت سنی ہے تو اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ اچھے انداز میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتا۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر، مجمع الزوائد، مستدرک حاکم)

تاریک ابن عساکر میں مذکور ہے ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسود بن یزید کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''کہ میں نے آج تک کوفہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا'' (بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ سرزمین شام میں چالیس اشخاص ایسے موجود ہیں کہ ان میں کسی کو بھی کسی علاقے کا حاکم بنا دیا جائے تو وہ پوری طرح اپنی ذمہ داری کو نبھائے گا۔ پھر آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہاں سے

ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا جس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے ان سے کہا کہ میں تجھے ایک ایسے علاقے کا حاکم بنا کر بھیج رہا ہوں جہاں شیطان نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ اور اس نے اپنی چھاؤنی بنا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے آپ وہاں نہ بھیجیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا وہاں جانا جہاد اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کے مترادف ہے یہ کہا اور انہیں بصرہ کا گورنر نامزد کر کے روانہ کر دیا۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا انہوں نے مجھ سے دریافت کیا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ کس حال میں اسے چھوڑ کے آئے ہو؟ میں نے کہا وہ بہتر ہیں۔ میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دے رہے تھے۔ فرمایا وہ بڑا زیرک انسان ہے یہ بات کہیں اس کو نہ بتا دینا: (بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اقدس ﷺ کے ہمراہ محوسفر تھے جب کوئی بلند جگہ پہ چڑھنے لگتا تو وہ باآواز بلند لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا رسول اقدس ﷺ اپنی خچر پر سوار تھے آپ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا لوگو اللہ سننے والا اور حاضر و ناظر ہے۔ دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ تمہارا واسطہ کسی بہرے اور غیر حاضر سے تونہیں پھر آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:

کیا میں تجھے ایسا حکم نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور بتایئے آپ نے فرمایا:

"لا حول ولا قو الا بالله" کہا کرو:

(بحوالہ بخاری، مسلم، مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

* * *

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے ایک روز لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''لوگو خشیت الٰہی سے جی بھر کے خوب رویا کرو اگر رونا نہیں آتا تو رونی صورت بنا لیا کرو یہ انداز دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو تم پر ترس آ جائے گا قیامت کے روز جہنمی خوب روئیں گے اتنا روئیں گے کہ آنسو خشک ہو جائیں گے۔ پھر وہ خوں کے آنسو روئیں گے ان آنسوؤں کی فراوانی کثرت اور زیادتی کا یہ حال ہوگا کہ اس میں اگر کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں'' (بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اتباع سنت کا بہت شوق تھا ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ رسول اقدس ﷺ کے نقش قدم پر چلیں۔ ایک دفعہ آپ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے نماز ادا کی ایک رکعت میں سورہ نساء کی تقریباً سو آیات تلاوت کیں لوگوں نے رکعت کی طوالت پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب دیا میری یہ ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے کیا میں بھی کروں جہاں آپ نے قدم رکھا وہاں میں بھی قدم رکھوں۔

میں نے رسول اقدس ﷺ کی اقتداء میں یہ آیات تلاوت کی ہیں۔

(بحوالہ مسند امام احمد)

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کے احکامات پر بڑی پابندی سے عمل کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ آپ کے ہر حکم پر من و عن عمل کیا جائے ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ گھر میں غالباً کسی کام میں مشغول تھے۔ تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت طلب کی کوئی جواب نہ ملنے پر واپس چلے آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملاقات پر دریافت کیا کہ تم ملے بغیر واپس کیوں چلے گئے تھے تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے کہ تین مرتبہ اجازت مانگو اگر اجازت

نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ میں نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تین مرتبہ آپ سے اجازت طلب کی کوئی جواب نہ ملا تو واپس لوٹ گیا'' (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کے ساتھ انتہاء درجے کی محبت تھی۔ غزوات کے دوران ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ آپ ﷺ کی خدمت اور حفاظت کی سعادت حاصل کی جائے، ایک غزوے کے دوران رسول اقدس ﷺ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دکھائی نہ دیئے۔ تو پریشان ہو گئے۔ جگہ جگہ تلاش کرنے لگے۔ آپ ﷺ کا خیمہ دیکھا وہاں بھی آپ ﷺ موجود نہ تھے۔ تلاش جاری رکھتے ہوئے کچھ دور باہر کی جانب نکلے دیکھا کہ آپ ﷺ اکیلے تشریف لا رہے ہیں محبت بھرے انداز میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دشمن ہر وقت تاک میں رہتا ہے۔ آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے ہوئے ہم میں سے کسی ایک کو اپنے ہمراہ لیا کریں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جانب سے اظہار محبت کا یہ ایک دلبرانہ انداز تھا۔ (بحوالہ مسند امام احمد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یمن کوفہ اور بصرہ میں حاکم صوبہ کی حیثیت سے زندگی کا بیشتر حصہ گذارا۔ ابتدائی دور تنگدستی کا تھا، فراوانی بھی دیکھی لیکن مزاج میں سادگی کا غلبہ رہا۔ رعونت، کبر اور نخوت کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہ دیا۔ ایک روز حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اسے دیکھتے ہی دوڑ کر بغل گیر ہوئے اس وقت یہ بصرہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے بڑے زور سے انہیں پیچھے ہٹایا اور قدرے فاصلے پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اب میرا تمہارا کیا واسطہ تم صوبے کے گورنر ہو اور میں فقیر بے نوا جاؤ اپنا کام کرو فرمانے لگے ابوذر تم یہ کیا کہہ رہے ہو میں تمہارا بھائی ہوں تم سے دینی اخوت کی بنا پر محبت رکھتا ہوں بڑی بے نیازی کا انداز اپناتے ہوئے فرمانے لگے۔

ٹھیک ہے تم گورنر بننے سے پہلے میرے بھائی تھے اب فاصلے بڑھ گئے ہیں۔

فرمایا نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ابوذر غفاری نے پوچھا اچھا بتاؤ اپنے لئے کوئی محل تعمیر کیا ہے فرمایا نہیں، کوئی زرعی زمین خریدی ہے۔ کہا بالکل نہیں، فرمایا مالی فوائد

حاصل کرنے کے لئے کوئی تجارتی عمارتیں بنائی ہیں جواب دیا قطعاً نہیں!

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ جوابات سن کر ارشاد فرمایا پھر ٹھیک ہے تم واقعی میرے بھائی ہو اور کھلے دل سے باتیں کرنے لگے۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد)

ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم چھ افراد کے پاس سواری کے لئے صرف ایک اونٹ تھا سنگلاخ زمین پر مسلسل پیدل چلنے کی وجہ سے سب کے پاؤں زخمی ہو گئے بعض کے پاؤں کی انگلیوں کے ناخن بھی جھڑ گئے ہم نے پاؤں پر کپڑے کی ٹاکیاں باندھ لیں تاکہ درد میں قدرے افاقہ ہو سکے پاؤں پر چیتھڑے لپٹنے کی وجہ سے اس جنگ کا نام غزوہ ذات الرقاع رکھ دیا گیا۔ (بحوالہ مسلم، غزوہ ذات الرقاع)

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینے کے لئے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے آپ سے بھی مودبانہ درخواست ہے کہ آپ بھی میری موافقت کریں تو میں اس کے بدلے آپ کے ایک بیٹے کو بصرے کا اور دوسرے کو کوفے کا گورنر نامزد کروں گا۔ امید ہے آپ میری اس درخواست کو بخوشی منظور کر لیں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں خط لکھا آپ کی یاد فرمائی کا شکریہ یہ بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ مجھے دنیا کا کوئی لالچ نہیں امت کے خلفشار سے دلبرداشتہ ہوں انہوں نے جنگ صفین میں مصالحت کے نازک ترین موقع پر اخلاص، اعتماد، ہمدردی اور سادگی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد)

* * *

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شرکت کی، وادی اوطاس کی مہم میں ان کے چچا ابو عامر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس سے وہ شہید

ہوگئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جرات مندانہ اقدام کرتے ہوئے قاتل کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دیا'

رسول اقدس ﷺ نے غزوہ حنین سے فارغ ہو کر بنو ہوازن کی سرکوبی کے لیے وادی اوطاس کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے جو لشکر روانہ کیا اس کا امیر ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر رسول اقدس ﷺ نے ابو عامر اشعری کے لئے مغفرت اور اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخلے کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی اور ساتھ ہی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی دعا سے نوازتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں التجا کی!

"الٰہی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خطائیں معاف کردے اور قیادت کے روز اسے عزت و اکرام سے سرفراز کرنا۔ (بحوالہ بخاری)

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے لئے رسول اقدس ﷺ سے چند سواریوں کا مطالبہ کیا تو آپ اس مطالبے سے کبیدہ خاطر ہوئے جس کا ان کی طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا غم زدہ ہو کر واپس پلٹے' رسول اقدس ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابی کا چہرہ مغموم دیکھا تو اپنے خادم خاص حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسے اپنے پاس بلانے کے لئے بھیجا انہوں نے کہا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ چلو حضور ﷺ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اپنے ساتھیوں کے لئے یہ دو اونٹ لے جاؤ یہ تحفہ قبول کر کے واپس لوٹے تو سارے غم بھول گئے۔ (بحوالہ بخاری)

ایک روز حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس کے قبیلے کے دو آدمی رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے سرکاری عہدے کا مطالبہ کر دیا آپ اس وقت وضوء کر رہے تھے یہ مطالبہ سنتے ہیں آپ ﷺ نے غضب ناک انداز میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں یہ کیا سن رہا

ہوں؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور کانپتے ہوئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ حضرات آپ سے کسی عہدے کا مطالبہ کردیں گے۔ یارسول ﷺ میں معافی چاہتا ہوں!

آپ نے فرمایا جو شخص خود کسی عہدے کا مطالبہ کرے گا میں اسے اس منصب پر ہرگز مامور نہیں کروں گا:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سنو میں نے تجھے یمن کا حاکم نامزد کردیا ہے۔ تم وہاں جا کر اپنے فرائض منصبی ادا کرو“

دور رسالت میں یمن دو حصوں میں بٹا ہوا تھا ایک حصہ زیریں یمن کہلاتا تھا اور دوسرا حصہ بالائی یمن تھا جس میں عدن کا تاریخی شہر واقع ہے۔ زیریں یمن کو جند کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا ان دنوں اسے باقاعدہ صوبے کی حیثیت حاصل تھی اس صوبے کا گورنر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا اور بالائی یمن کا گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔

رسول اقدس ﷺ نے روانگی کے وقت ان دونوں کو یہ نصیحت کرتے ہوئے رخصت کیا۔

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا۔

یمن کے باشندوں سے نرمی سے پیش آنا اور ان سے سختی نہ کرنا، لوگوں کو خوش رکھنا انہیں متنفر نہ کرنا اور آپس میں تم دونوں مل جل کر رہنا۔ (بحوالہ بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ سے دریافت کیا!

یارسول اللہ ﷺ یمن میں جو اور شہد سے شراب تیار کی جاتی ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

کل مسکر حرام۔ (بحوالہ بخاری)

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب یمن کے گورنر تھے ان کی خدمت میں ایک مجرم کو گرفتار کر کے پیش کیا گیا عین اسی وقت یمن کے دوسرے صوبے کے گورنر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ملاقات کے لئے تشریف لائے ایک شخص کو گرفتار دیکھا تو پوچھا اس نے کس جرم کا ارتکاب کیا ہے فرمایا یہ مرتد ہو گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا مرتد کی سزا قتل ہے!

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس لئے تو اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ فرمانے لگے اس پر شرعی حد نافذ کرو تو میں گھوڑے سے نیچے اتروں گا ورنہ نہیں۔ آپ نے شرعی حد نافذ کرتے ہوئے اسے قتل کر دینے کا حکم صادر کر دیا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے اترے اور یمن کے دونوں گورنر دیر تک مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔ (بحوالہ بخاری)

* * *

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع میں شریک ہونے کی بھی سعادت حاصل کی۔

حجۃ الوداع میں شریک ہونے کے لئے یمن سے تشریف لائے یہ اس وقت یمن کی ولایت پر دربار رسالت کی طرف سے مامور تھے۔ رسول اقدس ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے چلتے وقت کیا نیت کی تھی عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا کہ جو نیت رسول اقدس ﷺ کی ہوگی وہی نیت میری ہوگی۔

آپ نے پوچھا کیا تم اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے ہو۔

عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں قربانی کا جانور تو اپنے ساتھ نہیں لایا۔ آپ نے فرمایا عمرہ ادا کر کے احرام کھول دو تمہارا حج تمتع ہوگا کیونکہ حج قران کرنے کے لئے قربانی کے جانور کا ہمراہ لانا ضروری ہے۔ (بحوالہ بخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے کہ اسود عنسی نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ یہ فتنہ بڑی

تیزی سے زور پکڑ گیا یمنی لوگ دھڑا دھڑ اس کے دام تزویر میں آنے لگے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے جب حالات ناساز گار ہو گئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے لیکن اس فتنے نے وہاں بھی حالات ناساز گار بنا دیئے تو دونوں وہاں سے کوچ کر کے حضر موت تشریف لے گئے۔ جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے لشکر نے اس فتنے کا قلع قمع نہیں کر دیا اس وقت تک یہ حضر موت میں ہی قیام پذیر رہے اور بعد میں پھر دوبارہ گورنر کی حیثیت سے اختیارات سنبھال لئے۔ (بحوالہ تاریخ طبری)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر نامزد کیا آپ نے اہل بصرہ کی طرف خط لکھا جس میں یہ اطلاع دی گئی کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دربار خلافت کی جانب سے بصرے کا گورنر نامزد کیا جاتا ہے۔ یہ طاقت ور سے کمزور کا حق دلائیں گے۔ دشمن سے نبرد آزما ہوں گے ذمیوں کی حفاظت کریں گے تمہارے راستے صاف اور پرامن بنائیں گے اور تمہاری اقتصادی حالت کو بہتر کریں گے۔ (بحوالہ تاریخ طبری)

* * *

خوزستان بصرہ سے متصل ایران کا سرحدی مشہور شہر تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام نے اسے فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ یہاں کے باشندوں نے جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر صلح کی پیشکش کر دی جسے قبول کر لیا گیا جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرے کا گورنر نامزد کیا گیا تو لوگوں نے نئی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے بغاوت کر دی جس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جلد ہی قابو پا لیا۔ اس معرکے میں مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ دشمن کے نرغے میں آ گئے جسے شہید کرنے کے بعد اس کا سر کاٹ کر قلع کے برج پر لٹکا دیا گیا۔ لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ نے اپنی مومنانہ بصیرت کو بروئے کار لا کر تھوڑے ہی عرصے میں دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے دوبارہ

جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر صلح کے لیے درخواست پیش کر دی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایرانی فوج کے مشہور جرنیل ہرمزان کو گرفتار کر کے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دربار خلافت مدینہ منورہ پہنچایا۔

ایران کے مشہور مقام نہاوند پر ایرانی لشکر خیمہ زن ہوا' اس کے ارادے خطرناک دکھائی دے رہے تھے مدینہ منورہ میں اس کی خبر پہنچی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معروف جرنیل حضرت نعمان بن مقرن کی سربراہی میں لشکر اسلام کو روانہ کیا اور ساتھ ہی بصرے کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کمک بہم پہنچانے کا حکم دیا۔ دربار خلافت سے حکم موصول ہونے کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بذات خود ایک لشکر لے کر نہاوند پہنچے اور اسے فتح کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

* * *

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے کوفیوں کی یہ دیرینہ عادت تھی کہ کسی حکمران کو بھی زیادہ دیر تک امن سے حکومت نہیں کرنے دیتے تھے۔ کوفیوں نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے جلیل القدر صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے خلاف دربار خلافت میں مسلسل شکایات کرنا شروع کر دیں جس کے نتیجہ میں انہیں معزول کر دیا گیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے پوچھا تم کسے اپنا گورنر بنانا پسند کرتے ہو تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام لیا ان کا مطالبہ مانتے ہوئے امیر المومنین نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر نامزد کر دیا۔

* * *

۲۳ ہجری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مشہور تاریخی شہر اصفہان کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ شہر فتح کرنے کے بعد واپس بصرہ پہنچے ہی تھے کہ دربار خلافت سے گورنر کی حیثیت سے کوفہ منتقل ہو جانے کا پروانہ مل گیا۔ لیکن تھوڑے ہی

عرصے بعد پھر بصرہ منتقل ہو جانے کا حکم ملا۔ ۲۹ ہجری میں کرد قبیلے نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرے کا گورنر نامزد کیا اس کے دو اور بھائی بھی گورنر کے عہدے پر فائز ہوئے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر رہے اور حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر بنائے گئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں پیدا ہونے والی خلفشار سے حتی الامکان اجتناب کا رویہ اختیار کیا۔

اور وہ لوگوں کو بھی فتنہ وفساد کے اس دور میں عزلت نشینی کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

اور پھر خود بھی سرزمین شام کی ایک غیر معروف بستی میں جا کر قیام پذیر ہو گئے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں جنگ جمل میں آپس میں ٹکرائیں دونوں طرف ناقابل تلافی نقصان ہوا جنگ صفین میں جب باہمی مصالحت کی راہ ہموار ہوئی تو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نمائندہ نامزد کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نمائندہ نامزد کیا گیا۔ دومتہ الجندل کے مقام پر دونوں نمائندوں کی ملاقات ہوئی مصالحت کی شرائط طے کی گئیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس تاریخی موقع پر انتہائی اخلاص، ہمدردی اور اعتماد کا ثبوت دیا جس کی بنا پر مجلس میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا پلا بھاری رہا کیونکہ وہ سرزمین عرب کے مشہور ومعروف سیاستدان تھے۔ باہمی گفتگو کے بعد جب مجمع عام میں اس کے نتائج طے شدہ شرائط کے برعکس سامنے آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت افسردہ ہوئے لیکن اس وقت تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت غالب آ چکی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ بہت دلبرداشتہ ہوئے اور وہاں سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ

ہو گئے اور اس کے بعد مکمل طور پر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی عمر جب ۶۱ برس ہوئی۔ تو وقفہ وقفہ سے بخار ہونے لگا صحت روز بروز بگڑتی چلی گئی' غشی کے دورے پڑنے لگے لواحقین کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ میرے فوت ہونے پر کوئی خاتون نوحہ نہ کرے میرا جنازہ جلد پڑھا جائے۔ اور جلد دفنانے کا اہتمام کیا جائے' میری قبر پر کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔

میں نوحہ کرنے والوں گریباں پھاڑنے والوں اور سینہ کوبی کرنے والوں سے بریت کا اظہار کرتا ہوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۴۴ ہجری کو اکیاسٹھ سال کی عمر گذار کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- مسند امام احمد	۳۹۱/۴
۲- طبقات ابن سعد	۱۰۵/۴-۳۴۵-۳۴۴/۲
۳- التاریخ لابن معین	۳۲۶
۴- طبقات خلیفہ	۱۸۲‘۱۳۲‘۶۸
۵- التاریخ خلیفہ	۱۷۸
۶- التاریخ الکبیر	۲۳‘۲۲/۵
۷- المعارف	۱۸۲‘۱۲۱‘۱۰۲‘۴۹
۸- تاریخ الفسوی	۲۷۰-۲۶۷/۱
۹- اخبار القضاۃ	۲۸۷/۱
۱۰- الجرح والتعدیل	۱۳۸/۵
۱۱- المستدرک حاکم	۴۶۴/۳
۱۲- الاستیعاب	۹۷۹/۳

۱۳-تاریخ ابن عساکر	۴۲۲-۵۴۳
۱۴-جامع الاصول	۹/۷۹
۱۵-اسدالغابہ	۳/۳۶۷
۱۶-تہذیب الکمال	۷۲۴
۱۷-تاریخ الاسلام	۲/۲۵۵
۱۸-العبر	۱/۵۲
۱۹-معرفۃ القراء	۳۷
۲۰-مجمع الزوائد	۹/۳۵۸
۲۱-طبقات القرآء	۱/۴۴۲-۴۴۳
۲۲-تہذیب التہذیب	۵/۲۴۹
۲۳-الاصابۃ	۶/۱۹۴
۲۴-خلاصۃ تہذیب الکمال	۲۱۰
۲۵-کنز العمال	۱۲/۶۰۶
۲۶-شذرات الذہب	۱/۲۹-۳۰-۳۵
۲۷-فتح الباری	۸/۳۵
۲۸-صحیح مسلم	حدیث نمبر ۲۴۹۸

والی بصرۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

الٰہی۔ عبداللہ بن عباس میں برکت عطا کر اور اس کے ذریعے علم کی روشنی پھیلا۔ الٰہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو قرآن حکیم کی تفسیر کا علم سکھا دے۔

(دعائے رسول ﷺ)

عبداللہ بن عمر سے بڑھ کر متقی اور عبداللہ بن عباس سے بڑھ کر عالم میں نے نہیں دیکھا۔

(فرمان طاؤس بحوالہ طبقات ابن سعد)

الٰہی عبداللہ بن عباس کو دین کا فقیہہ بنا اور اسے تاویل کا طریقہ سکھا۔

(دعائے رسول)

تبحر عالم، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر، حساب دان، علم وراثت وعلم الانساب کا ماہر، ذہین وفطین، سلیم الطبع، زیرک، متین، باریک بین، زودفہم، شیریں کلام وفصیح البیان، نڈر، بہادر، تجربہ کار جرنیل، اور مدبر حکمران، جسے رسول اقدس ﷺ نے علم وبرکت کی دعا دی۔ جسے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کی علمی محفل میں بٹھایا کرتے تھے۔ جسے رسول اقدس ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو ہاشمی خاندان کا ہر دلعزیز چشم و چراغ تھا۔ جس نے دربار خلافت کی جانب سے ۳۵ ہجری میں امیر حج ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ جسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بصرے کا گورنر نامزد کیا۔ جس نے خوارج کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ جس نے جنگ نہروان میں خوارج کو ملیامیٹ کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں دربار خلافت کی جانب سے اسے پورے ایران کا حاکم نامزد کیا گیا۔ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفے کی جانب سفر کرنے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی جس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کرنے کے باوجود ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

جس نے ۶۸ ہجری میں طائف میں وفات پائی جس کی نماز جنازہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔ جس کے علم وفضل کا ہر چھوٹے بڑے کو اعتراف تھا۔ جس کے شاگردوں کی فہرست بڑی طویل ہے جسے احاطہ تحریر میں لانا بہت مشکل ہے۔ جسے تاریخ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جسے حبر الامتہ یعنی امت مسلمہ کا تبحر عالم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آیئے اس جلیل القدر صاحب علم وفراست صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کو اپنے لیے

مشعل راہ بنائیں۔

* * *

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں محاصرے کے دوران جنم لیا۔ آپ کے والد کا نام عباس بن عبدالمطلب اور والدہ کا نام ام الفضل لبابتہ بنت حارث الھلالیہ تھا۔ آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

ان کے والد حضرت عباس بن عبدالمطلب نے فتح مکہ سے قدرے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی جب کہ ان کی والدہ پہلے ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکی تھیں۔ غالباً خواتین میں حضرت خدیجتہ الکبریٰ کے بعد اسلام کی سعادت حاصل کرنے میں ان کا نمبر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خوبصورت، دراز قد، بارعب شخصیت کے حامل تھے۔

ہم نشین اصحاب کا تبصرہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا دکھائی دیتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے بعد اپنے والدین کے ہمراہ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔

رسول اقدس ﷺ نے ان کے لیے علم و فضل، فہم و فراست اور خیر و برکت کی دعا کی۔ جس کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علوم و معارف میں ممتاز مقام پر فائز ہوئے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری، تاریخ، فرائض اور علم الانساب میں کامل مہارت رکھتے تھے انہیں علوم و فنون میں مرجع الخلائق ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

ان سے انس بن مالک، عرو بن زبیر، سعید بن جبیر، علی بن حسین، عطاء بن ابی رباح، محمد بن سیرین، عمرو بن دینار، مجاہد بن حبر، قاسم بن محمد، ابو امامہ بن سہل، عبداللہ بن معبد، عبیداللہ بن عبداللہ، عبید بن عمیر، طاؤس، ابوالعالیتہ، عطاء بن یسار، ابوشعثاء جابر، طلیق

بن قیس حنفی، امام شعبی، حسن بن علی رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب قرظی، شہر بن حوشب، عمرو بن دینار، عبید اللہ بن ابی یزید، ابو حمزہ نصر بن عمران، ضحاک بن مزاحم، ابو زبیر مکی، بکر بن عبد اللہ المزنی، حبیب بن ابی ثابت، اور دیگر بہت سے کبار صحابہ و تابعین نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے احادیث بیان کی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ایک روز میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعائیہ کلمات ادا کئے۔

اللھم علمہ الحکمۃ و تاویل الکتاب"

الٰہی اسے دانائی اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا کر۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی تفسیر و تعبیر، قرآنی آیات کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے بہترین ترجمان ہیں۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

مشہور تابعی حضرت شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر سورہ نور کی تفسیر ایسے فصیح و بلیغ انداز میں کی کہ سننے والے دنگ رہ گئے اگر ان کی فصاحت و بلاغت پر مبنی کلام کو ایران و روم کے باشندے سن لیتے تو اسی وقت اسلام کے دامن گیر ہو جاتے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اکثر و بیشتر بدری صحابہ کرام کی علمی محفل میں بٹھایا کرتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا یہ ہمارے بچوں جیسا ہے۔ اس کا کبار صحابہ کی محفل میں شریک ہونا عجیب محسوس ہوتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ آپ حضرات کو اس ہونہار بچے کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہی نہیں اور ساتھ ہی امتحان کے طور پر آپ نے بھری محفل میں پوچھا مجھے بتاؤ ''اذا جاء نصراللہ و الفتح'' نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو کیا پیغام دیا ہے۔ سبھی نے کہا اس میں اسلام کی سربلندی کا

تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس پر اہل اسلام کو اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے۔

سبھی جب اظہار خیال کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ بتایئے کہ ان آیات میں کیا پیغام مضمر ہے۔ تو انہوں معصومانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ان قرآنی آیات میں رسول اقدس ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنتے ہی ارشاد فرمایا دیکھ لیا اس بچے کی فکری بلندی کو۔ جو نکتہ اس نے بیان کیا آپ میں سے کوئی بھی وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے بالکل درست کہا واقعی ان آیات میں رسول اقدس ﷺ کے وصال کی طرف لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اسی لیے محرم اسرار نبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ سورۃ سنتے ہی غم و اندوہ سے آنسو بہانے لگتے تھے۔ (بحوالہ بخاری)

انا اعطیناك الکوثر میں اکثر مفسرین نے کوثر کو جنت کی نہر قرار دیا۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کوثر سے خیر کثیر مراد لیا کرتے تھے۔

(بحوالہ بخاری کتاب التفسیر)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے

"قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی"

کہہ دیجئے میں اس پر کسی اجر کا تم سے مطالبہ نہیں کرتا صرف قرابت داری کی محبت ملحوظ خاطر رہے۔

قرآنی آیت پیش کرتے ہوئے دریافت کیا کہ القربی سے مراد کون لوگ ہیں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا اس سے مراد اہل بیت کی قرابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اس میں قریش کے تمام قبائل شامل ہیں۔ کیونکہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا جس کی قرابت داری رسول اقدس ﷺ سے نہ ہو۔

(بحوالہ بخاری)

حضرت عبدالملک بن میسرۃ بیان کرتے ہیں کہ میں ستر یا اسی صحابہ کرام سے ملا ان

میں سے کسی ایک کو بھی کسی مسئلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے موقف کے خلاف نہ پایا جب بھی کسی کی ملاقات پر کوئی دینی مسئلہ بیان کرتے تو وہ برملا آپ کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا آپ نے بالکل درست فرمایا۔ (بحوالہ المعجم الکبیر طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ان اراف امتی بها ابوبکر‘ وان اصلبها فی امرالله عمر وان اشدها حياء عثمان وان اقراها ابی ابن كعب وان افرضها زيد بن ثابت وان اقضاها على ابن ابی طالب وان اعلمها بالحلال والحرام معاذ بن جبل وان اصدقها لهجة ابوذر وان امين هذه الامة ابو عبيد بن الجراح وان حبر هذه الامة لعبدالله بن عباس۔ (المستدرك للحاكم)
>
> میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے اللہ کے حکم کے بارے میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہے سب سے زیادہ حیادار عثمان ہے سب سے زیادہ پڑھا لکھا ابی بن کعب ہے سب سے زیادہ وراثت کے علم کا ماہر زید بن ثابت ہے عدالتی امور میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا علی بن ابی طالب ہے حلال و حرام کو سب سے بہتر جاننے والا معاذ بن جبل ہے۔ سب سے زیادہ درست اور اچھائی کا لہجہ اختیار کرنے والا ابوذر غفاری ہے۔ اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ اور اس امت کا متبحر عالم عبداللہ بن عباس ہے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کے پاس بھیجا وہ آپ کے پاس پہنچ کر پیچھے کھڑے ہو گئے کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک شخص کھڑا باتیں کر رہا تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے میری طرف دیکھا اور

ارشاد فرمایا:

متی جئت یا حبیبی؟ میرے عزیز کب آئے۔ میں نے عرض کی منذ ساعة تقریباً ایک گھنٹہ ہوا آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو کھڑا دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول ﷺ آپ نے فرمایا انبیاء کے علاوہ جس شخص نے بھی اسے دیکھا اس کی بصارت جاتی رہی لیکن تم پر اس کا اثر عمر کے آخری حصے میں ہوگا۔

پھر آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

اللھم علمه التاویل وفقهه فی الدین واجعله من اھل الایمان

الٰہی اس کو قرآن کی تاویل سکھا اور دین کی سمجھ عطا کر اور اسے اہل ایمان میں سے کر۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے مجھے اپنے گلے لگا کر دعا دی الٰہی اسے کتاب وحکمت کا علم سکھا۔

(بخاری۔ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ میری خالہ ام المومنین میمونہ کے گھر تشریف فرما تھے میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا آپ ﷺ نے دریافت کیا میرے لیے یہ پانی یہاں کس نے رکھا ہے۔ خالہ جان حضرت میمونہ نے بتایا آپ کے لیے یہ پانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور یہ دعا دی۔

(اللھم فقهه فی الدین وعلمه التاویل)

”الٰہی اسے دین کی سمجھ عطا کر اور قرآن حکیم کی تاویل کا علم عطا کر“

(بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ رات کے آخری حصے میں نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے بھی آپ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ آپ نے مجھے پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ میں نماز کے دوران ہی تھوڑا

سا پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا:

میں نے تجھے اپنے برابر کھڑا کیا تھا اور تم پیچھے کیوں ہٹ گئے۔

میں نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں کسی کو زیب نہیں دیتا کہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کو میری یہ بات پسند آئی آپ نے میرے لیے علم و فقہ کے اضافے کی دعا کی۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

۳۵ ہجری کو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا شر پسند عناصر نے محاصرہ کر لیا۔ حالات انتہائی سنگین صورت اختیار کر گئے حج کے دن قریب آ گئے تو امیر المومنین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر حج نامزد کیا۔ جب آپ فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو تاریخ اسلامی کا المناک واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ مسند خلافت کے لیے جب عام لوگوں کی نظر انتخاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر پڑی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا اس میں شک نہیں کہ اب امت میں آپ کے پائے کا کوئی نہیں لیکن اب جو بھی مسند خلافت پر براجمان ہوگا اس کے خلاف قتل عثمان کا الزام عائد کر دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی مومنانہ بصیرت سے جو اندازہ لگایا تھا بعد میں پیدا ہونے والے حالات نے اس کی تصدیق کر دی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرے کا گورنر مقرر کیا ابوالاسود دولی کو بیت المال کا امین مقرر کیا گیا ایک موقع پر دونوں کے درمیان اختلافات رونما ہو گئے۔ بیت المال کے امین نے گورنر کے خلاف شکایت کی امیر المومنین نے جواب طلبی کی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں یہ تاریخی جواب لکھ کر ارسال کیا۔

امیر المومنین میرے بارے میں آپ کو جو خبر ملی ہے وہ سراسر غلط ہے۔ جو مال

میرے قبضہ میں ہے میں اس کا محافظ و نگہبان ہوں۔ مجھے قومی امانت کی حفاظت کا شدت سے احساس ہے از راہ کرم آپ بدگمانیوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیں'

(بحوالہ تاریخ طبری)

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد اہل کوفہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے کوفہ آ جانے کی درخواست کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا آپ نے اپنے تجربات کی روشنی میں انہیں کوفہ نہ جانے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ عراق کے باشندے بے وفا اور دھوکہ باز ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ سے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔ آپ حجاز میں ہی قیام پذیر رہیں یہاں آپ کی عزت و احترام ہے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تو تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ کوفی بڑی شدت سے میرا انتظار کر رہے ہیں، پیغام پر پیغام موصول ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ اگر جانا چاہتے ہی ہیں تو پھر اکیلے جائیں خاندان کو اپنے ہمراہ نہ لیجائیں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ویسا ہی سلوک نہ کریں جیسا مدینہ منورہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ کہ اہل خانہ کی آنکھوں کے سامنے انہیں انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ہمراہ اس خونی سفر پر روانہ ہو گئے۔

میدان کربلا میں خانوادہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجبوری و بے بسی کے عالم میں شہید کر دیا گیا۔

وہ خطرات کھل کر سامنے آئے جن کی نشان دہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی مومنانہ بصیرت کی بنا پر کی تھی۔ (بحوالہ اسد الغابہ)

حواری رسول ﷺ حضرت زبیر بن عوام کے فرزند ارجمند' ذات النطاقین اسماء

بنت ابی بکر کے لخت جگر، رفیق غار ابوبکر صدیق کے نواسے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پوتے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے حق میں لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی مکہ معظمہ میں بنوامیہ سے ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے تمام تر خوبیوں کے اعتراف کے باوجود ان کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیوں کہ وہ حرم میں کسی قسم کے خلفشار کو پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ جب رسول اقدس ﷺ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو یہ تیرہ برس کے تھے اتنی چھوٹی سی عمر میں انہیں ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث یاد تھیں۔ جب یہ پیدا ہوئے تو والدہ ام الفضل گود میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بڑے زیرک اور زود فہم تھے۔ حاضر جوابی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف جب خارجیوں نے شورش برپا کی تو ان سے تبادلہ خیال کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔

آپ نے ان سے دریافت کیا۔ کہ رسول اقدس ﷺ کے چچا زاد بھائی جگر گوشہ رسول فاطمۃ الزہراء کے شوہر نامدار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف آپ لوگوں کو کیا شکوہ ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں ان کے خلاف تین بنیادی اعتراضات ہیں۔ پوچھا کون کون سے؟

انہوں نے کہا ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے۔ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین میں انسانوں کو حاکم بنایا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے جنگ جمل میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کی لیکن نہ مال غنیمت لوٹا اور نہ ہی انہیں قیدی بنایا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ علی بن ابی طالب نے اپنے نام کے ساتھ سے امیر المومنین کا لقب ہٹا دیا ہے۔ حالانکہ اہل ایمان نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں اپنا امیر بنایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے اعتراضات سن کر ارشاد فرمایا اگر میں تمہیں قرآن وسنت کی روشنی میں ان اعتراضات کا جواب دوں تو کیا آپ تسلیم کر لیں گے۔

سب نے بیک زباں ہو کر کہا بالکل کیوں نہیں ہم قرآن وسنت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لیے ہر دم تیار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہارا پہلا اعتراض یہ ہے۔ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین میں انسانوں کو حاکم بنایا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی نظر سے قرآن حکیم کی یہ آیت گزری ہے۔

> یاایھا الذین امنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزائه مثل ما قتل من النعم تحکم به ذوا عدل منکم۔ (المائدہ:۹۵)
>
> اے لوگو! جو ایمان لائے ہو احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اس کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر تم سے پوچھتا ہوں کہ انسان کی جان و مال کی حفاظت کے لیے انسان کو حاکم بنانا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کی جان بچانے کے لیے انسان کو حاکم بنانا بہتر ہے۔ یہ دلیل سن کر سب نے کہا۔ بلاشبہ بنی نوع انسان کی اصلاح اور جان و مال کی حفاظت کے لیے کسی انسان کو حاکم مقرر کرنا زیادہ ضروری ہے۔

آپ نے پوچھا اب بتاؤ اگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خون ریزی کے

بچاؤ کے لیے کسی انسان کو حاکم نامزد کیا تو اچھا کیا یا برا؟ سب نے کہا یہ تو اچھا اقدام ہے ہم سمجھ گئے ہمارا یہ اعتراض ختم! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی لیکن اسے قیدی کیوں نہیں بنایا گیا؟

میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا کوئی غیرت مند اپنی ماں کو قید کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری امت کی ماں ہیں۔ کیا تمہاری غیرت یہ اجازت دیتی ہے کہ اسے قید کر لو اگر تم ہاں میں جواب دو گے تو گویا کفر کے مرتکب ہو گے۔ اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے امت کی ماں ہونے کا انکار کرو گے تو پھر بھی کفر کے مرتکب ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے۔

''النبی اولی بالمومنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم''

بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اب تم جو چاہو اپنے لیے پسند کرو۔ یہ بات سن کر سب کی نگاہیں جھک گئیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا تمہارا دوسرا اعتراض ختم یا ابھی باقی ہے۔ سب نے کہا ہم اپنے دوسرے اعتراض سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے پہلے امیر المومنین کا سابقہ ختم کر دیا ہے۔ آپ سب لوگوں کو یاد ہو گا کہ صلح حدیبیہ میں جب صلح نامہ تیار ہو گیا۔ تو رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیچے یہ لکھ دیا جائے کہ اس دستاویز پر محمد رسول اللہ ﷺ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ قریش مکہ کے نمائندے نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آج آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے نہ روکتے یہی تو آپ سے ہمارا بنیادی اختلاف ہے۔ آپ اپنا نام محمد بن عبداللہ لکھیں۔ آپ نے اس کا مطالبہ مانتے ہوئے ارشاد فرمایا بخدا میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی

المرتضیٰ سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے الفاظ مٹا دو چونکہ یہ دستاویز انہوں نے اپنے حکم ے تحریر کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باادب انداز میں عرض کی یا رسول اللہ میں یہ الفا مٹانے کی اپنے اندر جرات نہیں پا رہا تو رسول اقدس ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے یہ الفا مٹا دیئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج سے یہ پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے الفاظ مٹانے سے رسالت پر کوئی آنچ نہیں امیر المومنین کا سابقہ ہٹانے سے کون سی قیامت برپا ہوگئی۔

یہ دلیل سن کر سب خارجیوں نے کہا ہم سمجھ گئے۔ ہم اپنے جملہ اعتراضات ے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خارجیوں کے ساتھ یہ ملاقات حضرت عل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بہتر ثابت ہوئی۔ آپ کی مدلل گفتگو ے متاثر ہو کر بیس ہزار افراد دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔

* * *

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حصول علم کے لیے بہت محنت کی رسول اقدس ﷺ کے چشمہ علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بع حصول علم کے لیے علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کر فلاں صحابی کے پاس رسول اقدس ﷺ کی کوئی حدیث ہے تو میں بلا تاخیر اس کے پا پہنچا وہ اگر اپنے گھر کے اندر ہوتے تو میں گھر کی دہلیز پر چادر بچھا کر بیٹھ جاتا میں انہیں دستک دے کر باہر بلانا خلاف ادب سمجھتا میں ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہو۔ انہیں باہر بلانا مناسب نہ سمجھتا۔

جب وہ اپنے گھر سے از خود باہر تشریف لاتے اور مجھے اپنی دہلیز پر بیٹھا ہوا دیکھ

تو بے ساختہ پکار اٹھتے عبداللہ آج آپ یہاں کیسے؟ آپ نے مجھے پیغام بھیج کر بلا لیا ہوتا۔ میں خود آپ کے پاس آ جاتا۔

میں یہ بات سن کر کہتا میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے کنواں کبھی پیاسے کے پاس چل کر نہیں جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے اساتذہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ کبار صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے۔

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کہ قضاء فقہہ' قراۃ اور علم وراثت میں مہارت تامہ رکھتے تھے جب یہ کہیں جانے کے لیے اپنی سواری پر بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے سامنے ادب واحترام کی تصویر بن کر یوں کھڑے ہو جاتے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے باآدب کھڑا ہو جاتا ہے۔ نہایت ادب سے گھوڑے کی لگام پکڑتے یہ انداز دیکھ کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے عبداللہ ایسے نہ کیا کرو۔ آپ فرماتے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنے اساتذہ کی عزت کریں۔

یہ بات سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دکھائیں۔ آپ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے چوم لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ اہل بیت کے ساتھ اس طرح محبت وشفقت کا سلوک کیا کریں۔

* * *

مشہور تابعی حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ جب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ہیں جب آپ کی گفتگو سنتا تو یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ آپ سب سے بڑھ کر فصیح البیان ہیں۔ اور جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کی عالمانہ گفتگو سن کر یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو کہ آپ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حصول علم کے بعد لوگوں کو تعلیم دینے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ کا گھر عوام کے لیے ایک بہت بڑی جامعہ کا درجہ اختیار کر گیا البتہ جامعہ ابن عباس اور موجودہ دور کی جامعات میں فرق صرف یہ تھا کہ آج کے دور میں جامعہ کے لیے سینکڑوں اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جب کہ جامعہ ابن عباس کا دارومدار صرف ایک استاد پر تھا۔ اور وہ تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ روزانہ سینکڑوں طلبہ حصول علم کے لیے حاضر ہوتے ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا۔ کبھی کوئی شخص ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہیں ہوا۔ اس فیض عالم کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی۔

مشہور تابعی ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو علم کے جس بلند مقام پر فائز دیکھا قریش اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

میں نے ایک روز دیکھا کہ بہت سے لوگ آپ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں۔ لوگ اتنے زیادہ تھے کہ راستے بھر گئے میں نے آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا پانی لاؤ میں نے آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا۔ آپ نے وضوء کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ مجمع میں اعلان کر دو۔ کہ جو لوگ قرآن حکیم کے الفاظ و حروف کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے وہ اندر تشریف لائیں۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو وہ لوگ اندر آئے جس سے گھر کا صحن بھر گیا۔ آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ جب وہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا اب آپ جائیں اور دوسرے بھائیوں کے لیے جگہ بنا دیں وہ باہر چلے گئے۔

پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو حضرات قرآن حکیم کی تفسیر کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندر تشریف لے آئیں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے باہر آ کر یہ اعلان کیا۔ تو اتنے لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر کا

صحن بھر گیا۔ آپ نے ان کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا جب وہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے راستہ بنا دیں وہ اٹھ کر باہر چلے گئے' آپ نے مجھے حکم دیا کہ جو لوگ حلال و حرام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آ جائیں یہ اعلان سن کر جو لوگ اندر آئے ان سے صحن اور کمرے بھر گئے آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ جب وہ مطمئن ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا اب آپ اپنے بھائیوں کے لیے جگہ بنا دیں وہ اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو لوگ وراثت کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آ جائیں میرا یہ اعلان سن کر اتنے لوگ اندر آئے جس سے گھر کا صحن کھچا کھچ بھر گیا آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ جب وہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب آپ اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے موقع دیں۔ وہ باہر آ گئے اور مجھے یہ حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو لوگ عربی زبان' اشعار اور کلام عرب کے غریب الفاظ کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں وہ اندر تشریف لائیں۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اعلان سن کر اتنے لوگ اندر آئے کہ صحن بھر گیا۔ آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ میدان علم میں یہ ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا جس سے خاندان قریش حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں میں علم حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق پایا جاتا ہے۔ تو آپ نے ایسا نظام ترتیب دیا جس سے آپ کے دروازے پر لوگوں کا زیادہ ہجوم بھی نہ ہو اور وہ آسانی سے دینی علوم بھی حاصل کر لیں۔

لہٰذا آپ نے ہفتے میں ایک دن تفسیر قرآن کے لیے' ایک دن فقہی مسائل کے لیے' ایک دن غزوات بیان کرنے کے لیے' ایک دن شعر و شاعری کے لیے مخصوص کر دیا۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی عالم آ کر بیٹھتا تو آپ اس کے ساتھ انتہائی انکسار اور تواضع سے پیش آتے اگر کوئی سائل سوال کرتا تو اسے تسلی بخش جواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر خشیت الٰہی سے زار و قطار رویا کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دفعہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر کیا ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا۔ آپ نے نصف رات کے بعد نماز پڑھنا شروع کردی۔ میں نے دیکھا کہ آپ بار بار یہ آیت پڑھتے جا رہے تھے اور زار و قطار روتے جا رہے تھے۔

وجاء ت سکرة الموت بالحق ذالك ما كنت منه تحيد۔

(سورہ ق:۱۹)

موت کی مدہوشی برحق آ پہنچی یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

آپ اس رات یہی آیت بار بار طلوع فجر تک پڑھتے رہے۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بچہ آہیں بھر رہا ہے۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء)

حضرت سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

لقد علمت علما ما علمناه۔

جتنا آپ کو علم ہے اتنا ہمیں نہیں۔ (فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مجھے ابا جان نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بیٹا دیکھنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تجھے بڑا قرب حاصل ہے۔

لہٰذا تین باتوں کا خاص خیال رکھنا۔

۱- ان کا کوئی راز افشاء نہ کرنا۔

۲- ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔

۳- اور کبھی کوئی بات خلاف واقعہ نہ کرنا۔

(بحوالہ حلیۃ انساب اشراف)

عامر بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ابا جان حضرت سعد بن

ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

کہ میں نے حاضر جوابی، زود فہمی، پختہ علمی، اور بردباری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مشکل مسائل حل کرانے کے لیے ان سے پوچھتے جب کہ اھل بدر کبار صحابہ کرام مشائخ صحابہ عظام وہاں موجود ہوتے۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

"ولنعم ترجمان القرآن ابن عباس"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کا بہترین ترجمان ہے۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ کو شام کا گورنر نامزد کیا ہے۔ آپ وہاں جا کر اپنے فرائض سنبھال لیں آپ نے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے گورنر نامزد کر دیں۔ یہ آپ کی طرف سے احسان بھی ہوگا اور ان سے یہ معاملہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر حج ہونے کی حیثیت سے حج کا خطبہ ارشاد فرمایا اس میں سورہ نور کی ایسے فصیح و بلیغ انداز میں تفسیر کی کہ اگر اہل فارس اور اہل روم و ترک سن لیتے تو اسی وقت ایمان قبول کر لیتے۔

(بحوالہ انساب اشراف، مستدرک حاکم۔ الحلیۃ)

اسحاق بن سلیمان رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو سنان شیبانی کو حبیب بن ابی ثابت کے حوالے سے یہ بات کہتے ہوئے سنا۔ کہ میزبان رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام تشریف لے گئے

انہیں بتایا کہ میں مقروض ہوں۔ اس لیے یہاں آیا ہوں کہ اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل بن جائے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ تو وہ بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید کہتے ہوئے قیام کے لیے ایک گھر ان کی خدمت میں پیش کر دیا اور فرمایا میں آپ کی اس انداز میں مہمان نوازی کرنا چاہتا ہوں جیسے آپ نے ہجرت کے موقع پر رسول اقدس ﷺ کی مہمان نوازی کی تھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنا قرض ہے۔ فرمایا بیس ہزار آپ نے ان کی خدمت میں چالیس ہزار نقد' بیس غلام اور گھر کا تمام اثاثہ پیش کر دیا۔

سبحان الله و الله اکبر

یہ ہے ایک مسلمان گورنر کا ہمدردانہ طرز عمل' اگر معاشرے کو ایسے حاکم میسر آ جائیں تو رعایا پھر خوشحال کیوں نہ ہو؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صائب الرائے تھے سوچ سمجھ کر ایسا مشورہ دیتے جو بالکل درست ہوتا۔ اس پر عمل کرنے سے فوائد اور خلاف ورزی کے نقصانات کھل کر سامنے آ جاتے۔

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنی طرف سے مجھے یا احنف بن قیس کو نمائندہ نامزد کریں۔ لیکن انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مصالحتی گفتگو کے لیے نمائندہ مقرر کر دیا نتائج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف گئے۔

* * *

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حمام میں بھی کپڑا باندھ کر غسل کیا کرتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حمام کے اندر بھی

ہنہ حالت میں غسل کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی آخری عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ سول اقدس ﷺ نے اس کی پیشین گوئی اس وقت کی تھی جب حضرت عبداللہ بن عباس ضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے کہنے پر آپ ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو یکھا کہ آپ ﷺ کسی شخص سے گفتگو کر رہے ہیں۔ باادب کھڑے انتظار کرنے لگے۔ ب وہ شخص چلا گیا آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ عزیزم کب سے یہاں کھڑے ہیں۔ عرض کی تقریباً ایک گھنٹہ ہوا۔ آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں کس سے باتیں کر رہا تھا۔ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا وہ جبریل علیہ لسلام تھے سنو انبیاء کے علاوہ جس نے بھی اسے دیکھا اس کی بصارت جاتی رہی تم پر بھی س کا اثر ہوگا لیکن آخری عمر میں علامہ ابن عبدالبر نے اپنی معروف کتاب لاستیعاب میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ رقم کرتے ہوئے ان کے یہ شعر تحریر کئے ہیں۔

ان یاخذاللہ من عینیی نورھما
ففی لسانی وقلبی منھا نور
قلبی ذکی وعقلی غیر ذی دخل
وفی فمی صارم کالسیف ماثور

اگر اللہ تعالیٰ نے میری دونوں آنکھوں سے نور لے لیا ہے تو کوئی بات نہیں میری زبان اور دل میں تو نور موجود ہے۔

میرا دل بیدار اور ہوشیار ہے اور میری عقل میں کوئی فتور نہیں اور میرے منہ میں تیز ہوا کی مانند زبان محفوظ ہے۔

حسین بن واقد مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالزبیر نے یہ بات بتائی۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ تو ایک سفید پرندہ اوپر سے اترا اور ان کے کفن میں داخل ہوگیا۔

ابو زبیر کہتے ہیں کہ لوگوں نے جب یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ کی کہ یہ عبداللہ بن عباس کا علم ہے۔ جو آج ان کے ساتھ ہی دنیا سے کوچ کر رہا ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ پرندہ کسی کو دکھائی نہ دیا۔

(بحوالہ انساب الاشراف' مستدرک حاکم' سیر اعلام النبلاء)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ ہجری میں ۷۱ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے' آپ اس وقت طائف میں رہائش پذیر تھے نماز جنازہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔ جب انہیں دفن کیا جانے لگا۔ تو پردہ غیب سے یہ آواز آئی۔

يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضيه
فادخلي في عبادي و ادخلي جنتي (الفجر:۲۷)

اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف راضی خوشی پلٹ جا میرے بندوں میں داخل ہو جا میری جنت میں داخل ہو جا۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۳۶۵/۲
۲-نسب قریش	۲۶
۳-طبقات خلیفہ	۸۲۱
۴-کتب الزہد	۱۸۸
۵-المحبر	۱۶'۲۴'۹۲'۲۸۹
۶-التاریخ الکبیر	۳/۵
۷-التاریخ الصغیر	۱۲۶/۱
۸-انساب الاشراف	۲۷/۳

۹-المعرفۃ والتاریخ	۲۴۱/۱
۱۰-الجرح والتعدیل	۱۱۶/۵
۱۱-المستدرک حاکم	۵۳۳/۳
۱۲-الحلیۃ	۳۱۴/۱
۱۳-جمہرۃ النساب العرب	۱۹، ۲۰
۱۴-الاستیعاب	۹۳۳
۱۵-تاریخ بغداد	۱۷۳/۱
۱۶-الجمع بین رجال الصحیحین	۲۳۹/۱
۱۷-تاریخ ابن عساکر	۲۳۸/۹
۱۸-جامع الاصول	۶۳/۹
۱۹-اسد الغابۃ	۲۰/۱
۲۰-الحلیۃ السیراء	۲۰/۱
۱۲-تہذیب الاسماء واللغات	۲۷۴/۱
۲۲-وفیات الاعیان	۶۲/۳
۲۳-تہذیب الکمال	۶۹۸
۲۴-تاریخ الاسلام	۳۰/۳
۲۵-تذکر الحفاظ	۳۷/۱
۲۶-العبر	۷۶/۱
۲۷-معرفۃ القرآء	۴۱
۲۸-تذہیب التہذیب ۱۵۶/۲	
۲۹-البدایہ والنہایہ	۲۹۵/۸
۳۰_العقد الثمین	۱۹۰/۵
۱۳-الاصابۃ	۳۳۰/۲

۲۱۔ تہذیب التہذیب	۲۷۶/۵
۲۲۔ المطالب العالیۃ	۱۱۴/۴
۲۳۔ النجوم الزاہرۃ	۱۸۲/۱
۲۴۔ خلاصۃ تذہیب الکمال	۱۷۲

والی یمن

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

قرآن حکیم کا علم ان چار اشخاص سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، سالم مولی ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

(فرمان نبویؐ)

جو دینی مسائل سیکھنا چاہتا ہو وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔

(فرمان عمر بن خطابؓ)

دراز قد' سفید رنگ' گھنگھریالے بال' روشن چہرہ' بڑی بڑی سرگیں آنکھیں' موتیوں جیسے چمکیلے دانت' شیریں کلام' قرآن و حدیث کا ماہر' فقہی مسائل پر گہری نظر رکھنے والا' جس نے سفیر اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی' جس نے اپنے ہم عمر ساتھیوں سے مل کر مدینہ منورہ میں بت شکنی کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ جس نے رسول اقدس ﷺ کی زندگی میں قرآن حکیم زبانی یاد کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ جسے رسول اقدس ﷺ نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تنہا پوری ایک جماعت قرار دیا تھا' جس نے عنفوان شباب میں غزوہ بدر میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کیا' جس نے قبیلہ بنو سلمہ کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے' جس نے اسلامی فتوحات میں بھرپور حصہ لیا' جس نے دینی تعلیم کے میدان میں نمایاں اور موثر کردار ادا کیا' جس نے سفارت کے فرائض نہایت احسن انداز میں سرانجام دیئے' جس نے حمص کی مرکزی مسجد میں معلم قرآن و حدیث کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دیں۔ جسے ہجرت کے بعد دربار رسالت کی جانب سے دینی بھائی قرار دیا گیا تھا جس کے علم کا اعتراف کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبلؓ

''حلال وحرام کے مسائل کا سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا۔

من ارادالفقهه فليات معاذا۔

جو دینی مسائل کی تعلیم کا ارادہ رکھتا ہو وہ معاذ کے پاس جائے۔

آیئے عالم، فاضل، حافظ قرآن، مجاہد، حاکم، سفیر، مبلغ، محدث، مدرس، فقیہہ جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

مدینہ منورہ میں آباد مشہور و معروف قبیلہ خزرج میں سعد بن علی کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام سلمہ اور دوسرے کا نام ادی تھا۔ دونوں کے نام پر دو قبیلے معرض وجود میں آئے ایک قبیلے کا نام بنو سلمہ اور دوسرے کا نام بنو ادی تھا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا گھر مدینہ منورہ میں اس تاریخی مسجد کے قریب تھا جہاں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ سال کی عمر میں مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ پھر ان کے ہمراہ مکہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بہت جلد قرآن و حدیث میں دسترس حاصل کر لی تھی۔

ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہؓ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ، یزید بن عمیرہ رضی اللہ عنہ، کثیر بن مرۃ، ابووائل رضی اللہ عنہ، ابن ابی لیلیٰ، عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ، اسود بن ہلال رضی اللہ عنہ اور ابوظبیۃ کلاعی رضی اللہ عنہ نے احادیث روایت کیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہند بنت سہل تھا یہ قبیلہ بنو رفاعہ میں سے تھیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جب غزوہ بدر میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کیا تو اس وقت اس کی عمر بیس اکیس برس تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خذوا القرآن من اربع من ابن مسعود و ابی ومعاذ بن جبل وسالم مولی ابی حذیفة۔ (بخاری)

(قرآن حکیم کا علم چار اشخاص سے حاصل کرو یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ابی بن کعب رضی اللہ عنہ' معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سالم مولی ابی حذیفہ سے''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت منقول ہے۔ جس میں رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدھا فی دین اللہ عمر واصدقھا حیاء عثمان واعلمھم بالحلال والحرام معاذ وافرضھم زید ولکل امة امین وامین ھذہ الامہ ابو عبیدة"

میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے' اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے' سب سے زیادہ سچا حیادار عثمان ہے' حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل ہے' علم وراثت کا سب سے بڑھ کر ماہر زید بن ثابت ہے۔ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ (بحوالہ مسند امام احمد' ترمذی' ابن ماجہ' طبقات ابن سعد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ مجھے یمن کا حاکم بنا کر روانہ کرنے لگے تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اگر تجھے کوئی فیصلہ کرنا پڑا تو کس طرح کرو گے۔

میں نے عرض کی پہلے میں قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ اگر وہاں سے کوئی دلیل نہ ملی تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ اگر وہاں سے بھی کوئی دلیل میرے علم میں نہ آئی۔ تو میں از خود اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کروں گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتوں گا۔ میری یہ بات سن کر رسول اقدس ﷺ نے مسرت کا

اظہار کرتے ہوئے میرے سینے پر تھپکی دی اور ارشاد فرمایا:

الحمدلله الذی وفق رسول رسول الله ﷺ لما یرضی رسول الله۔

اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد کو وہ توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہوتا ہے۔ (بحوالہ مسند امام احمد' ابوداؤد' ترمذی)

* * *

عاصم بن حمید سکونی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اقدس ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن جانے کے لئے حکم صادر فرمایا۔ تو اسے الوداع کرنے کے لئے آپ بھی کچھ دور تک پیدل تشریف لے گئے آپ نے اسے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا معاذ ہوسکتا ہے کہ تم مجھے نہ مل سکو جب تم دوبارہ واپس آ ؤ گے تو تمہارا گذر میری مسجد اور قبر کے پاس سے ہوگا۔ یہ بات سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے تو آپ نے فرمایا' معاذ رو نہیں کیونکہ یونہی آنسو بہانا شیطانی عمل ہے۔ (بحوالہ مسند امام احمد)

سعید بن ابی بردہ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اقدس ﷺ نے مجھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو یہ ارشاد فرمایا:

یسرا ولا تعسرا فطاوعا ولا تنفرا۔

دونوں رعایا کے لئے آسانی پیدا کرنا اسے مشکل میں مبتلا نہ کرنا' دونوں اتفاق سے رہنا اور لوگوں کو نفرت نہ دلانا''

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری سرزمین میں شہد اور جو سے شراب کشید کی جاتی ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

''کل مسکر حرام''

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ قرآن حکیم کی تلاوت کس طرح کرتے ہیں؟

میں نے کہا نماز کے دوران، کبھی کھڑے، کبھی بیٹھ کر اور کبھی سواری پر، اس طرح میں وقفے وقفے سے تلاوت کرتا رہتا ہوں۔ میری بات سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں سوتے اور بیدار ہوتے ثواب کی نیت کر لیتا ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ معاذ بن جبل کو مجھ پر فضیلت حاصل تھی،

(بخاری۔ مسند امام احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

" نعم الرجل ابو بكر، نعم الرجل عمر، نعم الرجل معاذ بن جبلؓ

ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت خوب آدمی ہے، عمر رضی اللہ عنہ بہت خوب آدمی ہے اور معاذ بن جبل بہت خوب آدمی ہے۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ میں تجھ سے اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ بخدا مجھے آپ سے اللہ کی رضا کی خاطر بے پناہ محبت ہے۔

آپ نے شفقت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا کیا میں تجھے چند ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو تم ہر فرض نماز کے بعد پڑھ لیا کرنا اور وہ کلمات یہ ہیں۔

"رب اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك"

میرے پروردگار اپنے ذکر و شکر اور اپنی عمدہ عبادت کرنے پر میری مدد فرما"

(ابوداؤد)

محمد بن سہل بن ابی حثمہ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جن چھ افراد

کا فتویٰ رسول اقدس ﷺ کی موجودگی میں چلتا تھا ان میں سے تین مہاجر ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

اور تین انصار ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان مذکورہ چھ افراد سے اہم امور میں مشورہ لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر لوگوں سے خطاب کے دوران ارشاد فرمایا:

من اراد الفقهه فليات معاذ بن جبل

جو کوئی دینی فقہی مسائل سیکھنا چاہتا ہے۔ تو معاذ بن جبل کے پاس جائے۔

(مستدرک حاکم)

رسول اقدس ﷺ کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت پیار تھا۔ آپ اسے بعض اوقات اپنے ساتھ سواری پر پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اقدس ﷺ نے آواز دی۔

اے معاذ!

عرض کی لبيك يارسول الله وسعديك

تین مرتبہ آپ نے اس کا نام لے کر پکارا تو تین مرتبہ ہی ادب واحترام سے لبیک یارسول اللہ وسعدیک کہا۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص صدق دل سے لا الہ الا اللہ پڑھ لیتا ہے۔ دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں یہ پیغام لوگوں کو نہ سنا دوں۔ فرمایا نہیں اس طرح لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (بخاری)

ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔

اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟

عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں' فرمایا!

بندے اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

پھر کچھ وقفہ کے بعد رسول اقدس ﷺ نے دریافت کیا۔

اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر اپنے بندوں کا کیا حق ہے؟ عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا!

''اللہ اپنے عبادت گذار بندوں کو جنت میں داخل کرے''

(مسند امام احمد)

* * *

حضرت عبدالرحمان بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے فراخ دل سخی اور فیاض تھے دوست واحباب' عزیز واقارب اور محتاج و مساکین پر خوب خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ پر ایک وقت ایسا آیا کہ قرض بہت زیادہ ہوگیا۔ قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھر میں چھپ گئے قرض لینے والے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ معاذ ہمارا قرض ادا نہیں کر رہے!

رسول اقدس ﷺ نے پیغام بھیج کر حضرت معاذؓ کو اپنے پاس بلایا قرض خواہوں نے ترش رویہ اختیار کرتے ہوئے شدت سے مطالبہ کیا کہ ہمارا حساب ابھی بے باک کیا جائے۔ رسول اقدس ﷺ نے اس نازک ترین صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاذ بن جبل کی جائیداد قرض خواہوں میں تقسیم کر دی اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا جو اپنا حصہ معاف کر دے اللہ اس پر رحم کرے گا۔

بعض نے یہ حکم سن کر اپنا حصہ معاف کر دیا لیکن بیشتر قرض خواہ اپنا حصہ وصول کرنے پر مصر رہے۔ آپ نے ساری جائیداد تقسیم کرنے کے بعد جائزہ لیا تو ابھی چند قرض خواہ باقی تھے آپ نے ارشاد فرمایا اب اس سے زیادہ ادائیگی ممکن نہیں۔ رسول اقدس نے حضرت معاذ کو غمگین دیکھ کر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ جلد اس کی تلافی کر دے گا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اقدس ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم مقرر کیا اور وہاں انہیں تجارت کرنے کی تلقین بھی کی جس سے ان کے حالات دنوں میں بدل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا کر دی ابھی یمن میں ہی تھے کہ رسول اقدس ﷺ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ نشین ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل یمن میں دو سال کا عرصہ گذار کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے پاس وافر مقدار میں مال تھا۔ مالی فراوانی دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ یہ سارا مال قومی خزانے میں جمع کرا دیں۔ انہوں نے کہا چونکہ رسول اقدس ﷺ نے مجھے بطور خاص تجارت کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ سارا مال اس تجارت کے نتیجے میں مجھے میسر آیا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے پاس رکھنے کا مجھے شرعی حق حاصل ہے۔ یہ قومی دولت نہیں کہ میں اسے بیت المال میں جمع کراؤں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ یہ مال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے وصول کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ میں تو وصول نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ بات میرے علم میں ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن میں قیام کے دوران تجارت کی اجازت دی تھی۔ چونکہ ان کی پوری جائیداد قرض کی ادائیگی میں ختم ہو چکی تھی اس لئے آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا بھی کی تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا:

اب میں کیوں انہیں محروم کروں!

اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ جس روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا مال قومی خزانے میں جمع کرانے کے لئے بات کی تھی۔ اور انہوں نے انکار کر دیا تھا تو

اس رات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ کہ میں پانی میں غرق ہو رہا ہوں' بیدار ہوئے تو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ خواب کی تعبیر پر غور کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے کہ مجھے یہ مال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دینا چاہئے تاکہ وہ اسے بیت المال میں جمع کر لیں۔ اس غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا مال جو یمن سے کما کر لائے تھے پیش کر دیا۔

انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ سارا مال تمہارا ہے۔ تمہیں یہ مال اپنے استعمال میں لانے کا شرعی حق حاصل ہے میں اس میں سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا۔

آپ یہ سارا مال اپنے ہمراہ واپس لے جائیں میں جانتا ہوں کہ رسول اقدس ﷺ نے آپ کے لئے خصوصی دعا کی تھی۔ جس کے نتیجے میں آپ کو یہ فراوانی میسر آئی ہے۔

میں اس سے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہتا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا:

ہاں اب یہ مال آپ کے لئے جائز ہے اسے بخوبی اپنے استعمال میں لائیں۔

یہ آپ کے لئے حلال بھی ہے اور خوش آئند بھی۔ (حلیۃ الاولیاء' مستدرک حاکم)

اعمش شقیق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس آئے تو عمر بن خطاب سے مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس کچھ غلام تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے ملے کہا کہ لوگوں نے مجھے تحفے میں دیئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

یہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرا دیں' انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا رات سوئے تو خواب آیا کہ انہیں آگ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انہیں بچانے کے لئے پیچھے کھینچ رہے ہیں صبح ہوئی تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا آپ نے کل جو مجھے مشورہ دیا تھا

میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔

وہ تمام غلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ لیکن انہوں نے وہ سب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو واپس کرتے ہوئے کہا:

کہ یہ آپ کے ہیں اور آپ ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

صبح کے وقت دیکھا کہ یہ سب غلام نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو۔ سب نے کہا ہم خالصتا اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا جاؤ تم سب اللہ کے لئے آزاد ہو۔

اس طرح ان سب کو آزاد کر دیا:

(طبقات ابن سعد، حلیۃ الاولیاء، مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

جب سے اسلام قبول کیا میں نے کبھی اپنے دائیں طرف نہیں تھوکا‘‘

(طبقات ابن سعد، مستدرک حاکم، مجمع الزوائد)

ابو بحریۃ بیان کرتے ہیں کہ میں حمص کی مرکزی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک خوبصورت گھنگھریالے بالوں والے نوجوان کے اردگرد لوگ جمع تھے جب وہ بات کرتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے اس کے منہ سے نورانی کرنیں بکھر رہی ہیں۔ اور موتی جھڑ رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

عبدالرحمان بن سعید بن یربوع مالک الدار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار اپنے ایک غلام کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ ابوعبیدہ بن جراح کے پاس لے جاؤ۔ وہاں کچھ دیر ٹھہرنا اور دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں۔ غلام دینار لے کر وہاں گیا۔ حضرت ابوعبید بن جراح سے ملا اور کہا یہ امیر المومنین نے بھیجے ہیں وصول کر لیجئے۔ آپ نے امیر المومنین کو دعائیں دیں اور کنیز کو

بلا کر کہا کہ یہ لے جاؤ اور فلاں فلاں میں اتنے اتنے تقسیم کر آؤ۔ وہ حکم بجا لاتے ہوئے تمام دینار تقسیم کر آئی۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور جو کچھ دیکھا تھا اس کی اطلاع کر دی۔ پھر اسی مقدار میں دینار اس غلام کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ اب یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں پھر مجھے اطلاع دینا۔ غلام دینار لے کر حضرت معاذ کے پاس پہنچا ان کی خدمت میں دینار پیش کئے انہوں نے قبول کرتے ہوئے امیر المومنین کو دعائیں دیں۔ انہوں نے بھی کنیز کو بلا کر حکم دیا کہ یہ دینار فلاں فلاں گھر میں تقسیم کر آئیں۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھروں میں تقسیم شروع کر دی، بیوی نے سنا تو کہا:

بخدا ہم بھی ضرورت مند ہیں ہمیں اس میں سے کچھ دیجئے۔ تھیلی میں صرف دو دینار باقی تھے جو اسے دے دیئے''

غلام نے یہ منظر بھی آ کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''انهم اخوة بعضهم من بعض

یہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد، حلیۃ الاولیاء)

* * *

عبدالرحمان بن غنم بیان کرتے ہیں کہ شام میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا لوگو یہ طاعون کی بیماری عذاب ہے یہاں سے وادیوں اور گھاٹیوں کی طرف بھاگ جاؤ، یہ بات حضرت شرحبیل بن حسنہ نے سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جوتے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بھاگے آئے اور کہا میں رسول اقدس ﷺ کا صحابی ہوں۔ سنو یہ بیماری عذاب نہیں بلکہ تمہارے رب کی رحمت ہے تمہارے نبی کی پیشین گوئی ہے۔ تم سے پہلے بہت سے صالحین اس بیماری کی لپیٹ میں آ کر اللہ کو پیارے ہوئے۔

یہ بات جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سنی تو یہ دعا کی

اللهم اجعل نصيب ال معاذ الاو اوفر

الٰہی یہ آل معاذ کے نصیب میں کرنا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں اسی بیماری کی لپیٹ میں آ کر فوت ہوئیں دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا:

حضرت معاذ نے اپنے بیٹے عبدالرحمان سے پوچھا بیٹا کیسا محسوس کرتے ہو ہونہار بیٹے نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

الحق من ربك فلا تكن من الممترين۔(آل عمران : ٦٠)

''حق ہے یہ تیرے رب کی جانب سے تو نہ ہو شک کرنے والوں سے''

پھر دوسری یہ آیت پڑھی۔

ستجدنی ان شاء الله من الصابرین۔(الصافات:١٠٢)

''اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر جب بیماری کی علامت ظاہر ہوئی تو انہوں نے یہ کہا:

مجھے تو یہ سرخ اونٹ سے بھی زیادہ قیمتی دکھائی دیتی ہے۔

پھر کہا۔ میرے رب تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہوں' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیوں روتے ہو۔ اس نے کہا میں کسی دنیاوی مصیبت پر تو نہیں روتا۔

مجھے اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ آپ کے بعد میں علم کس سے حاصل کروں گا''

بھائی رونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب دنیا میں آئے تھے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا تھا۔

میں اگر فوت ہو جاؤں تو ان چار اشخاص سے علم حاصل کرنا۔

١۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲-سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۳-عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
۴-ابودرداء رضی اللہ عنہ

(التاریخ الصغیر۔ مجمع الزوائد)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اقدس ﷺ جب غزوہ حنین کے لئے روانہ ہوئے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں قرآن حکیم کی تعلیم کے لئے مامور کیا۔ (مستدرک حاکم)

ابوقلابہ حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ پوچھا کیوں روتے ہو۔ فرمانے لگے میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ان ادنی الرياء شرك واحب العبيد الی الله الاتقياء الاخفياء الذين اذا غابوا لم يفتقدوا و اذا شهدوا لم يعرفوا اولئك مصابيح العلم وائمة الهدی۔

بلاشبہ ذرا برابر ریاء بھی شرک ہے۔
اللہ کو متقی اور گوشہ نشین بندے پسند ہیں۔
وہ جب غائب ہوتے ہیں تو ذہنوں سے محو نہیں ہوتے۔
جب موجود ہوتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے وہی علم کے چراغ اور ہدایت کے امام ہیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ہم عمر ساتھیوں کو جمع کیا اور مدینہ منورہ کے گھروں میں موجود بتوں کو توڑنے کا منصوبہ ترتیب دیا ان نوخیز جوانوں کی تحریک سے متاثر ہو کر مدینہ منورہ کی اہم ترین شخصیت عمرو بن جموح نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ قبیلہ وہ بنوسلمہ کا ہردلعزیز سردار تھا۔

اس نے اپنے لئے نہایت عمدہ لکڑی کا بت تیار کروایا ہوا تھا اور یہ اس کی بڑی تعظیم کیا کرتا تھا۔ اسے ریشمی کپڑے پہناتا اور قیمتی عطریات ملتا ایک رات تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند نوجوان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چپکے سے عمرو بن جموح کے گھر میں داخل ہوئے جب کہ وہ گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا۔ اس کے محبوب بت کو اٹھا کر دبے پاؤں باہر نکل گئے اور بنوسلمہ کے گھروں کے پیچھے ایک ایسے گڑھے میں پھینک دیا جو گندگی سے بھرا ہوا تھا۔

جب صبح کے وقت بنوسلمہ کا سردار عمرو بن جموح اپنے بت کی عبادت کے لئے اٹھا کمرے میں گیا تو اپنے معبود کو غائب پایا۔ ہر جگہ اس کی تلاش کی بلاخر اپنے بت کو ایک گڑھے کی گندگی میں لت پت الٹے منہ پڑا ہوا دیکھا۔ اسے وہاں سے اٹھایا غسل دیا گندگی صاف کی اور دوبارہ اس کی جگہ پر لاکر رکھ دیا۔ اور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

اے میرے پیارے مناۃ اگر مجھے پتہ چل جائے۔ کہ تیرے ساتھ یہ بدترین سلوک کرنے والا کون ہے تو میں اسے سرعام ایسا رسوا کروں کہ زندگی بھر یاد رکھے جب دوسری رات ہوئی اور بنوسلمہ کا سردار گہری نیند میں خراٹے لینے لگا تو معاذ بن جبل کی قیادت میں نوجوانوں نے پھر وہی کیا جو پہلی رات سرانجام دیا گیا تھا۔ تلاش بسیار کے بعد اسے گندگی سے بھرے گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا پایا اسے وہاں سے اٹھایا غسل دیا صاف کیا عطر لگایا اور یہ سلوک کرنے والوں کو برا بھلا کہا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی دھمکی دی۔ بار بار اس عمل کو دھرایا گیا۔ نوجوان اسے کنویں میں پھینک آتے اور یہ وہاں سے نکال کر غسل دیتا اور اسے اس کے کمرے میں لاکر رکھ دیتا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتا بالاخر تنگ آ کر اس نے اپنے اس معبود بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور اس سے مخاطب ہوا میرے محبوب اگر تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کرنے والے کا مجھے پتہ چل جاتا تو میں اسے یقیناً عبرت ناک سزا دیتا۔

مجھے اس دشمن کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اے مناۃ اگر تم میں ہمت اور طاقت ہے تو خود اپنا

دفاع کر۔

یہ تلوار تیرے پاس ہے۔

جب رات ہوئی سردار عمرو بن جموح نیند کی آغوش میں چلا گیا تو حسب معمول نوجوان بت پر ٹوٹ پڑے اس کی گردن میں لٹکتی ہوئی تلوار ایک مردہ کتے کی گردن کے ساتھ باندھ دی اور دونوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک آئے جب صبح ہوئی سردار نے پھر بت کو غائب پایا تلاش شروع کی تو اسے انتہائی بدتر حالت میں ایک گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا پایا وہ گندگی سے لت پت تھا اور اس کے ساتھ مردہ کتا بندھا ہوا تھا اور اس کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی سردار نے یہ قبیح منظر دیکھتے ہی نفرت بھرا انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا

بخدا اگر تو الہ ہوتا تو تو اور کتا ایک ساتھ گندے کنویں کے وسط میں نہ پڑے ہوتے۔

بنو سلمہ رضی اللہ عنہ کے اس غیور سردار نے اس کے بعد اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

✿ ✿ ✿

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے۔

آپ نے فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو توفیق عطا کرے اس کے لئے آسان بھی ہے۔

شرک نہ کرو، عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوۃ دو، رمضان میں روزے رکھو، حج کرو۔

پھر ارشاد فرمایا میں تجھے خیر کے چند دروازے بتاتا ہوں۔

روزہ ڈھال ہے۔

صدقہ گناہ کی آگ کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے۔

وہ نماز بھی خیر کا دروازہ ہے جو رات کے آخری وقت پڑھی جائے۔

نماز دین کا ستون ہے اور جہاد اس کی چوٹی ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ اس کو اپنے قابو میں رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا۔

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:

اے معاذ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ (مسند امام احمد)

رسول اقدس ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو درج ذیل دس باتوں کی وصیت کی:

۱- شرک نہ کرنا۔ خواہ کوئی تجھے قتل کردے یا جلا دے۔

۲- والدین کو تکلیف نہ پہنچانا۔

۳- فرض نماز کبھی ترک نہ کرنا۔ کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے اللہ اس کی ذمہ داری سے بری ہوجاتا ہے۔

۴- شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

۵- گناہ میں مبتلا نہ ہونا۔ کیونکہ گناہ میں مبتلا ہونے والے پر اللہ کا غصہ حلال ہو جاتا ہے۔

۶- لڑائی سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگنا۔

۷- کسی علاقے میں بیماری کی وبا پھوٹ پڑے تو ثابت قدم رہنا۔

۸- اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

۹- اولاد کو ادب سکھلانا۔

۱۰- اولاد کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا۔

(مسند امام احمد)

* * *

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں گورنر کی حیثیت سے ۲ برس رہے ۹ ہجری میں انہیں گورنر نامزد کر کے رسول اقدس ﷺ نے یمن روانہ کیا اور ۱۱ ہجری کو اپنی مرضی سے واپس آئے ان کو معزول نہیں کیا گیا تھا۔

یمن میں قیام کے دوران انہوں نے بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی' مقروض ہونے کی وجہ سے رسول اقدس ﷺ نے بطور خاص انہیں اجازت دی اور دعا بھی کی جب واپس مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے پاس وافر مقدار میں دولت تھی۔

حضرت معاذ بن جبل کوئی بھی فیصلہ صادر کرتے وقت رسول اقدس ﷺ کی ہدایات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے۔

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص سے مویشوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا معاملہ پیش کیا گیا جس کے پاس تیس سے کم گائیں تھیں۔ آپ نے فرمایا مجھے دربار رسالت سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تیس گایوں پر ایک بچہ زکوٰۃ وصول کرنا ہے لہذا جب تک میں دربار رسالت سے دریافت نہ کرلوں میں کچھ وصول نہیں کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے گورنر کی حیثیت سے اپنی کوئی من مانی نہیں کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ دور نبوت کے حکمران کس قدر عادل ہوا کرتے تھے رعایا پر ظلم و جبر کا ان کے ہاں بالکل دخل نہ تھا۔

حکمران اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کئے ہیں ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جاتا' فیصلوں میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا جاتا کہ رعایا کی بالکل حق تلفی نہ ہو۔ ایک یہودی فوت ہوگیا۔ اس کا صرف ایک بھائی تھا۔ جس نے اسلام قبول کرلیا تھا یہ معاملہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے بھائی کو ورثہ دلوایا۔ (مسند امام احمد)

❁ ❁ ❁

سرزمین شام میں حضرت ابو عبید بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو

شام کا حاکم نامزد کیا۔ وہ کچھ عرصہ اس عالی مقام منصب پر فائز رہے اور پھر طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے ارشاد فرمایا:

> لو کان معاذ بن جبل حیا وولیته ثم قدمت علی ربی عزوجل فسالنی من ولیت علی امة محمد لقلت ولیت علیهم معاذ بن جبل بعد ان سمعت النبی ﷺ یقول معاذ بن جبل امام العلماء یوم القیامة۔
>
> اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتا اور میں اسے خلیفہ نامزد کر دیتا پھر اپنے رب کے پاس پہنچتا میرا رب مجھ سے پوچھتا امت محمد ﷺ کا کس کو حکمران نامزد کیا ہے۔ میں جواب میں کہتا میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکمران نامزد کیا ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔
>
> ''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قیامت کے دن علماء کا امام ہوگا''

* * *

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابھی چھتیس برس کے ہوئے تھے کہ ۱۸ ہجری میں دریائے اردن کے کنارے پر واقع معروف شہر بیان میں قیام کے دوران طاعون کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ اس موذی بیماری کے آثار پہلے ہاتھ کی انگلی پر ظاہر ہوئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیماری نے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس شہر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے وفات پائی یہ وہ تاریخی شہر ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو سرگوشی کے انداز میں موت کو خوش آمدید کہنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے کہنے لگے۔

اللھم انی کنت اخافك ولکنی الیوم ارجوك۔

الٰہی پہلے میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔

موت کا وقت قریب آیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رونے لگے لوگوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا آپ تو عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ فرمایا مجھے دنیا چھوڑنے کا غم نہیں اور نہ ہی موت کا خوف۔

میں تو عذاب وثواب کے خیال میں مگن ہوں۔ اسی حالت میں پاکیزہ روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- مسند امام احمد	۲۲۷/۵
۲- طبقات ابن سعد	۱۲۰/۳
۳- طبقات خلیفہ	۳۰۳-۱۰۳
۴- تاریخ خلیفہ	۱۵۵-۱۳۸-۹۷
۵- التاریخ الکبیر	۳۵۹/۷
۶- التاریخ الصغیر	۱/۴۱، ۴۷
۷- المعارف	۲۵۴
۸- الجرح والتعدیل	۲۴۵-۲۴۴/۸
۹- مشاہیر علماء الامصار	۳۲۱
۱۰- الاستبصار	۱۴۱-۱۳۶
۱۱- حلیۃ الاولیاء	۲۴۴/۱
۱۲- طبقات الشیرازی	۴۵
۱۳- تاریخ ابن عساکر	۳۰۴/۱۶

۱۴-اسد الغابہ	۱۹۴/۵
۱۵-تہذیب الاسماء واللغات	۹۸/۲
۱۶-تہذیب الکمال	۱۳۳۷
۱۷-دول الاسلام	۱۵/۱
۱۸-تاریخ الاسلام	۳۱۹/۲
۱۹-العبر	۲۲/۱
۲۰-تذکرۃ الحفاظ	۱۹/۱
۲۱-مجمع الزوائد	۳۱۱/۹
۲۳-طبقات القرآء	۳۰۱/۲
۲۴-تہذیب التہذیب	۱۸۶/۱۰
۲۵-الاصابۃ	۲۱۹/۹
۲۶-خلاصۃ تذہیب الکمال	۳۷۹
۲۷-کنز العمال	۵۸۳/۱۳
۲۸-شذرات الذہب	۲۹/۱

والی حمص

حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ

الٰہی میں سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو تیرا پسندیدہ، محبوب اور برگزیدہ بندہ سمجھتا ہوں۔ الٰہی اس کے کردار کے حوالے سے مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچے۔

(عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

میں اپنے پیش رو ساتھیوں کے طرز عمل سے سرمو بھی انحراف نہیں کر سکتا خواہ ساری دنیا بھی میرے قدموں میں لا کر رکھ دی جائے۔

(سعید بن عامر رضی اللہ عنہ)

عابد‘ زاہد‘ شب زندہ دار‘ شجاعت‘ بسالت اور متانت کا پیکر جس نے خیبر‘ فتح‘ مکہ اور غزوہ اور تبوک میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ جسے امیر المومنین فاروق اعظم نے ایک ہزار مجاہدین کا قائد بنا کر جنگ یرموک میں شمولیت کے لیے روانہ کیا۔ جس نے رومی فوج کے حصار کو بیک جنبش توڑنے کا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا۔ جس نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے تختہ دار پر لٹکنے کے منظر کو اپنے قلب ونظر میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا جس نے ہر جنگ میں عزم واستقلال اور شجاعت وثابت قدمی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

جو اکثر وبیشتر اپنی ضرورت سے زائد رقم کو بیواؤں‘ یتیموں‘ بیماروں اور مسکینوں میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

جسے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم کی وفات کے بعد حمص صوبے کا گورنر مقرر کیا تھا۔

جس نے گورنر کے ذی شان منصب پر فائز ہونے کے باوجود فقیرانہ طرز معاشرت کو اپنایا اور زندگی بھر اسی نہج پر چلتے رہے۔ جو درہم ودینار کو دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے غم میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے جس نے اپنے پہننے کے لیے کپڑوں کا ایک سے زائد جوڑا زندگی بھر نہ بنایا۔

جس کا ایک بھائی عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بصرے کا اور دوسرا بھائی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کا گورنر بنا۔ جو چالیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا اللہ کو پیارا ہوا۔ جس کا نام سعید بن عامر تھا۔ آیئے اس نیک دل عبادت گذار سادہ مزاج گورنر کے حالات زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ ان ہزاروں میں ایک جوان رعنا تھے جو سرداران قریش کی دعوت پر مکہ معظمہ کی بالائی جانب مقام ت تنعیم کی طرف محض اس لیے چل کھڑے ہوئے تا کہ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ جنہیں قریش نے دھوکے سے پکڑ لیا تھا۔

اس کے شباب فراواں اور ابھرتی ہوئی جوانی نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ لوگوں کے کندھے پھلانگتا ہوا ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ ایسے سرداران قریش کے برابر کھڑا ہو سکے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور بھی شہسواران عرب موجود تھے۔ جو اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے اس طرح یہ موقع ملا کہ قریش کے اس اسیر کو بچشم خود پا بجولاں دیکھ سکے۔ اس نے اس منظر کا مشاہدہ کیا کہ عورتیں بچے اور جوان سب اسے موت کی وادی کی طرف بے دریغ دھکیل رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس صحابی رسول ﷺ کو شہید کر کے آنحضرت ﷺ سے انتقام لیں اور یوں بدر کے مقتولین کی رسوائی کا بدلہ چکائیں۔

جب یہ ہجوم اپنے اس قیدی کو لے کر اس مقام پر پہنچا جو پہلے سے اس کی شہادت کے لیے متعین تھا تو اس مرحلہ پر طویل القامت نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی طرف نظر دوڑائی سرداران قریش اسے کشاں کشاں تختہ دار کی طرف لے جا رہے تھے۔ اس نے عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار اور شور میں ایک پر وقار اور پرسکون آواز سنی، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو مجھے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت دو پھر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کعبہ رخ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دو رکعتیں کیسی تھیں اتنی حسین اتنی مکمل کہ کیا کہنے اس کے بعد اس نے یہ دیکھا کہ قوم کے سرداروں کی طرف منہ کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں۔

بخدا! اگر مجھے اس بدگمانی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ میں نے نماز کو

موت کے ڈر سے طوالت دی ہے تو میں نماز میں اور زیادہ وقت صرف کرتا۔ پھر اس نے صنادید قریش کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا زندہ حالت میں مثلی کر رہے ہیں یعنی یہ لوگ ان کے جسم کا ایک ایک عضو یکے بعد دیگرے کاٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری جگہ حضرت محمد ﷺ ہوں اور تم اس تکلیف سے بچ جاؤ؟

اس کا اس حالت میں کہ خون کے دھارے جسم سے پھوٹ رہے تھے' جواب یہ تھا:

اللہ کی قسم مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں امن اور چین سے رہوں اور حضرت محمد ﷺ کے پاؤں میں کوئی ایک کانٹا بھی چبھے۔ پھر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ فضا میں ہاتھ ہلا ہلا کر باآواز بلند کہہ رہے ہیں اسے مار ڈالو اسے مار ڈالو اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے ہیں۔

الٰہی ان سب ظالموں کو شمار کر لے اور انہیں تباہی کا مزا چکھا۔ اور ان میں سے کسی کو معاف نہ کر یہ کہہ کر انہوں نے زندگی کی آخری سانس لی یہ وہ لمحہ تھا جب ان کے جسم کا انگ انگ تلوار اور نیزوں کی ضربات سے زخمی تھا۔

* * *

قریش حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار پر لٹکا کر واپس لوٹ آئے اور اس کے بعد پیش آنے والے بڑے بڑے سنگین معرکوں کے نرغے میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ان کے واقعہ شہادت کو یکسر بھلا بیٹھے لیکن اس نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پردہ دل سے ایک لحظہ کے لیے بھی ان کی شہادت کا منظر محو نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جب سوتے خواب میں یہ منظر بار بار دکھائی دیتا اور بیدار ہوتے تو چشم خیال میں یوں محسوس ہوتا جیسے تختہ دار کے آگے حضرت خبیب پورے اطمینان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کر رہے ہیں یہی نہیں بلکہ ان کی پردرد آواز جیسے ان کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ اور وہ قریش کے خلاف بد دعا میں مصروف ہیں اور اس خیال سے دل دہل جاتا ہے کہ کہیں آسمان کا کڑکا ان کو آ نہ

لے یا آسمان سے پتھر گرا کر ان کو تباہ نہ کر دیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کر کے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو وہ کچھ سکھلا دیا جس کا انہیں پہلے قطعی علم نہ تھا۔

انہیں سکھایا کہ حقیقی زندگی عقیدہ اور عقیدے کی راہ میں تادم آخر مسلسل جہاد کرنے کا نام ہے۔

دوسری بات جو اس واقعہ سے انہوں نے سیکھی وہ یہ تھی کہ پختہ اور محکم ایمان ایسے عجیب وغریب کردار کو جنم دے سکتا ہے جو عام حالات میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔

علاوہ ازیں انہیں اس حقیقت کا بھی احساس ہوا کہ وہ شخص جس سے اس کے رفقاء اس درجہ محبت رکھتے ہیں کہ اس پر جان نچھاور کر دیں بلاشبہ اللہ کا سچا رسول ﷺ ہے جس کی تائید وتصدیق آسمان کی طرف سے آتی ہے۔

یہ سوچنا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا چنانچہ برسر مجمع یہ اعلان کر دیا کہ میں بت پرستی کی آلائشوں سے پاک ہو کر اور بے اختیار بتوں سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں، میں آج سے مسلمان ہوں۔

* * *

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مکہ کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ رسول اقدس ﷺ کی رفاقت اور صحبت میں رہنے لگے۔ خیبر اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ سے یہ حدیث بیان کی:

> عن سعيد بن عامر قال قال رسول الله ﷺ لو ان امرء من الحور العين اخرجت يدها لوجد ريحها كل ذي روح۔

(بحوالہ مسند ابو یعلی)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر جنت کی حور اپنا ہاتھ دنیا میں نکال دے تو اس کی خوشبو ہر ذی روح محسوس کرے''

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روز کہا کہ اہل شام آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ فرمایا میں ان کی مدد بھی کرتا ہوں اور غم خواری بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دس ہزار درہم لو اور اپنی مرضی سے وہاں خرچ کر لینا' بڑی ہی بے نیازی کا انداز اپناتے ہوئے کہا یہ دولت اسے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے' حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

> يجي فقرآء المسلمين يزفون فيقال لهم قفوا في الحساب فيقولون والله ماكان لنا شئي نحاسب عليه فيقول الله صدق عبادي فيدخلون الجنة قبل الناس بسبعين عاما۔
>
> فقیر مسلمان بڑی رفتاری تیزی کے ساتھ آئیں گے۔ انہیں کہا جائے گا حساب کے لیے ٹھہرو وہ کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے ہمارا حساب لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے بندوں نے سچ کہا۔ وہ لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

رسول اقدس ﷺ زندگی بھر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے بہت خوش رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسے مجاہدانہ انداز میں زندگی بسر کی جو مسلمانوں کے لیے نادر نمونہ ثابت ہوئی انہوں نے اپنی دنیا کو آخرت کے بدلے بیچ ڈالا۔ اور اپنی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دی۔ مذکورہ دونوں خلیفے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی صداقت اور تقوی کو اچھی طرح جانتے تھے۔ لہذا ان کی نصیحتوں کو غور سے سنتے اور ان کی ہر بات پر کان دھرتے۔ جناب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس

وقت تشریف لائے جب کہ وہ مسند خلافت پر فروکش ہوئے ہی تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگوں سے کبھی نہ ڈرنا اور یہ کہ تمہارے قول وفعل میں تضاد کبھی نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ انسان کی بہترین گفتار وہی ہوتی ہے جس کی تصدیق اس کا کردار کرے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن مسلمانوں کا تمہیں نگران بنایا ہے ان کے معاملات کی طرف خصوصی دھیان دیتے رہنا۔ ان کے لیے وہی پسند کرنا جو خود تمہیں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پسند ہو۔ اور ان کے لیے ہر اس شئی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا جو خود تمہیں اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لیے ناپسند ہو۔ شدائد کا سامنا کرنے سے نہ گھبرانا اور راہ حق پہ مضبوطی سے جمے رہنا اور حق کی راہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سعید رضی اللہ عنہ بھلا کس میں یہ ہمت ہے کہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

سعیدؓ نے فرمایا:

آپ اس کے اہل ہیں آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کی نگرانی کا فریضہ سونپا ہے آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں۔

✿ ✿ ✿

اس مرحلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب سعید رضی اللہ عنہ کو اپنی نصرت و تائید کے لیے دعوت دی اور فرمایا:

اے سعید رضی اللہ عنہ ہم تمہیں علاقہ حمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ کا واسطہ ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر خفا ہو کر فرمایا۔

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خلافت کا بار تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود اس سے الگ تھلگ ہونے کی کوشش کر رہے ہو''

خدا کی قسم میں چھوڑنے والا نہیں اس کے بعد آپ نے ان کو صوبہ حمص کا گورنر مقرر کر دیا اور ارشاد فرمایا کیا تمہارے لیے ہم کچھ معاوضہ مقرر نہ کر دیں؟

اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

امیر المومنین میں معاوضہ لے کر کیا کروں گا بیت المال سے جو کچھ مجھے ملتا ہے وہ بھی میری ضرورت سے زیادہ ہے' یہ کہا اور حمص کی طرف چل دیئے۔

کچھ عرصہ بعد اہالیان حمص میں سے قابل اعتماد افراد پر مشتمل ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے وفد کو حکم دیا۔

تم لوگ مجھے ان افراد کے نام لکھ کر دو جو تم میں مفلس و نادار ہیں تا کہ میں ان کی مالی مدد کر سکوں وفد نے آپ کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اس فہرست میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام بھی درج ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:

کون سعید بن عامر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے بتایا۔ ہمارا گورنر۔

فرمایا آپ کا گورنر مفلس ہے؟

انہوں نے کہا۔ جی ہاں خدا کی قسم کئی کئی دن ان کے چولہے میں آگ نہیں جلتی۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ اٹھے' ہزار دینار لیے اور ان کو ایک تھیلی میں بھر کر فرمایا:

ان سے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ امیر المومنین نے یہ تھیلی تمہارے لیے بھیجی ہے تاکہ اس سے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔

یہ وفد حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھیلی لے کر آیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں تو دینار ہیں۔ تھیلی کو اپنے سے دور ہٹا کر بس یہ کہنے لگے!

ان لله و انا اليه راجعون:

گویا کوئی بپتا نازل ہوگئی یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آگیا' یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی اٹھی اور کہنے لگی:

میرے سر تاج کیا سانحہ رونما ہو گیا!

کیا امیر المومنین وفات پا گئے''

آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ بات کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس نے پوچھا کیا کسی معرکہ جہاد میں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچا؟

آپ نے فرمایا اس سے بھی بڑی بات۔

اس نے عرض کی بھلا اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے؟

فرمایا:

میرے ہاں دنیا در آئی تاکہ میری آخرت بگاڑ دے' میرے گھر فتنہ ابھر آیا۔

اس نے عرض کی:

کیوں نہ آپ اس فتنہ سے گلوخلاصی کر لیں اسے دیناروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

انہوں نے فرمایا:

کیا تم اس سلسلہ میں میری مدد کرو گی؟

عرض کی: جی ہاں کیوں نہیں۔

آپ نے دینار متعدد تھیلیوں میں بند کیے اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔

* * *

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دربار شام میں تشریف لائے مقصد یہ تھا کہ اس علاقہ کے حالات معلوم کر سکیں۔

ان دنوں حمص کا نام کویفہ پڑ گیا تھا جو لفظ کوفہ کی تصغیر ہے' یہ اس نام سے اس لیے مشہور ہوا کہ یہاں کے لوگ عمال حکومت کے خلاف شکوہ کرنے میں اہل کوفہ سے بہت حد تک مشابہت رکھتے تھے' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری حمص میں ہوئی تو یہاں کے لوگ آپ کو سلام عرض کرنے کی خاطر حاضر ہوئے۔

آپ نے دریافت فرمایا۔

تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا انہوں نے اس کی شکایت میں زبان کھولی اور ان کے طرز عمل کے بارہ میں چار باتیں کہیں جو کہ ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گورنر اور شکایت کرنے والوں کو ایک ساتھ طلب کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی' حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ میرے گمان کو جھوٹا نہ ہونے دے۔ مجھے اس پر بہت اعتماد تھا۔ جب یہ لوگ اور ان کا گورنر بوقت صبح میرے پاس آئے تو میں نے دریافت کیا تمہیں اپنے گورنر سے کیا گلہ ہے؟

انہوں نے بتایا:

کہ یہ دن چڑھے تک گھر سے باہر نہیں نکلتے اس پر میں نے پوچھا سعید رضی اللہ عنہ تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ چند لمحے خاموش رہے پھر کہا۔ بخدا میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا ناپسند کرتا تھا لیکن اب اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں حقیقت حال صاف صاف بیان کر دوں۔

صورت حال یہ ہے کہ گھر میں میرے پاس کوئی خادم نہیں میں صبح سویرے اٹھتا ہوں۔ اہل خانہ کے لیے آٹا گوندھتا ہوں' پھر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا ہوں۔ تاکہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے بعد ازاں ان کے لیے روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کر کے لوگوں کی

خدمت کے لیے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت کسی کی نہیں سنتے۔ میں نے کہا سعید اس اعتراض کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔

فرمایا بخدا میں اس امر کا اظہار بھی ناپسند کرتا ہوں۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ میں نے دن ان کے لیے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

آپ کو ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے۔ وہ بولے مہینے میں ایک دفعہ غفلت سے کام لیتے ہوئے دن کے آخر حصہ میں گھر سے نکلتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا سعید رضی اللہ عنہ یہ کیوں؟

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین میرے پاس نہ تو کوئی خادم ہے' نہ ان کپڑوں کے سوا میرے پاس کپڑوں کا کوئی دوسرا جوڑا ہے۔ جو اس وقت کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں مہینے میں ایک مرتبہ دھوتا ہوں پھر منتظر رہتا ہوں کہ یہ خشک ہو جائیں جب یہ خشک ہو جاتے ہیں۔ تو میں پہن کر دن کے آخری حصے میں ان کا سامنا کرتا ہوں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

کوئی اور شکایت؟

انہوں نے کہا:

مجلس میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

میں نے پوچھا سعید یہ کیا بات ہے؟

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ

عنہ کی شہادت کا منظر بچشم خود دیکھا ہے میں اس وقت مشرک تھا میں نے دیکھا کہ قریش اس کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تیری جگہ حضرت محمد ﷺ ہوں اور تجھے چھوڑ دیا جائے؟

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا:

خدا کی قسم میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہل و عیال میں اطمینان سے رہوں اور حضرت محمد ﷺ کے جسم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہنے لگے جب وہ دن مجھے یاد آتا ہے تو میں غمگین ہو جاتا ہوں۔ رہ رہ کے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ میں نے اس دن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مدد کیوں نہیں کی۔ ڈرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میرا یہ جرم معاف نہ کرے' اس کے بعد مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

یہ بات سنی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے حسن ظن کو غلط ثابت نہیں کیا:

اس کے بعد ایک ہزار دینار انہیں دیئے تاکہ اپنی ضروریات کو پورا کر لیں۔

جب یہ چھلکتے ہوئے دینار حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دیکھے تو اس نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا:

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں آپ کی خدمات سے بے نیازی عطا کی۔

میرے سرتاج ہمارے گھر کے لیے ضرورت کی اشیاء خرید لیجئے اور گھر کے کام کاج کے لیے ایک خادم رکھوا لیجئے' اس پر آپ نے بیوی سے فرمایا:

میں تجھے وہ چیز نہ دوں جو اس سے بھی بہتر ہو بیوی نے کہا بھلا وہ کیا۔

فرمایا یہ دینار ہم اسی کو لوٹا دیں جس نے ہمیں دیئے ہیں۔ ہم ان دیناروں سے کہیں زیادہ اس کے محتاج ہیں۔

بیوی نے کہا وہ کون؟

فرمایا کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے دیں!

بیوی نے عرض کیا؟

آپ نے بجا ارشاد فرمایا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اسی وقت دیناروں کو متعدد تھیلیوں میں رکھا۔ اور اپنے اہل خانہ میں سے ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ جاؤ فلاں کی بیوی' فلاں کے یتیم بچوں' فلاں خاندان کے مساکین اور فلاں قبیلہ کے محروموں میں تقسیم کر آؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو سند رضا سے نوازا' آپ ان لوگوں میں سے تھے جو دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود گھاٹے میں رہیں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بڑے سخی' دریا دل اور فیاض تھے۔ مفلوک الحال' نادار' یتامیٰ' مساکین' فقراء اور محتاج لوگوں کا بہت خیال رکھتے' اپنے پاس جو زائد مال ہوتا فوری طور پر اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

دوست احباب نے ایک دفعہ مشورہ دیا کچھ مال اپنی ضرورت کے لیے بھی رکھ لیا کرو'

فرمایا: میں زہد و قناعت اور فقر و فاقہ کو ہی پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مومن فقراء و مساکین دولت مند مومنوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے"

بیوی نے ایک دفعہ اپنے سرتاج سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو غرباء و مساکین میں دینار بانٹتے ہوئے دیکھا تو انہیں گھریلو مصارف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کچھ گھر کے اخراجات کے لیے بھی رکھ لیجئے۔ بیوی کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو اطلعت امرء ۃ من نساء اھل الحنۃ الی اھل الارض لملات ریح المسك و انی واللہ ما کنت لا ختارك علیھن فسکنت"

میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے ہیں اگر اہل جنت کی کوئی خاتون اہلِ دنیا کی طرف جھانک لے تو کستوری کی خوشبو سے روئے زمین مہک اٹھے۔ اللہ کی قسم ان پر میں آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، البخاری فی الرقاق)

* * *

حمص دمشق اور حلب کے درمیان ایک مشہور تاریخی شہر ہے جسے لشکر اسلام نے حضرت ابوعبید بن جراحؓ کی قیادت میں فتح کیا اہل حمص نے ایک لاکھ ستر ہزار سالانہ جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر صلح کی پیش کش کر دی تو اسے تسلیم کر لیا گیا۔

حمص کو چھوٹا کوفہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ حمص اور کوفہ کے باشندوں کی عادات ملتی جلتی تھیں، امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض بن غنم بن زہیر رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر مقرر کیا جب فوت ہوئے تو حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہاں کا گورنر نامزد کیا۔ جنہوں نے اختیارات سنبھالنے کے بعد رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے پر بہت جلد لوگوں کے دلوں میں محبت اور چاہت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ یہاں کے باشندے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ کر ۲۰ ہجری کو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی:

حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-حلیۃ الاولیاء	۲۳۴/۱
۲-صفۃ الصفوۃ	۶۶۰/۱

۳- تاریخ ابن عساکر	۱۴۷-۱۴۵/۶
۴- تہذیب التہذیب	۵۱/۴
۵- الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	۳۲۶/۳
۶- نسب قریش	۳۹۹
۷- تاریخ اسلام	۳۵/۲

والی مصر

حضرت عقبہ بن عامر بن جہنی رضی اللہ عنہ

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بڑی ہی دلفریب آواز میں قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا مجھے قرآن کی تلاوت سناؤ جب انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں تلاوت شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

(سیر اعلام النبلاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم و فاضل، فقیہ و محدث، کاتب وحی، فصیح البیان شاعر، نڈر مجاہد، ماہر تیر انداز، جو نہایت دلسوز آواز میں قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتا تھا، جس نے اپنے قلم سے مکمل قرآن حکیم لکھنے کی سعادت حاصل کی، جس کی تلاوت سن کر امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی، جس نے اصحاب صفہ کی رفاقت میں رہتے ہوئے رسول اقدس ﷺ سے دین کا علم حاصل کیا۔ جو ہجرت کے وقت محض ایک بکریوں کا چرواہا تھا۔ گڈریا ہونا اس کی پہچان تھی۔ لیکن علم اور دعوت جہاد کی بدولت وہ مصر جیسے تہذیب و تمدن سے آراستہ ملک کا گورنر بنا۔

آپ کی ایک گڈریے سے جہانبانی کے مقام پر فائز ہونے کی دلچسپ روئیداد کا مطالعہ کریں۔

مدینہ منورہ میں گھر گھر اس خبر کا چرچا ہے کہ رسول اقدس ﷺ مستقل سکونت اختیار کرنے کے لیے مکہ معظمہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی ہیں۔ دیدار مصطفیٰ کا شوق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر ایک کی نظر مکے سے آنے والے راستے کی طرف بار بار اٹھ رہی ہے۔ آواز آتی ہے وہ دیکھو رسول اقدس ﷺ یثرب کے ٹیلوں سے نمودار ہو رہے ہیں، ذرا ادھر نظر دوڑاؤ اہل یثرب راستوں، گلیوں اور گھروں کی چھتوں پر نبی رحمت ﷺ اور آپ کے ہم سفر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دیدار کا شوق دل میں بسائے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہے ہیں۔ اور نعرہ تکبیر سے یثرب کی فضا گونج رہی ہے۔

چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے ننھے منے ہاتھوں میں دف پکڑے وفور شوق سے یہ ترانہ گا رہی ہیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للہ داع

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں کا
چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے۔
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا۔

اللہ اللہ کیا عجب منظر ہے' رسول اقدس ﷺ کی سواری لوگوں کے درمیان سے باوقار انداز سے گذر رہی ہے۔ مشتاق نگاہیں خوشی کے آنسو بہا رہی ہیں' دلوں میں شوق دیدار انگڑائیاں لے رہا ہے لبوں پر دل آویز مسکراہٹیں پھیلی ہوئی ہیں۔

لیکن عقبہ بن عامر رسول اقدس ﷺ کے استقبال کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ وہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنی بکریاں چرانے جنگل کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس لیے کہ یثرب میں بکریاں چرانے کا کوئی انتظام نہ تھا خطرہ تھا کہ کہیں بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں اس دنیائے فانی میں یہی بکریاں ان کی کل کائنات تھی۔

رسول اقدس ﷺ کی تشریف آوری کا چرچا صرف یثرب میں ہی محدود نہ رہا۔ تھوڑے ہی عرصے میں قرب و جوار کی وادیوں میں آپ کے تشریف لانے کی خبر پھیل گئی۔ اڑتے اڑتے یہ خبر عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کو بکریاں چراتے ہوئے جنگل میں ملی۔

وہ خود رسول اقدس ﷺ کے ساتھ اپنی ملاقات کا منظر بیان کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ تشریف لائے میں اس وقت دور دراز جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ جب مجھے آپ کی آمد کا پتہ چلا تو میں اسی وقت آپ

ﷺ کے دیدار کا شوق دل میں لیے شہر کی طرف چل پڑا۔ رسول اقدس ﷺ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ فرما تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ دیدار کیا چہرہ انور دیکھتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔

عرض کیا یارسول ﷺ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں قبول کر لیجئے۔

آپ نے پوچھا تم کون ہو؟

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں عقبہ بن عامر جہنی ہوں۔

ارشاد ہوا بیعت کرنے کا ارادہ ہے؟

عرض کی جی ہاں اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے کمال محبت، شفقت اور دلنوازی کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے بیعت لی۔

میری دنیا بدل گئی۔ دل کی تاریکی نور میں ڈھل گئی، دماغ کے بند خلیے پھول کی پنکھڑیوں کی طرح یک دم کھل اٹھے۔

میں ایک رات مدینہ منورہ میں گذارنے کے بعد بکریوں کی دیکھ بھال کے لیے اجازت لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔

* * *

ہم بارہ ساتھی ایسے تھے جو نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور ہم مدینہ طیبہ سے دور جنگل میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے ایک دن بیٹھ کر ہم نے مشورہ کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں باری باری حاضری دینی چاہیے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔

ہم دینی تعلیم سے محروم رہ جائیں گے اور اس وحی الہی سے فیضیاب نہ ہوسکیں گے جو رسول اقدس ﷺ پر نازل ہو رہی ہے ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر روز ایک ساتھی مدینہ طیبہ جائے۔ اس کی بکریوں کی دیکھ بھال دوسرے ساتھی کریں۔ اور جو کچھ وہ رسول اقدس ﷺ کے فرمودات سنے ان سے اپنے دوسرے ساتھیوں کو آکر آگاہ کرے۔ اس طرح سب کو دینی علم حاصل کرنے کی سعادت مل سکے گی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یکے بعد دیگرے مدینے جاؤ اور جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کرتا جائے انہیں چرانے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری میں بخوشی قبول کرتا ہوں میری اس وقت دلی کیفیت یہ تھی کہ مجھے اپنی بکریوں سے بہت پیار تھا میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اپنی بکریاں کسی کے سپرد کروں۔

میرے ساتھی یکے بعد دیگرے مدینے جانے لگے۔ تا کہ وہ علم نبوت سے فیض یاب ہو سکیں۔ ہر جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کر جاتا جب وہ واپس آتا تو جو کچھ اس نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہوتا وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو سنا دیتا میں بھی وہ قیمتی باتیں بڑے غور سے سنتا اور یہ دینی احکامات اپنے دل میں بٹھا لیتا کچھ عرصے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا میں ان بکریوں کی وجہ سے یہاں رکا ہوا ہوں۔ کیا میں اس دنیاوی مال و متاع کو رسول اقدس ﷺ کی محبت پر ترجیح دے رہا ہوں۔ یا اسی طرح یہ بکریاں حصول علم کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں گی۔ یہ خیال آتے ہی میں نے بکریوں کو خیر باد کہا دوسرے ساتھیوں کے سپرد کیا اور مدینہ منورہ واپس آ گیا۔ اور اصحاب صفہ کے ساتھ شامل ہو کر براہ راست رسول اقدس ﷺ سے علم حاصل کرنے لگا۔

مسجد نبوی میں قیام تھا۔ جو کچھ میسر آتا کھا لیتا اور مستقل علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔

* * *

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بڑے خوش الحان قاری تھے۔ جب قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بطور خاص ان سے تلاوت کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ جب یہ تلاوت شروع کرتے تو ان کے دل پر اس قدر اثر ہوتا کہ اس وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے‘

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حدیث میں بڑی مہارت پیدا کر لی تھی‘

ان سے جبیر بن نفیر‘ سعید بن مسیب‘ ابو ادریس خولانی‘ علی بن رباح‘ عبدالرحمان

بن شمامہ، مشرح بن ہامان، ابو قبیل معافری اور بعجہ جہنی جیسے مشاہیر علماء و محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بکریوں کو خیر باد کہہ کر رسول اقدس ﷺ کا دامن پکڑ لیا۔ اور بقیہ زندگی اسی در پر گذارنے کا عزم کیا تھا تو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ آگے چل کر یہ صحابہ کرام میں بہت بڑے عالم فاضل، قاری، فاتح، جرنیل اور ایک کامیاب گورنر کی حیثیت سے معروف ہوں گے۔

جب وہ اپنی بکریاں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یکسو ہو کر چل دیئے تھے ان کے دل میں یہ خیال تک نہ گزرا تھا کہ وہ کسی دن اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن جائیں گے۔ جسے امام الدنیا، عروس البلاد یعنی دمشق کو فتح کرنے کا عظیم شرف حاصل ہوگا۔ اور وہ دمشق کے مشہور دروازے باب توما کے نزدیک سرسبز باغات میں بنے ہوئے ایک عالی شان محل میں سکونت اختیار کریں گے۔

یہ بات ان کے تصور میں بھی نہ تھی کہ آگے چل کر ان کا شمار ان قائدین میں ہوگا۔ جنہیں سرسبز وشاداب اور تہذیب وتمدن کے گہوارہ ملک مصر کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل ہوگا۔

اور یہ کس کے وہم وگمان میں تھا کہ ایک روز ایسا آئے گا کہ یہ جبل مقطم کی چوٹی پر بنے ہوئے عالیشان بنگلے میں رہائش اختیار کریں گے۔ ان سب رازہائے دروں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔

* * *

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی آپ اپنی زبان مبارک سے یہ تاریخی جملہ بھی ادا کیا کرتے تھے۔

نغیر اعلاھا و تابی اصولھا

ہم بالوں کے بالائی حصے کا رنگ بدل دیتے ہیں لیکن بالوں کی جڑیں اس تبدیلی کا انکار کر دیتی ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کے دور حکومت میں انہیں مصر کا گورنر نامزد کیا گیا۔

سرزمین مصر میں مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہونے کے بعد نظام حکومت بڑے احسن انداز میں چلایا۔

* * *

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس الجہنی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اقدس ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح وابستہ رہے جب آپ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے گھوڑے کی لگام تھام لیتے' کئی دفعہ رسول اقدس ﷺ نے اپنے اس خادم پر شفقت کا اظہار کرتے ہوئے گھوڑے پر اپنے پیچھے بھی بٹھایا۔ رسول اقدس ﷺ کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ بعض اوقات یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا اور خود پیدل چلنے لگے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک روز میں رسول اقدس ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھامے ایک ایسے راستے سے گذر رہا تھا جس کی دونوں جانب گھنے درخت تھے۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عقبہ کیا تم سوار نہیں ہوگئے؟

ادب و احترام کے تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میرے دل میں خیال آیا کہ نفی میں جواب دوں لیکن فورا یہ احساس ہوا کہ کہیں آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے تو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میری یہ بات سن کر آپ ﷺ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا۔ یہ منظر میرے لیے کٹھن امتحان سے کم نہ تھا یہ حکم سن کر پسینے چھوٹ گئے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا۔ آپ پیدل چلنے لگے۔ میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا۔ گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور مودبانہ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

آپ ہی سوار ہوں میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میں سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہوں۔

اس کے بعد آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عقبہ کیا میں تجھے دو ایسی سورتیں نہ سکھاؤں جن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ میں نے عرض کی ضرور یا رسول ﷺ تو آپ ﷺ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر سنائیں پھر نماز پڑھی تو اس میں بھی آپ نے ان ہی دو سورتوں کی تلاوت کی اور فرمایا کہ دونوں سورتوں کو سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد پڑھ لیا کرو۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر ان دونوں سورتوں کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے رکھا۔

* * *

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر مساعی کا محور علم اور جہاد کو بنالیا۔

جہاں تک میدان علم کا تعلق ہے رسول اقدس ﷺ کے صاف شفاف علمی چشمے سے سیراب ہوئے۔ جس کی وجہ سے انہیں قاری، محدث، فقیہ، ماہر علم میراث، ادیب، فصیح البیان مقرر اور شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

قرآن حکیم نہایت دلفریب آواز میں پڑھا کرتے تھے جب رات پرسکون ہو جاتی دنیا کی چہل پہل تھم جاتی تو یہ پرسوز آواز میں قرآنی آیات کی تلاوت شروع کر دیتے جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور خشیت الٰہی سے ان کے دل میں لرزہ طاری ہو جاتا۔

ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

عقبہ قرآن سناؤ۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کی تلاوت دلپذیر لہجے میں شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے جن سے آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے پورا قرآن حکیم اپنے ہاتھ سے لکھا اور یہ قلمی نسخہ ان کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک مسجد عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ میں محفوظ رہا لیکن یہ بھی حوادثات زمانہ کی نذر ہو گیا۔ اور امت اس قیمتی ورثہ سے محروم ہوگئی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا غزوہ احد اور دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے آپ ان عظیم الشان بہادروں میں سے تھے جنہوں نے دمشق فتح کرتے وقت جرات شجاعت اور جنگی حکمت عملی کے جوہر دکھلائے' اسلامی لشکر کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کے جنگی کارناموں سے متاثر ہو کر انہیں خصوصی نمائندہ بنا کر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تا کہ دمشق فتح ہونے کی نوید ان کو سنائی جائے۔ انہوں نے دن رات مسلسل سفر کرتے ہوئے آٹھ روز میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت فاردق اعظم رضی اللہ عنہ کو دمشق فتح کرنے کی خوشخبری سنائی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اس عظیم اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ جس نے مصر کو فتح کرنے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اس کارنامے کے صلے میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا گورنر نامزد کر دیا تھا۔

پھر انہیں بحرابیض کے جزیرہ روڈس کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔

جہاد کے ساتھ والہانہ شیفتگی کی بنا پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام احادیث زبانی یاد کر لی تھیں جن میں جہاد کا تذکرہ تھا۔ اور جہاد کی روایات بیان کرنے میں آپ کو خصوصی مقام حاصل ہو گیا تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں بھی بڑے ماہر تھے۔
جب کبھی کھیل کا شوق دل میں ہوتا تو تیر اندازی کر کے اپنا دل بہلا لیا کرتے تھے۔

* * *

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور انہیں یہ وصیت کی۔

میرے بیٹو میں تمہیں تین چیزوں سے منع کرتا ہوں ان سے لازمی اجتناب کرنا۔

۱- غیر ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کرنا۔
۲- پھٹے پرانے کپڑے پہن لینا تنگی سے گذر اوقات کر لینا لیکن کسی سے قرض نہ لینا۔
۳- شعر گوئی میں دلچسپی نہ لینا کیونکہ اس سے تمہارے دل قرآن مجید کی تلاوت سے غافل ہو جائیں گے۔

جب آپ فوت ہو گئے تو انہیں جبل مقطم کی بالائی سطح پر دفن کیا گیا۔ ان کا چھوڑا ہوا مال دیکھا گیا تو اس میں تقریبا ستر تیر کمان تھے اور ساتھ ہی یہ وصیت نامہ لکھا ہوا ملا کہ یہ تیر اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے جائیں۔

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس الجہنی رضی اللہ عنہ ۵۷ میں فوت ہوئے۔ یہ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

* * *

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس الجہنی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- مسند امام احمد	۲۰۱،۱۴۳/۴
۲- التاریخ لابن معین	۴۰۹
۳- طبقات ابن سعد	۳۴۴-۳۴۳/۴
۴- التاریخ الکبیر	۴۳۰/۶

۵-المعارف	۲۷۹
۶-الجرح والتعدیل	۳۱۳/۶
۷-المستدرک	۴۶۷/۳
۸-تاریخ ابن عساکر	۳۴۸/۱۱
۹-اسد الغابتہ	۵۳/۴
۱۰-تہذیب الکمال	۹۴۷
۱۱-تاریخ الاسلام	۳۰۶/۲
۱۲-العبر	۶۲/۱
۱۳-تہذیب التہذیب	۲۴۴-۲۴۲/۷
۱۴-الاصابتہ	۲۱/۷
۱۵-خلاصتہ تذہیب الکمال	۲۶۹
۱۶-کنز العمال	۴۹/۱۳
۱۷-شذرات الذہب	۶۴/۱

والی بصرہ

حضرت عبداللہ بن عامر القرشی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر نامزد کیا تو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سابق گورنر نے اہل بصرہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ تمہارے پاس ایک عالی نسب فراخ دل اور سخی نوجوان بحیثیت گورنر آ رہا ہے۔

(ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

ہم عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بعد کس پر فخر کا اظہار کریں گے۔

(امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ)

قریشی خاندان کا چشم و چراغ جسے رسول اقدس ﷺ نے گھٹی دیتے وقت مستقبل میں اس کی سخاوت اور دریا دلی کی پیشین گوئی کی تھی۔

حوصلہ مند اور بہادر جرنیل جس نے کابل کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ جو دو مرتبہ بصرے کا گورنر بنا ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور دوسری مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں۔ جس نے بصرے میں دو نہریں کھدوا کر وہاں کے باشندوں کو میٹھا پانی مہیا کیا۔

جس نے اسلامی تاریخ کے معروف جرنیل عبدالرحمان بن سمرۃ کو لشکر اسلام کا قائد بنا کر بلوچستان اور ہندوستان میں فتوحات حاصل کرنے کے لیے بھیجا جس نے بتکدہ ہند میں شمع توحید روشن کی۔ جو مالدار‘ سخی‘ فیاض اور مخیّر تھا۔ جس نے میدان عرفات میں حاجیوں کی سہولت کے لیے پانی کے تالاب تعمیر کیے‘ جس کا والد رسول اقدس ﷺ کی پھوپھیبھاء بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ جس نے خراسان کو فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا‘ جسے امیر معاویہ بن ابی سفیان کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی بیٹی ہند سے اس کا نکاح ہوا۔

جو تاریخ میں مشہور جرنیل‘ ہر دلعزیز گورنر عبداللہ بن عامر قرشی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آیئے اس جلیل القدر صحابی کے تذکرے سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو روشنی بہم پہنچائیں۔

* * *

حضرت عبداللہ کے والد عامر نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی‘ عبداللہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے‘ تین سال کی عمر ہوئی تو رسول اقدس ﷺ کی

خدمت میں پیش کیئے گئے۔ آپ ﷺ نے اسے گود میں بٹھایا، گھٹی دی اور مستقبل میں مال و دولت اور فیاضی کی پیشین گوئی کی۔

جب رسول اقدس ﷺ کا اس دنیائے فانی سے کوچ ہوا تو یہ اس وقت تیرہ برس کے تھے،

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسے بصرے کا گورنر مقرر کیا۔ اصمعی نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ عید الاضحیٰ کے روز عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی قوت خرید کا جائزہ لیتے ہوئے عام اعلان کیا کہ قربانی کے لیے جو بھی آج جانور خریدے گا اس کی قیمت میں اپنی طرف سے ادا کروں گا۔ بصرہ کے باشندوں سے کہا:

"بخدا! میں تمہیں عاجز و حرماں نصیب دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

(بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

ابو داؤد طیالسی رقمطراز ہیں کہ ہمیں حمید بن مہران نے سعد بن اوس سے اور اس نے زیادہ بن کسیب کے حوالے سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں ابوبکرہ کے ہمراہ اس منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا جس پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کھڑے خطبہ دے رہے تھے اور انہوں نے باریک کپڑے زیب تن کیئے ہوئے تھے ابو بلال نے بلند آواز سے کہا لوگو اپنے گورنر کو دیکھو آج اس نے اوباش لوگوں جیسا لباس پہن رکھا ہے۔ ابوبکرۃ نے یہ بات سن کر کہا خاموش ہو جاؤ۔ میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"من اهان سلطان الله في الارض اهانه الله"

جس نے روئے زمین پر اللہ کے سلطان کی اہانت کی اللہ اسے ذلیل کر دے گا۔ (بحوالہ مسند ابوداؤد طیالسی۔ مسند امام احمد، ترمذی، تاریخ ابن عساکر)

خطبے کے دوران جس نے سرعام بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا وہ مرداس بن ا یہ تھا جس کی کنیت ابو بلال تھی اور اس کا تعلق خوارج کے ساتھ تھا۔

تاریخ خلیفہ میں مذکور ہے۔ کہ ۲۹ ہجری میں امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان

رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرے اور عثمان بن ابی العاص کو فارس کی گورنری سے معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دونوں صوبوں کا گورنر مقرر کر دیا۔

(بحوالہ تاریخ خلیفہ)

* * *

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۲۹ ہجری میں پچیس برس کی عمر میں بصرے کے گورنر بنے اس وقت یہ تنومند جواں تھے' انہوں نے مسند اقتدار سنبھالتے ہی متعدد لشکر ترتیب دیئے۔ ایک لشکر کی قیادت خود کی جس نے پورے ایران کو سرنگوں کیا' کابل اور بلوچستان اسی دور میں فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کیے گئے۔ بلوچستان کے ساحلی علاقے مکران کو زیرنگیں کرنے کے لیے جس لشکر کو روانہ کیا گیا اس کے سپہ سالار عبیداللہ بن معمر تھے۔ تمام باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے۔ مکران پر مکمل قبضہ کیا اور یہاں سے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی منصوبہ بندی کی گئی۔ ہندوستان میں داخل ہونے والے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض حضرت عبدالرحمان بن سمرۃ کے سپرد کئے گئے۔ انہوں نے سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بتکدہ ہند میں شمع توحید روشن کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

سب سے بڑے بت کے ہاتھ توڑ دیئے اور آنکھیں نکال دیں' آنکھوں میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے اور ہاتھ سونے کے بنائے گئے تھے۔

بت پرستوں کو گرجدار آواز میں کہا یہ سونا اور ہیرے اٹھا لو ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں یہ تو صرف تمہیں سمجھانے کے لیے ہم نے ان بتوں کا حلیہ بگاڑا ہے۔ تاکہ تمہیں یہ حقیقت بتائی جائے کہ بت کسی کو نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بتوں کی عبادت انسانیت کی تذلیل ہے۔ عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی پیشانی صرف اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جھکے۔ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے"

والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جو لشکر اسلام حضرت عبدالرحمان بن سمرۃ کی قیادت میں روانہ کیا اس میں جید علماء' اتقیاء اور فقہاء شامل تھے۔ جنہوں نے

جہاد کے ساتھ ساتھ دعوت وارشاد کے میدان میں نمایاں کردار ادا کیا جس سے متاثر ہو کر کثیر تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

* * *

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ خود بھی لشکر اسلام کے قائد کی حیثیت سے مسلسل مصروف جہاد رہتے انہوں نے بہت سے علاقوں کو فتح کیا اصفہان، حلوان، کرمان، کابل سرخس، نساء اور نیشا پور جیسے اہم ترین تاریخی شہروں پر اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ان مردم خیز علاقوں میں بڑے بڑے علماء، محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے۔ افغانستان کے مشہور علاقہ ہرات تک لشکر اسلام پہنچا۔ اور اس پر قابض ہوا، والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مشہور جرنیل حضرت احنف بن قیس کی قیادت میں ایک لشکر طخارستان روانہ کیا جس نے وہاں جا کر انقلاب برپا کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فتوحات سے فارغ ہو کر حج ادا کرنے کے لیے عازم مکہ ہوئے، حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی، وہاں مہاجرین و انصار کی نہایت فیاضانہ انداز میں مالی مدد کی تو ان کے دلوں میں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت گھر کر گئی ان کو بے دریغ انعام واکرام اور مال ودولت سے نوازا۔ مدینہ منورہ سے دوبارہ بصرہ پہنچے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت تک بصرے کے گورنر کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی ادا کیے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۳۵ ہجری میں فتنہ پردازوں کے ہاتھوں مظلومانہ شہید ہوئے، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نپٹنا چاہتے تھے ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ شرپسند عناصر کو مدینہ منورہ سے مار بھگایا جائے لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کسی پر ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی عزیز تھے مدینہ منورہ میں شرپسند عناصر کی سرگرمیاں دیکھ کر ان کے جذبات میں ایک طوفان برپا ہوا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی سے منع کر دیا کہ خبردار میری وجہ سے کسی

مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی مدینہ منورہ کی گلیوں میں نہیں گرنا چاہیے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

جنگ جمل کا اندوہناک حادثہ رونما ہوا جس میں مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں بھرپور حصہ لیا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی طرفداری میں لڑے، حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی، خرچ کرنے کا حوصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بصرہ چلنے کی دعوت دی تھی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پیش نظر تو صرف یہ تھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دینے کے لیے برسر اقتدار حضرات کو آمادہ کیا جائے۔ باہمی رنجشوں، کدورتوں اور نفرتوں کو مٹایا جائے۔ انہیں یہ توقع تھی کہ میری موجودگی میں طرفین میرا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حد سے تجاوز نہیں کریں گے۔ یہ تو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ جنگ جمل جیسا دلخراش واقعہ بھی پیش آ جائے گا۔ تاریخ میں اس خونچکاں حادثے نے امت مسلمہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ کے موقف کی بھرپور تائید کی۔

* * *

جنگ صفین میں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پہلوتہی اختیار کرنے کو ہی ترجیح دی، اس موقع پر ان کا طرز عمل صالحانہ تھا۔

فریقین کے درمیان جنگ بندی کرانے میں انہوں نے زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے لشکر کا قائد نامزد کیا گیا۔ ان کی قائدانہ صلاحیتوں نے امت مسلمہ کو پھر ایک جھنڈے تلے کھڑا کر دیا۔

شہزادہ جنت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔ تاریخ کا یہ سنہری باب ۴۱ھ میں رقم کیا گیا۔ یہ سال عام الجماعۃ کے نام سے مشہور ہوا۔ کیونکہ پوری امت عرصہ دراز کے بعد ایک قیادت کے تحت جمع ہوئی تھی۔

خارجیوں نے بہت زور لگایا کہ اختلافات کی یہ خلیج بدستور قائم رہے بلکہ اس میں اور زیادہ وسعت پیدا ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم آپ کے اشارے پر ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ خلافت سے دستبرداری کا اعلان نہ کریں۔

لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کو لہو رنگ ماحول سے نکالنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

جب شر پسند عناصر نے زیادہ مجبور کرنے کی جسارت کی تو یہ کوفے کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ آباد ہو گئے۔

خارجیوں نے طعنے بھی دیئے، برا بھلا بھی کہا لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی وہی کام کیا جس میں امت کا بھلا تھا، اس کی بہتری تھی۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سے دستبردار ہو کر بڑی عظمت کا ثبوت دیا اور امت کے لیے ایک مثال قائم کر دی کہ اگر باہمی اختلافات ختم ہونے کا نام نہ لیں تو ایک فریق امت کی ہمدردی اور خیر خواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دستبردار ہو جائے۔ جب تک یہ قربانی نہیں دی جاتی اختلافات ختم نہیں ہو سکتے۔

دستبردار ہونے والے کو رفقاء واحباب کی طرف سے طرح طرح کے طعنے تو ضرور

سننے پڑتے ہیں جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی کو تاریخ کے اس اہم ترین موڑ پر سننے پڑے۔ کسی شر پسند نے آپ کو مذل المومنین کہا اور کسی نے مسود وجوہ المومنین کہا۔ کہ انہوں نے مومنوں کو رسوا کر دیا' مومنوں کے منہ کالے کر دیئے لیکن آپ نے کمال عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے ان باتوں کی پروانہ کی اس کا اثر یہ ہوا کہ پھر سے اسلامی ریاست کا رقبہ بڑھنے لگا بڑی تیزی سے فتوحات ہونے لگیں اور امت کا دوبارہ وقار اور جلال بحال ہوا اس تاریخی مصالحت کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوری امت مسلمہ کا حکمران بننے کے بعد حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بصرے کا گورنر نامزد کر دیا۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے فتوحات کا دائرہ وسیع کیا۔ کابل' مکران' قندھار اور غزنی کے علاقے انہی کی مدبرانہ قیادت کے تحت مفتوح ہوئے کیونکہ انہوں نے عبدالرحمان بن سمرۃ عبداللہ بن سوار عبدی اور مہلب بن ابی صفرہ جیسے تجربہ کار جرنیلوں کو ان مہمات پر روانہ ہونے والے لشکروں کا قائد بنا کر روانہ کیا تھا۔ حضرت مہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو تیزی سے آگے بڑھاتے ہوئے درہ خیبر کے راستے سرزمین ہند میں داخل ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں تین سال تک یہ بصرے کے گورنر رہے اور اس کے بعد انہیں معزول کر دیا تو انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کے دور حکومت میں ۵۹ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے۔

ان کی وفات حسرت آیات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تاریخی جملہ ادا کیا۔

بمن نفاخر و بمن نباهي بعده
اس کے بعد ہم کس پر فخر کا اظہار کریں گے۔

اللہ اس پر راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے

درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۴۴/۵
۲-نسب قریش	۱۴۸-۱۴۷
۳-المعارف	۳۲۰
۴-فتوح البلدان	۳۹۶
۵-تاریخ الطبری	۱۷۰/۵
۶-المستدرک حاکم	۶۳۹/۳
۷-جمہرۃ انساب العرب	۷۵
۸-الاستیعاب	۹۳۱
۹-تاریخ ابن عساکر	۲۲۹/۹
۱۰-اسد الغابہ	۱۹۱/۳
۱۱-الکامل لابن اثیر	۲۰۲/۳
۱۲-تاریخ الاسلام	۲۶۶/۲
۱۳-العبر	۶۴/۱
۱۴-البدایۃ والنہایۃ	۸۸/۸
۱۵-العقد الثمین	۱۸۵/۵
۱۶-تہذیب التہذیب	۲۷۲/۵
۱۷-شذرات الذہب	۳۶/۱

والی حجاز

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

میں نے کسی نمازی کو عبداللہ بن زبیرؓ سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(عمرو بن دینار)

قرآن حکیم کا عالم' پاک دامن' اس کا باپ زبیر بن عوامؓ ' اس کی والدہ اسماء بنت ابی بکر' اس کا نانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اس کی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰؓ ' اس کی خالہ عائشہ صدیقہؓ ' اور اس کی دادی صفیہ بنت عبدالمطلب۔

یعنی عبداللہ بن زبیرؓ کی خوش بختی کے کیا کہنے۔

(عبداللہ بن عباس)

عبداللہ بن زبیرؓ میں تین خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ شجاعت عبادت اور بلاغت۔

(عثمان بن طلحہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حواری رسول ﷺ حضرت زبیر بن عوامؓ کا فرزند ارجمند، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نواسہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا بھانجا، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کا پوتا، ذات النطاقین حضرت اسماء بنت ابی بکر کا لخت جگر جس کی پیدائش پر مہاجرین و انصار کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جسے رسول اقدس ﷺ نے اپنے منہ سے کھجور چبا کر اسے گھٹی دی۔ اس طرح آپ ﷺ کا لعاب دہن اس کے پیٹ میں گیا، جس نے آٹھ سال کی عمر میں رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جری، بہادر، نڈر، حوصلہ مند، روشن دماغ، چوکس، چاق و چوبند جس نے اکیس سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ جنگ یرموک میں شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔

جو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ طرابلس میں شریک ہوا، جس نے ۲ ہجری میں طبرستان کی طرف پیش قدمی کرنے والے لشکر میں شمولیت کی، جس نے جنگ جمل میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا دفاع کرتے ہوئے اپنے جسم پر چالیس سے زیادہ زخم کھائے، جس نے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا، جسے شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ جب اس کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق نے بیٹے کی لاش تختہ دار پر لٹکتی دیکھی تو اس نے درد بھرے انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کیا، مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے اس حیرت انگیز منظر کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار

اتفاقات سے اک دن جو ادھر آ نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں اک بار
ہوچکی دیر کہ منبر پر کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے ابھی تک نہیں اترا یہ سوار

جس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۶۰ ہجری میں اپنی خلافت کا اعلان کیا:

۶۲ ہجری میں اسلامی ریاست کے بیشتر حصوں میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی بیشتر لوگوں نے بیعت کرلی جس نے ۷۲ ہجری تک بنوامیہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالاخر جام شہادت نوش کیا۔ جو سات برس تک مسند خلافت پر جلوہ فرما رہا لیکن ایک دن کے لیے بھی اسے امن وسکون سے حکومت کرنے کا موقع نہ دیا گیا۔ جس نے اپنے دور خلافت میں کعبہ کی تعمیر نو کا شرف حاصل کیا۔

جو کمال درجے کا خطیب تھا، جس کی آواز گرجدار تھی، جسے عربی کے علاوہ بعض دیگر زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ جو نماز کے دوران دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو جایا کرتا تھا۔ جس کا نام عبداللہ بن زبیر تھا جس کا والد حواری رسول ﷺ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھا۔ آیئے اس کی حیات طیبہ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنے لیے نشان منزل تلاش کریں۔

* * *

حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ قریشی مکی مدنی مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ تو مہاجرین وانصار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چھوٹی عمر میں علم وفضل میں امتیاز حاصل کیا۔ آٹھ سال کی عمر میں رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ عروہ بن زبیر، عباد، محمد بن عروۃ، عبیدۃ السلمانی، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار، ابوزبیر مکی ابواسحاق السبیعی، وہب بن کیسان، سعید بن میناء، مصعب بن ثابت بن عبداللہ، یحیٰ، عباد بن عبداللہ، ہشام

بن عروۃ فاطمۃ بنت منذر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی۔ یہ قریشی خاندان کے تجربہ کار شہسوار تھے۔ عنفوان شباب میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ قسطنطنیہ کے تاریخی معرکے میں شرکت کی سعادت حاصل کی، یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۶۴ ہجری میں ان کے ہاتھ پر حجاز، یمن، مصر، عراق، خراسان کے باشندوں نے بیعت کی۔ لیکن بنوامیہ نے ان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کا دورِحکومت افتراق وانتشار کا شکار رہا۔

مہاجرین کے گھروں میں عرصہ دراز سے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ لوگوں میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ یہودیوں نے جادو کیا ہوا ہے۔ جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا عطا کیا تو مسلمانوں نے یکبارگی نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے مدینے کی فضا گونج اٹھی رسول اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کے کان میں اذان دینے کا حکم دیا۔ اور خود کھجور کو چبا کر اس نومولود کے منہ میں ڈالا۔

مصعب بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے رخسار خفیف تھے۔

بخاری شریف میں منقول ہے کہ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کیا جب کہ اس کی عمر دس سال تھی۔ (بحوالہ بخاری)

مسلم شریف میں حکم بن موسی کے حوالے سے روایت منقول ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کی تو وہ اس وقت حاملہ تھیں جب وادی قباء میں پہنچی تو اس نے عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا۔ وہ اسے لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے نومولود کو اپنی گود میں لیا پھر ایک کھجور منگوائی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے گھر میں کھجور تلاش کی اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے اسے چبایا اور پھر اس نومولود کے منہ میں ڈال دی اس طرح اس کے بدن

میں سب سے پہلی غذا جو داخل ہوئی وہ رسول اقدس ﷺ کا لعاب دہن تھا۔

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر رسول اقدس ﷺ نے اس کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اس کے لیے رحمت کی دعا کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ جب اس کی عمر سات آٹھ سال ہوئی تو اس کا والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اسے لے کر بیعت کے لیے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے پھر اس سے بیعت لی۔ (بحوالہ مسلم شریف)

عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان ایک روز رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سنگی لگائی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ خون ایسی جگہ پھینک آؤ جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا ہو۔ وہ باہر گئے اور خون پی لیا واپس آئے تو رسول اقدس ﷺ نے پوچھا خون کا کیا کیا؟

عرض کی یارسول ﷺ میں نے اپنی دانست کے مطابق سب سے زیادہ مخفی جگہ میں اسے انڈیلا آپ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے شاید آپ نے اسے پی لیا ہے۔

عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ کی بات درست ہے۔

آپ نے جلال میں آ کر کہا ارے بھئی آپ نے خون کیوں پی لیا؟

لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم میں جو حیرت انگیز طاقت تھی وہ اسی خون کی برکت کا اعجاز تھا۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیا، مستدرک حاکم، مجمع الزوائد)

محمد بن ابی یعقوب بیان کرتے ہیں۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن زبیر سے ملتے تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے۔

رسول اللہ ﷺ کی پھوپی کے بیٹے، حواری رسول، زبیر بن عوام کے فرزند ارجمند خوش آمدید۔ اور اس کی خدمت میں ایک لاکھ درہم پیش کرنے کا حکم صادر فرماتے۔

(بحوالہ تہذیب ابن عساکر)

ابن جریج ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن

عباس کے پاس عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا۔ تو آپ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اس کے کیا کہنے کتاب اللہ کا عالم، پاک دامن، اس کا باپ زبیر بن عوام، اس کی والدہ اسماء بنت ابی بکر، اس کا نانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اس کی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ اس کی خالہ عائشہ صدیقہ اور اس کی دادی صفیہ بنت عبدالمطلب۔

یہ نصیب کی بات ہے۔ یہ پاکیزہ و اعلیٰ نسبتیں اعلیٰ مقدر والے ہی کو ملتی ہیں۔

(بحوالہ بخاری۔ حلیۃ الاولیاء، مستدرک حاکم)

مسلم زنجی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"ما رایت مصلیا قط احسن صلاۃ من عبداللہ بن الزبیر"

میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے عمدہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء)

عبدالصمد بن عبدالوارث بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ماطرہ المہر یۃ نے بتایا کہ مجھے میری خالہ ام جعفر بنت نعمان نے یہ بات بتائی کہ اس نے اسماء بنت ابی بکر کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا عبداللہ بن زبیر اس کے پاس تھے فرماتی ہیں کہ یہ میرا فرزند رات کو قیام کرنے والا اور دن کو روزہ رکھنے والا ہے۔ لوگوں نے تو اس کا نام مسجد کا کبوتر رکھا ہوا ہے۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء)

ابن ابی ملیکۃ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا کیا آپ کے دل میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ ہے۔ میں نے کہا: اگر آپ اسے دیکھ لیتے تو اس سے بڑھ کر اللہ کے ساتھ سرگوشیاں کرنے والا اور اس جیسا نماز پڑھنے والا آپ کسی کو نہ پاتے۔ (بحوالہ۔ حلیۃ الاولیاء، مستدرک حاکم)

ابو عاصم عمر بن قیس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن زبیر کے سو غلام تھے ہر ایک غلام سے اس کی زبان میں بات کیا کرتے تھے کیونکہ ہر ایک کی زبان دوسرے سے مختلف تھی۔ جب آپ اسے آخرت کے معاملے میں مشغول دیکھیں تو یوں دکھائی دے گا کہ یہ شخص دنیا کو ریت کے ذرے کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتا اور جب

اسے دنیا کے کسی معاملے میں مشغول دیکھیں تو یوں دکھائی دے گا۔ جیسے آخرت سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء، مستدرک حاکم، تہذیب ابن عساکر)

مفسر قرآن مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو یوں دکھائی دیتے جیسے کوئی لکڑی زمین میں گڑی کھڑی ہے۔

یہ نماز میں ان کے انہماک کا انداز تھا نیز مجاہد نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھنے کا بھی یہی اسلوب تھا۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء)

ثابت البنانی بیان کرتے ہیں۔ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا آپ مقام ابراہیم کے پچھلی جانب نماز پڑھتے ہوئے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے ایک لکڑی زمین میں گڑی ہوئی ہے۔ جو حرکت نہیں کرتی۔

یہ نماز میں آپ کے انہماک کا ایک انداز تھا۔

یزید بن ابراہیم عمرو بن دینار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے مخالفین کی طرف سے مسلسل سنگ باری ہو رہی تھی لیکن آپ پورے انہماک سے نماز میں مشغول تھے۔

عمر بن قیس اپنی والدہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر گئی وہ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ایک سانپ اوپر سے اس کے بیٹے ہاشم پر گرا اہل خانہ نے سانپ سانپ کہہ کر شور مچایا پھر اس سانپ کو مار کر باہر پھینک دیا لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں مشغول رہے۔ اس قدر نازک موقع پر بھی انہوں نے اپنی نماز نہیں توڑی۔ (بحوالہ تہذیب ابن عساکر)

مفسر قرآن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی لوگ کسی حادثے کی بنا پر عبادت کرنے سے عاجز آ جاتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اس مشکل ترین گھڑی میں بھی عبادت کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں موسلا دھار بارش کی وجہ سے بیت اللہ کے اردگرد بہت پانی جمع ہو گیا۔ چل کر طواف کرنا محال تھا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تیر کر طواف کیا۔

الله اکبر سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم۔

(بحوالہ تہذیب ابن عساکر)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر المومنین عثمان بن عفان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن حارث بن ہشام کو قرآن حکیم کی کتابت کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ اگر تمہارے درمیان کتابت میں کوئی اختلاف رونما ہو جائے تو تم اسے قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن حکیم ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ (بحوالہ بخاری فضائل القرآن)

مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہمیں ابا جان اور زبیر بن خبیب نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ طرابلس میں جرجیر نامی جرنیل ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل فوج لے کر ہماری طرف بڑھا ہمارے لشکر کو اس نے گھیرے میں لے لیا۔ لشکر اسلام صرف بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا اور سپہ سالار عبداللہ بن ابی سرح تھے لوگ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گئے کچھ ساتھی امیر لشکر کے خیمے میں داخل ہوئے۔ میں نے میدان پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ دو خوبصورت نوجوان لڑکیاں جرنیل کے پیچھے کھڑی مور پنکھ سے اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اس کے اور لشکر کے درمیان فاصلہ ہے۔ میں یہ منظر دیکھتے ہی امیر لشکر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس آیا۔ صورت حال سے آگاہ کیا۔ پیش قدمی کی اجازت طلب کی آپ نے مجھے اختیار دیا میں نے لشکر سے صرف تیس شہسوار منتخب کئے انہیں ایک صف میں کھڑا ہونے کا حکم دیا اور یہ ہدایت دی کے تم نے میری پچھلی جانب مضبوط حصار بنائے رکھنا پھر میں نے برق رفتاری سے دشمن کی صف چیرتے ہوئے جرنیل کی طرف پیش قدمی کی، چشم زدن میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ شاید یہ قاصد ہمارے سردار کی طرف جا رہا ہے۔ وہ صورت حال کو سمجھ ہی نہ سکے۔ جب جرنیل نے مجھے اپنے قریب دیکھا تو وہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے بھاگا لیکن میں نے اسے نیزہ مار کر وہیں پہ ڈھیر کر دیا۔ پھر اس کی گردن کاٹی اور اس کا سر اپنے نیزے میں پرو کر اوپر اٹھایا۔ اور نعرہ تکبیر بلند کیا، اللہ نے دشمن کو

شکست فاش سے دوچار کیا۔ (بحوالہ نسب قریش۔ تاریخ اسلام ذہبی)

حضرت ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے دوران حضرت عبداللہ بن زبیر کو لاشوں کے درمیان سے نکالا گیا۔ آپ کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے تقریبا چالیس زخم لگے ہوئے تھے۔ جس نے حضرت عائشہ صدیقہ کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سلامتی کے بارے میں خبر دی اس سے خوش ہو کر دس ہزار درہم عطا کئے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو سب سے زیادہ محبوب رسول اقدس ﷺ تھے' اس کے بعد اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ (بحوالہ تہذیب ابن عساکر)

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ پر سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر نے موٹی ریشم کا غلاف چڑھایا وہ اسے ایسی خوشبو لگاتے جس کی مہک دور تک محسوس ہوتی۔

* * *

رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں تین بچے بیعت کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ ایک حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ دوسرا ابوسلمہ کا بیٹا عمر اور تیسرا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ تھا۔ پہلے دونوں بچے شرمیلے تھے وہ بیعت کرتے وقت جھجک گئے لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نہ جھجکے نہ گھبرائے رسول اقدس ﷺ نے اس ہونہار بردا کے چکنے چکنے پات دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ (بحوالہ البدایۃ والنہایۃ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلالی طبعیت کے مالک تھے انہیں دیکھتے ہی بچے راستہ چھوڑ کر بھاگ جائے ایک دن بچے کھیل رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے سب بچے ڈر کر بھاگ گئے لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا آپ کیوں نہیں بھاگے؟

آپ نے برجستہ جواب دیا میں کیوں بھاگتا نہ میں کوئی مجرم ہوں اور نہ ہی راستہ تنگ ہے۔ کہ میں اسے چھوڑتا۔ (بحوالہ اسد الغابتہ)

۲۲ ہجری میں جنگ یرموک کا واقعہ پیش آیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس برس تھی۔ جب یہ اپنے والد بزرگوار حضرت زبیر بن عوام کے ہمراہ جنگ یرموک میں شریک ہوئے یہ ان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ میدان جنگ میں اترے جو پوری زندگی مسلسل جہاد میں گذار دی۔ (بحوالہ الاصابۃ)

۲۶ ہجری میں جنگ طرابلس وقوع پذیر ہوئی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا جرجیر نامی جرنیل ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر میدان میں نکلا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح لشکر اسلام کا امیر تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک آزمودہ کار سپاہی کی حیثیت سے اس جنگ میں شریک ہوئے ایک روز انہیں امیر لشکر دکھائی نہ دیا ساتھیوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دشمن فوج کے جرنیل نے اعلان کر دیا ہے کہ جو بھی لشکر اسلام کے امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو قتل کرے گا میں اسے ایک لاکھ دینار اور اپنی بیٹی کا نکاح دوں گا۔ اس لیے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بڑی احتیاط سے باہر نکلتے ہیں۔ کیونکہ دشمن لشکر میں سے ہر ایک کی نگاہ اس پر ہے۔ ہر کوئی یہ بھاری انعام حاصل کرنے کی فکر میں ہے یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مسکرائے اور ارشاد فرمایا اس کا علاج تو بڑا ہی آسان ہے۔

ادھر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی یہ اعلان کر دیں کہ جو کوئی رومی فوج کے جرنیل جرجیر کا سر قلم کر کے لائے گا اسے ایک لاکھ دینار اور جرجیر کی بیٹی کا نکاح دیا جائے گا یہ تدبیر بڑی کارگر ثابت ہوئی۔

اس اعلان کے بعد جرجیر بھی خوف زدہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے جرات مندانہ اقدامات سے جنگ طرابلس میں لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور وافر مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ فتح کی نوید لے کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

* * *

۳۵ ہجری میں شر پسند عناصر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر دیا یہاں تک کہ انہیں مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں محصور تلاوت کے دوران ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ آپ کی حفاظت کے لیے جن صحابہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

ایک گروہ فتنوں سے پہلوتہی اختیار کرتا ہوا گوشہ نشین ہو گیا۔ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں سرگرم ہو گیا اور تیسرا گروہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے میدان میں نکل آیا۔ اس گروہ کی قیادت حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاتھ میں تھی۔

جنگ جمل میں دونوں گروہ آپس میں نبرد آزما ہوئے طرفین کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کرتے ہوئے گہرے زخم کھائے جس سے بدن چھلنی ہو گیا۔

* * *

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حصہ نہیں لیا بلکہ فریقین میں مصالحت کی طرف طبیعت راغب رہی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی مہم چلائی تو انہوں نے بھرپور مخالفت کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ تسلیم کر لیں لیکن انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا جانشین مقرر کرنے کے لیے رسول اقدس ﷺ کا طریقہ اپنائیں یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یا پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' کا رسول اقدس ﷺ نے کسی کو بھی اپنا جانشین نامزد نہیں کیا' امت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا جس کا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کا بورڈ بنا دیا اور رعایا کو اختیار دے دیا گیا کہ ان میں سے جس کو بہتر سمجھیں اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور

صورت نہیں ہو سکتی۔

* * *

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا فرزند یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ مسند اقتدار پر متمکن ہوا تو اس نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کے نام پیغام بھیجا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی کوشش کریں۔ اس نے جدوجہد کی لیکن ناکام رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ میں آباد ہو گئے۔ حضرت حسین بھی مکہ معظمہ پہنچے لیکن ان کا ارادہ کوفہ روانگی کا تھا۔ کبار صحابہ کرام نے انہیں کوفہ جانے سے روکا لیکن کوفیوں کی جانب سے بار بار دعوت ملنے کی بنا پر وہ شہادت کے سفر پر روانہ ہو گئے، میدان کربلا لہو رنگ ہوا۔ تاریخ کے ماتھے پر ایک داغ لگا۔ اس سفر سے روکنے والوں کی ایک بھی نہ سنی گئی جس کے ہولناک نتائج سامنے آئے۔

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینے کی ہر چند کوشش کی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس مقصد کے لیے وفود بھیجے جو ناکام واپس لوٹے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ اہل حجاز نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن حنفیہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی جانب سے مقرر کردہ حکومتی عملے کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔

یزید کو جب یہ خبر ملی تو اسے بڑا رنج ہوا اس نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں ایک لشکر حجاز کی طرف روانہ کیا۔ اس نے مدینہ منورہ پہنچ کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ بہت سے مدنی باشندے تہہ تیغ کر دیئے گئے اور لوگوں سے بزور شمشیر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیعت حاصل کر کے یہ لشکر واپس لوٹا۔ اس واقعے کو تاریخ میں واقعہ حرہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں دوبارہ بنوامیہ کی حکومت بحال کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے مکہ معظمہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گیا۔ حصین بن نمیر اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس نے مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جبل ابوقبیس سے حرم شریف پر سنگ باری شروع کر دی کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں مقام پذیر تھے۔ لڑائی جاری تھی کہ یزید بن معاویہ کے انتقال کی خبر مکہ معظمہ پہنچی جس سے شامی فوج کے حوصلے پست ہو گئے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرنا چاہی لیکن انہوں نے اسے تسلیم نہ کیا۔ جس سے اختلافات کی خلیج اور وسیع ہو گئی۔

* * *

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید مسند اقتدار پر براجمان ہوا لیکن اس نے سنگین اور ناگفتہ بہ حالات کو دیکھتے ہوئے اقتدار سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

اس کے اعلان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ بنوامیہ کے اقتدار کی ناؤ ڈوب گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ کے حکومتی عملے کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا۔

مروان بن حکم اپنے بیمار بیٹے عبدالملک کو لے کر مدینہ منورہ کو خیر باد کہتے ہوئے یہاں سے چلا گیا۔ اور دمشق میں جا کر قیام کیا۔

* * *

دمشق میں بنوامیہ نے پھر انگڑائی لی' اپنا کھویا ہوا اقتدار واپس لینے کے جدوجہد شروع کی' مروان بن حکم کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جانشین ہوا۔ اس نے مسند اقتدار سنبھالتے ہی ان علاقوں پر بنوامیہ کی حکومت دوبارہ بحال کرنے کی جدوجہد شروع کی جہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اقتدار قائم تھا۔

انہوں نے اسلامی ریاست کا دارالحکومت مکہ معظمہ کو بنایا تھا۔ حجاز' یمن' بصرہ' کوفہ'

خراسان دمشق کے علاوہ شام کے بیشتر علاقے ان کے زیر اقتدار تھے۔ عبدالملک بن مروان نے دوبارہ ان علاقہ جات کو اپنے قبضے میں لینے کا ایک جانب سے آغاز کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پایہ تخت مکہ معظمہ کو اپنے قبضے میں لینے کے لیے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے سخت گیر اور پتھر دل شخص کو لشکر کا قائد بنا کر بھیجا گیا۔ جس کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ ارشاد فرمایا۔

لو جاء ت كل امة بخطاياها وجئنا نحن بالحجاج وحده لرجحنا هم جميعا"

"اگر ہر امت اپنے گناہ لے کر آئے اور ہم اکیلے حجاج بن یوسف کو لے آئیں تو ہم ان تمام سے ترجیح لے جائیں گے"

حجاج بن یوسف لشکر کی قیادت کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا اور اس نے وہاں پہنچ کر مکہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تقریباً چھ ماہ جاری رہا' باہر سے کھانے اور پانی کی آمد بند کر دی گئی' لوگ بھوک پیاس سے تڑپنے لگے اور مجبور ہو کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے دستبردار ہونے لگے۔ اور یہی حجاج بن یوسف کا مقصد تھا کہ پہلے مرحلے میں انہیں تنہا کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اس وقت عمر ستر سال ہو چکی تھی۔ لیکن عزائم جواں تھے تنہا تھے لیکن شجاعت کے کوہ گراں تھے۔ حفاظتی اقدامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیت اللہ کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک روز حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حجاج کی فوج نے سنگ باری شروع کر دی جس سے بیت اللہ کو بھی نقصان پہنچا۔ شدید سنگ باری میں بھی بے حس و حرکت پورے انہماک سے نماز میں مشغول رہے۔

مد مقابل کی ہٹ دھرمی' ظلم و زیادتی اور انارکی کے خوفناک آثار دیکھتے ہوئے اپنی عظیم اماں جان حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ ۹۷ برس کی ہو چکی تھیں' آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اماں جان سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان حالات میں کیا کروں عظیم ماں نے اپنے ہونہار بیٹے کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا:

بیٹا تو خود باخبر ہے اگر تو حق پر ہے اور حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو پھر راہ حق میں آنے والی موت سے گھبرانا نہیں چاہیے''

اگر تیرا ارادہ فقط دنیا حاصل کرنا ہے تو پھر تیری اس سوچ پر مجھے افسوس ہے بایں صورت تو نے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔

اماں جان دنیا کمانا تو کبھی بھی میرے پیش نظر نہیں رہا۔ ان حالات میں مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور پھر میری لاش کی حرمت کو پامال کریں گے۔

فرمایا بیٹا اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

بکری کو جب ذبح کر دیا جاتا ہے اس کے گوشت کے کس طرح ٹکڑے کیے جاتے ہیں اس کی بلا جانے۔

اماں جان اللہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے رب کی کبھی حکم عدولی نہیں کی، کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی کو کبھی کوئی دھوکہ دیا اور نہ ہی دنیا کمانے کا لالچ کبھی دل میں سمایا۔

اماں جان نے اپنے فرمانبردار بیٹے کی ایمان افروز باتیں سن کر دعائیں دیں۔

اللهم ارحم طول قيامه في الليل وظماه في الهواجر۔

الٰہی رات کو طویل قیام اور سخت گرمی کے موسم میں روزے کے اہتمام کی بنا پر اس کو اپنی رحمت کے دامن میں لے لے۔

اللهم اني اسلمته لامرك فيه ورضيت بما قضيت فاثبني في عبدالله بن الزبير ثواب الصابرين الشاكرين"

الٰہی میں اسے تیرے حکم کے سپرد کرتی ہوں اور تیرے فیصلے پر راضی ہوں۔ عبداللہ بن زبیر کے معاملے میں مجھے صابر و شاکر لوگوں جیسا ثواب عطا فرمانا۔

اچھا اماں جان مجھے اجازت دیجئے اللہ حافظ۔ میدان میں نکلے اور شامی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

حجاج بن یوسف نے لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ اماں جان کا وہاں سے گذر ہوا تو کہنے

لگیں یہ شہسوار اپنی سواری سے نیچے کب اترے گا؟ یہ خطیب منبر سے نیچے کب آئے گا؟

حجاج بن یوسف نے دیکھا کہ ماں اپنے بیٹے کے لاشے کے قریب کھڑی ہے تو اس کے پاس پہنچا کہنے لگا اماں جان حکمران وقت عبدالملک بن مروان نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں کوئی ضرورت ہو تو حکم دیں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے گی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے گرجدار آواز میں کہا کم بخت خاموش ہو جاؤ۔ میں تیری ماں نہیں ہوں۔ میں تو اس سولی پر لٹکے ہوئے لاشے کی ماں ہوں۔

دفع ہو جاؤ میرے زخموں پر نمک چھڑ کنے آئے ہو؟ مجھے تم سے کوئی ضرورت نہیں۔

میں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ قبیلہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ظالم شخص پیدا ہوگا۔

سو آج میں نے وہ دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تعزیت کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور صبر کی تلقین کی۔

فرمانے لگیں میں بھلا صبر کیوں نہ کروں' تاریخ پر میری گہری نظر ہے۔ اس فانی دنیا میں بڑے بڑے حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یحییٰ بن زکریا کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا سر بنو اسرائیل کی ایک سالومی نامی فاحشہ عورت کو بطور تحفہ پیش کیا گیا''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے صدیق رضی اللہ عنہ کی نور چشم تیری عظمت کو سلام۔

* * *

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- التاریخ الکبیر ۶/۵

۲-المعرفۃ والتاریخ	۲۴۳/۱
۳-الجرح والتعدیل	۵۶/۵
۴-تاریخ الطبری	۵۶۳/۵
۵-مروج الذہب	۲۷۲/۳
۶-المستدرک حاکم	۵۴۷/۳
۷-حلیۃ الاولیاء	۳۲۹/۱
۸-جمہرۃ انساب العرب	فہرست دیکھئے
۹-الجمع بین رجال الصحیحین	۲۴۰/۱
۱۰-جامع الاصول	۶۵/۹
۱۱-اسد الغابۃ	۲۴۲/۳
۱۲-الکامل	۳۴۸/۴
۱۳-تہذیب الاسماء واللغات	۲۶۶/۱
۱۴-وفیات الاعیان	۷۱/۳
۱۵-تہذیب الکمال	۶۸۲
۱۶-تاریخ الاسلام	۱۶۸/۳
۱۷-تذہیب التہذیب	۱۴۴/۲
۱۸-تہذیب التہذیب	۲۱۳/۵
۱۹-تاریخ الخلفاء	۲۱۱
۲۰-خلاصۃ تذہیب الکمال	۱۶۷
۲۱-شذرات الذہب	۱۷۹/۱
۲۲-صحیح البخاری فی کتاب الحج والشرب	
۲۳-صحیح مسلم کتاب المساجد، الفضائل	

والی حمص

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

میری دلی تمنا ہے کہ عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ جیسے مجھے ساتھی
ملیں تا کہ امور سلطنت میں ان سے مدد لے سکوں۔

(فاروق اعظمؓ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے یتیمی اور مفلسی کا جام اس وقت پیا جب ابھی گھٹنوں کے بل چلنا بھی نہ سیکھا تھا۔ اس کا باپ ملک عدم کو ایسی حالت میں کوچ کر گیا کہ اس نے اپنے پیچھے کوئی مال و متاع نہیں چھوڑا تھا جو اولاد کے کام آ سکے۔

حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے قبیلہ اوس کے ایک مالدار شخص جلاس بن سوید کے ساتھ شادی کر لی۔ اور اس نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ جلاس بن سوید کے حسن سلوک، ہمدردی اور فیاضی نے عمیر کو یہ بھلا ہی دیا۔ کہ اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ عمیر بھی جلاس بن سوید کے ساتھ اس طرح پیش آتا۔ جیسے کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے عظیم باپ کے ساتھ پیش آتا ہے۔

ادھر جلاس بن سوید نے بھی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے دل میں اس طرح جگہ دی جیسے کوئی شفیق باپ اپنی اولاد سے پیار کرتا ہے۔

جوں جوں عمیر نشو و نما پاتے اور جواں ہوتے گئے جلاس بن سوید کے دل میں ان کی محبت بڑھتی چلی گئی۔ کیونکہ اس کی ہر ادا سے ذہانت اور شرافت ٹپکتی، صداقت و امانت اس کے ہر عمل سے نمایاں نظر آتی۔

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ ابھی دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور جلد ہی ایمان ان کے پاکیزہ، شفاف اور رقیق دل میں راسخ ہو گیا۔ اسلام ان کے دل کی زرخیز زمین میں پانی کی طرح سرایت کر گیا۔ انہیں نوعمری میں ہی رسول اقدس رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب وہ نماز کے لیے مسجد نبوی میں جاتے ان کی والدہ اپنے لخت جگر کو کار خیر میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ کر دلی

خوشی کا اظہار کرتی۔

* * *

عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت خوشگوار انداز میں گذر رہی تھی کہ اچانک عنفوان شباب میں ہی ایک ایسے شدید تجربے اور کڑے امتحان سے گزرنا پڑا کہ کم ہی کسی نوجوان کو اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ ہوا یہ کہ ۹ ہجری کو رسول اقدس رضی اللہ عنہ نے مقام تبوک پر رومیوں سے دفاعی جنگ کرنے کا عزم کیا اور مہاجرین وانصار کو جنگی تیاری کا حکم دے دیا۔ رسول اقدس رضی اللہ عنہ کا یہ طریق کار تھا۔ کہ جب بھی کسی جنگ کا منصوبہ بناتے تو تمام تر منصوبہ بندی صیغہ راز میں رکھتے، جس سمت کو لشکر اسلام روانہ کرنا ہوتا بظاہر اعلان کسی دوسری سمت کا کرتے، لیکن غزوہ تبوک میں آپ نے یہ طریق کار اختیار نہ کیا۔ بلکہ لوگوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ کہاں جانا ہے۔ دراصل اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ منزل بہت دور تھی اور راستہ بھی نہایت دشوار گذار تھا دوسری یہ کہ مقابلے میں دشمن بھی بہت طاقت ور تھا، آپ نے اس موقع پر اس لیے ہر بات کی وضاحت کر دی تاکہ مجاہدین معاملے کی نزاکت کو سمجھ جائیں اور خوب اچھی طرح تیاری کر لیں، کیونکہ موسم گرما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔

گرمی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی، پھل پک چکے تھے۔ درختوں کا سایہ بھلا معلوم ہوتا تھا، انسانی طبائع میں سستی و کاہلی کے آثار نمودار ہونے لگے تھے، ان تمام مشکلات کے باوجود صحابہ کرام نے رسول اقدس رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ذوق و شوق سے جنگی تیاری شروع کر دی لیکن منافقین مختلف حیلے بہانے کرنے لگے۔ انہوں نے اس نازک ترین موقع پر مسلمانوں پر شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔

لشکر اسلام کی روانگی سے چند روز پہلے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے بعد یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ صحابہ کرام پورے جوش و جذبے سے جہاد کی تیاری میں مصروف ہیں۔

معزز خواتین اسلام نے جہاد فنڈ کے لیے اپنے قیمتی زیورات رسول اقدس رضی

اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر سخاوت و فیاضی کی مثال قائم کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا تمام اثاثہ جہاد فنڈ میں جمع کرا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گھر کا نصف اثاثہ جہاد کے لیے جمع کرایا ایک طرف دیکھا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اشرفیوں کا تھیلا کندھے پر اٹھائے چلے آ رہے ہیں غرضیکہ جس سے جو بھی بن سکا پورے ذوق وشوق سے جہاد فنڈ میں اپنا مال جمع کرا دیا۔

رسول اقدسؐ نے اس لشکر کو جیش العسرہ یعنی تہی دست و تنگ حال لشکر سے تعبیر کیا تھا۔ ایک صحابی کے پاس جہاد فنڈ میں جمع کرانے کے لیے رقم نہ تھی اس نے پوری رات مزدوری کی، دو کلو کھجوریں مزدوری ملی اور وہی لا کر رسول اقدسؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

آپ نے ان کھجوروں کو اہمیت دیتے ہوئے جہاد کے لیے جمع ہونے والی اشیاء پر پھیلا دیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس تاریخی موقع پر یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ ایک مجاہد اپنا بستر بیچ رہا ہے تاکہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے تلوار خرید سکے۔

اللہ اکبر!

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے صحابہ کرام کی جانب سے جوش و ولولہ اور جذبہ جہاد کے دلکش مناظر آتے تو ان کے دل میں خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہتی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ اس کا سوتیلا باپ جلاس بن سوید چپکے سے گھر بیٹھا ہوا ہے۔ جہاد کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتا۔ اور نہ ہی دولت کی ریل پیل کے باوجود جہاد کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ جلاس بن سوید کی ہمت

بندھائے، اس کے دل میں حمیت، غیرت، احساس اور جذبہ جہاد پیدا کرے۔ تو اس نے اپنے والد کے سامنے وہ تمام مشاہدات بیان کرنے شروع کیے جن کا بچشم خود نظارہ کیا تھا اور خاص طور پر ان اہل ایمان قدسی صفات صحابہ کرامؓ کی کیفیت بیان کی جنہوں نے جہاد کے لیے لشکر اسلام میں شمولیت کی درخواست دی۔ لیکن رسول اقدسؐ نے ان کی درخواست محض اس وجہ سے مسترد کر دی تھی کہ ان کے پاس سواری نہیں تھی اور سفر بڑا کٹھن اور طویل تھا۔ وہ اپنی ناکامی اور بے بسی پر آنسو بہا رہے تھے۔ اور غم سے اس قدر نڈھال تھے کہ ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔

انہوں نے دیکھا کہ جلاس بن سوید بگلا بھگت بنا بیٹھا ہے، اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی، کسی بات کا اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا بلکہ اس نے ساری روئیداد سن کر ایک ایسی جلی کٹی بات کہہ دی جسے سن کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے کان کھڑے ہوئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے سوتیلے باپ جلاس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اندرونی طور پر یہ منافق ہے۔ جلاس نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے بیٹے سے کہا:

اگر محمد (ﷺ) دعوئے نبوت میں سچے ہیں۔ تو پھر ہم تو گدھوں سے بھی بدتر، کمینے اور ہیچ ہیں۔

نعوذ بالله من ذالك

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جلاس بن سوید کے منہ سے یہ بات سن کر انگشت بدنداں رہ گئے ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا یہ سوتیلا باپ ایسی بات کرے گا جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کا باعث بن سکتی ہے۔

یہ بات سنتے ہی حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے وہ بڑی سوچ و بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر جلاس کی اس دل آزار بات سے پہلو تہی اختیار کی گئی اور اس پر پردہ ڈالا گیا تو یہ صریحا اللہ تعالی کے ساتھ غداری اور خیانت ہوگی۔ اور اس خاموشی اور پردہ داری سے اسلام کو ناقابل تلافی

نقصان پہنچے گا۔ اور اس طرزِ عمل سے منافقوں کو تقویت ملے گی جو در پردہ اسلام کو مٹانے کے لیے آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں اور اگر اس راز کو افشا کر دیا جائے تو پھر اس شخص پر گراں گذرے گا جسے میں والد کا درجہ دیتا ہوں اور اس نے اپنے حسن سلوک اور فیاضی سے مجھے یتیمی کا احساس تک نہیں ہونے دیا اور اقتصادی تعاون سے مجھے مال دار بنا دیا۔ اور مجھے باپ کی وفات کا غم بھلا دیا میں نے سوچا کہ اس نازک موقع پر کون سی کڑوی گولی نگلی جائے۔ میں نے اپنے اللہ اور رسول اقدسؐ کے ساتھ وفاداری کا عزم کر لیا۔

پھر یکدم میں نے جلاس بن سوید کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

بخدا روئے زمین پر رسول اقدس رضی اللہ عنہ کے بعد آپ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز تھے۔ لیکن آج آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کرتا ہوں تو آپ رسوا ہو جائیں گے' اگر خاموش رہتا ہوں تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہوں۔ اس طرح میں اپنے آپ کو تباہ و برباد کر بیٹھوں گا۔

میں تو آپ کی یہ بات رسول اقدس رضی اللہ عنہ کو بتانے جا رہا ہوں' اب آپ اپنا انجام خود سوچ لیں۔

* * *

یہ کہہ کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف چل دیئے اور جو کچھ جلاس بن سوید کی زبانی سنا تھا رسول اقدسؐ کو بتا دیا۔

یہ بات سن کر آپؐ نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بٹھایا اور جلاس کو بلانے کے لیے ایک صحابی کو بھیجا تھوڑی ہی دیر بعد جلاس آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

سلام عرض کی اور آپؐ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔

رسول اقدسؐ نے اس سے پوچھا کیا تم نے عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات کہی ہے۔ کہ

''اگر محمدؐ دعوئے نبوت میں سچے ہیں تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں''

اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا یا رسول اللہؐ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی' یہ سراسر جھوٹ بولتا ہے۔ پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام جلاس اور عمیر رضی اللہ عنہ کو گہری نظروں سے دیکھنے لگے تا کہ ان کے چہروں کے تاثرات سے اندازہ لگا سکیں کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا۔ حاضرین مجلس سرگوشیاں کرنے لگے۔ ایک منافق بولا' دیکھو یہ نوجوان سانپ کی مانند احسان فراموش نکلا کہ جس نے اسے دودھ پلایا اسے ہی ڈنک مار دیا۔

دوسرے ساتھی بولے نہیں نہیں یہ نوجوان تو بہت شریف الطبع ہے' اس کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا گیا' اس کی پرورش بڑے پاکیزہ ماحول میں ہوئی ہے' اس کے چہرے کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ آج بھی سچ بول رہا ہے اور اللہ و رسولؐ کے ساتھ اپنی وفاداری کو نبھا رہا ہے۔

رسول اقدسؐ نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا ہے۔ اس کے وہم و گمان میں ہی نہیں تھا کہ جلاس بن سوید اس طرح جھوٹ بولے گا۔

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' وہ بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کرنے لگا الٰہی میری بات اپنے مقدس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح کر دے۔

الٰہی میرے سچ کو نکھار دے۔

الٰہی مجھے آج اپنے نبیؐ کے سامنے سرخ رو کر دے۔

یہ منظر دیکھ کر جلاس غصے سے آگ بگولا ہو کر کہنے لگا۔

یہ دیکھو غضب خدا کا میرا کھا کر آج یہ مجھے ہی میاؤں کر رہا ہے۔

جس تھالی میں اس نے کھایا اس میں ہی سوراخ نکال رہا ہے۔

پھر رسول اقدس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ حضور میں بالکل سچا ہوں' میں حلف دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے احسان فراموشی کا تکلیف دہ انداز اختیار کیا۔ آج مجھے آپ کے سامنے رسوا کرنے کی جسارت کی ہے۔ میں تو اس کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

میں حلفیہ کہتا ہوں کہ آج عمیر رضی اللہ عنہ نے صریحا میرے بارے میں جھوٹ بولا ہے۔

بخدا میں نے کوئی ایسی گستاخانہ بات نہیں کی۔

آخر میں یہ جسارت کس طرح کر سکتا ہوں۔ میں نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہیں یہ عجیب جوان نکلا۔ ابھی اس نے اپنا حلفیہ بیان ختم بھی نہیں کیا تھا کہ لوگوں کی نگاہیں عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھ گئیں۔ اتنے میں رسول اقدسؐ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ پہچان گئے کہ اب وحی نازل ہوگی۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ سہم گیا۔ اور سب کی نگاہیں رسول اقدسؐ کے چہرہ انور پر جم گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر جلاس بن سوید خوف زدہ ہوگیا۔ اور عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور تمام حاضرین کی کیفیت بھی یہی تھی یہاں تک کہ رسول اقدسؐ پر وحی کا اثر زائل ہوگیا۔ اور آپ نے یہ تازہ ترین نازل شدہ آیت کی تلاوت کی۔

> یحلفون باللہ ما قالوا کلمة الکفر و کفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا وما نقموا منھم الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یلك خیرا لھم و ان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرہ وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ (التوبہ:۷۴)

یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔

کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی۔ حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے۔ اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے، یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے۔ اب یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انہی کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور زمین میں کوئی نہیں جوان کا حمایتی اور مددگار رہو۔

جلاس بن سوید یہ آیت سن کر کانپ اٹھا گھبراہٹ میں گڑگڑانے لگا۔ رسول اقدسؐ کی طرف دیکھا اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یارسول اللہ میری توبہ۔

یارسول اللہ میری توبہ۔

یارسول اللہ عمیر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور میں جھوٹا ہوں۔

یارسول اللہ ﷺ اللہ سے میری سفارش کریں کہ وہ میری توبہ قبول کرے۔

یارسول اللہؐ میں آپ پر قربان، اس موقع پر رسول اقدسؐ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے نور ایمان سے چمکتے ہوئے چہرے کو دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے خوشی کی وجہ سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔

رسول اقدسؐ نے اپنا دست شفقت عمیر رضی اللہ عنہ کے کان پر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میرے عزیز آپ کے اس کان نے بالکل صحیح سنا اور آج اللہ تعالی نے اس کی تصدیق کردی۔

اس حادثے کے بعد جلاس بن سوید صدق دل سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ نفاق کو کھرچ کر اپنے دل سے نکال دیا اور پھر پوری زندگی صحیح اسلامی کردار پیش کیا۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی جلاس بن سوید کے سامنے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاتا تو وہ فوراً یہ کہتے اللہ تعالی اسے جزائے خیر عطا کرے اس نے مجھے کفر سے بچالیا اور جہنم سے میری گردن آزاد کرادی۔

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا صرف یہی ایک خوش آئند اور روشن واقعہ نہیں بلکہ اور بھی کئی ایسے واقعات ہیں جو اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پہلے دمشق اور پھر حمص میں گورنر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی زیر قیادت دمشق فتح کرنے کے لیے لشکر اسلام میں شمولیت

کا اعزاز حاصل کیا امام زہریؒ لکھتے ہیں کہ سرزمین شام پر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی مشترکہ حکومت تھی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پورا شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر اقتدار آ گیا۔

جب حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کے چچا زاد بھائی عیاض بن غنم کو لشکر کی قیادت سونپ دی گئی۔ اور پھر انہیں حمص کا گورنر بنایا گیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر نامزد کیا گیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر نامزد کیا گیا۔

صفوان بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہ بن ابی سفیان حمص میں تشریف لائے اس وقت پورے شام پر ان کی حکمرانی تھی آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے حمص کے رہنے والو تم کس قدر خوش نصیب ہو کہ تمہارے پاس ایک سے ایک بڑھ کر صالح، متقی، زاہد اور عبادت گذار حاکم آیا ہے۔

پہلے عیاض بن غنم یہاں کا گورنر نامزد ہوا وہ مجھ سے کہیں بہتر تھا۔

پھر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا گیا۔ وہ بھی مجھ سے بہتر تھا۔

پھر عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو گورنر نامزد کیا گیا۔ وہ بھی ہر اعتبار سے کتنا اچھا تھا، پھر مجھے اس سارے علاقے پر حکومت کرنے کا موقع ملا ہے تم میرے بارے میں بھی جانتے ہو۔ کہ میں تمہارے لیے کس قدر بہتر ہوں۔

* * *

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کسی بھی بیماری کے متعدی ہونے کے قائل نہیں تھے، ابو طلحہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ فلسطین کے باشندوں پر مشتمل ایک وفد حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم آپ کے پاس گھر میں بیٹھے تھے کہ آپ نے غلام کو گھوڑے لانے کے لیے کہا گھر کے صحن میں پتھر کی ایک کھلی بنی ہوئی تھی غلام نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھوڑے لا کر وہاں باندھ

دیئے۔ انہوں نے گھوڑوں کو دیکھا اور کہا ان میں فلاں گھوڑا نہیں، اس نے کہا جناب اسے خارش ہے۔ زخموں سے خون رس رہا ہے آپ نے کہا کوئی بات نہیں اسے لا کر ان کے ساتھ باندھ دو ایک شخص نے کہا جناب اگر اسے ان کے ساتھ باندھا گیا تو وہ گھوڑے بھی خارش کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا: میں نے رسول اقدس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام میں متعدی بیماری اور بدشگونی پکڑنے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

* * *

حمص کو چھوٹا کوفہ اس اعتبار سے کہا جاتا تھا کہ یہاں کے باشندوں کی عادات کوفہ میں آباد لوگوں سے ملتی جلتی تھیں۔ یہاں کے باشندے اپنے گورنر کے خلاف بڑے زباں دراز واقع ہوئے تھے جب ان کے پاس کسی کو گورنر نامزد کر کے بھیجا جاتا تو یہ لوگ اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے اور مختلف قسم کے عیب نکالنے لگتے بالآخر اس کے خلاف زبردست محاذ قائم کر کے خلیفۃ المسلمین سے پرزور مطالبہ کرتے کہ اسے فوری طور پر تبدیل کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ کسی بہتر شخص کو متعین کیا جائے۔ اس دفعہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا کہ اب میں ایک ایسا گورنر مقرر کروں گا۔ جس کا کردار مثالی ہو۔ اور باشندگان حمص کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔ اس منصب کے لیے فاروق اعظم کی نظر انتخاب حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ لیکن وہ بلاد شام میں لشکر اسلام کے سپہ سالار کی حیثیت سے شہروں کو آزاد کراتے، قلعوں کو فتح کرتے، قبائل کو زیر فرمان کرتے اور مفتوحہ علاقوں میں مساجد بناتے ہوئے بڑی تیزی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے اس حوصلہ افزا پیش قدمی کے باوجود امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر نامزد کرتے ہوئے لکھا کہ آپ میرا یہ خط موصول ہوتے ہی حمص روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر گورنر کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیں۔

امیر المومنین کا حکم ملتے ہی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حمص روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچتے

ہی لوگوں کو نماز کے لیے اکٹھا کیا۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لوگو! اسلام ایک ناقابل تسخیر قلعہ اور ایک مضبوط دروازے کی مانند ہے۔ حقیقتاً اسلام کا قلعہ عدل و انصاف اور اس کا دروازہ حق و صداقت کا پیغام ہے۔ سن لو اسلام کا قلعہ اس وقت تک ناقابل تسخیر رہے گا۔ جب تک تمہارا سلطان طاقت ور رہے گا۔

بلاشبہ سلطان کی طاقت کوڑے مارنے اور قتل و غارت کرنے میں نہیں بلکہ اس کی طاقت کا راز عدل و انصاف اور حق و صداقت اختیار کرنے میں ہے پھر آپ اپنے مختصر خطبے میں بیان کئے گئے دستور العمل کو نافذ کرنے کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے حمص میں گورنر کی حیثیت سے ایک سال کا عرصہ گزارا اس عرصے میں نہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کوئی خط لکھا اور نہ ہی بیت المال کے لیے کوئی رقم بھیجی جس سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے۔ کیونکہ آپ کو صوبہ جات کے گورنروں کے بارے میں بہت اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں وہ عہدہ و منصب اور مال و متاع کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رسول اقدسؐ کے سوا کوئی معصوم نہیں تھا۔

امیر المومنین نے اپنے کاتب سے کہا عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو خط لکھو کہ جونہی میرا یہ خط ملے حمص کو خیر باد کہہ کر سیدھے میرے پاس مدینے چلے آئیں۔ اور اپنے ساتھ وہ سارا مال بھی لیتے آنا جو اب تک قومی خزانے میں جمع ہے۔

* * *

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ فاروق اعظم کا خط ملتے ہی دار الخلافہ مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے لیے تیار ہو گئے' اس سفر پر جاتے ہوئے ان کے پاس ایک تھیلا تھا جس میں زاد راہ رکھا تھا۔ وضوء کے لیے ایک عدد برتن اور ہاتھ میں کلہاڑی پکڑی اور حمص کی گورنری کو خیر باد کہہ کر کشاں کشاں سوئے مدینہ چل دیئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کا رنگ سیاہی مائل اور جسم لاغرو

نحیف ہو چکا تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بڑھ چکے تھے۔ سفر کی مشکلات کے آثار آپ کے چہرے اور جسم پر نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ ان کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

پوچھا عمیر رضی اللہ عنہ تجھے کیا ہوا؟

عرض کی امیر المومنین مجھے کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ الحمد للہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔

دیکھ لیجئے میں آپ کے پاس آج اپنی تمام دنیا اٹھا لایا ہوں۔

امیر المومنین نے پوچھا تمہارے پاس دنیاوی مال و متاع کتنا ہے؟

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا

میرے پاس ایک تھیلا ہے جس میں میرا زادِ راہ تھا۔ ایک پیالہ ہے جس میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور اس سے اپنا سر اور کپڑے بھی دھوتا ہوں۔ ایک برتن پانی پینے اور وضو کرنے کے لیے ہے۔

امیر المومنین اس سامان کے علاوہ ساری دنیا میرے لیے فضول ہے۔ مجھے اس دنیا سے کوئی غرض نہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ حمص سے پیدل چل کر آئے ہیں۔

عرض کی ہاں یا امیر المومنین پیدل چل کر آیا ہوں۔

فرمایا اہل حمص نے آپ کے لیے کسی سواری کا اہتمام نہیں کیا

فرمایا نہ انہوں نے مجھے کوئی سواری دی اور نہ ہی میں نے ان سے سواری کا سوال کیا۔

آپ نے فرمایا وہ مال و متاع کہاں ہے جو بیت المال کے لیے لائے ہو۔

فرمایا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے دریافت کیا اپنے ہمراہ مال کیوں نہیں لائے۔

فرمایا امیر المومنین مال میں نے جمع ہی ہونے نہیں دیا۔ جب میں حمص پہنچا تو وہاں کے باشندوں میں صلحاء و اتقیاء کو ایک جگہ جمع کیا اور لوگوں سے مال وصول کرنے کا کام

ان کے سپرد کر دیا۔ جب بھی وہ مال اکٹھا کر کے میرے پاس لاتے تو میں ان سے مشورہ لے کر مستحقین میں خرچ کر دیتا۔ یہ روئیداد سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوشی کا اظہار کیا۔ اور اپنے منشی سے کہا۔ کہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے لیے حمص کی گورنری کی تجدید کر دو کہ یہ وہاں جا کر دوبارہ اپنا منصب سنبھال لیں۔

یہ بات سن کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے منظور نہیں۔ میں اب وہاں نہیں جانا چاہتا۔ امیر المومنین مجھے معاف کیجئے۔ میں آج کے بعد نہ تو آپ کے کہنے پر اور نہ ہی کسی اور کے کہنے پر یہ منصب سنبھالوں گا۔

پھر آپ نے امیر المومنین سے مدینہ منورہ کی ایک نواحی بستی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے اسے اجازت دے دی اور انہوں وہاں بستی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اس بستی میں آباد ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے قابل اعتماد خادم کو حکم دیا کہ وہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان کا روپ اختیار کر کے جائے، وہاں دو تین روز قیام کر کے اس کے حالات معلوم کرے اگر مال و دولت کے آثار نظر آئیں تو فوراً واپس آ کر مجھے اطلاع دے اور اگر غربت وافلاس اور تنگ دستی دیکھے تو اسے دینار سپرد کر آئے۔ دیناروں سے بھری تھیلی امیر المومنین نے اسے دے کر روانہ کیا۔

امیر المومنین کا قاصد حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بستی میں پہنچا، گھر حاضر ہوا سلام عرض کیا اور بتایا کہ میں آپ سے ملنے کے لیے مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا اہل مدینہ کا کیا حال ہے؟

بتایا سب خیرت سے ہیں؟

پوچھا امیر المومنین کیسے ہیں؟

عرض کی بالکل ٹھیک ہیں۔

پوچھا کیا شرعی حدود نافذ ہو رہی ہیں، بتایا بالکل اس سلسلے میں وہ کسی کو رعایت نہیں دیتے۔ خواہ ان کا اپنا قریبی عزیز کیوں نہ ہو

یہ باتیں سن کر آپ نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

الٰہی عمر بن خطاب کی مدد فرما

الٰہی تو جانتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تیرے ساتھ اور تیرے نازل کردہ دین کے ساتھ والہانہ پیار و محبت ہے۔

قاصد حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تین دن ٹھہرا ہر روز اس کی تواضع کے لیے جو کی صرف ایک روٹی پیش کی جاتی، جب تیسرا دن گذرا تو ایک شخص نے اسے کہا۔ اللہ کے بندے آپ نے تو عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اور اس کے اہل خانہ کے لیے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ان کے پاس تو صرف یہی ایک روٹی ہوتی ہے جو روزانہ تجھے کھلا دیتے ہیں اس طرح مسلسل بھوکے رہنے سے تو وہ نڈھال ہو جائیں گے۔

اب آپ یہاں مزید قیام کرنے کی بجائے میرے گھر تشریف لے چلیں۔

یہ بات سنتے ہی اس نے دیناروں سے بھری تھیلی حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

عرض کی اس تھیلی میں امیر المومنین نے آپ کے لیے کچھ رقم بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ واپس لے جائیں امیر المومنین کو میرا سلام کہنا اور یہ عرض کرنا کہ عمیر رضی اللہ عنہ کو اس رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی بیوی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا سرتاج یہ رقم لے لو۔ اگر تمہیں ضرورت پڑی تو خرچ کر لینا ورنہ محتاجوں میں تقسیم کر دینا۔

مہمان دیناروں سے بھری تھیلی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ کر چل دیا۔

آپ نے وہ دینار لیے اور اسی رات تمام کے تمام حاجت مندوں اور شہداء کے بچوں میں تقسیم کر دیئے۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

* * *

امیر المومنین کا قاصد جب واپس مدینے پہنچا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا۔ آپ نے وہاں کیا منظر دیکھا؟

عرض کی امیر المومنین کیا بتاؤں بہت ہی تنگ دستی دیکھی۔

آپ نے فرمایا دیناروں کی تھیلی دے آئے۔

عرض کی لے نہیں رہے تھے زبردستی ان کے آگے پھینک کر آ گیا ہوں' آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ انہوں نے یہ دینار استعمال کر لیے ہوں گے۔ عرض کی امیر المومنین میرا خیال ہے کہ وہ سب کے سب ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہوں گے اور اپنے لیے انہوں اس میں سے کچھ بھی نہیں رکھا ہوگا۔ یہ باتیں سن کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میرا یہ خط ملتے ہی میرے پاس مدینہ آؤ آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینے پہنچے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ پھر محبت بھرے انداز میں پوچھا میں نے جو دینار بھیجے تھے آپ نے انہیں کہاں صرف کیا؟

آپ نے برجستہ جواب دیا امیر المومین آپ مجھے دینار دینے کے بعد ان کے متعلق کیوں پوچھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا میں حقیقت حال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

برائے مہربانی مجھے ضرور بتائیں۔

فرمایا: میں نے وہ جمع کر لیے ہیں تا کہ اس دن کام آ سکیں۔ جس دن مال اور اولاد کام نہ آ سکیں گے۔ یہ بات سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ اللہ کے ان بندوں میں سے ہیں جو

ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔

پھر امیر المومنین نے اپنے خادم کو حکم کہ عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے اناج اور کپڑوں کا جوڑا تیار کیا جائے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر کہا۔

امیر المومنین اناج کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں یہاں آتے ہوئے اہل خانہ کے لیے جو چھوڑ آیا تھا جب وہ ختم ہو جائیں گے اللہ رازق اپنے خزانے سے اور عطا کر دے گا۔ البتہ کپڑوں کا جوڑا میں اپنی بیوی کے لیے لے جاتا ہوں۔ کیونکہ اس کا لباس بہت بوسیدہ ہو چکا ہے۔

یہ بات اس دور میں مشہور تھی کہ انصار کے تین اشخاص کو زہد و تقوی میں امتیاز حاصل ہے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ' شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے بعد اپنی بستی میں پہنچے چند دنوں کے بعد وہ تقوی' ایمان اور اخلاص کی دولت لے کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

یہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان پر راضی۔

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۳۷۰/۴
۲-طبقات خلیفہ	۱۵۷
۳-التاریخ الکبیر	۵۳۱/۶
۴-الجرح والتعدیل	۳۷۶/۶
۵-الاستبصار	۲۸۱
۶-اسد الغابتہ	۲۹۴/۴
۷-تاریخ الاسلام	۸۹/۲

۸-مجمع الزوائد	۳۸۲/۹
۹-تہذیب التہذیب	۱۴۴/۸
۱۰-الاصابتہ	۱۶۳/۷
۱۱-کنز العمال	۵۵۶/۱۳
۱۲-قادفتح العراق والجزیرہ	۵۱۳
۱۳-الاعلام زرکلی	۲۶۴/۵

والی مدینہ و بحرین

حضرت ابوھریرۃ عبدالرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ

الٰہی ابو ہریرۃ اور اس کی والدہ کو اہل ایمان کا منظور نظر بنا دے۔

(فرمان نبویؐ)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اپنے دور کا سب سے بڑا حافظ الحدیث تھا۔

(امام شافعیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سفید رنگ، روشن چہرہ، چوڑا سینہ، چمکیلی آنکھیں، سرخ بال، تیز حافظہ، چمک دار دانت، اگلے دو دانت کشادہ، علم حدیث کا ماہر، مفلس، نادار اور تہی دست، اصحاب صفہ میں امتیازی حیثیت کا حامل، تحصیل علم کا والہانہ شوق رکھنے والا، حصول علم کی خاطر فقر و فاقہ اور بھوک پیاس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والا، آستانہ نبوی کا ایک ہونہار طالب علم، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین اور جنگ تبوک کا ایک سرفروش مجاہد، بھوک سے نڈھال ہو کر مدینے کی گلی میں دراز ہوتے ہوئے خاک آلود ہونے والا درویش، بحرین میں مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہونے والا خوش نصیب و خوش خصال گورنر، دور نبوی میں حجاج کرام کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینے والا قابل احترام معلم، دور صدیقی میں فتنہ ارتداد کا قلع قمع کرنے والا سربکف مجاہد، امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت میں مدینہ منورہ کا ہر دلعزیز گورنر، مسند علم پر جلوہ افروز ہونے والا جلیل القدر صحابی جس سے سینکڑوں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے احادیث رسول ﷺ روایت کیں جس نے قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جسے عربی کے علاوہ فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا، جس کی تورات میں بیان کردہ احکام و مسائل پر گہری نظر تھی، جو اپنی والدہ کی حد درجہ تعظیم کیا کرتا تھا، جس کے حافظے کی تیزی کے لیے رسول اقدس ﷺ نے خصوصی دعا فرمائی، جس کے اثر سے سنی ہوئی ہر بات لوہے کی لکیر کی مانند ذہن پر نقش ہو جاتی۔ جس کا نام عبدالرحمان بن صخر تھا۔ جو ابو ہریرہ کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہوئے۔ آیئے اقلیم علم کے تاجدار، عابد، زاہد، شب زندہ دار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے نشان منزل تلاش کریں۔

امام، فقیہ، مجتہد، حافظ الحدیث، جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ جاہلیت میں نام عبدالشمس تھا۔ جب اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تو رسول اقدس ﷺ نے اس کا نام عبدالرحمان تجویز کیا۔ والد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا تھا اس لیے غربت، افلاس اور تنگ دستی دامن گیر ہوئے۔ ایک خاتون کے ہاں صرف کھانے اور لباس کی اجرت پر ملازمت کی، نیرنگی دوران دیکھئے کہ وہی خاتون آگے چل کر ان کی رفیقہ حیات بنی جس کا نام بسرہ بنت غزوان تھا۔ یمن کے قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی مکہ معظمہ کے دورے پر گئے۔ سرداران قریش نے یمنی سردار کو خوش آمدید کہتے ہوئے خطرے سے آگاہ کیا کہ دیکھنا ہمارے ہاں یہاں آجکل ایک نیا ہنگامہ برپا ہے۔ عبدالمطلب کے پوتے عبداللہ کے فرزند محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعوی کر دیا ہے۔ اس کی باتوں میں جادو کا سا اثر ہے۔ جو اس کی محفل میں ایک شریک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ کہیں آپ بھی اس کے دام میں نہ آجانا ذرا سنبھل کر رہنا، یہ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے۔ قریشی سرداروں کی باتیں سن کر طفیل بن عمرو دوسی نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں کسی جانب سے میرے کانوں میں ان کی آواز پڑ کر میرے دل پر اثر انداز ہی نہ ہو جائے۔

ایک دن اس کے دل میں خیال آیا بڑے تعجب کی بات ہے آخر میں بھی اپنے قبیلے کا سردار ہوں، عقل و خرد کا مالک ہوں، ایک قادر الکلام شاعر ہوں۔ کسی کی بات سننے میں آخر حرج کیا ہے۔ بات اچھی ہوئی تو تسلیم کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے۔ بات دل کو نہ لگی تو اسے ماننے کی کوئی مجبوری بھی نہیں۔ میں نے یونہی دیوانوں کی طرح اپنے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے یہ کہاں کی دانش مندی ہے۔ یہ تو سراسر احمقانہ اقدام ہے۔ یہ خیال آتے ہی کانوں سے روئی نکال پھینکی، رسول اقدس ﷺ کی محفل میں گیا باتیں سنیں تو دل دے بیٹھے، آپ ﷺ کا دامن پکڑا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔ واپس اپنے خاندان میں پہنچے، دعوت وارشاد میں مشغول ہوئے، والدہ، والد، بیوی اور حضرت ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بہت محنت کی لیکن ان چار قدسی صفات افراد کے علاوہ کسی اور نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ دوبارہ مکہ معظمہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے خاندان کے افراد کی سرکشی کا گلہ کیا آپ ﷺ نے دعا کی۔

اللھم اھد دوساً

الٰہی قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب کر دے۔

واپس اپنے علاقے میں پہنچے، دوبارہ دعوت وارشاد کا آغاز کیا، قبیلے کے افراد تیزی سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی حضرت طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلے کے نو آموزان اسلام کو لے کر مدینہ منورہ پہنچے یہ قافلہ تقریباً اسی افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ہمراہ شامل تھے۔ والدہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس وقت رسول اقدس ﷺ لشکر اسلام کو لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے خیبر پہنچے، رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ ﷺ نے پوچھا نام کیا ہے؟

عرض کی یا رسول ﷺ میرا نام عبدالشمس ہے، آپ ﷺ نے فرمایا آج سے آپ کا نام عبدالرحمان ہے، عرض کی چشم ما روشن دل ما شاد زہے قسمت آپ کی زبان مبارک سے میرا نام مجھے اور کیا چاہیے۔ میرے نصیب جاگ اٹھے میری خوش قسمتی کے کیا کہنے۔ کچھ عرصہ پہلے حضرت ابو ہریرہ کا غلام گم ہو چکا تھا خیبر میں وہ بھی دستیاب ہوا۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا یہ آپ کا غلام موجود ہے۔

مسرت وشادمانی سے جھومتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ آج سے میرا یہ غلام آزاد ہے۔

* * *

اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز

ہو کر علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اصحاب صفہ کی رفاقت اختیار کرتے ہوئے مسجد نبوی میں ڈیرے ڈال دیئے۔

سفر و حضر میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں رہنا اپنا معمول بنا لیا آپ ﷺ کا جو فرمان سنتے اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے' پہلے پہل انہوں نے یہ محسوس کیا کہ کچھ عرصہ بیت جانے کے بعد پردہ ذہن سے بعض فرامین محو ہو جاتے ہیں میرے لیے دعا کیجئے آپ کی بات جو میں سنوں وہ نسیان کی نذر نہ ہو۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی چادر بچھاؤ' تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چادر بچھا دی گئی آپ نے دعا فرمائی اپنے مبارک ہاتھ اس چادر پر رکھے اور پھر ارشاد فرمایا۔ اس چادر کو اٹھا کر اپنے گرد لپیٹ لو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ چادر لپیٹ لی اس کے بعد میں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنا وہ بعینہ یاد رہا۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے ایک ہزار سے زیادہ احادیث روایت کیں' انہوں نے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث رسول ﷺ روایت کرنے کا اعزاز حاصل کیا اس اعتبار سے پوری امت میں وہ ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خیبر سے واپسی پر مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کی مسلسل دعوت سے والدہ کے دل میں بھی اسلام نے جگہ بنا لی اور وہ اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئی۔ اپنی والدہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ سے خصوصی دعا بھی کرائی تھی' جس روز آپ نے دعا کی اسی روز ان کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ خوشی سے

ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ وفور مسرت سے آنسو بہاتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کو اطلاع دیتے ہوئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کرلیا ہے۔ میری والدہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ میری قسمت جاگ اٹھی ہے' میرا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا ہے' میری ماں کا سینہ نور ایمان سے جگمگا اٹھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کثیر تعداد میں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو یا اس سے کچھ زائد صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین نے احادیث روایت کی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینکڑوں تلامذہ کے نام درج کئے ہیں۔ طوالت کے اندیشے کی بنا پر یہاں ناموں کی تفصیل درج کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔ جو حضرات ناموں سے آگاہی کا شوق رکھتے ہیں وہ سیر اعلام النبلاء جلد دوم کے صفحہ ۴۷۹ تا ۴۸۵ کا مطالعہ کرلیں۔

* * *

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے میری کنیت ابوہریرہ رکھی تھی۔ لیکن میرے احباب نے ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔

محمد بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے احباب سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ابوھر کہہ کر پکارا کرو کیونکہ رسول اقدس ﷺ نے میری کنیت مذکر لفظ سے رکھی تھی نہ کہ مونث لفظ سے۔ (بحوالہ تاریخ ابن عساکر ۱۹/۱۰۹)

کثیر بن زید ولید بن رباح کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی اقدس ﷺ مجھے ابوھر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(بحوالہ مستدرک حاکم ۴۵۲)

اسامہ بن زید عبداللہ بن رافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوھریرہ سے پوچھا لوگ آپ کو اس کنیت سے کیوں پکارتے ہیں فرمایا میں بکریاں چرایا کرتا میرے پاس ایک بلی تھی جس سے بسا اوقات کھیلا کرتا تھا۔ اسے اپنی

آستین میں بٹھالیا کرتا تھا۔ لوگوں نے میرا اشتیاق دیکھتے ہوئے مجھے ابوھریرہ کہنا شروع کردیا۔ (بحوالہ ترمذی۔ طبقات ابن سعد' تاریخ ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اقدس ﷺ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے خیبر تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے صبح کی نماز سباع بن عرفطہ کی اقتداء میں ادا کی اس نے پہلی رکعت میں سورہ مریم اور دوسری رکعت میں سورہ المطففین تلاوت کی۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد ۴/ ۳۲۷)

* * *

مفسر قرآن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں سخت بھوک کی وجہ سے بعض اوقات اپنا جگر تھام کر زمین پر لیٹ جاتا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں اس راستے پر بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے صحابہ رضی اللہ عنہ کا گذر ہوتا تھا میرے پاس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے ان سے قرآن حکیم کی اس آیت کا مطلب پوچھا۔

یطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا

(کہ وہ اپنی چاہت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں) میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلاویں گے۔ لیکن انہوں نے میری منشاء کے مطابق کچھ نہ کیا اور چل دیئے پھر وہاں سے عمرو بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا میں نے اسی آیت کا مفہوم پوچھا وہ بھی اس کا مفہوم بتا کر کچھ کھلائے بغیر یونہی چلے گئے اس کے بعد رسول اقدس ﷺ تشریف لائے آپ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے میرا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گئے۔

آپ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا ابوھر میں نے کہا لبیک یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اٹھو میرے ساتھ آؤ میں آپ کے پیچھے چل دیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ نے گھر میں دودھ کا پیالہ پڑا دیکھا اہل خانہ

سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا جواب ملا کہ یہ کسی نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔

آپ نے آواز دی ابوھر میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ اور فرمایا اصحاب صفہ اسلام کے مہمان ہیں۔ نہ ان کا کوئی گھر ہے نہ ان کے پاس مال و دولت ہے۔ اور نہ ہی ان کا کسی پر کوئی زور۔ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ وہ ان کے پاس بھیج دیتے۔ اور خود اس میں سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ اور جب کوئی آپ کے پاس تحفہ آتا وہ بھی انہیں عطا کر دیتے لیکن کبھی اس میں سے خود کچھ قبول فرما لیتے۔

مجھے آپ کا حکم سن کر اندیشہ ہوا کہ اس دودھ سے اصحاب صفہ کا کیا بنے گا؟ میرے ارمان تو پورے نہ ہو سکیں گے۔ میں تو چاہتا تھا کہ دودھ پی کر میری جان میں جان آئے جسم میں کچھ توانائی آئے لیکن آپ کا حکم بجا لانا مقدم تھا۔ جب وہ بھی آ گئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہ دودھ کا پیالہ ان کی خدمت میں پیش کرو۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دودھ مجھ تک تو پہنچنے سے رہا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میرے لیے ضروری تھی۔ تو میں ان کے پاس گیا اور انہیں بلا لایا اندر آنے کی اجازت طلب کی اجازت مل گئی تو سب اندر آئے۔ آپ ﷺ نے مجھے آواز دی میں نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے لبیک کہا آپ نے فرمایا یہ دودھ ان کی خدمت میں پیش کرو میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دودھ کا پیالہ باری باری ان کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا ہر ساتھی دودھ پی کر پیالہ واپس مجھے پکڑا دیتا پیالہ لبالب اس طرح بھرا ہوتا۔ پھر میں وہ دوسرے کی خدمت میں پیش کر دیتا وہ بھی خوب سیر ہو کر پیتا اور پھر پیالہ مجھے پکڑا دیتا یہاں تک کہ سب ساتھی خوب سیر ہو کر دودھ پی چکے آخر میں وہ پیالہ میں نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ سب پی چکے۔ آپ نے وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابوھریرۃ میں نے کہا جی یا رسول اللہ ﷺ۔

فرمایا: اب میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا بالکل آپ ﷺ

نے سچ فرمایا!

اب میں بھوک سے نڈھال کھڑا ہوں۔ پیالہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ امتحان کی نازک گھڑی ہے سر تسلیم خم کیے ہوئے حکم کا منتظر ہوں آپ نے میری طرف شفقت بھرے انداز سے دیکھتے ہوئے فرمایا بیٹھو یہ پیالہ لو اور دودھ پیو۔ میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا جب پی چکا تو آپ نے فرمایا مزید پیو میں نے پھر پینا شروع کر دیا جب خوب سیر ہو چکا تو پیالہ ہونٹوں سے الگ گیا۔ آپ نے کہا ابو ہریرہ اور پیو میں نے عرض کی بس یارسول اللہ ﷺ اب تو کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں نے پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے دودھ پیا اور الحمد للہ کہتے ہوئے اسے ختم کیا' اللہ اکبر (بحوالہ بخاری کتاب الدقاق)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے گھر سے مسجد کی طرف باہر آیا راستے میں چند احباب ملے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس وقت آپ گھر سے باہر کس لیے نکلے میں نے کہا بھوک نے ستا رکھا ہے کھانے کی تلاش میں گھر سے نکلا ہوں۔ انہوں نے میری بات سنتے ہی کہا بخدا ہمیں بھی بھوک نے ستا رکھا ہے۔ ہم بھی کھانے کی تلاش میں گھر سے باہر آئے ہیں۔ ہم سب مل کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا!

اس وقت آپ لوگ میرے ہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمیں بھوک نے ستا رکھا ہے آپ نے کھجوروں کا تھال منگوایا اور اس میں سے ہر ایک کو دو دو کھجوریں عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ کھاؤ اور پانی پی لو تمہاری بھوک جاتی رہے گی۔ حضرت ابو ہریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھائی اور دوسری چھپالی رسول اقدس ﷺ نے دیکھ لیا آپ ﷺ نے پوچھا ابو ہریر رضی اللہ عنہ آپ نے یہ کھجور چھپائی کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کے لیے چھپائی ہے وہ بھی گھر میں بھوکی بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم یہ کھجور کھا لو اس کے لیے میں اور دو کھجوریں تمہیں دیتا ہوں۔

الله اکبر سبحان الله وبحمد سبحان الله العظیم۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد تاریخ ابن عساکر)

یزید بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مومن پیدا ہی نہیں کیا جو میرا نام سن کر مجھ سے محبت کا اظہار نہ کرے۔ میں نے کہا آپ کو اس کا کیسے پتہ چلا؟

فرمایا میری ماں مشرک تھی میں اسے اسلام کی طرف دعوت دیتا لیکن وہ تسلیم نہیں کرتی تھی۔ میں نے ایک روز اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ تو اس نے رسول اقدس ﷺ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ اپنی زبان سے نکالے جنہیں سن کر مجھے دلی دکھ ہوا۔ میں رسول اقدس ﷺ کے پاس روتا ہوا آیا۔ اور عرض کی یارسول اقدس ﷺ میری ماں کے لیے دعا کیجئے کہ وہ اسلام قبول کرلے، آپ نے دعا کی۔

اللهم اهد ام ابی هريرة۔

الٰہی ابوھریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر دے میں اپنی والدہ کو یہ خوشخبری دینے کے لیے گھر کی طرف دوڑا وہاں پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا۔ اندر سے پانی کے چھلکنے کی آواز آرہی تھی والدہ نے میری آہٹ سن لی تھی اندر سے اس نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ جب دروازہ کھولا تو مجھے دیکھتے ہی!

"اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا عبده و رسوله" کہا

یہ سن کر میری خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی، خوشی سے میرے آنسو بہہ نکلے جیسے غم و اندوہ کے وقت بہتے تھے میں نے رسول اقدس ﷺ کو اپنی والدہ کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی اور یہ عرض کی کہ ہم دونوں ماں بیٹے کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے لوگوں کے دلوں میں ہماری قدر و منزلت اور چاہت پیدا کر دے تو آپ نے ہمارے حق میں یہ دعا کی۔

اللهم حبب عبيدك هذا وامه الى عبادك المومنين وحببهم اليهما۔

الٰہی اپنے اس بندے اور اس کی ماں کی قدر و منزلت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیدا کر دے اور ان بندوں کی قدر و منزلت ان دونوں کے دلوں میں پیدا کر دے۔

(بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، تاریخ دمشق، فضائل الصحابہ)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا اے ابوھریرہ کیا تم اپنے ساتھیوں کی مانند مجھ سے مال غنیمت کا سوال نہیں کرو گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے اس علم کا سوالی ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ آپ نے میری بات سنتے ہی وہ چادر پکڑی جو میں نے اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔

آپ نے اسے میرے اور اپنے درمیان بچھا دیا اور باتیں کرنا شروع کر دیں جب آپ نے بات ختم کر لی تو ارشاد فرمایا اسے اٹھا کر اپنے گرد لپیٹ لو۔ میں نے اسے لپیٹ لیا اس کے بعد میرا حافظہ اس قدر مضبوط ہو گیا کہ پھر کوئی بات مجھے بھولتی نہ تھی۔

(بحوالہ حلیۃ الاولیاء، تاریخ ابن عساکر)

* * *

محمد بن قیس بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کوئی مسئلہ دریافت کیا انہوں نے کہا کہ آپ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں۔ پھر فرمایا کہ ایک روز میں، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک تیسرا ساتھی مسجد میں دعائیں کر رہے تھے اچانک رسول اقدس ﷺ تشریف فرما ہوئے ہم سہم گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنا کام جاری رکھو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں اور میرے دوسرے ساتھی نے دعائیں کیں رسول اقدس ﷺ نے آمین کہا پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی الٰہی میں تیری بارگاہ میں ہر اس چیز کا سوالی ہوں۔ جو میرے دونوں ساتھیوں نے مانگا اور مزید علم کا سوال ہے جو کبھی بھولے نہیں رسول اقدس ﷺ نے آمین کہا پھر ہم نے یہ دعا کی الٰہی ہمیں بھی نہ بھولنے والا علم عطا کر، رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ دوسی تم سے سبقت لے گیا۔ دوسی سے مراد حضرت

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یہ قبیلہ دوس میں سے تھے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کوئی بھی حدیث بیان کرنے سے پہلے رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان سنایا کرتے تھے۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار۔

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(بحوالہ مسند امام احمد)

محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص طلحہ بن عبیداللہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا ابومحمد کیا خیال ہے کہ یہ یمنی شخص یعنی ابوھریرہ آپ سے بڑھ کر حدیث رسول ﷺ کا عالم ہے۔ ہم اس کی زبان سے ایسی علم وعرفان کی باتیں سنتے ہیں جو آپ سے نہیں سنتے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ رسول اقدس ﷺ کا حوالہ دے کر اپنی طرف سے ہی باتیں بیان کر دیتا ہو؟ حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ رسول اقدس ﷺ سے اس نے سنا ہم آپ کی زبان مبارک سے نہیں سن سکے۔

دراصل ہم اہل وعیال والے تھے ہمارے پاس مال مویشی بھی تھے۔ ہم رسول اقدس ﷺ کے پاس صبح وشام حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب کہ ابوھریرہ ان دنوں مفلس و تنگ دست تھے۔ ہر وقت رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے' آپ کے دروازے پر بیٹھے رہتے' لیل ونہار اور سفر وحضر میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت گذاری سے وہ کندن بن گئے۔ ظاہر ہے اسے جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سننے کا موقع ملا وہ سنہری موقع ہمیں میسر نہ آسکا۔ ہاں البتہ اگر کوئی اپنی طرف سے بات بنا کر رسول اقدس ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ ایسا شخص کوئی اچھا کردار پیش نہیں کرتا۔

(بحوالہ۔ مستدرک حاکم' تاریخ ابن عساکر' البدایۃ والنہایۃ)

* * *

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اقدس ﷺ کی محبت سرایت کر چکی تھی۔ آپ کے دیدار سے نگاہیں کبھی سیراب نہ ہوتیں جی چاہتا کہ آپ کے چہرۂ انور کو

نگاہیں دیکھتی ہی رہیں۔ یہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اقدس ﷺ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی حسین چہرہ میں نے آج تک دیکھا ہی نہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ رخ انور کے فلک پر آفتاب رواں دواں ہو۔

ہمیشہ ان کی زبان اللہ تعالی کی حمد وثنا میں مشغول رہتی یہ اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالی کے لیے ہیں جس نے ابوھریرہ کو قرآن وحدیث کا علم عطا کیا۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالی کے لیے ہیں کہ جس نے ابوھریرہ کو رسول اقدس ﷺ کا صحابی بننے کا شرف عطا کیا۔

جس طرح حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو خود علم حاصل کرنے کا والہانہ شوق تھا دوسروں کو بھی علم حاصل کرنے کی مسلسل ترغیب دلاتے رہتے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔

ایک روز وہ مدینہ منورہ کے ایک بازار سے گذر رہے تھے لوگوں کو دنیاوی کاموں میں منہمک دیکھ کر غم زدہ ہو گئے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے با آواز بلند کہا۔

اے باشندگان مدینہ تم محروم وبے کس رہ گئے۔

لوگوں نے بیک زباں ہو کر کہا آپ نے ہماری کون سی محرومی وبے کسی دیکھی ہے؟

آپ نے فرمایا:

رسول اقدس ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم غافل یہاں اپنے کاموں میں مشغول ہو۔

لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ ﷺ کی میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے۔

فرمایا: مسجد نبوی میں جا کر دیکھو تو سہی کیسا دلفریب نظارہ ہے۔

لوگ شوق سے دوڑ کر مسجد نبوی میں پہنچے وہاں دیکھا کہ کچھ صحابہ دینی مسائل میں

باہمی تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ کچھ نوافل ادا کرنے میں مشغول ہیں۔ کہیں ذکر الٰہی کا حلقہ ہے۔ کہیں درس و تدریس ہے لیکن کہیں بھی مال و دولت کی تقسیم کا حلقہ دکھائی نہ دیا الٹے پاؤں واپس آئے حضرت ابوھریرہ بازار میں ہی براجمان تھے لوگوں نے واپسی پر کہا ابوھریرہ یہ کیا مذاق ہے؟ وہاں تو کہیں بھی میراث تقسیم ہوتے ہم نے نہیں دیکھی پوچھا کیا آپ لوگوں نے درس و تدریس' باہمی تبادلہ خیال اور ذکر الٰہی کے حلقہ جات دیکھے کہنے لگے کہ ہاں یہ تو دیکھنے میں آئے ہیں۔

فرمایا اللہ کے بندو یہی تو نبی اقدس ﷺ کی میراث ہے۔ نبی ﷺ کی میراث مال و دولت نہیں ہوتی بلکہ دینی علم ہی نبی ﷺ کی میراث ہوتی ہے۔ جس میں پوری امت برابر کی شریک ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر نامزد کیا انہوں نے تجارت بھی کی جس سے رزق کی فراوانی کا آغاز ہوا مال دولت میسر آنے کے بعد حضرت ابوھریر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بنایا' ساز و سامان خریدا اور شادی کر کے گھر آباد کیا' لیکن اس مالی فراوانی نے ان کے پاکیزہ دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی' آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی' مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔ ایک مالدار خاتون بسرہ بنت غزوان کے ہاں صرف دو وقت کی روٹی اور لباس کی اجرت پر ملازمت کی۔ جب مسافر پڑاؤ کرتے تو میں ان کی خدمت کرتا۔ جب وہ کوچ کرنے کے لیے سوار ہوتے تو میں ان کی سواریوں کو ہانکتا پھر اللہ تعالی نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ میری شادی اس عورت سے ہوگئی جس کے پاس میں ملازم تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسرت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے دین اسلام کو ضابطہ حیات بنایا۔ اور مجھے مسند اقتدار پر بیٹھنے کی سعادت نصیب کی۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر رہے۔ اس اعلی منصب نے ان کی طبیعت میں کوئی تکدر پیدا نہیں

کیا اور نہ ہی ان کی پاکیزہ روح میں کوئی نخوت یا رعونت کے کوئی آثار پیدا کیئے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ایک روز لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھائے مدینے کے بازار سے گزر رہے تھے۔ اس وقت وہ گورنر تھے۔

ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بازار میں ان کے آگے چلا رہا جا تھا اسے کہا اے ابن مالک اپنے گورنر کو گزرنے کے لیے راستہ دے دو اس نے پیچھے دیکھے بغیر کہا یہ راستہ کوئی کم ہے اتنا کشادہ راستہ ہے گذر جاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا پیچھے دیکھو تو سہی تمہارا گورنر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہے۔ اس لیے تم سے راستہ طلب کر رہا ہے۔ (بحوالہ حلیۃ الاولیاء)

اللہ اکبر یہ ہے مدینہ منورہ کا گورنر' یہ ہے مثالی حکمران۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ایک جید عالم' فاضل' محدث ہونے کے ساتھ ساتھ تقوی وطہارت کے اعلی معیار پر فائز تھے۔ دن کو روزہ رکھتے رات کا ایک تہائی حصہ عبادت میں مصروف رہتے پھر وہ اپنی بیوی کو بیدار کرتے وہ رات کے دوسرے تہائی حصہ میں مصرف عبادت رہتی۔ پھر وہ اپنی بیٹی کو بیدار کر دیتی اور وہ رات کے تیسرے تہائی حصے میں مصروف عبادت ہو جاتی۔

اس طرح پوری رات حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں عبادت ہوتی رہتی۔

حضرت ابو ہریر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سوڈانی لونڈی تھی ایک روز وہ گستاخی سے پیش آئی جس سے آپ غضبناک ہوگئے اسے مارنے کے لیے کوڑا اٹھایا پھر ہاتھ روک لیا اور فرمایا۔ اگر قیامت کے روز قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو آج تیری خوب پٹائی کرتا۔ لیکن میں آج تجھے ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دوں گا جو مجھے زیادہ قیمت ادا کرے گا۔

پھر چند لمحات کے بعد ارشاد فرمایا:

جاؤ میں نے تجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا۔

* * *

بحرین میں گورنر کی حیثیت سے مقررہ مدت گذارنے کے بعد جب واپس مدینہ

منورہ پہنچے تو ان کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے باز پرس کی کہ اتنی رقم آپ کے پاس کیسے جمع ہوئی فرمایا تجارت‘ عطیات اور مملوکہ مویشیوں کی فروخت سے۔

امیر المومنین نے دوبارہ بحرین کا گورنر نامزد کر کے روانہ کرنا چاہا تو معذرت کر لی۔

امیر المومنین نے فرمایا آپ بھی عجیب آدمی ہیں کہ امارت جیسی نعمت کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے لیے دلی خواہش کا اظہار کیا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ خود بھی پیغمبر تھے اور پیغمبر کے بیٹے تھے۔ میں خاکسار تو صرف امیمہ نامی خاتون کا بیٹا ہوں۔ مجھے تین باتوں سے ڈر لگتا ہے۔

ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں۔

دوسری یہ کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے کوئی فیصلہ کروں۔

تیسری بات یہ ہے کہ مجھے قتل سے بہت ڈر لگتا ہے۔

* * *

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خاموشی سے حدیث کی خامت میں مصروف رہے۔ جب آپ کے خلاف شر پسند عناصر نے ہنگامہ کھڑا کیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے۔ اس دور میں محتاط طبیعت صحابہ کرام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے گورنر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ کبھی مروان بن حکم اس عہدے پر فائز ہوتا اور کبھی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ مسند امارت مدینہ پر جلوہ افروز ہوتے۔

* * *

ایک روز مروان بن حکم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کے خلاف لوگ یہ بات کر رہے ہیں کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بڑی کثرت سے احادیث رسول بیان

کرتے ہیں۔ کہیں یہ اپنے پاس سے باتیں بنا کر رسول اقدس ﷺ کی طرف منسوب تو نہیں کرتے جاتے کیونکہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ رفاقت کی مدت تو بہت کم ہے۔ اس کے مقابلے میں احادیث کا ذخیرہ ان کے پاس بہت ہے۔ آپ نے مروان بن حکم کی یہ بات سن کر ارشاد فرمایا جب میں مدینہ منورہ آیا اس وقت رسول اقدس ﷺ خیبر تشریف لے جا چکے تھے۔ اس وقت میری عمر تیس سال تھی۔ پھر میں آپ کی وفات تک سایہ کی طرح ساتھ رہا۔ رات دن سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ جو آپ فرماتے ہیں اسے اپنے دل میں بٹھا لیتا۔ اس طرح میرا سینہ علم نبوت کا خزینہ بنتا چلا گیا۔ عمرؓ عثمانؓ طلحہ اور زبیر جیسے کبار صحابہ کرام بھی میری اس خوبی کے معترف تھے۔ وہ بھی مجھ سے احادیث سنا کرتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی مجھ سے حیرت انگیز لہجے میں اس نوعیت کا سوال کیا تھا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ازدیاد علم کی دعا مانگا کرتے تھے۔ رسول اقدس ﷺ نے بھی ان کے لیے علم اور حافظے کی تیزی کے لیے دعا فرمائی۔

* * *

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے تقریباً پانچ ہزار تین صد چوہتر روایات منقول ہیں۔ جن میں سے تین صد پچیس روایات متفق علیہ ہیں۔ ۷۹ احادیث میں بخاری اور ۱۹۳ احادیث میں مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام قابل ذکر ہیں۔ بقیہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے نام سیر اعلام النبلاء میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

* * *

طبقات ابن سعد میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا بحرین کا گورنر بننا کیسا لگا فرمایا جب آپ نے مجھے گورنر نامزد کر کے بھیجا میں دلی طور پر اسے ناپسند کرتا تھا۔ اور جب آپ نے مجھے اس عہدے سے معزول کیا تو مجھے بڑی مسرت ہوئی۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے معزولی کے بعد چار لاکھ درہم بیت المال میں جمع کرائے۔ یہ وہ رقم تھی جو بحرین سے قومی خزانے کے لیے حاصل کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ تجارت سے حاصل ہونے والی ان کے پاس ذاتی رقم تھی جس کی آمد کے ذرائع امیر المومنین کے سامنے بیان کرنے پڑے جسے درست تسلیم کرتے ہوئے وہ رقم انہیں کے پاس رہنے دی گئی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ گورنر کی حیثیت سے بحرین جانے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ صاحب کرامت صحابہ کرام میں سے تھے' قاضی ابو طیب کا بیان ہے کہ ہم جامع المنصور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خراسانی نوجوان آیا اس نے مجلس میں بیٹھے ہوئے علماء سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص گائے' اونٹنی یا بکری کا دودھ اس کے تھنوں میں اس لیے چھوڑے رکھے کہ گاہک کو وہ مرغوب دکھائی دے اور وہ اسے اچھے داموں خرید لے لیکن بعد میں پتہ چلے کہ یہ بیچنے کے لیے محض حیلہ اختیار کیا گیا تھا۔ ورنہ معمول کا دودھ کم ہے تو ایسی خرید و فروخت کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جب اس کے سامنے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اقدس ﷺ کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ نہ چھوڑا کرو' تو اس خراسانی نوجوان نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی یہ کہا کہ ابوھریرہ کو چھوڑیئے وہ تو کوئی بڑے عالم یا فقیہ نہیں تھے بس اس کی زبان سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ گرا اور اس کے پیچھے لگ گیا وہ خوف زدہ ہو کر دوڑا سانپ نے بھی تعاقب شروع کر دیا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھتے ہی اس نوجوان سے کہا

توبہ کرو۔ اللہ سے معافی مانگو اس نے دوڑتے دوڑتے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو وہ سانپ غائب ہوگیا۔

سبحان الله و بحمده، سبحان الله العظيم

* * *

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ قیامت کے روز احتساب کا تصور کرتے ہی غم سے نڈھال ہو جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات شدت غم سے بے ہوش بھی ہو جاتے، ایک روز کسی نے پوچھا مجھے ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اقدس ﷺ سے خود سنی ہو۔ فرمایا ہاں میں تجھے آج ایک ایسی حدیث سناؤں گا جو میں نے آپ کی زبان مبارک سے اس وقت سنی تھی جب کہ ہمارے پاس کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا پھر زار و قطار رونا شروع کر دیا اتنے روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی کیفیت طاری ہوئی تیسری مرتبہ قدرے سنبھلے تو فرمانے لگے کہ رسول اقدس ﷺ نے بیان فرمایا کہ قیامت کے روز میدان محشر میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں عالم دین کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا۔ میں نے تجھے دین کا علم دیا تھا تو نے دنیا میں اس سے کیا کام لیا۔ وہ کہے گا الٰہی میں تیرے دین کی خدمت کرتا رہا۔ دینی علم کی نشر و اشاعت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ لوگ تجھے عالم، فاضل، علامہ، فہامہ کہیں تو وہ تجھے لقب دنیا میں مل گئے۔ اب میرے پاس تیرے لیے کچھ نہیں پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا اسے گھٹنوں سے گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دو۔

پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ میں نے تجھے جوانی دی، صحت عطا کی تو نے یہ جوانی کہاں صرف کی وہ کہے گا الٰہی میں نے اپنی جان تیری راہ میں قربان کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ تو میدان جنگ میں اس لیے گیا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں تو وہ تمغہ دنیا میں تجھے مل گیا اب میرے پاس تیرے لیے کچھ نہیں پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اسے گھٹنوں سے پکڑ کر گھسیٹتے

ہوئے جہنم میں پھینک دو۔ پھر ایک سخی کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے میں نے تجھے مال و دولت سے نوازا تھا وہ دولت تو نے کہاں صرف کی وہ کہے گا الٰہی میں زندگی بھر دولت دینی کاموں میں صرف کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اپنی دولت محض اس لیے خرچ کی کہ لوگ تجھے سخی کہیں تو وہ دنیا میں تجھے کہہ دیا گیا۔ اب تیرے لیے میرے پاس کچھ نہیں پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا۔ اسے بھی گھٹنوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے زار و قطار روتے ہوئے بیان کیا کہ ان تین اشخاص سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔

العیاذ باللہ۔ (بحوالہ ترمذی باب ماجاء فی الریاء و السمعة)

* * *

۵۷ ہجری کو مدینہ منورہ میں شدید بیمار ہوئے کبار صحابہ کرام آپ کی عیادت کے لیے آتے آپ انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اتنا روتے کیوں ہیں۔ آپ کی تو دین کے لیے بڑی خدمات ہیں فرمایا۔ مجھے یہ غم نہیں کہ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ مجھے یہ غم ستا رہا ہے کہ زادراہ بہت کم‘ سفر بڑا طویل اور کٹھن ہے۔ جنت اور جہنم کے دوراہے پر کھڑا ہوں۔ پتہ نہیں کس طرف دھکیل دیا جاؤں گا‘ مدینے کا گورنر مروان بن حکم عیادت کے لیے آیا اس نے بھی دلاسہ دیا۔ لیکن ان کی آنکھیں مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اہل خانہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مجھے اس طرح کفن پہنانا جیسے رسول اقدس ﷺ کو پہنایا گیا تھا۔

مجھے جلد دفنانے کا اہتمام کیا جائے۔

میری قبر پر خیمہ نصب نہ کیا جائے‘ میرے جنازے کے پیچھے کوئی آگ لے کر نہ چلے۔

مروان بن حکم عیادت کر کے گھر سے باہر نکلا ہی تھا کہ اقلیم علم کا بادشاہ حافظ

۔ الحدیث حضرت ابوھریرہ عبدالرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ کی روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۸ برس تھی۔

زندگی کی ۷۸ بہاریں دیکھ کر جنت الفردوس کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-مسند امام احمد	۲۲۸/۲
۲-طبقات ابن سعد	۳۶۲/۲
۳-طبقات خلیفہ	۱۱۴
۴-تاریخ خلیفہ	۲۲۵
۵-المعارف	۲۷۷
۶-تاریخ الفسوی	۴۸۶/۱
۷-اخبار القضاۃ	۱۱۱/۱
۸-المستدرک حاکم	۵۰۶/۳
۹-الاستبصار	۲۹۱
۱۰-حلیۃ الاولیاء	۳۷۶/۱
۱۱-تاریخ ابن عساکر	۱۰۵/۱۹
۱۲-جامع الاصول	۹۵/۹
۱۳-اسد الغابۃ	۳۱۸/۶
۱۴-تاریخ الاسلام ذہبی	۳۳۳/۲
۱۵-العبر	۶۳/۱
۱۶-معرفۃ القرآء	۴۰
۱۷-البدایہ والنہایۃ	۱۰۳/۸
۱۸-مجمع الزوائد	۳۶۱/۹

۱۹-طبقات القرآء	۳۷۱/۱
۲۰-تہذیب التہذیب	۲۶۲/۱۲
۲۱-الاصابۃ	۲۰۷-۱۹۹
۲۲-خلاصۃ تذہیب الکمال	۴۶۲
۲۳-شذرات الذہب	۶۳/۱
۲۴-صفۃ الصفوۃ	۲۸۵/۱
۲۵-تذکرۃ الحفاظ	۲۸/۱
۲۶-شذرات الذہب	۶۳/۱

والی نجد

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

اگر قتل کردیں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر کرم کریں گے تو ایک قدر دان پر رحم و کرم ہوگا۔ اگر مال چاہیے تو جس قدر مطالبہ ہو پورا کیا جائے گا۔

(ثمامہ بن اثالؓ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۶ ہجری میں شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے عرب وعجم کے جن آٹھ سربراہوں کی طرف خطوط لکھے ان میں ثمامہ بن اثال کا نام بھی آتا ہے۔ خطوط کے ذریعے انہیں آگاہ کیا گیا کہ اگر اسلام قبول کرلو گے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ علاقہ نجد کا سربراہ تھا۔ جہاں وافر مقدار میں اناج پیدا ہوتا تھا۔ اہل مکہ کی غذا کا بیشتر حصہ یہیں سے پورا ہوتا تھا۔

ثمامہ بن اثال کا شمار زمانہ جاہلیت کے بارعب عرب سربراہوں میں ہوتا تھا۔ یہ نجد میں آباد قبیلہ بنوحنیفہ کا ہردلعزیز سردار تھا۔ رعایا اس کے اشاروں پہ چلتی تھی۔ نجد کا کوئی باشندہ بھی اس کی حکم عدولی نہیں کرتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں جب ثمامہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کا خط ملا تو اس نے بڑی حقارت سے دیکھا حق بات سننے کے لیے اس کے کان آمادہ ہی نہ ہوئے۔ پھر اس پر یہ جنون طاری ہوا کہ رسول اقدس ﷺ کو قتل کر دے۔ اس گھناؤنے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مناسب موقع کی تلاش کرنے لگا۔ ایک دفعہ اسے موقع ملا وہ دبے پاؤں آگے بڑھا اور رسول اقدس ﷺ پر پیچھے سے وار کرنے لگا۔ لیکن اس کے چچا نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ اس طرح رسول اقدس ﷺ دشمن کے شر سے محفوظ رہے۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کو اپنے شر کا نشانہ بنانے سے تو ناکام رہا۔ لیکن اس نے چند صحابہ کرام کو اپنے گھیرے میں لے کر بے دریغ قتل کر دیا۔

یہ اندوہناک خبر جب نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو بہت مغموم ہوئے۔ آپ نے دکھ بھرے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عام اعلان کر دیا کہ ثمامہ جہاں کہیں کسی کو ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس دلخراش واقعہ کو گزرے ابھی چند دن ہی گزرے تھے۔ کہ ثمامہ

بن اثال رضی اللہ عنہ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے۔ لات' منات' عزیٰ کو سلام عقیدت پیش کیا جائے۔ ان کے نام پر جانور ذبح کروں اور طواف کعبہ کی سعادت حاصل کروں۔ ان مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

* * *

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ پہنچنے کے لیے مدینے کا راستہ اختیار کیا وہ مدینہ منورہ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ گشت پر موجود صحابہ کرام نے اسے مشکوک سمجھتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ مسجد نبوی میں لا کر اسے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اقدس ﷺ جب مسجد نبوی میں تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ستون کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ آپ اس کے قریب گئے۔ تو وہ ثمامہ بن اثال تھا۔

آپ نے اپنے جاں نثار صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ ستون کے ساتھ کس کو باندھا ہوا ہے؟

سب نے بیک زباں کہا:

یارسول اللہ ﷺ ہم تو اسے نہیں جانتے!

آپ نے ارشاد فرمایا یہ: نجد کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ اب اسے مزید کوئی سزا نہ دینا البتہ ابھی ستون کے ساتھ بندھا رہے۔

رسول اقدس ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا گھر میں کھانے کے لیے جو کچھ بھی میسر ہے وہ مسجد میں ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے لیے بھیج دیا جائے۔

پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صبح و شام میری اونٹنی کا دودھ اسے پینے کے لیے دیا جائے۔

آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

رسول اقدس ﷺ نے بڑے ہی شفقت بھرے انداز میں ثمامہ سے کہا ثمامہ کیا رائے ہے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس نے برجستہ کہا۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں

گے تو آپ کو اس کا حق حاصل ہے کیونکہ مجھ سے آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا جرم سرزد ہوا ہے۔

اگر معاف کر دیں تو ایک قدر دان پر آپ کی مہربانی اور شفقت ہوگی۔

اگر مال کے بدلے آزاد کر دیں تو جس قدر آپ کا مطالبہ ہو میں پورا کروں گا۔

رسول اقدس ﷺ مسکراتے ہوئے بغیر کوئی بات کہے وہاں سے تشریف لے گئے اور دو دن اسے اسی حالت میں رکھا گیا۔ لیکن اس کی دیکھ بھال اور کھانے دانے کا باعزت اہتمام کیا گیا۔

آپ نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔

ثمامہ کیا رائے ہے؟ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

اس نے پھر وہی جواب دیا۔

کہ اگر آپ معاف فرما دیں تو ایک قدر دان پر شفقت اور مہربانی ہوگی۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے ساتھیوں کا ناحق خون بہایا ہے۔ اگر مال چاہیے تو آپ کے مطالبے کے مطابق مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ رسول اقدس ﷺ نے تیسرے روز ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔

اس نے برجستہ پھر وہی جواب دیا۔

ان تقتل ذادم و ان تنعم تنعم علی شاکر۔

اگر قتل کر دیں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر کرم کریں گے تو ایک قدر دان پر کرم ہوگا۔

یہ ادیبانہ جواب سن کر رسول اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ثمامہ کو آزاد کر دو اس کے بندھن کھول دو۔ اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔

ثمامہ کے بندھن کھول دیئے گئے۔ اسے آزاد کر دیا گیا کسی نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ یہ حسن سلوک دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چند لمحات پہلے اسے یقین تھا کہ اب میں یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ لیکن شفقت و محبت، ہمدردی اور حسن سلوک کا یہ کریمانہ انداز دیکھ کر وہ

بہت متاثر ہوا۔ دل میں خیال آیا یہ لوگ حق پر ہیں مدینے کا ماحول تو فرشتوں کا ماحول دکھائی دے رہا ہے۔

رسول اقدس ﷺ کی دعوت برحق محسوس ہو رہی ہے۔

یہ خیال دل میں آتے ہی مدینے کے قریب نخلستان میں واقع پانی کے تالاب میں اچھی طرح غسل کیا اور واپس رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اقدس ﷺ آپ کے ساتھیوں نے تو میرا جسم باندھا تھا لیکن آپ کے حسن سلوک اور مشفقانہ طرز عمل نے میرے دل کو گھائل کر دیا ہے۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی ہیں۔ اب میں کہیں نہیں جا سکتا۔ مجھے قبول فرما لیجئے مجھے معاف کر دیجئے میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس نے بھری محفل میں با آواز بلند۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا چہرہ دیکھنے کا میں روادار بھی نہ تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے سے میرے دل میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے کہ میں آپ کے چہرہ انور کو دیکھتا ہی رہوں۔ اب مجھے یہ چہرہ دنیا میں بسنے والے انسانوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دے رہا ہے۔

اللہ کی قسم آپ کا پیش کردہ دین پہلے مجھے بہت برا محسوس ہوتا تھا۔ اب میرے لیے تمام ادیان سے زیادہ یہی دین مجھے محبوب ہے۔

اللہ کی قسم آج سے پہلے آپ کا یہ شہر مدینہ تمام شہروں سے زیادہ برا لگتا تھا۔ اور آج یہ شہر مجھے جنت نظیر دکھائی دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد درد بھرے لہجے میں عرض کی۔

یارسول اقدس ﷺ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں نے آپ کے صحابہ کو بے دریغ ”قتل کیا“ میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ بھلا میرے اس گھناؤنے

جرم کا مداوا کیسے ہوگا؟

رسول اقدس ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی پریشانی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

ثمامہ گھبراؤ نہیں اسلام قبول کرنے سے پہلے سب گناہ از خود مٹ جاتے ہیں۔ توبہ انسان کے پہلے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔

اور آپ نے اسے خیر و برکت کی بشارت دی' یہ باتیں سن کر ثمامہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور وہ وفور شوق میں کہنے لگا۔

اللہ کی قسم میں نے زمانہ جاہلیت میں جس قدر مسلمانوں کا ناحق خون بہایا ہے۔ ان سے دوگنا زیادہ مشرکین کو تہ تیغ کروں گا۔

میری تلوار' میرا مال' میری تمام تر توانائیاں اب دین اسلام کے لیے وقف ہیں۔

پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں عمرہ ادا کر آؤں رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عمرہ ضرور ادا کریں لیکن پہلے اس کے طریقہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

آپ نے اسے عمرہ کا طریقہ سمجھایا۔ اور مکہ معظّمہ جانے کی اجازت دے دی۔

* * *

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اجازت ملنے کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے با آواز بلند یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے۔

لبیك اللهم لبیك۔ لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد
والنعمة لك والملك لا شریك لك۔

''حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں
سب تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں اور حکومت بھی تیری تیرا کوئی شریک نہیں''

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے مسلمان تھے جو مکہ معظّمہ میں با آواز بلند تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

قریش نے اونچی آواز میں جب یہ کلمات سنے تو وہ غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے

سب لوگ تلواریں ہاتھوں میں لیے گھروں سے باہر نکل آئے تا کہ اس شخص کو گرفتار کر سکیں جس نے مکہ میں آ کر ان کے عقائد کے خلاف بہانگ دہل توحیدی کلمات کا پرچار کرنے کی جسارت کی۔ جب قریش ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی باآواز بلند تلبیہ کہنا شروع کر دیا اور بڑی شان وشوکت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے ایک قریشی نوجوان نیزہ لے کر آگے بڑھا تا کہ آپ کو خاک وخون میں تڑپا دے لیکن دوسروں نے آگے بڑھ کر اسے روکا اور کہا ارے تم جانتے نہیں یہ کون ہے؟

یہ نجد کے مشہور ومعروف قبیلہ بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ پورے نجد پر اس کی حکومت قائم ہے۔ اگر تم نے اسے کوئی نقصان پہنچایا تو اس کی قوم ہماری اقتصادی امداد بند کر دے گی اور ہم بھوکے مر جائیں گے۔ یہ بات سن کر قریشی نوجوان نے اپنا ہاتھ روک لیا اور باقی تمام افراد نے اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں پھر نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہنے لگے۔

ثمامہ تجھے کیا ہوا؟

تم کب سے بے دین ہو گئے ہو؟

کب سے تم نے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے؟ آپ نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا۔

عقل کے اندھو میں بے دین نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے تو ایک عمدہ اعلیٰ اور پاکیزہ نظریہ حیات کو اختیار کیا ہے!

پھر انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رب کعبہ کی قسم اب سرزمین نجد سے اس وقت تک تمہاری طرف گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک تم میرے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی اطاعت اختیار نہیں کر لو گے۔

✿ ✿ ✿

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے قریش کے سامنے ان کی چھاتی پر مونگ دلتے ہوئے عمرہ اسی طرح ادا کیا جس طرح رسول اقدس ﷺ نے انہیں تعلیم دی تھی، عمرے کی ادائیگی کے بعد نجد روانہ ہوگئے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے یہ حکم صادر کیا کہ قریش کی اقتصادی امداد بند کر دی جائے۔

آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اہل مکہ کی اقتصادی امداد روک دی گئی۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد قریش کا عرصہ حیات تنگ ہونے لگا۔ مہنگائی بڑھ گئی، بھوک عام ہوگئی۔ مصائب و مشکلات میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ انہیں اس بات کا اندیشہ لاحق ہوگیا کہ اگر صورت حال یہی رہی۔ تو بھوک اور فاقے کا دیو انہیں ہڑپ کر جائے گا۔

اس نازک ترین موقع پر قریش نے رسول اقدس ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس میں کھسیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے لکھا۔

ہمارا تو یہ خیال تھا کہ آپ صلہ رحمی فرمائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں گے۔ لیکن آپ نے قطع رحمی کی ایک مثال قائم کر دی۔ آپ کے ساتھیوں نے ہمارے آباء واجداد کو تہہ تیغ کیا۔ اب آپ کے ایک پیروکار نے ہماری اقتصادی امداد بند کر کے ہمیں زندہ درگور کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ہمارے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔

صورت حال یہ ہے کہ نجد سے ہمارے ہاں سالہا سال سے وافر مقدار میں گندم آیا کرتی تھی لیکن وہاں کا سردار ثمامہ بن اثال جب سے آپ کا دامن گیر ہوا ہے۔ اس نے گندم روک دی ہے۔ ازراہ کرم اسے حکم دیں کہ وہ ہم پر یہ ظلم نہ کرے۔ ہماری اقتصادی امداد بحال کر دے ورنہ ہم جیتے جی مر جائیں گے۔

قریش مکہ کی جانب سے یہ خط موصول ہونے کے بعد آپ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اہل مکہ کی اقتصادی امداد بحال کرتے ہوئے انہیں گندم اور دیگر اشیائے خوردنی بھیجنا شروع کر دیں۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے رسول

اقدس ﷺ کا حکم ملتے ہی مکہ معظمہ کی جانب گندم روانہ کر دی۔

* * *

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنے دین کے وفا دار اور نبی اقدس ﷺ کے ساتھ کئے گئے عہد و پیان کے پابند رہے۔

جب رسول اقدس ﷺ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے تو سرزمین عرب میں بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا کہیں سے لوگوں کے ارتداد کی خبر آنے لگی کہیں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار ہونے لگا' نجد میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا قبیلہ بنو حنیفہ کے افراد اس کے دام تزویر میں آنے لگے۔ تو حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو سمجھانے کے لیے کہا:

اے بنو حنیفہ اس اندھیر نگری سے بچ جاؤ جس میں کوئی نور کی کرن نہیں ہے۔

جس نے مسیلمہ کذاب کی بات مانی اس کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کیا۔ یہ اس کی انتہائی بدبختی ہوگی اور جس نے اس کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا یقیناً کامیابی اس کا مقدر بن جائے گی۔

اور فرمایا:

تم باز آ جاؤ۔ ہوش کے ناخن لو۔ مسیلمہ کذاب کے شیطانی ہتھکنڈوں سے بچو۔ تم اس بات کو اچھی طرح جان لو۔ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان پر نبوت ختم ہو چکی اور نہ ہی ان کی نبوت میں کوئی شریک ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر پاکیزہ کلام نازل کیا ہے۔ جو فصاحت و بلاغت اور اعجاز کا ایک نادر نمونہ ہے۔ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس جیسا کلام بنا سکے پھر قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر۔

اے بنو حنیفہ اللہ تعالیٰ کے اس معجز نما کلام کو دیکھو اور مسیلمہ کذاب کی اس ہرزہ سرائی کا ملاحظہ کرو جسے اس نے اپنی طرف وحی قرار دیا ہے۔

یا صفدع نقی ما تنقین لا الشراب تمغین و لا الماء تکدرین

اے ٹرانے والے مینڈک تو کس قدر ٹراتا ہے۔ نہ تو کسی کو پانی پینے سے روکتا ہے اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتا ہے۔

اب بتاؤ کیا ان دونوں عبارتوں میں کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا؟

مسیلمہ کذاب کی بیان کردہ اس عبارت کو احمقانہ کلام نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

اس سے تم خود ہی اندازہ لگا لو کہ یہ کیسا فضول اور بے ہودہ شخص ہے۔ اس کا کلام کیسا لچر ہے اس کی سوچ کیسی سطحی ہے اور اس کے خیالات کیسے پراگندہ ہیں۔؟

ایسے شخص کو تم نبی ماننے کے لیے تیار ہو گئے' مجھے تو تمہاری سوچ اور طرز عمل پر بھی حیرانی ہوئی۔ اچھے بھلے اہل دانش کو کیا ہو گیا۔ تمہاری عقل کہاں گھاس چرنے چلی گئی؟

ہوش کرو تم کس دلدل میں پھنس رہے ہو اگر تم اپنے اس طرز عمل سے باز نہ آئے تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

اس ایمان افروز خطاب کے بعد حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اہل ایمان سے ملاقات کی اور انہیں مسیلمہ کذاب کے برپا کیے ہوئے فتنے کو کچلنے کے لیے منظم کیا اور خم ٹھونک کر مقابلے میں نکل آئے۔

تاریخ میں قوموں کا بھی کیسا نرالا انداز رہا ہے۔ ماننے پہ آئیں تو کسی احمق کو اپنا پیشوا تسلیم لیں اور برگزیدہ پیغمبروں کی حکیمانہ دعوت کو ٹھکرا دیں۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مشہور و معروف جرنیل صحابی حضرت علاء بن عبداللہ الحضرمی کے لشکر میں شامل ہو کر بحرین کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں فتنہ ارتداد کو کچلنے کے لیے لشکر اسلام کو حضرت علاء بن عبداللہ الحضرمی کی قیادت میں روانہ کیا گیا تھا۔

حضرت ثمامہ کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔

بحرین سے فتنہ ارتداد کو مکمل طور پر کچل دیا گیا۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے بحرین میں ہی جام شہادت نوش کیا۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	۱۰۴/۱
۲-الاستیعاب فی اسماء الاصحاب	۳۰۵/۱
۳-سیرت ابن ہشام	
۴-الاعلام زرکلی	۸۶/۲

والی کوفہ

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ

سہل کو تیر پکڑاؤ، وہ واقعی آج سہل ہے۔
اے علی اگر تو نے آج لڑائی میں جوہر دکھلائے ہیں تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بھی بہت عمدہ انداز میں آج دشمن کے خلاف جنگ لڑی۔

(فرمان نبویؐ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسین وجمیل جلیل القدر صحابی جس نے غزوہ بدر میں شرکت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، جس نے غزوہ احد میں ماہرانہ انداز میں دشمن پر تیر چلانے کا بھرپور مظاہرہ کیا، ہجرت کے بعد جس کی مواخات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قائم کی گئی، جس نے غزوہ بدر و احد کے علاوہ غزوہ احزاب، بیعت رضوان، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں شرکت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، جو حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت میں بھی کمال درجے پر فائز تھے، جس کا نام سہل بن حنیف انصاری تھا، جس نے اپنے بھائی عثمان بن حنیف کے ہمراہ ہجرت سے پہلے وفود بیعت عقبہ میں شامل ہو کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔

آیئے اس چاند چہرہ جلیل القدر صحابی سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ کے مشہور قبیلہ اوس کے ساتھ تھا۔ یہ بڑے ہی حسین وجمیل تھے، اپنے بھائی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی، غزوہ احد میں رسول اقدس ﷺ کے دفاع کا اعزاز حاصل کیا، میدان احد میں دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو روکنے اور ان پر ان کی طرف سے جوابی تیروں کی بوچھاڑ نے دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

رسول اقدس ﷺ نے ان کی طرف سے یہ مجاہدانہ کردار دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

یہ دیکھو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کس جوانمردی سے تیر اندازی کر رہا ہے۔ اسے تیر پکڑاتے چلے جاؤ تاکہ یہ دشمن پر تیر چلاتا جائے۔ وہ جنگ احد کے اختتام تک دشمن پر تیر برساتے چلے گئے۔ ہجرت کے بعد رسول اقدس ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان جب مواخات کا نظام قائم کیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا۔

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سیلاب کے پانی میں غسل کیا جس سے مجھے بخار ہو گیا۔ رسول اقدس ﷺ کو جب میرے بیمار ہونے کا پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

کہ ابو ثابت سے کہو کہ وہ اللہ کی راہ میں صدقہ دے۔

ابو ثابت حضرت سہل بن حنیف کی کنیت تھی۔''

(بحوالہ مستدرک حاکم' ابوداؤد' مسند امام احمد)

رسول اقدس ﷺ کے اس حکم سے یہ ثابت ہوا کہ بخار یا کسی بھی مصیبت کو ٹالنے کے لیے اللہ کی راہ میں صدقہ دینا تیر بہدف نسخہ ہے۔

رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان۔

الصدقة ترد البلاء

صدقہ مصیبت کو ٹالتا ہے۔

یہ امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے انتہائی خوش آئند پیغام ہے۔

ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے میرے ابا جان کی طرف دیکھا جب وہ غسل کر رہے تھے' ان کے حسین و جمیل جسم پر نگاہ پڑتے ہی کہا بخدا میں نے ان جیسا خوش جمال و حسین جسم آج تک کسی کا نہیں دیکھا۔

ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے' کہ ابا جان غش کھا کر گر پڑے' آپ کو اٹھا کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ عرض کی گئی یا رسول اقدس ﷺ یہ سہل بن حنیف بے ہوش ہے۔

اس کے لیے کچھ کیجئے یہ سر ہی نہیں اٹھاتا' آپ نے دریافت کیا کہ کیا آپ حضرات کا کسی پر الزام ہے کہیں کسی کی اسے نظر تو نہیں لگی؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہمیں شک ہے کہ عامر بن ربیعہ کی اسے نظر لگی ہے کیونکہ اس نے ان کے جسم کو دیکھتے ہی بے ساختہ یہ کہا تھا کہ میں نے آج تک اس جیسا کوئی حسین و جمیل جسم دیکھا ہی نہیں- آپ نے عامر بن ربیعہ کو بلایا- اس پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا!

آپ لوگ اپنے بھائی کو اس طرح اذیت پہنچانے سے باز کیوں نہیں آتے' آپ کا فرض تھا کہ اسے دیکھتے ہوئے برکت کی دعا کرتے-

پھر آپ نے ارشاد فرمایا!

وضو کر کے پانی کے چھینٹے سہل بن حنیف پر چھڑکو- اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسے ہی کیا' بدن پر چھینٹے پڑتے ہی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے- (بحوالہ موطا امام مالک' مسند امام احمد' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے' جنگ احد میں رسول اقدس ﷺ نے ان کی تیر اندازی کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا تھا-

نبلوا سہا ما فانہ سہل

سہل کو تیر پکڑاؤ آج وہ واقعی سہل ہے- (بحوالہ طبقات ابن سعد)

امام زہریؒ رقمطراز ہیں کہ رسول اقدس ﷺ خوش ہو کر سہل بن حنیف اور ابو دجانہ کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے-

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر نامزد کیا- لیکن یہ بہت کم مدت مدینہ میں اس عہدے پر فائز رہے- اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے کوفہ بلا لیا-

جنگ جمل میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

طرف سے شرکت کی۔ جنگ کے اختتام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی جگہ شام کا گورنر نامزد کر کے بھیجا۔ چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرزمین شام پر عرصہ دراز سے حکومت کرتے چلے آ رہے تھے وہاں کے داخلی حالات ان کے حق میں سازگار تھے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب انہیں معزول کرنے کا حکم صادر فرمایا تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ نامزد کر کے شام روانہ کیا، جب وہ شام کے سرحدی علاقے مقام تبوک تک پہنچے تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فوج نے ان کا راستہ روک لیا۔ اور انہیں سمجھا بجھا کر واپس روانہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح یہ دمشق میں داخل نہ ہو سکے اور واپس کوفہ پہنچ گئے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں کوفہ کا گورنر نامزد کر دیا۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں بھرپور حصہ لیا لیکن مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرانے پر یہ بڑے ہی دل گرفتہ ہوئے، اس دوران کسی نے ان سے پوچھا حضرت کیا حال ہے؟

فرمایا! کیا پوچھتے ہو ایک طرف سے فتنہ دباتے ہیں تو دوسرے طرف سے یہ اپنا سر نکال لیتا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ کے لیے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ایران کا گورنر بھی نامزد کیا لیکن یہ ایرانیوں کو اپنے قابو میں نہ لا سکے۔

جنگ صفین میں ایک نازک مرحلہ ایسا آیا کہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے سے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ہچکچانے لگے تو شرپسند خوارج نے شور مچا دیا کہ یہ بزدل ہے۔ جنگ سے جی چراتا ہے۔ آپ نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا! ہوش کے ناخن لو میں بزدل نہیں، جرات و شجاعت کا عنصر میرے دل میں غالب ہے مشہور ترین غزوات میں میری شرکت اس بات پر شاہد ہیں، میری شجاعت، دلیری اور بہادری پر

رسول اقدس ﷺ نے بھی اظہار مسرت کیا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تم مجھے بزدلی کا طعنہ دے رہے ہو۔ تمہارے مغزوں کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ میرا ہاتھ تلوار چلانے سے کیوں رک رہا ہے۔

اللہ کے بندو مجھے کسی مسلمان کا خون بہانا زیب نہیں دیتا۔ اس لیے ہاتھ کو روکا ہوا ہے۔ تم مجھے بزدلی کا طعنہ دیتے ہو افسوس ہے تمہاری سوچ پر، تمہارے اس طرز عمل پر اور تمہاری اس طرز فکر پر۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے، غالباً یہ جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد کا وقعہ ہے، دیکھا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء اپنے ابا جان حضرت محمد ﷺ کا زخمی چہرہ دھو رہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی خون آلود تھی، اپنی رفیقہ حیات حضرت فاطمۃ الزہراء سے کہا یہ تلوار لیجئے میں نے جنگ میں اس سے بہت اچھا کام لیا ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے حضرت علی کی بات سن کر ارشاد فرمایا۔

آپ نے اگر اچھے اسلوب میں جنگ کی ہے تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بہت عمدہ انداز میں جنگ لڑی ہے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

بلاشبہ یہ رسول اقدس ﷺ کی جانب سے حوصلہ افزائی اور قدر دانی کا ایک عمدہ انداز ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے کہ ۳۸ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازے میں چھ تکبیریں کہیں۔ یاد رہے کہ بدری صحابہ کرامؓ کی نماز جنازہ میں چھ تکبیریں ان کی فضلیت کو ظاہر کرنے کے لیے کہی جاتی تھیں۔

یہ ان کا امتیاز اور اعزاز تھا حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ نہایت خوش وخرم جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ مسند امام احمد	۴۸۵/۳
۲۔ طبقات ابن سعد	۱۵/۶
۳۔ طبقات خلیفہ	۱۳۵،۸۵
۴۔ تاریخ خلیفہ	۱۹۸
۵۔ التاریخ الکبیر	۹۷/۴
۶۔ المعارف	۲۹۱
۷۔ تاریخ الغسوی	۲۲۰/۱
۸۔ معجم الطبرانی	۸۶/۶
۹۔ المستدرک حاکم	۴۰۸/۳
۱۰۔ الاستبصار	۳۲۰
۱۱۔ الاستیعاب	۶۶۲/۲
۱۲۔ اسد الغابۃ	۴۷۰/۲
۱۳۔ تہذیب التہذیب	۲۵۱/۴
۱۴۔ الاصابۃ	۲۷۳/۴
۱۵۔ خلاصۃ تذہیب الکمال	۱۵۷
۱۶۔ کنز العمال	۴۳۰/۱۳
۱۷۔ شذرات الذہب	۴۸/۱

والی مدائن

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

''اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی اتار لاتا'' رسول اقدس ﷺ نے یہ فرمان حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

(فرمان نبویؐ)

دراز قد، گھنے بال، جاذب نظر بارعب چہرہ، متمول گھرانے کا چشم و چراغ، فیاض، بہادر اور دانشور، اسلام قبول کرنے سے پہلے آتش کدہ ایران کا نگران، جس کے ساتھ اس کا والد بے پناہ محبت کا اظہار کرتا، جس کی پرورش نہایت ہی ناز و نعمت کے ماحول میں ہوئی۔ جسے اس کا والد ایران کا سب سے بڑا مذہبی راہنما بنانا چاہتا تھا، جس نے رسول اقدس ﷺ تک پہنچنے کے لیے بڑی کٹھن منزلیں طے کیں، جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد زاہدانہ طرز عمل اختیار کیا، جس نے غزوہ احزاب میں مدینہ منورہ کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی، جسے دربار رسالت میں منظور کیا گیا اور جنگی تاریخ میں دفاعی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے مدینہ منورہ کو دشمن کی یلغار سے محفوظ کرنے کے لیے خندق کھودی گئی، جسے حربی ماہرین دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ وہ جلیل القدر صحابی جس نے رسول القدس ﷺ کی مہر نبوت کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔

جس نے بدر و احد کے سوا باقی تمام غزوات میں رسول اقدس ﷺ کی زیر قیادت داد شجاعت پانے کا اعزاز حاصل کیا:

جس نے مدائن میں گورنر کی حیثیت سے مثالی کارنامے سرانجام دیئے۔

جو اپنی تقریبا ساری آمدن ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور اس میں سے اپنے لیے صرف معمولی سی خوراک اور سادہ لباس حاصل کرنے کے ہی روادار تھے۔

جو دین حق کی تلاش میں فارس سے دمشق پہنچے، وہاں سے موصل پھر نصیبین اور طموریہ سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر دل کی مراد پوری ہوئی۔ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ رسول اقدس ﷺ سے فیضیاب ہونے کی سعادت عظمی حاصل

کی۔ آج جسے تاریخ و سیرت کی کتابوں میں سلمان فارسی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آیئے اس جلیل القدر صحابی کی دلآویز سیرت کی جھلک دیکھتے ہوئے اپنے من کی دنیا کو منور کریں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نام اسلام قبول کرنے سے پہلے مابہ تھا اور والد کا نام بوذخشان تھا جو اصفہان کی ایک مشہور و معروف ''جبی'' نامی بستی کا سردار اور جاگیر دار تھا۔ یہ اپنے بیٹے کے ساتھ بہت لاڈ پیار سے پیش آیا کرتا تھا۔ گھر میں اس کی پرورش اس انداز میں کرتا جیسے لڑکیوں کی جاتی ہے۔ شب و روز گھر کی چار دیواری میں ہی رہنے کی تلقین کی جاتی' تاکہ باہر کی مسموم فضا سے اسے محفوظ و مامون رکھا جائے۔ چونکہ اس بستی کے بیشتر باشندے آتش پرست تھے۔ آتش کدہ کو جلائے رکھنا مذہبی فریضہ تصور کیا جاتا تھا۔ سلمان فارسی کے والد کی دلی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا ایران کا مذہبی پیشوا بنے' آتش کدہ کو جلانے کی ذمہ داری بیٹے کو سونپ رکھی تھی۔ باپ بہت بڑا جاگیر دار تھا۔ زراعتی فارموں کی دیکھ بھال وہ خود کیا کرتا تھا۔ ایک روز گھریلو مصروفیت کی وجہ سے کھیتی باڑی کی نگرانی کے لیے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ اس ہونہار' زیرک اور بیدار مغز بیٹے کے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا' جس نے اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ از خود تفصیلی روئیداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''میں اصفہان کے علاقے کا ایک فارسی النسل نوجوان تھا' جس بستی میں ہم رہائش پذیر تھے' وہ جبی نام سے مشہور و معروف تھی۔ میرا باپ اس بستی کا سردار تھا۔ وہ پوری بستی میں سب سے زیادہ مالدار اور رعب و دبدبے کا مالک تھا' وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ مجھے پیارا سمجھتا تھا' جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی' میرے ساتھ اس کی مہر و محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مجھے گھر کی چار دیواری میں اس طرح بند کر دیا گیا' جس طرح دوشیزہ کو گھر میں پابند کر دیا جاتا ہے۔

میں نے محبت کے اس قید خانہ میں مجوسیت کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ جدوجہد سے میں نے مجوسی تعلیمات میں مہارت حاصل کر لی۔ جس کی وجہ سے مجھے اس

آگ کا نگران بنا دیا گیا جس کی ہم پوجا کیا کرتے تھے' اس مقدس آگ کو مسلسل جلائے رکھنا میرے فرائض میں شامل تھا۔ میں اسے دن رات ایک لمحہ کے لیے بجھنے نہ دیتا۔

میرا والد بہت بڑا جاگیردار تھا'

وافر مقدار میں غلہ ہمارے گھر آتا مال و دولت کی ریل پیل تھی' جاگیر کی نگرانی اور بذات خود اس کی دیکھ بھال کرنا میرے والد کا معمول تھا' روزانہ وہ اپنے زرعی رقبے میں جاتے اور دن کا بیشتر حصہ وہاں گذارتے' ایک روز وہ گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اپنے رقبے میں جا نہ سکے اور مجھے حکم دیا: بیٹا آج میں کھیتوں میں نہیں جا سکوں گا۔ میری جگہ آج آپ جائیں۔ اور کھیتوں کی نگرانی کریں۔

جب میں گھر سے نکلا تو میرا گذر ایک کنیسہ کے پاس سے ہوا جہاں عیسائی پوجا پاٹ میں مصروف تھے' میں گرجے کے اندر چلا گیا مجھے ان کا طرز عبادت بہت پسند آیا۔ مجھے ان دنوں عیسائیت یا دیگر ادیان کے متعلق کچھ علم نہ تھا' اس لیے کہ میرا والد مجھے گھر سے باہر نکلنے ہی نہیں دیتا تھا۔ اس روز جب میں نے گرجے کے اندر سے عیسائیوں کی اجتماعی آوازیں سنیں تو میں بے اختیار اس کے اندر چلا گیا۔ جب میں نے غور سے انہیں دیکھا کہ وہ سب عبادت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ تو ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا۔ اور میرا دل ان کے دین کی طرف راغب ہو گیا۔

میرے دل میں یہ خیال آیا۔

بخدا یہ طرز عبادت اور یہ پوجا پاٹ تو اس سے ہزار درجے بہتر ہے جو ہم خیال کرتے ہیں' مجھے وہاں دلی سکون محسوس ہوا۔ دن بھر میں وہیں رہا زرعی فارم میں جانے کا خیال ہی نہ آیا۔ میں نے اہل کنیسہ سے پوچھا تمہارے اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا شام میں۔

جب رات ہوئی تو میں اپنے گھر واپس لوٹ آیا ابا جان نے پوچھا بیٹا آج کا دن کیسے گذرا؟ فصل کا کیا حال ہے؟ زرعی فارم میں دن گذارنا کیسے محسوس ہوا؟

میں نے عرض کی ابا جان آج کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے میرا عیسائیوں کے

عبادت خانہ کنسیہ کے پاس سے گذر ہوا۔

میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اندر عبادت میں مصروف ہیں، مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا شام تک میں ان لوگوں کے پاس بیٹھا رہا:

آج زرعی فارم تک تو میں گیا ہی نہیں! ابا جان میری یہ باتیں سن کر گھبرا گئے، اور مجھ سے کہا، بیٹا دیکھنا کہیں ان کے چنگل میں نہ آ جانا، یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ جس دین میں آج تم نے دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس میں کوئی خیر نہیں، تیرے آباء واجداد کا دین اس سے کہیں بہتر ہے۔

میں نے کہا، ابا جان ہرگز نہیں، بخدا ان لوگوں کا دین اور طرز عبادت ہمارے دین سے بہت بہتر ہے۔

میرا باپ میری یہ باتیں سن کر بہت پریشان ہوا۔ اسے اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں اپنے آبائی دین سے منحرف نہ ہو جاؤں۔ اس نے مجھے گھر میں قید کر دیا اور میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

ایک دن میں نے موقع پاتے ہی گرجے میں یہ پیغام بھیجا کہ جب کوئی ملک شام کی طرف جانے والا قافلہ آپ کے پاس آئے تو مجھے ضرور اطلاع دینا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد ایک قافلہ وہاں پہنچا جس نے ملک شام جانا تھا۔ اہل کنسیہ نے مجھے اطلاع کر دی میں نے پاؤں کی زنجیر کو زوردار جھٹکے سے توڑ دیا گھر سے نکلا اور اس قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ چند دنوں بعد ہم شام پہنچ گئے، وہاں میں نے دریافت کیا۔

اس ملک میں سب سے اعلیٰ مذہبی شخصیت کون ہے؟

لوگوں نے مجھے بتایا:

اس چرچ کا نگران اعلیٰ پوپ سب سے اعلیٰ مذہبی شخصیت ہے۔

میں اس کی خدمت میں حاظر ہوا اور عرض کی مجھے عیسائیت میں دلچسپی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ کے پاس رہوں۔ عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کروں اور آپ کی راہنمائی میں عبادت کروں۔

میری مصروفیات سن کر اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی، میں نے جی بھر کر اس کی خدمت کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مذہبی پیشوا کا کردار درست نہیں ہے۔ یہ اپنا مال و متاع لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے، تا کہ اس کے ذریعے صدقہ و خیرات کیا جائے۔ تو یہ سب مال خود ہڑپ کر جاتا، فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا، اس طرح اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی کے بھر لیے، جب میں نے اس کی یہ حرکات دیکھیں تو مجھے وہ شخص بہت برا لگا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد موت نے اس کو دبوچ لیا۔ عیسائی پیروکار جب اسے اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کرنے لگے تو میں نے ان سے کہا:

تمہارا مذہبی سردار کوئی اچھا آدمی نہیں تھا: یہ تمہیں تو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا! اور جب اس کے ترغیب دلانے پر تم اپنا مال اس کے پاس جمع کراتے تا کہ یہ اپنے ہاتھ سے غرباء و مساکین میں صدقہ و خیرات تقسیم کر دے تو یہ سارا مال خود ہی ہڑپ کر جاتا۔ اس سے کوئی ایک پائی بھی کسی مسکین کو نہ دیتا:

انہوں نے مجھ سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟
عقل کی بات کرو!
بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے!

میں نے کہا اگر تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں تو آؤ میں اس کا خفیہ خزانہ تمہیں دکھلا دیتا ہوں:

سب نے کہا ہاں ٹھیک ہے چلو دکھلاؤ، میں نے انہیں وہ خفیہ جگہ دکھلائی، جہاں اس نے مال دبا رکھا تھا۔ جب انہوں نے واقعی سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے مٹکے دیکھے، تو سبھی انگشت بدنداں رہ گئے اور یہ مٹکے اپنے قبضے میں لے لیے۔ اس کے بعد انہوں نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اسے دفن کرنے کی بجائے تختہ دار پر لٹکا کر اسے ذلت و رسوائی کا نشانہ بناتے ہوئے سنگسار کیا جائے۔

اس متفقہ فیصلے کی روشنی میں اسے سولی پر لٹکا کر لاش کو سنگسار کیا گیا۔ تا کہ آئندہ

کسی مذہبی پیشوا کو یہ طرز عمل اختیار کرنے کی جرات نہ ہو سکے۔

چند دن گذرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے شخص کو اپنا مذہبی راہنما منتخب کر لیا۔ میں نے اس سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور اس کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھنے لگا' میں نے اسے قریب سے دیکھا کہ وہ بڑا ہی زاہد' عابد' شب زندہ دار اور دل میں اللہ کا خوف رکھنے والا شخص ہے۔ اس کے یہ اوصاف حمیدہ دیکھ کر مجھے اس سے محبت و عقیدت ہو گئی۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے روتے ہوئے اس سے پوچھا' حضرت اب میں کہاں جاؤں؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟ میں کس سے تعلیم حاصل کروں؟ اس نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا: بیٹا موصل میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا اور اسے اپنا استاد بنا لینا اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں' جو تم چاہتے ہو!

جب یہ مذہبی پیشوا فوت ہوا تو میں تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر سیدھا موصل روانہ ہو گیا اور اس شخص سے ملاقات کی جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد عرض کی مجھے میرے استاد محترم سرزمین شام کے اسقف اعظم نے فوت ہونے سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دوں اور آپ سے مذہبی تعلیم حاصل کروں' وہ میری باتوں سے متاثر ہوا' میرے دلی جذبات کی قدر کرتے ہوئے مجھے اپنی شاگردی کے لیے قبول کر لیا' میں نے اپنے اس استاد کو اخلاقی اعتبار سے بہت بہتر پایا:

یہ بھی میرے پہلے مذہبی پیشوا کی طرح زاہد' عابد' متقی اور خدا ترس انسان تھا' لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اس کا آخری وقت بھی آ گیا' جب اس کی جان لبوں پر آئی تو میں نے انتہائی افسردہ انداز میں عرض کی:

حضرت آپ جانتے ہیں کہ میں کس تلاش میں گھر سے نکلا ہوں؟

کیوں میں نے ناز و نعم کی زندگی کو خیر باد کہا ہے؟

کیوں میں نے پھولوں کی سیج چھوڑ کر خار دار وادی میں قدم رکھا ہے؟

حضور اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

میں کدھر جاؤں؟ کہاں کا رخ کروں؟ کسے اپنا راہنما بناؤں؟ کس سے مذہبی تعلیم حاصل کروں؟

اس نے میری معصومانہ حالت دیکھ کر کپکپاتے ہونٹوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے ارشاد فرمایا:

بیٹا نصیبین بامی بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ' وہ ہمارا طرز عمل اپنائے ہوئے ہے۔

اسے میرا اسلام کہنا: اور یہ بتانا کہ اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اس کے بعد وہ داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا موت کی آغوش میں چلا گیا۔

جب اسے تجہیز و تکفین کے بعد لحد میں اتارا دیا گیا۔ تو میں سیدھا اس مذہبی راہنما کے پاس پہنچ گیا جو نصیبین بستی میں رہائش پذیر تھا! میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنے سابقہ مذہبی راہنما کا سلام پیش کیا اور یہ پیغام بھی دیا کہ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے' میں مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا متمنی ہوں۔ اور کامل استاد کی تلاش میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔

اس نے میری باتیں سن کر بڑی مسرت کا اظہار کیا: اور حصول علم کے لیے اپنے پاس رہنے کی اجازت بھی دے دی' یہ بھی پہلے دونوں مذہبی پیشواؤں کی طرح بڑا زاہد' عابد' متقی' پرہیز گار اور اللہ سے ڈرنے والا شخص تھا۔

لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے بھی اجل نے زیادہ مہلت نہ دی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو میں نے غمناک انداز میں عرض کی حضرت آپ میری دلی تمنا کو جانتے ہیں۔ میں کیا چاہتا ہوں اور کس تلاش میں گھر سے نکلا ہوں! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

اپنے درد کا حال کسے سناؤں؟ کسے اپنا راہنما بناؤں؟ اب کون میرے زخموں پر مرہم لگائے گا؟ اس نے میری بے تابی کو دیکھ کر بڑے ہی مشفقانہ انداز میں کہا:

بیٹا عموریہ بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ- وہ ہمارے نقش قدم پر گامزن ہے تجہیز وتدفین سے فارغ ہو کر میں اس کے پاس پہنچ گیا- تعارف کے بعد اپنے استاد کا اسے پیغام دیا تو اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت عنایت کر دی- تعلیم کے ساتھ یہاں مجھے کاروبار کے مواقع بھی میسر آئے- تجارت میں برکت ہوئی جس سے میرے پاس مویشیوں کی بہتات ہو گئی- لیکن قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے بھی زیادہ مہلت نہ ملی جب موت کا وقت قریب آیا تو میں نے حسب سابق عرض کی:

اس نے مجھے بڑے واضح انداز میں کہا: اب روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جسے مذہبی علم پر عبور حاصل ہو- لیکن یاد رکھیں سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئے گا' پھر وہ اپنے آبائی وطن سے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت کرے گا' جہاں سیاہ' خشک پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے- اس کی نمایاں علامت یہ ہو گی کہ صدقہ قطعاً نہیں کھائے گا' البتہ ہدیہ کو قبول کرتے ہوئے تناول کرلے گا:

اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی- اگر آپ وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہوں تو وہاں پہنچ کر ان کی زیارت سے شادکام ہوں- اس مذہبی راہنما کی وفات کے بعد میں بہت عرصہ تک عموریہ بستی میں رہا- ایک مرتبہ قبیلہ بنو کلب کے تاجر یہاں سے گذرے میں نے ان سے کہا: اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تو میں اپنی ملکیت تمام مویشی آپ کو دے دوں گا-

انہوں نے کہا: ہمیں منظور ہے- میں نے سارا مال ان کے حوالے کر دیا-

انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کرلیا- جب ہم وادی القری میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا- مجھے مجبوراً'' اس کی غلامی میں رہنا پڑا' لیکن کچھ عرصے کے بعد بنو قریظہ میں سے اس کا چچازاد بھائی ملنے کے لیے آیا: اور اس نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب لے گیا- وہاں میں نے کھجوروں کے دو باغات دیکھے جو عموریہ کے پادری نے مجھے بتائے تھے- میں نے دل میں سوچ لیا- کہ

یہی میری آخری منزل ہے۔ میں یہاں غلامی کے دن گذارنے لگا۔ دن بھر اس کا کام کرتا زندہ رہنے کے لیے دو وقت تھوڑا سا کھانا مل جاتا' وہ کھا کر اللہ کا شکر بجالاتا۔

یونہی میری زندگی کے دن گزرنے لگے۔ ان دنوں رسول اقدس ﷺ کا ظہور ہو چکا تھا' آپ مکہ معظمہ میں اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے' لیکن میں غلامی کی وجہ سے آپؐ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہ کرسکا۔

تھوڑے ہی عرصے بعد رسول اقدس ﷺ ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے میں اس وقت کھجور کے درخت سے پھل اتار رہا تھا' اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چچازاد بھائی دوڑتا ہوا آیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اسے بات کرنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ گھبرایا ہوا تھا کھڑے ہوئے لہجے میں کہنے لگا:

بنو قیلہ تباہ و برباد ہو جائیں' وہ آج وادی قبا میں اس شخص کا استقبال کر رہے ہیں' جو مکہ سے ہجرت کر کے آ رہا ہے۔ اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں میں نے جب کھجور کے درخت کی چوٹی پر اس کی بات سنی' تو میرے بدن میں کپکپی طاری ہو گئی۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہیں میں نیچے ہی نہ گر جاؤں۔

میں جلدی سے نیچے اترا' اور وفور شوق سے آنے والے شخص سے کہا: اللہ کے لیے آپ مجھے دوبارہ بتائیں کیا تازہ خبر ہے۔ میری یہ حالت دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آیا' اور اس نے مجھ پر گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی اور بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا' تجھے اس معاملے سے کیا دلچسپی ہے' چل جا اپنا کام کر: منہ اٹھائے بلا سوچے سمجھے کام چھوڑ کر نیچے اتر آیا ہے:

شام کے وقت جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا کھجوروں کا ایک تھیلہ بغل میں لیا اور تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گیا' جہاں رسول اقدس ﷺ تشریف فرما تھے' اجازت لے کر اندر گیا آپ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اور عرض کی مجھے پتہ چلا ہے۔ کہ آپ ایک لمبا سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں اور آپ کے ہمراہ کچھ اور ساتھی بھی ہیں۔ یہ میرے پاس صدقہ کی کھجوریں ہیں' یہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے

لیے حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے وہ کھجوریں لیں اور اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا: یہ کھاؤ اور خود اپنا ہاتھ روکے رکھا: آپ نے اس میں سے کوئی کھجور نہ کھائی‘

میں نے اپنے دل میں کہا: یہ ایک نشانی پوری ہوئی‘

پھر میں واپس آ گیا: دوسرے دن کچھ کھجوریں لیں‘ اور آپ کے پاس حاضر ہو گیا اور عرض کی کہ کل مجھے اندازہ ہوا ہے کہ آپ صدقہ کی چیز خود نہیں کھاتے اس لیے کچھ عمدہ کھجوریں بطور تحفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں‘ قبول فرمائیں تو عزت افزائی ہو گی۔

آپ نے وہ لے لیں‘ خود بھی تناول کیں اور اپنے صحابہؓ کو بھی کھلائیں؟

میں نے دل میں سوچا یہ دوسری نشانی پوری ہوئی:

پھر میں تیسری مرتبہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس دفعہ آپ جنت البقیع میں اپنے ایک صحابی کی تدفین کے لیے وہاں تشریف فرما تھے: آپ ﷺ نے دو چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ میں نے سلام عرض کی: میں آپ کے شانے پر مہر نبوت دیکھنے کی کوشش میں تھا۔ جس کے بارے میں عموریہ کے پادری نے مجھے بتایا تھا۔

رسول اقدس ﷺ نے میری طرف دیکھا اور آپؐ نے اندازہ لگا لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں‘ آپ نے اپنی چادر کندھوں سے نیچے سرکا دی۔

میں نے مہر نبوت دیکھی اور پہچان گیا: میں نے اسے چومنے کے لیے قدم بڑھایا اور زار و قطار رونا شروع کر دیا:

رسول اقدس ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی تو شفقت بھرے انداز میں مجھے تھپکی دی‘ اور اپنے پاس بٹھا کر پوچھا کیا بات ہے۔؟

کیوں روتے ہو؟

میں نے اپنی درد بھری داستان سنائی‘ آپ نے پوری روائیداد بڑے غور سے سنی اور دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان ساتھیوں کو بھی یہ داستان سنائیں جب میں نے پوری تفصیل کے ساتھ اپنی آپ بیتی ان کے سامنے پیش کی تو وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور سب نے مجھے مبارک باد دیتے ہوئے کہا: خوش ہو جاؤ کہ تم نے اپنی منزل کو پا لیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی لیکن غلامی کا طوق گردن میں تھا، جس کی وجہ سے دینی فرائض سرانجام دینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاوضہ ادا کرنے کی بنیاد پر اپنے آقا سے آزادی حاصل کرنے کی بات کرو: وہ تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے کی وصولی پر آزادی دینے کے لیے تیار ہو گیا۔

رسول اقدس ﷺ نے عام مسلمانوں سے کہا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو تمام نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کھجور کے درخت پیش کیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تین سو کھجور کے درختوں کا اہتمام ہو گیا۔ رسول اقدس ﷺ کو ایک غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا دستیاب ہوا:

آپ نے وہ حضرت سلمان فارسی کو دے دیا۔ یہ وزن میں چالیس اوقیہ تھا جو انہوں نے اپنے مالک کو دے کر آزادی حاصل کر لی۔

آزادی حاصل ہونے کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی دینی مواخاۃ کروا دی۔

بدر و احد کے غزوات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دور غلامی میں گزر چکے تھے۔

آزادی کے بعد پہلا غزوہ احزاب پیش آیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، جو دربار رسالت میں پسند کیا گیا: ان کی تجویز کے مطابق خندق کھودی گئی۔

رسول اقدس ﷺ نے کھدائی میں بذات خود حصہ لیا، دفاع کا یہ انداز تاریخ میں

پہلی مرتبہ روشناس ہوا۔ دشمن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ مدمقابل لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان خندق دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا:

دشمن اپنے دل میں یہ خیال لیے مکہ معظمہ سے روانہ ہوا تھا، کہ مدینہ منورہ کو چشم زدن میں تہہ وبالا کر کے رکھ دیں گے۔ ان کے وہم وگمان میں ہی نہیں تھا کہ مدینے کے راستے میں خندق حائل کر دی گئی ہے۔

مسلسل بائیس دن کافروں کے متحدہ محاذ نے خندق عبور کرتے ہوئے، مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ انہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خندق کی تجویز دینے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دشمن کے دانت کھٹے کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

غزوہ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عراق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے دینی بھائی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے نقل مکانی کرتے ہوئے سرزمین شام میں جا بسیرا کیا اور وہاں تجارت شروع کر دی، جس کی وجہ سے انہیں مالی فراوانی میسر آئی: انہوں نے جب اپنے دینی بھائی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنی تونگری اور خوشحالی کے بارے میں عراق میں بذریعہ خط اطلاع دی، تو انہوں نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ کسی شخص کے پاس مال کا وافر مقدار میں جمع ہو جانا کامیابی کی علامت نہیں، کامیاب وہ ہے جس کے پاس زیادہ علم ہو اور وہ اس پر عمل پیرا بھی ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایران کی فتوحات میں بھرپور حصہ لیا۔ چونکہ خود بھی یہ ایرانی تھے اس لیے انہوں نے مقامی باشندوں کو ان کی زبان میں اسلام کی اہمیت سے روشناس کرایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سلمان فارسی رضی

اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر نامزد کیا گیا۔

اس دور میں مالی فراوانی میسر آئی، لیکن انہوں نے اپنا طرز معاشرت نہیں بدلا بدستور سادگی کو اپنائے رکھا۔ پوری زندگی انہوں نے عبا اور اونچا پائجامہ پہننے کو اپنا معمول بنائے رکھا: حالانکہ دور امارت میں اگر یہ چاہتے تو اپنے لیے ناز و نعم کا ماحول استوار کر سکتے تھے۔

لیکن ان کے طرز عمل میں ذرا برابر بھی فرق نہ آیا۔ جو کچھ ان کے ہاتھ آتا غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

ایک دن کسی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آٹا گوندھتے دیکھا جب کہ وہ گورنر کے عہدے پر فائز تھے، تو اس نے دریافت کیا کہ حضرت خادم کہاں ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اسے کام کے لیے بھیجا ہے۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنے غلام سے بیک وقت دو کام لوں:

آپ کو جو وظیفہ ملتا اسے مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ علماء کے بڑے قدر دان تھے۔

صدقہ و خیرات کی کوئی چیز ذاتی طور پر استعمال کرنے سے بہت پرہیز کیا کرتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیمار ہوئے طبیعت مسلسل ناساز رہنے لگی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ انہیں اپنے سامنے دیکھتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا:

آپ روتے کیوں ہیں آپ تو بڑے خوش نصیب ہیں، کہ رسول اقدس ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ پر خوش تھے۔ حوض کوثر پر آپ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کریں گے۔ آخرت میں جنت الفردوس آپ کا مقام ہے۔ یہ تسلی بخش باتیں سن کر

فرمانے لگے۔ مجھے دنیا سے جانے کا غم نہیں، یہاں تو آنا ہی انسان جانے کے لیے ہے۔ میرے دل میں دنیا کی ذرا برابر بھی حرص نہیں ہے۔ مجھے صرف اس بات کا اندیشہ لاحق ہے۔ کہ ہمارے پاس دنیا کے مال و متاع اور ساز و سامان کا آخرت میں حساب مانگ لیا گیا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ ہمیں تو یہ دنیا ایک مسافر کی طرح بسر کرنا چاہیے تھی۔ لیکن ہم یہاں دل لگا بیٹھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہر حالت میں اپنے اللہ کو یاد رکھنا۔ یہ دنیا و آخرت میں کامیابی کی کلید ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تیمار داری کرنے والوں کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کہ تمہاری ہر ممکن یہ کوشش ہونی چاہیے کہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے تمہاری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو۔

جب زندگی کے آخری لمحات محسوس ہوئے تو اپنی بیوی کو کستوری کی تھیلی لانے کا حکم دیا۔ وہ پانی میں ملا کر گرد و نواح میں چھڑکائی گئی۔ جس سے فضا معطر ہو گئی۔ تیمار داری کے لیے آنے والوں کا جمگھٹا دیکھا تو سبھی کو الوداعی سلام کہتے ہوئے اپنے پاس سے چلے جانے کا حکم دیا۔ لوگ قدرے پیچھے ہٹے ہی تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مدائن کا گورنر، رسول اقدس ﷺ کا منظور نظر جلیل القدر صحابی جس کے دینی شوق کو دیکھتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی اتار لاتا اور اس سے آپ ﷺ کی مراد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ بھرپور زندگی بسر کرتے ہوئے راضی خوشی جنت الفردوس کے سفر پر روانہ ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-مسند امام احمد	۴۳۷/۵
۲-طبقات ابن سعد	۵۴/۴
۳-طبقات خلیفہ	۱۸۹/۷
۴-التاریخ الکبیر	۱۳۵/۴
۵-الجرح والتعدیل	۲۹۶/۴
٦-حلیۃ الاولیاء	۱۸۵/۱
۷-تاریخ اصبہان	۴۸/۱
۸-الاستیعاب	۲۲۱/۴
۹-تاریخ بغداد	۱٦۳/۱
۱۰-تاریخ ابن عساکر	۱۹۴/۷
۱۱-اسعد الغابۃ	۳۱۷/۲
۱۲-تہذیب الاسماء واللغات	۲۲٦/۱
۱۳-تہذیب الکمال	۵۳۲
۱۴-دول الاسلام	۳۱/۱
۱۵-مجمع الزوائد	۳۴۲/۹
۱٦-تہذیب التہذیب	۱۳۷/۴
۱۷-الاصابۃ	۲۲۳/۴
۱۸-خلاصہ تذہیب الکمال	۱۴۷
۱۹-کنز العمال	۲۴۱/۱۳
۲۰-شذرات الذہب	۴۴/۱

کتابیات

۱- القرآن الحکیم	
۲- الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل بخاری
۳- الجامع الصحیح	مسلم بن حجاج نیسابوری
۴- فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن حجر عسقلانی
۵- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبدالبر
۶- اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عزالدین ابن الاثیر
۷- الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابن حجر عسقلانی
۸- الاعلام	خیر الدین زرکلی
۹- انساب الاشراف	احمد بن یحیٰ البلاذری
۱۰- الاوائل	حسن بن عبداللہ العسکری
۱۱- البدایہ والنہایہ	ابن کثیر
۱۲- تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر الطبری
۱۳- تاریخ بغداد	احمد بن علی الخطیب بغدادی
۱۴- تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
۱۵- تاریخ دمشق	ابوالقاسم بن عساکر
۱۶- التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری
۱۷- التاریخ الصغیر	محمد بن اسماعیل بخاری
۱۸- التبیین فی انساب القرشیین	محمد عبداللہ بن احمد المقدی
۱۹- تجرید اسماء الصحابہ	محمد بن احمد بن عثمان ذہبی
۲۰- تحفہ الاحوذی	محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری
۲۱- تحفہ الاشراف	جمال الدین المزی
۲۲- تذکرۃ الحفاظ	محمد بن احمد بن عثمان ذہبی
۲۳- تقریب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۲۴- تلخیص الحبیر	ابن حجر عسقلانی
۲۵- تہذیب الاسماء واللغات	یحیٰ بن شرف نووی
۲۶- تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۲۷- تہذیب الکمال فی اسماء الرجال	جمال الدین المزی
۲۸- جامع البیان فی تفسیر القرآن	محمد بن جریر طبری
۲۹- الجرح والتعدیل	محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی
۳۰- جمہرۃ نسب قریش	زبیر بن بکار
۳۱- حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانی
۳۲- دلائل النبوہ	ابونعیم اصفہانی
۳۳- الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ	محب الدین طبری
۳۴- سیر اعلام النبلاء	محمد بن عثمان ذہبی
۳۵- شذرات الذہب فی اخبار من ذہب	محمد بن عثمان ذہبی
۳۶- صفۃ الصفوۃ	عبدالرحمٰن بن جوزی

۱-الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد
۱-غایۃ النہایہ فی طبقات القرآء	شمس الدین بن جزری
- الکامل فی التاریخ	ابن اثیر
-اللباب فی تہذیب الانساب	عزالدین ابن اثیر
- مجمع الزوائد منبع الفوائد	نورالدین علی بن ابوبکر الہیثمی
۴-المستدرک علی الصحیحین	للحاکم ابوعبداللہ نیسابوری
۴-المصنف	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی
،- معجم الصحابہ	ابن قانع عبدالباقی
۵-المعجم الکبیر	طبرانی
۵-المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	محمد فواد عبدالباقی
۵-مناقب عمر	عبدالرحمن بن علی الجوزی
۵- میزان الاعتدال فی نقد الرجال	محمد بن عثمان ذہبی
-نسب قریش	مصعب بن عبداللہ الزبیری
-وفیات الاعیان	ابن خلکان
-تاریخ اسلام	محمد بن عثمان ذہبی
۶-فتوح البلدان	بلاذری
۳۸-العبر فی خبر من غبر	محمد بن عثمان ذہبی
۴۰- فضائل الصحابہ	امام احمد بن حنبل
۴۲- الکنی والاسماء	محمد بن احمد دولابی
۴۴-لسان العرب	ابن المنظور افریقی
۴۶- مرآۃ الجنان	ابومحمد عبداللہ بن اسعد الیافعی
۴۸- المسند	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل
۵۰- معجم البدان	یاقوت بن عبداللہ الحموی
۵۲-المعجم الصغیر	طبرانی
۵۴- معجم المولفین	عمر رضا کحالہ
۵۶- المعرفہ والتاریخ	یعقوب بن سفیان فسوی
۵۸- مناقب علی	علی بن محمد الواسطی
۶۰- النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرہ	یوسف بن تغری
۶۲- النہایہ فی غریب الحدیث	ابن اثیر
۶۴-المعارف	ابن قتیبہ
۶۶- جامع الاصول	ابن اثیر

* * *

مسلمان حکمرانوں کے فرائض منصبی

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی
الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ
اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ
وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۝ (الحج-۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم
زمین میں اقتدار بخشیں، تو
نماز قائم کریں گے
زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا
حکم دیں گے ـــ اور برائیوں
سے منع کریں گے ـــ اور
تمام معاملات کا انجام کار
اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے"

○ علم و عمل، صلح و آشتی اور امن و انصاف کے پیامبر

○ محبت و مودت، شفقت و رافت اور
رحم دلی و دریا دلی کے خوگر،

○ جوش و ولولہ، جرأت و شجاعت اور عزم و ہمت
کے پیکر،

○ عدلیہ، انتظامیہ اور قانون سازی کے ماہر

○ صدق و صفا، جود و سخا اور مہر و وفا سے انسانوں
کے دل موہ لینے والے،

○ عادلانہ، حکیمانہ اور مدبرانہ طرز حکومت
اختیار کرنے والے،

○ امت مسلمہ کی سیاسی، علمی، اخلاقی، قومی
اور تمدنی زندگی میں نکھار پیدا کرنے والے،

○ گلیم فقیری میں سرمایہ سلطانی رکھنے والے،

جہانگیر و جہانبان، جہاندار و جہاں آرا،

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

کا دلآویز، دلپذیر اور دلنشیں
علمی، ادبی اور تاریخی مرقع
اپنے ملک کے کتب فروشوں سے طلب کیجئے

از قلم
محمود احمد غضنفر

AL QAMAR ARTS 7243742